سُبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

نگارستان چین دانم نخواہد شد بہ رایت لیک
بنوک کلک رنگ آمیز نقشے می نگارم آخر

لسان الغیب

یعنی

اردو شرح دیوان حافظ مفصل مع سوانح عمری خواجہ حافظؒ

جلد چہارم

از

میر ولی اللہ بی اے ایل ایل بی وکیل ایبٹ آباد

بفرمائش

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

۱۹۳۲ء

تعداد جلد ایک

مطبوعات دوکان

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون دروازہ لوہاری لاہور

مطالب الغالب بہترین و جدید ترین شرح دیوان غالب اردو

از مولانا سہا۔ قیمت بلا جلد عہ مجلد تین روپے

اردوئے معلی یعنی مجموعہ رقعات مرزا غالب مع ضمیمہ عا/

نقش بدیع یعنی لغت فارسی جدید از جناب مولوی

وجاہت حسین صاحب بی۔ اے منشی فاضل۔ قیمت عہ/

چہار مقالہ مؤلفہ مولوی وجاہت حسین صاحب ۱۲ار

رقعات عالمگیری قیمت ۳ر

ترجمہ رقعات عالمگیری قیمت ۶ر

حکیم نباتات۔ قیمت ۴ر

ترجمہ حکیم نباتات۔ قیمت ۶ر

وزیر خاں لنکراں معہ فرہنگ۔ قیمت ۴ر

ترجمہ وزیر خاں لنکراں۔ قیمت ۴ر

سیر المتاخرین بابر تا شاہجہان۔ قیمت عا/

خلاصہ سیر المتاخرین۔ قیمت ۸ر

درہ نادرہ (انتخاب) معہ شرح و حاشیہ از مولانا

سید اولاد حسین صاحب شاداں بلگرامی۔ قیمت للعہ/

خلاصہ درہ نادرہ۔ قیمت ۴ر

رباعیات باباطاہر معہ فرہنگ قیمت عہ/

تحفۃ الاحرار جامی ۸ر قصائد عرفی ۱۰ر

حاجی بابا اصفہانی بزبان فارسی قیمت سے/

فرہنگ حاجی بابا۔ قیمت .. .. عہ/

موازنہ انیس و دبیر۔ قیمت .. سے/

تاریخ لاہور۔ از رائے بہادر کنہیا لال قیمت عا/

حیات جاوید۔ سرسید کی زندگی کے حالات قیمت للعہ/

اخلاق ناصری۔ مشہور و معروف کتاب عہ/

اخلاق جلالی۔ ” ” ” عہ/

مقدمہ دیوان حالی۔ شعر و شاعری پر مبسوط ریویو

از مولانا حالی مرحوم قیمت .. .. عہ/

تذکرہ دولت شاہ سمرقندی۔ مشہور و معروف تذکرہ

نہایت اہتمام سے بہ تصحیح جناب شیخ محمد اقبال صاحب صاحب

ایم۔ اے شائع کیا گیا ہے۔ قیمت .. .. عا/

دربار اکبری از مولانا آزاد قیمت صہ/

آب حیات ” ” ” سے/

خمکدہ خیام مترجمہ رباعیات عمر خیام قیمت سے/

رباعیات عمر خیام۔ سب سے سستا اور اچھا ایڈیشن ۶ر

آیات وجدانی۔ دیوان مرزا یاس قیمت بلا جلد عہ مجلد عا/

گلدستہ محسن کاکوروی۔ قیمت .. ۴ر

ترجمہ عروض سیفی۔ قیمت ۶ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لسان الغیب

یعنے

اردو شرح دیوان حافظ مع مفصّل سوانحعمری

جلد چہارم

از

میر ولی اللہ بی اے ایل ایل بی۔ وکیل ایبٹ آباد

۱۹۳۲ء

عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام حافظ محمد عالم پرنٹر چھپی

بسم الله الرحمن الرحیم

غزل (۵)

بشری اذ السلامة حلت بذی سلم	۱	لله حمد معترف غایة النعم
آن خوش خبر کجاست کزین فتح مژده داد	۲	تا جان فشانمش چو زر و سیم در قدم
از بازگشت شاه چه خوش طرفه نقش بست	۳	آهنگ خصم او بسرا پرده عدم
پیمان شکن هر آینه گردد شکسته دل	۴	انّ العهود عند ملوک النهی ذمم
در نیل غم فتاد و سپهرش بطعنه گفت	۵	الآن قد ندمت و ما ینفع الندم
می جست از سحاب امل رحمتی ولے	۶	جز دیده‌اش معاینه بیرون نداد نم
ساقی بیا که دور گل ست و زمان عیش	۷	پیش آر جام و هیچ مخور غم ز بیش و کم
ای دل تو جام جم بطلب ملک جم مخواه	۸	کین بود قول بلبل بستانسرای جم
چون خون خصم همچو صراحے بریختے	۹	با دوستان بعیش و طرب گیر جام جم
بشنو ز جام باده که این زال نوعروس	۱۰	بسیار کشت شوهر چون کیقباد و جم

(۱۱) حافظ بکنج میکده دارد قرارگاه / کالطیر فی الحدیقه واللیث فی الاجم (۱۱)

خواجہ صاحب کے زمانہ میں سلطنت شیراز میں کئی تبدیلیاں ہوئیں۔ یہ غزل غالباً کسی بادشاہ کی فتح اور اس کے دشمن کی شکست کے موقعہ پر کہی گئی ہے۔ ممکن ہے منصور بادشاہ کے حاکم شیراز ہونے کے متعلق ہو۔

(۱) ترجمہ۔ خوشخبری ہو کہ سلامتی ذی سلم میں نازل ہوئی۔ خدا کے لئے حمد اور بے انتہا نعمتوں کا اعتراف۔

ذی سلم سے مراد مقام معشوق۔ مطلب یہ ہے کہ میرے ممدوح یا معشوق کے مقام میں سلامتی نازل ہوئی یا یہ کہ معشوق جو خود بمنزلہ سلامت ہے اپنے مقام میں تشریف فرما ہوا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر۔

(۲) ترجمہ۔ وہ خوشخبری دینے والا کہاں ہے جس نے اس فتح کی خوشخبری دی۔ تاکہ اس کے قدموں میں زر و سیم کی طرح میں جان نثار کروں۔

خوشخبری لانے والے پر زر و سیم نثار کرنا عام رسم ہے۔ خواجہ صاحب جان نثار کرتے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ بادشاہ کے واپس آنے پر اس کے دشمن کے ارادہ نے عدم کے سراپردہ میں کیا عجیب نقش باندھا۔

یعنے دشمن کی تمام آرزوئیں بادشاہ کی واپسی پر خاک میں مل گئیں اور اس کے تمام ارادوں پر پانی پھر گیا۔

(۴) ترجمہ۔ وعدہ توڑنے والا ضرور شکستہ دل ہو جاتا ہے کیونکہ وعدے عقلمندوں کے نزدیک فرمہ داریوں کے برابر ہوتے ہیں۔

نہی جمع نہیہ بمعنے عقل۔ اولوالنہی۔ یعنے عقلمند اہل خرد۔ ذمم جمع ذمہ۔ ذمہ واری۔

(۵) ترجمہ۔ (عہد شکن دشمن) غم کے نیل میں گرا اور آسمان نے اُسے طنزاً کہا کہ اس وقت تو نادم ہوتا ہے۔ لیکن تیری ندامت تجھے کچھ فائدہ نہیں دیتی۔

اس شعر میں ایک قرآنی قصہ کی تلمیح ہے۔ جب فرعون دریائے نیل میں غرق ہوا تو اس نے کہا کہ میں خدا کے ساتھ ایمان لاتا ہوں۔ اسے جواب ملا کہ آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ (اب تو ایمان لاتا ہے اور پہلے تو نافرمان اور مفسد تھا)۔

(۶) ترجمہ۔ اُمید کے بادلوں سے وہ رحمت ڈھونڈھتا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں کے بغیر اور کہیں نمی ظاہر نہ ہوئی۔

مطلب یہ ہے کہ دشمن اُمید کے بادل سے بارش کی خواہش کرتا تھا یعنے اس اُمید میں تھا کہ میری مراد بر آئیگی لیکن ابر اُمید سے تو ایک قطرہ نہ برسا البتہ اس کی آنکھیں اشک باری کرتی تھیں یعنی وہ محروم ہو کر روتا تھا۔

(۷) ترجمہ۔ اے ساقی آ کہ بہار کا موسم ہے اور عیش کا زمانہ ہے پیالہ سامنے لا اور کمی بیشی کا غم نہ کھا۔

یعنے جام مے سامنے لا۔ اور دُنیا کے نفع و نقصان کا فکر نہ کر۔

(۸) ترجمہ۔ اے دل جام جم کی طلب کر۔ اور ملک جم کی خواہش نہ کر۔ کیونکہ جمشید کے باغ کی بلبل کا یہی قول تھا۔

مطلب یہ ہے کہ جامِ مے کی طلب کرا ور دُنیاوی جاہ و سلطنت کی خواہش نہ رکھہ کیونکہ جمشید کے باغ کی بلبُل یہی گایا کرتی تھی کہ ملک جمشید ناپائدار ہے اس کی طلب نہ کرو۔ چنانچہ جمشید کی سلطنت کا اب نام و نشان نہیں البتہ جامِ جم کے نام سے اس کی یادگار باقی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ جب تُو نے دشمن کا خون صراحی کی طرح گرا دیا ہے۔ تو اب دوستوں کے ساتھ عیش و طرب میں جامِ شراب لے۔

(۱۰) ترجمہ۔ شراب کے پیالہ سے سُن کہ اس نوعروس بڑھیا نے۔ کیقباد اور جمشید کی طرح کتنے شوہر قتل کئے ہیں۔

زالِ نوعروس سے مراد دنیا۔ دیکھو شعر ۱/۴

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ شرابخانہ کے گوشہ میں اسطرح رہتا ہے۔ جیسے باغ میں پرندہ یا نیستان میں شیر۔

غزل (۶)

بعزم توبہ سحر گفتم استخارہ کنم	۱	بہار توبہ شکن میرسد چہ چارہ کنم
سخن درست بگویم نمے توانم دید	۲	کہ می خورند حریفان و من نظارہ کنم
بدور لالہ دماغ مرا علاج کنید	۳	گر از میانۂ اہل طرب کنارہ کنم
اگر شبے بزبانم حدیث توبہ رود	۴	ز بی طہارتی آن را بمے غرارہ کنم
بتخت گل بنشانم بتے چو سلطانے	۵	ز سنبل و سمنش ساز طوق و یارہ کنم
مرا کہ نیست رہ و رسم لقمہ پرہیزے	۶	ہمان بہ است کہ میخانہ را اجارہ کنم
ز روی دوست مرا چوں گل مُراد شگفت	۷	حوالہ سر دشمن بسنگ خارہ کنم
گدای میکدہ ام لیک وقت مستی بیں	۸	کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم
اگر ز لعل لب یار بوسہ یابم	۹	جوان شوم ز سرو زندگی دوبارہ کنم
چو غنچہ بالب خنداں بیاد مجلس شاہ	۱۰	پیالہ گیرم و از شوق جامہ پارہ کنم
نہ قاضیم نہ مدرس نہ محتسب نہ فقیہ	۱۱	مرا چہ سود کہ منع شراب خوارہ کنم
(۱۲)	ز بادہ خوردن پنہاں ملول شد حافظ ببانگ بربط و نی رازش آشکارہ کنم	(۱۲)

(۱) ترجمہ۔ صبح کے وقت توبہ کے ارادہ پر میں نے دل میں کہا کہ استخارہ کرونگا۔ لیکن توبہ شکن بہار آ رہی ہے کیا علاج کروں۔
یعنے صبح کے وقت میرا ارادہ تھا کہ توبہ کے لئے استخارہ کرونگا۔ لیکن موسم بہار جو توبہ شکن ہوتا ہے آرہا ہے
تو یہ کس طرح قائم رہ سکے گی۔ استخارہ کے لئے دیکھو شعر ت ۶/۲

(۲) ترجمہ۔ میں سچی بات کہتا ہوں کہ میں نہیں دیکھ سکتا۔ کہ رقیب تو شراب پیئیں اور میں دیکھتا رہوں۔
یعنے سچ تو یہ ہے کہ میں اس بات کی برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ رقیب شراب پیئیں اور میں بیٹھا دیکھا کروں۔

(۳) ترجمہ۔ موسم بہار میں (شراب کے دور سے) میرے دماغ کا علاج کرو۔ اگر میں اہل طرب کی مجلس سے کنارہ کشی کروں۔
یعنے اگر میں شراب نوشی ترک کروں تو موسم بہار میں جام مے کے دور سے میرے دماغ کا علاج کرو۔
کیونکہ ترک مے فتورِ دماغ کی علامت ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اگر کسی رات میری زبان سے توبہ کا لفظ نکل جائے۔ تو اس بے طہارتی کی وجہ سے شراب کا غرارہ کرونگا۔
قاعدہ ہے کہ اگر کوئی ناجائز لفظ مُنہ سے نکل جاتے تو اس خیال سے کہ زبان پلید ہوگئی ہے غرارہ کیا جاتا ہے
فرماتے ہیں کہ اگر میرے مُنہ سے توبہ (شراب سے توبہ) کا لفظ بھی نکل جاتے۔ تو میں سمجھونگا کہ میری زبان ناپاک ہوگئی ہے
اور اس کو پاک کرنے کے لئے شراب سے غرارہ کرونگا۔

(۵) ترجمہ۔ تختہ گل پر بادشاہ کی طرح اپنے معشوق کو بٹھاؤنگا۔ اور سنبل وسمن سے اسکے لئے طوق اور یارہ بناؤنگا۔
طوق۔ گلوبند۔ گلے کا زیور۔ یارا کنگن کڑا۔ ہاتھ کا زیور۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کے لئے پھولوں کا ہار
اور کنگن بناؤں گا۔

(۶) ترجمہ۔ چونکہ مجھے لقمہ پرہیزی کی عادت نہیں ہے اس لئے یہی بہتر ہے کہ شراب خانہ کا ٹھیکہ لے لوں۔
لقمہ پرہیزے۔ یعنے پرہیز کا لقمہ کھانا۔ حلال روزی کھانا اس شعر میں دراصل اُن زاہدوں پر طعنہ ہے
جو شراب کو تو بُرا سمجھتے ہیں۔ لیکن مالِ حرام کے تصرف کو چنداں بُرا نہیں سمجھتے۔ حالانکہ بظاہر بہت لقمہ پرہیزی
کا اظہار کرتے ہیں۔ دیکھو شعر الف ۴/۹

عام الزام ہے اکبر پہ کہ پیتا ہے یہ کیوں	اِس کی پرسش نہیں ہوتی کہ یہ کھاتا کیا ہے

(۷) ترجمہ۔ معشوق کے چہرہ سے چونکہ میری مراد کا پھول شگفتہ ہوگیا ہے اسلئے دشمن کے سر کو سنگ سخت کے حوالہ کرتا ہوں۔

(۸) ترجمہ۔ میں شراب خانہ کا گدا ہوں لیکن مستی کے وقت دیکھ کہ میں آسمان سے ناز اور ستاروں پر حکومت کرتا ہوں۔

(۹) ترجمہ۔ اگر معشوق کے لب لعل سے مجھے ایک بوسہ مل جاتے۔ تو میں از سر نو جوان ہو جاؤں اور دوبارہ زندگی حاصل ہو۔

(۱۰) ترجمہ۔ بادشاہ کی مجلس کی یاد میں غنچہ کی طرح لبِ خنداں کے ساتھ۔ پیالہ لیں اور شوق سے جامہ چاک کر دوں۔ غنچہ کا لبِ خنداں کے ساتھ جامہ چاک کرنا یعنے شگفتہ ہو کر پھول بن جانا ظاہر۔ پھول کو جام سے بھی تشبیہ دیتے ہیں۔

(۱۱) ترجمہ۔ مَیں نہ قاضی ہوں نہ مدرس نہ محتسب ہوں اور نہ فقیہ۔ مجھے کیا مطلب کہ شراب پینے سے لوگوں کو منع کروں۔

(۱۲) ترجمہ۔ چھُپ کر شراب پینے سے حافظ ملول ہو گیا ہے اب بربط اور نے کی آواز سے اُس کے راز کو فاش کرتا ہوں یعنے شربِ الیہو سے میرا دل تنگ ہو گیا ہے۔ اب بربط دنے کی آواز کے ساتھ علانیہ و علی رؤس الاشہاد شراب پیوں گا۔

غزل (۷)

بغیر آنکہ بشد دین و دانش از دستم	۱	دگر بگو کہ زعشقت چہ طرف بربستم
اگرچہ خرمن عمرم غم تو داد بباد	۲	بخاک پای عزیزت کہ عہد نشکستم
چو ذرہ گرچہ حقیرم ببین بدولت عشق	۳	کہ در ہوای رخت چون بمہر پیوستم
بیار بادہ کہ عمریست تا من از سر مہر	۴	بکنج عافیت از بہر عیش ننشستم
اگر ز مردم ہشیاری ای نصیحت گو	۵	سخن بخاک میفکن چرا کہ من مستم
چگونہ سر ز خجالت برآورم بر دوست	۶	کہ خدمتی بسزا برنیامد از دستم

(۷)	بسوخت حافظ و آن یار دلنواز نگفت کہ مرہمی بفرستم چو خاطرش خستم	(۷)

(۱) ترجمہ۔ بغیر اس کے کہ دین اور عقل میرے ہاتھ سے جاتے رہے۔ تو ہی بتا کہ تیرے عشق سے مجھے اور کیا فایدہ ہوا۔

(۲) ترجمہ۔ اگرچہ تیرے غم نے میری عمر کے خرمن کو برباد کر دیا۔ تیرے عزیز پاؤں کی خاک کی قسم ہے کہ مَیں نے وعدہ نہ توڑا یعنے باوجود خرمنِ عمر کے برباد ہونے کے مَیں نے تیرا عشق نہ چھوڑا۔

گو میں رہا رہینِ ستمہائے روزگار		لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

(۳) ترجمہ۔ ذرہ کیطرح اگرچہ میں حقیر ہوں لیکن دیکھ کہ تیرے عشق کی دولت سے تیرے چہرہ کی آرزو میں کسطرح سورج سے جاملا۔ روئے محبوب کو آفتاب اور اپنے آپ کو ذرہ سے تشبیہ دی ہے جس طرح ذرہ باوجود ایک حقیر چیز ہونیکے آفتاب کے عشق میں اُڑکر اوپر جاتا ہے اسی طرح عاشق بھی باوجود ایک ناچیز ہستی ہونیکے محبوبِ مطلق تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔

	دانم نرسد ذرہ بخورشید ولیکن		شوقِ طلبداں می کشدار باب ہمم را	(عرفی)

(۴) ترجمہ۔ شراب لا کیونکہ مدت ہوئی کہ میں عشق سے گوشہ عافیت میں عیش کے لئے نہیں بیٹھا۔

(۵) ترجمہ۔ اے ناصح اگر تو دانا آدمی ہے تو اپنی بات کو خاک میں نہ ڈال کیونکہ میں مست ہوں۔
یعنے میں مست ہوں۔ مجھ پر نصیحت کا کچھ اثر نہیں۔ اگر تو دانا ہے تو اپنی نصیحتوں کو مجھ پر ضائع نہ کر۔

(۶) ترجمہ۔ میں خجالت کی وجہ سے معشوق کے سامنے کس طرح سر اُٹھاؤں۔ کیونکہ کوئی لائق خدمت میرے ہاتھ سے نہیں ہوتی۔ اپنی کم بضاعتی کا اعتراف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میرا سرمایۂ اعمال بہت تھوڑا ہے۔ محبوبِ مطلق کے سامنے بوجہ خجالت کے سر نہیں اُٹھا سکتا۔

	عذرِ تقصیرِ خدمت آوردم		کہ نہ دارم بطاعت استظہار	

(۷) ترجمہ۔ حافظ جل گیا اور اس دلنواز معشوق نے نہ کہا کہ جب میں نے اسکے دل کو زخمی کیا ہے تو مرہم بھی بھیجدوں۔
یعنے معشوق کے دل میں یہ خیال نہ آیا کہ جب میں نے عاشق کے دل کو زخمی کیا ہے تو اس کا علاج بھی کروں۔

غزل (۸)

بگذار تا بشارع میخانہ بگذریم	۱	کز بہر جرعہ ہمہ محتاج این دریم
جائیکہ تخت و مسند جم میرود بباد	۲	گر غم خوریم خوش نبود بہ کہ می خوریم
تا بو کہ دست در کمر او توان زدن	۳	در خون دل نشستہ چو یاقوت احمریم
روز نخست چون دم رندی زدیم و عشق	۴	شرط آن بود کہ جز رہ این شیوہ نسپریم
واعظ مکن نصیحت شوریدگان کہ ما	۵	با خاک کوی دوست بفردوس ننگریم
زان پیشتر کہ عمر گران مایہ بگذرد	۶	بگذار تا قیامت روی تو بنگریم
چون صوفیان بحالت و رقصند در سماع	۷	ما نیز ہم بشعبدہ دستی بر آوریم

از جرعۂ تو خاک زمین قدر لعل یافت	۸	بیچارہ ما کہ پیش تو از خاک کمتریم
(۹)	حافظ چو رہ بکنگرۂ کاخ وصل نیست با خاک آستانۂ این در بسر بریم	(۹)

(۱) ترجمہ - چھوڑ کہ ہم شرابخانہ کے رستہ پر جائیں - کیونکہ ایک گھونٹ کیلئے ہم سب اس دروازہ کے محتاج ہیں -

(۲) ترجمہ - جہاں جمشید کا تخت اور مسند برباد ہو جاتے ہیں اگر ہم غم کھائیں تو جائز نہیں - بہتر ہے کہ شراب پئیں -
مطلب یہ ہے کہ جب دُنیا ناپائدار ہے تو اس کا غم نہیں کھانا چاہیئے - شرابِ عشق پی کر حیات ابدی حاصل کرنی چاہیئے -

(۳) ترجمہ - اس اُمید میں کہ شاید اسکی کمر میں ہاتھ پڑ جاتے - یاقوتِ سُرخ کی طرح ہم خونِ دل میں بیٹھے ہیں -
یاقوتِ سُرخ اور دیگر جواہرات کا معشوق کی کمر بند میں ہونا ظاہر - خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ یاقوتِ سُرخ کی طرح ہم نے بھی دل کو خون کیا ہے تاکہ اس کی طرح ہمارا ہاتھ بھی کبھی معشوق کی کمر تک پہنچ سکے -

(۴) ترجمہ - روز ازل سے ہی جب ہم نے رندی اور عشق کا دم مارا - تو شرط یہی ہے کہ اس شیوہ کے سوا اور کوئی رستہ اختیار نہ کریں -

(۵) ترجمہ - اے واعظ ہم شوریدہ سروں کو نصیحت نہ کر کیونکہ ہم - کوئے دوست کی خاک کی موجودگی میں بہشت کی طرف نظر نہیں کرتے -
یعنے جب ہمارے نزدیک کوئے دوست کی خاک باغِ جنت سے بہتر ہے تو بہشت کے دعوٰے پر ہم کو ترکِ عشق کی نصیحت نہ کر -

(۶) ترجمہ - پیشتر اس کے کہ گرانمایہ عمر گزر جائے - اجازت دے کہ تیرے چہرے کی قیامت کو دیکھ لیں -
خواجہ صاحب مرنے سے پہلے ہی قیامت کو دیکھنا چاہتے ہیں، بعض دیوانوں میں قیامت" کی بجائے" مقابل" ہے -

(۷) ترجمہ - جب صوفی سماع کے وقت وجد و رقص میں ہیں - تو ہم بھی شعبدہ کے طور پر (صرف دکھلاوے کے لیئے) وجد کریں -

(۸) ترجمہ - تیرے جرعہ سے زمین کی خاک نے لعل کی قدر حاصل کی - ہم بیچارے کہ تیرے سامنے خاک سے بھی کمتر ہیں -
قاعدہ ہے کہ شراب پیتے وقت تھوڑی سی شراب زمین پر گرا دیتے ہیں - فرماتے ہیں کہ تو نے جرعۂ شراب زمین پر گرا کر زمین کو لعل بنا دیا - ہم بیکس مٹی سے بھی کمتر ہیں کہ ہمیں ایک جرعۂ شراب بھی نہ دیا گیا -

(۹) ترجمہ - اے حافظ جب محلِ وصل کے بام تک رسائی نہیں ہو سکتی - تو اس دروازہ کے آستانہ کی مٹی کیساتھ ہی وقت بسر کرنا چاہیئے

غزل (۹)

بتیغم گر زند دستش نگیرم	۱	وگر تیرم زند منت پذیرم
کمان ابروی ما را گو مزن تیر	۲	که پیش دست و بازویت بمیرم
غم گیتی چو از پایم در آورد	۳	بجز ساغر نباشد دستگیرم
برآی ای آفتاب صبح امید	۴	که در دست شب هجران اسیرم
چو طفلان تا کی ای واعظ فریبی	۵	بسیب بوستان و جوی شیرم
من آن مرغم که هر شام و سحرگاه	۶	رسد تا سدره آواز صفیرم
بفریادم رس ای پیر خرابات	۷	بیک جرعه جوانم کن که پیرم
بگیسوی تو خوردم دوش سوگند	۸	که از پای تو من سر بر نگیرم

(۹) بسوز این خرقهٔ تقوی چو حافظ
که گر آتش شوم در وی نگیرم (۹)

(۱) ترجمہ۔ اگر وہ مجھے تلوار سے مارے تو میں اُس کا ہاتھ نہیں پکڑوں گا۔ اور اگر مجھے تیر مارے تو مَیں اُس کا ممنون ہونگا۔

(۲) ترجمہ۔ ہمارے کمان ابرو معشوق کو کہو کہ تیر نہ مارے۔ تاکہ میں تیرے دست و بازو کے سامنے مروں۔

یعنے دور سے ہی تیر مار کر نہ مار ڈالے بلکہ اپنے سامنے اپنے دست و بازو سے مجھے قتل کرے۔ یا یہ کہ مجھے تیر نہ مارے میں خود ہی اس کے دست و بازو پر قربان ہونے کو تیار ہوں۔

(۳) ترجمہ۔ دُنیا کے غم نے جب مجھے پاؤں سے گرادیا۔ تو بغیر ساغر کے میرا اور کوئی دستگیر نہیں ہوتا۔

تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۱ الف ۳/۱ ت ۲۲/۲ ت ۲/۷ ت ۴۵/۹ ت ۴۹/۱۱ ت ۵/۷ ت ۱۲/۳ ت ۲/۵

د ۶/۱۰-۲-۴۳ د ۲۹/۴ د ۶۸/۷ د ۸۹/۹ د ۱۲۸/۴ ز ۱۱/۷ ۔

(۴) ترجمہ۔ اے صبح امید کے آفتاب نکل۔ کہ میں شب ہجران کے ہاتھ میں اسیر ہوں۔

صبح امید سے مراد صبح وصال۔ دنیا شب ہجر ہے۔ کیونکہ دُنیا میں مشاہدہ ذات ممکن نہیں۔

(۵) ترجمہ۔ اے واعظ تو مجھے کب تک بچوں کی طرح باغ کے سیب اور دودھ کی نہر سے بہکاتے گا۔

مطلب یہ ہے کہ باغِ جنت کے میوے اور شیر و شہد کی نہریں طفل فریبی کی باتیں ہیں۔ ہم پختہ مغزانِ عشق پر اِن باتوں کا کیا اثر ہے۔ دیکھو شعر الف ۱/۱ (کو الف بہشت و دوزخ)

(۶) ترجمہ۔ میں وہ مرغ ہوں کہ ہر شام اور صبح کے وقت میری آوازِ صفیر سدرہ تک پہنچتی ہے۔

صفیر۔ پرندوں کی آواز۔ سدرہ دیکھو ت ۱/۲ بعض دیوانوں میں دوسرا مصرع اس طرح ہے۔ ع

نہ بام عرش مے آید صفیرم

تشریح کے لئے دیکھو شرت ۱/۷

(۷) ترجمہ۔ اے پیر خرابات میری فریاد کو پہنچ (دادرسی کر) ایک گھونٹ سے مجھے جوان کر کہ میں بوڑھا ہوں۔

(۸) ترجمہ۔ کل میں نے تیری زُلف کی قسم کھائی کہ میں تیرے پاؤں سے سر نہیں اُٹھاؤں گا۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ کی طرح اِس خرقۂ تقوی کو جلا دو۔ کہ اگر میں آگ بھی بن جاؤں تو اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ اگر میں آگ بھی بن جاؤں تو معشوق پر کچھ اثر نہیں ہوتا اور وہ میری حالتِ زار کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ پس خرقۂ تقوی سے کیا فائدہ اسے جلا دو۔ اگر دوسرے کی ضمیر خرقۂ تقوی کی طرف سمجھی جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ میری آتشِ دل کا اثر خرقۂ تقوی پر مطلق نہیں ہوتا۔ اس لئے اسے جلا دینا چاہیئے۔

غزل (۱۰)

بمژگانِ سیہ کردی ہزاراں رخنہ در دینم	۱	بیا کز چشمِ بیمارت ہزاراں درد بر چینم
الا ای ہمنشین دل کہ یارانت برفت از یاد	۲	مرا روزی مباد آں دم کہ بی یاد تو بنشینم
ز تابِ آتشِ دوری شدم غرقِ عرق چوں گل	۳	بیار ای بادِ شبگیری نسیمی زاں عرق چینم
شبِ رحلت ہم از بستر روم تا قصرِ حور العین	۴	اگر در وقتِ جان دادن تو باشی شمع بالینم
صباح الخیر زد بلبل کجائی ساقیا برخیز	۵	کہ غوغا میکند در سر خمارِ خمرِ دوشینم
اگر بر جای من غیری گزیند دوست حاکم اوست	۶	حرامم باد اگر من جان بجای دوست بگزینم
جہاں پیرست و بی بنیاد ازیں فرہاد کش فریاد	۷	کہ کرد افسون و نیرنگش ملول از جانِ شیرینم

جہان فانی و باقی فدای شاہد و ساقی	۸	کہ سلطانی عالم را طفیل عشق می بینم	
رموز عشق و مستی زمن بشنو نہ از واعظ	۹	کہ با جام و قدح ہر شب قرین ماہ و پروینم	
(۱۰)	حدیث آرزومندی کہ در این نامہ ثبت افتاد ہمانا بی غلط باشد کہ حافظ داد تلقینم		(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ تو نے اپنی سیاہ پلکوں سے میرے دین میں ہزاروں رخنے کر دیئے۔ آ کہ تیری چشم بیمار سے میں ہزاروں درد چُن لوں۔

فرماتے ہیں کہ تیری مژگانِ سیاہ نے مجھے کافر کر دیا۔ لیکن اب تک میں تیری چشم بیمار پر قربان ہونے کو تیار ہوں۔ دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ تیری چشم بیمار کو خدا ہمیشہ سلامت رکھے اور اسے کسی درد میں مبتلا نہ کرے میں اس کی بجائے ہزاروں درد اپنے اوپر گوارا کروں گا۔ بیمار اور درد کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ ہاں اے دل کے ہمنشین کہ تو نے یاروں کو بھلا دیا۔ مجھے وہ دم نصیب نہ ہو کہ تیری یاد کے بغیر بیٹھوں۔
الا۔ (۱) حرف تنبیہ۔ ہوشیار رہو۔ آگاہ ہو۔ (۲) حرفِ خطاب بطریق عرض و الحاح۔ یہاں یہی دوسرے معنے ہیں۔
ہمنشینِ دل سے مراد معشوق۔ مطلب یہ ہے کہ اے معشوق تو نے ہم کو تو بھلا دیا ہے۔ لیکن خدا وہ وقت مجھے نصیب نہ کرے کہ میں تجھ کو بھول جاؤں ؎

یادم نمی کنی و زیادم نمیروی عمرت دراز باد فراموش گارمن

(۳) ترجمہ۔ آتشِ ہجر کی گرمی سے پھول کی طرح میں پسینہ میں غرق ہو گیا۔ اے بادِ سحر اِس عرق چین سے میرے پاس تھوڑی سی نسیم لا۔
عرق چین۔ پسینہ پونچھنے کی چیز۔ (مرکب از عرق بمعنے پسینہ و چین از مصدر چیدن) (۱) ایک قسم کی ٹوپی جو دستار کے نیچے پہنی جاتی ہے۔ تاکہ سر کا پسینہ پگڑی کو نہ لگے۔ (۲) ایک زرین ٹوپی جو عورتیں استعمال کرتی ہیں۔ (۳) رومال
پھول پر شبنم کے قطرے ہوتے ہیں جنہیں نسیم سحر آ کر خشک کر دیتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ آتشِ ہجر کی گرمی سے میں پسینہ پسینہ ہو رہا ہوں۔ اے بادِ صبا معشوق کی عرق چین (ٹوپی) سے یعنے اس کی زلفِ معنبر سے تھوڑی سی خوشبو دار نسیم لا جو میرے پسینہ کو سکھا دے۔

(۴) ترجمہ۔ رحلت کی رات میں بستر سے سیدھا حورانِ بہشتی کے محل میں پہنچ جاؤں گا۔ اگر جان دینے کے وقت تو میرا شمع بالیں ہو۔

حور العین - بکسرِ عین - زنانِ سفید پوست فراخ چشم - حورانِ بہشتی - مطلب یہ ہے کہ اگر میری جانکنی کے وقت تو میرے سرہانے پر بیٹھا ہو گا - تو مَیں مر کر سیدھا حورانِ بہشتی کے محل پر پہنچوں گا - یعنی ایک حور کے پاس سے جاکر دوسری حوروں کے مقام پر جا ٹھہروں گا -

(۵) ترجمہ - بلبل نے صباح الخیر کہا ای ساقی تو کہاں ہے اُٹھ کیونکہ میرے سر میں کل کی شراب کا خمار غوغا کر رہا ہے -

صباح الخیر - صبح کا سلام - صبح کے وقت جب ایک دوست دوسرے دوست سے ملتا ہے - تو صباح الخیر کہتا ہے یعنے یہ صبح تیرے لئے مبارک ہو اچھی ہو - گڈ مارننگ (انگریزی) مطلب یہ ہے کہ صبح کا وقت ہے - بلبل پھولوں کو صباح الخیر کہہ رہی ہے اے ساقی اُٹھ اور مجھے شرابِ صبح کا ایک پیالہ دے کیونکہ شرابِ دوشین سے میرے سر میں خمار ہے خمرِ دوشین سے مراد شرابِ عشق کا پیالہ جو صبحِ الست کو پیا گیا - دیکھو شعرت ۹ - ۱۰ - ۱۱ / ۴ Good morning

(۶) ترجمہ - اگر معشوق میری بجائے کسی اور کو دوست بناتے تو اسے اختیار ہے - لیکن اگر میں دوست کی بجائے جان بھی اختیار کروں تو مجھ پر حرام ہو -

حاکم اوست - وہ حاکم ہے اسے اختیار ہے مالک ہو جو چاہے کرے - مطلب یہ ہے کہ معشوق مجھے چھوڑ کر کسی اور کو دوست بنا لے تو اُس کا اختیار ہے - لیکن میں اس کے مقابلہ میں جان کو بھی ہیچ سمجھتا ہوں ؎

ترا بندہ از من بہ افتد بسے ... مرا چوں تو دیگر نیفتد کسے

(۷) ترجمہ - جہان ایک بے بنیاد بوڑھا ہے اس فرہاد کش (عاشق کش) سے فریاد ہے - کیونکہ اس کے افسون و نیرنگ نے مجھے جانِ عزیز سے بھی بیزار کر دیا ہے -

جہان کو بے بنیاد عاشق کش اور بوڑھا کہتا ہے جس کے افسون و نیرنگ سے کوئی شخص بچ نہیں سکتا - فرہاد اور شیریں میں صنعتِ ایہام ہے -

(۸) ترجمہ - فانی اور باقی جہان شاہد و ساقی پر قربان ہوں - کیونکہ جہان کی بادشاہی کو عشق کے طفیل ہی دیکھتا ہوں -

جہان فانی و باقی سے مراد دنیا اور آخرت - دونوں جہان - مطلب یہ ہے کہ حقیقی سلطنت عشق کے ذریعے ہی مل سکتی ہے اس لئے مَیں دونوں جہانوں کو معشوق اور ساقی پر قربان کرتا ہوں -

(۹) ترجمہ - عشق اور مستی کے راز مجھ سے سُن نہ کہ واعظ سے - کیونکہ مَیں جام و قدح سے ہر رات ماہ و پروین کے پاس ہوتا ہوں -

جام و قدح کو ماہ و پروین کہا ہے مطلب یہ ہے کہ عالم قدس کے اسرار مئے عشق سے حاصل ہوتے ہیں نہ کہ کتابوں سے -

(۱۰) ترجمہ - آرزومندی کی باتیں جو اس دفتر میں ثبت ہوئیں - ضرور ہے کہ صحیح ہوں - کیونکہ یہ حافظ نے مجھے سکھائی ہیں -

غزل (۱۱)

۱ بیا تا گل برافشانیم و مے در ساغر اندازیم — فلک را سقف بشگافیم و طرح نو در اندازیم
۲ اگر غم لشکر انگیزد کہ خونِ عاشقان ریزد — من و ساقی بہم سازیم و بنیادش بر اندازیم
۳ چو در دست است رودی خوش بزن مطرب سرودی خوش — کہ دست افشاں غزل خوانیم و پا کوباں سر اندازیم
۴ صبا خاک وجود ما بآں عالی جناب انداز — بود کاں شاہ خوباں را نظر بر منظر اندازیم
۵ یکی از عشق می لافد دگر طامات می بافد — بیا کایں داوریہا را بہ پیش داور اندازیم
۶ بہشت عدن اگر خواہی بیا با ما بمیخانہ — کہ از پای خمت یکسر بحوض کوثر اندازیم
۷ شراب ارغوانی را گلاب اندر قدح ریزیم — نسیم عطر گرداں را شکر در مجمر اندازیم
۸ بیا جانا منور کن ز روی مجلس ما را — کہ در پیشت غزل خوانیم و در پایت سر اندازیم

(۹) سخندانی و خوشخوانی نمی ورزند در شیراز — بیا حافظ کہ ما خود را بملک دیگر اندازیم (۹)

(۱) ترجمہ۔ آ تاکہ پھول بکھیریں اور شراب پیالہ میں ڈالیں۔ آسمان کی چھت کو پھاڑ دیں اور نئی بنیاد قائم کریں۔
یعنے آکر بزم گل و مل کو گرم کریں اور حالتِ مستی میں اپنی ایک نئی دنیا بنائیں۔

(۲) ترجمہ۔ اگر عاشقوں کی خونریزی کے لئے غم لشکر کشی کرے۔ تو میں اور ساقی متفق ہوکر اُس کی بیخ کنی کردیں۔
غم اور شراب کے لئے دیکھو الف ۱/۱ الف ۱۲/۱ ت ۲۲/۳ ت ۱۴/۷ ت ۴۵/۹ ت ۶/۷ ت ۳۴/۳ ت ۸۳/۸ د ۱/۱۳ د ۲۹/۱۳ د ۵۸/۱ د ۶۹/۷ د ۱۲۸/۴ ر ۱۱/۷ م ۹/۳۔

(۳) ترجمہ۔ جب تیرے ہاتھ میں اچھا ساز ہے تو اے مطرب اچھا سرود سُنا۔ تاکہ رقص کی حالت میں ہم غزل پڑھیں اور رقص ہی کی حالت میں سر دیدیں۔
دست افشاں اور **پاکوباں** ہر دو بمعنی رقص۔ خواجہ صاحب میں یہ کمال ہے کہ ہر ایک کیفیت کی پوری جیتی جاگتی تصویر بنا کر سامنے رکھ دیتے ہیں۔ یہ شعر پڑھکر معاً بزم رقص و سماع کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اے صبا ہمارے وجود کی خاک کو اس عالی درگاہ پر جا کر گرا شاید کہ اس حسینوں کے بادشاہ کے چہرہ پر ہم نظر ڈال [illegible] منظر۔ جائے نظر (۱) آنکھ (۲) چہرہ صورت۔ رو (۳) دریچہ۔

(۵) ترجمہ۔ ایک عشق کی لافیں مارتا ہے دوسرا کشف و کرامات کی ڈینگیں مارتا ہے آکہ ہم ان تمام جھگڑوں کو خدا [illegible]

طامات۔ جمع طامہ کی۔ صوفیوں کے اظہار کشف و کرامات میں ڈینگ۔ شیخی لاف و گزاف بیہودہ باتیں بافی شیخی اور ڈینگ مارنا۔ لاف زنی کرنا۔ خواجہ صاحب زاہدوں کی لاف و گزاف اور صوفیوں کی طامات کے ہمیشہ مخالف رہے ہیں فرماتے ہیں کہ خدا کے سامنے ان باتوں کی حقیقت کھل جائے گی۔

(۶) ترجمہ۔ تو اگر بہشت عدن کا طالب ہے تو ہمارے ساتھ شراب خانہ میں چل۔ کہ ہم تجھے خم کے پاؤں سے حوض کوثر میں پہنچا دیں۔

عَدن۔ اقامت۔ ٹھیرنا۔ کسی جگہ ہمیشہ رہنا۔ بہشت کے باغ جن میں آدمی ہمیشہ رہیں گے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اگر تو بہشت اور کوثر کا خواہاں ہے تو عشق اختیار کر اور شرابِ عشق پی۔

(۷) ترجمہ۔ شراب سرخ کے پیالے میں گلاب ڈالیں اور عطر افشاں نسیم کے مجمر میں شکر گرائیں۔

مجمر۔ عوددان۔ وہ انگیٹھی جس میں عود سپند وغیرہ خوشبودار چیزیں جلائی جاتی ہیں شکر در مجمر انداختن شکر میں عود برادہ ملا کر مجلس کے اندر انگیٹھی میں جلانا۔ محاورہ ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے معشوق آ اور ہماری مجلس کو اپنے چہرہ سے منور کر۔ تاکہ تیرے سامنے ہم غزل پڑھیں اور تیرے پاؤں میں سر گرائیں۔

(۹) ترجمہ۔ سخن دانی اور قدردانی کی شیراز میں قدر نہیں۔ اے حافظ آ کہ ہم اپنے آپ کو کسی دوسرے ملک میں لیجائیں۔ بایں ہمہ خواجہ صاحب کبھی شیراز سے باہر نہیں گئے۔

غزل (۱۴)

بی تو ای سرو روان با گل و گلشن چہ کنم	۱	زلف سنبل چہ کشم عارض سوسن چہ کنم
آہ کز طعنہ بدخواہ ندیدم رویت	۲	نیست چوں آئینہ ام روی ز آہن چہ کنم
برو ای زاہد و بر دردکشاں خردہ مگیر	۳	کار فرمای قدر میکند این من چہ کنم
برق غیرت چو چنین میجہد از مکمن غیب	۴	تو بفرما کہ من سوختہ خرمن چہ کنم

یاری گر بچراغی نکند آتش طور ۵ چارهٔ تیره شب وادی ایمن چه کنم
شاه ترکان چو پسندید و بچاہم انداخت ۶ دستگیر ار نشود دوست تہمتن چه کنم
خون من ریختی از ناوک دلدوز فراق ۷ خود بگو با تو من ای دیدهٔ روشن چه کنم

(۸) حافظا خلد برین خانهٔ موروث من ست
اندرین منزل ویرانه نشیمن چه کنم (۸)

(۱) ترجمہ - اے سروِ رواں تیرے بغیر میں گل و گلشن کو کیا کروں - زلفِ سنبل کو ہاتھ میں کیا لوں عارضِ سوسن کو کیا کروں -

مطلب یہ ہے کہ معشوق کے بغیر باغ و بہار کا کچھ لطف نہیں ؎

عہد کردیم کہ بے دوست بصحرا نرویم بے تماشاگہ رویش بتماشا نرویم
بوستان خانۂ عیش است و چمن کوئے نشاط تا نہیا نشود عیش تمنا نرویم (سعدی)

(۲) ترجمہ - افسوس کہ دشمنوں کے طعنوں کی وجہ سے میں تیرا چہرہ نہ دیکھ سکا آئینہ کی طرح میرا چہرہ لوہے کا نہیں ہے کیا کروں -

آئینہ - دراصل آہنینہ ہے - یعنی لوہے کا بنا ہوا - کیونکہ پہلے پہل سکندر اعظم نے آئینہ لوہے سے بنایا تھا - اس لئے یہ نام ہوا - زبان گیلانی میں بھی آئینہ لوہے کو کہتے ہیں - شعر کا مطلب یہ ہے کہ میرا چہرہ آئینہ کی طرح لوہے کا بنا ہوا نہیں ہے کہ اس پر کسی چیز کا اثر نہ ہو اور ہمیشہ تیرے چہرے کے مقابل رہے - دشمنوں کے طعنوں کا مجھ پر یہ اثر ہوا ہے کہ تجھے دیکھنے سے محروم ہو گیا ہوں -

(۳) ترجمہ - اے زاہد چلا جا اور درد کشوں کی عیب جوئی نہ کر - یہ سب کچھ خدا اپنی قدرت سے کر رہا ہے میں کیا کرتا ہوں -

قدر - تقدیرِ الٰہی - حکم - ہر کام کی مقدار اور نہایت - اسی مضمون کے لئے دیکھو الف ۳/۲ ت ۸/۱۸ د ۵/۲ ش ۴/۵ ش ۶/۱ ش ۲۲/۵ -

(۴) ترجمہ - جب غیرت کی بجلی غیب کی کمین گاہ سے اس طرح کوندتی ہے تو تو خود ہی بتا کہ میں سوختہ خرمن کیا کروں -

مطلب یہ ہے کہ محبوب حقیقی کی برقِ غیرت نے دنیا میں جب کوئی خرمن چھوڑا ہی نہیں تو میں کیا کر سکتا ہوں - اسی غیرت کے متعلق شیخ فخر الدین عراقی نے کہا ہے - غیرت معشوق آن اقتضا کرد کہ عاشق غیر او را دوست ندارد و بغیرِ او محتاج نشود لاجرم خود را عین ہمہ اشیا کرد تا ہر چہ او را دوست دارد بہر چہ محتاج شود او بود -

غیرتش غیر در جہاں نگذاشت لاجرم عین جملہ اشیا شد" (لمعۂ چہارم)

یا برقِ غیرت سے مراد وہ غیرت جس کا ذکر شعر د ۲/۱ میں ہے۔ یعنی برقِ عشق جس نے خرمنِ آدم کو جلا دیا۔

(۵) ترجمہ۔ اگر طور کی آگ ایک چراغ سے میری مدد نہ کرے تو وادیٔ ایمن کی اندھیری رات کا کیا علاج کروں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر محبوبِ حقیقی کی عنایت بدرقۂ راہ نہ ہو اور شمعِ ہدایت سامنے نہ رکھے تو منازلِ عشق کا طے کرنا بہت مشکل ہے۔ آتشِ طور اور وادیٔ ایمن کے لئے دیکھو شعر د ۱۲۳/۴۔

(۶) ترجمہ۔ ترکوں کے بادشاہ نے جب یہی پسند کیا اور مجھے کنوئیں میں گرا دیا تو اگر تہمتن کا ہاتھ میری دستگیری نہ کرے تو میں خود کیا کر سکتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ معشوق نے مجھے تکلیف اور بیکسی کی حالت میں چھوڑا ہوا ہے اگر کوئی معاون میری دستگیری نہ کرے تو رہائی مشکل ہے یا یہ کہ محبوبِ مطلق نے مجھے دنیا کے تاریک کنوئیں میں اسیر کیا ہوا ہے۔ اگر مرشد میری دستگیری نہ کرے تو اس قید سے آزاد ہونا مشکل۔ اس شعر میں ایک مشہور تواریخی قصّہ کی طرف اشارہ ہے۔ کے خسرو کے عہد میں بیژن نامی ایک پہلوان تھا۔ جو کاوہ کی اولاد سے تھا اور رستم پہلوان کا بھانجا تھا۔ سرحدِ ایران پر موذی جنگلی جانور فصلوں کا نقصان کرتے تھے بادشاہ کے حکم سے بیژن ان کو مارنے کے لئے گیا۔ مارتے مارتے افراسیاب کے ملک میں جا پہنچا۔ وہاں ایک باغ میں افراسیاب کی بیٹی منیژہ کو دیکھا۔ دونوں ایک دوسرے پر فریفتہ ہو گئے۔ منیژہ جب گھر گئی تو بیژن کو بھی ساتھ لیگئی اور کئی روز شاہی محلوں میں اسے چھُپا رکھا۔ افراسیاب کو خبر ہوئی اس نے بیژن کو سیاہ چاہ میں اسیر کر دیا۔ ایران خبر پہنچی۔ رُستم کو حکم ہُوا کہ اسے کسی طرح نکال لائے۔ رُستم نے ایک سوداگری کا قافلہ تیار کیا اور اس بہانہ سے توران جا نکلا۔ رات کو سیہ چاہ پر پہنچکر بیژن کو نکالا۔ افراسیاب کے محلوں پر حملہ کیا۔ اور مالِ غنیمت۔ منیژہ اور بیژن کو ساتھ لیکر ایران میں آ گیا۔

(۷) ترجمہ۔ فراق کے دلدوز تیر سے تو نے میرا خون بہایا۔ اے دیدۂ روشن! تو خود ہی کہہ کہ میں تجھے کیا کروں۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ بہشت بریں میرا موروثی مکان ہے۔ اس ویرانہ منزل (دنیا) میں میں اپنا قیام کس طرح کروں۔

خلدِ بریں کو خانۂ موروث کہا ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السّلام جو تمام بنی نوع انسان کے مورثِ اعلیٰ ہیں اس مکان میں رہ چکے ہیں۔ دیکھو شعر ت ۱/۲۲۵۔ مرزا غالب کے ستم ظریفی دیکھیئے کہ کسی زاہد کے اسی

دعویٰ پر ناراض ہوکر کہتے ہیں ؂

خواجہ فردوس بمیراث تمنّا دارد　　ولے گر در روشِ نسل بآدم نرسد

غزل (۱۳)

تا سایۂ مبارکت افتاد بر سرم	۱	دولت غلام من شد و اقبال چاکرم
شد سالہا کہ از سر من بخت رفتہ بود	۲	از دولت وصال تو باز آمد از درم
بیدار در زمانہ ندیدے کسے مرا	۳	در خواب اگر خیال تو گشتی مصورم
من عمر در غم تو بپایاں برم ولے	۴	باور مکن کہ بے تو زمانے بسر برم
زاں شب کہ باز در دل تنگم در آمدی	۵	صد شمع در گرفت دماغ معطرم
درد مرا طبیب نداند دوا کہ من	۶	بی دوست خستہ خاطر و با دوست خوشترم
گفتے بیار رخت اقامت بکوی ما	۷	من خود بجان تو کہ ازیں کوے نگذرم

(۸)
ہر کس غلام شاہی و مملوک صاحبیست
حافظ کمینہ بندۂ سلطان کشورم
(۸)

(۱) ترجمہ۔ جب سے تیرا مبارک سایہ میرے سر پر پڑا ہے۔ دولت میری غلام ہوگئی ہے اور اقبال میرا نوکر ہوگیا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ کئی سال ہوئے کہ بخت مجھ سے چلا گیا تھا۔ تیرے وصال کی دولت سے پھر میرے دروازہ کے اندر آگیا۔

(۳) ترجمہ۔ زمانہ میں مجھے کوئی شخص بیدار نہ دیکھتا۔ اگر خواب میں تیری تصویر کا نقشہ میرے دل پر منقوش ہوجاتا۔ یعنی اگر خواب میں تیری تصویر میرے دل پر منقوش ہوجاتی تو میں اس میں اس قدر محو ہوجاتا کہ جاگنے کا نام نہ لیتا اور تمام عمر خواب ہی میں تجھ کو دیکھتا رہتا۔ حاصل کلام یہ کہ اگر خواب میں بھی مجھے دیدار نصیب ہوجائے تو تمام عمر خواب ہی میں ہوں اور تجھے دیکھتا رہوں۔ جاگنے کا نام نہ لوں۔ بعض دیوانوں میں دوسرا مصرعہ اس طرح ہے ع۔ درخواب گر وصال تو بیند معبرا۔

(۴) ترجمہ۔ میں تیرے غم عشق میں بیشک عمر گذار رہا ہوں۔ لیکن یقین نہ کر کہ تیرے بغیر میں تھوڑی دیر بھی زندہ رہ سکتا ہوں۔

(۵) ترجمہ۔ جس رات سے تو پھر میرے تنگ دل میں آگیا ہے۔ میرے معطر دماغ نے صدہا شمعیں روشن کردی ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ طبیب میرے درد کی دوا نہیں جانتا کیونکہ میں دوست کے بغیر خستہ دل اور دوست کے ساتھ خوش رہتا ہوں۔

(۷) ترجمہ۔ تو نے مجھے کہا کہ رخت اقامت ہمارے کوچہ میں لا۔ تیری جان کی قسم کہ میں خود اس کوچہ سے باہر جاتا ہی نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ ہر ایک شخص کسی بادشاہ کا غلام اور کسی صاحب کا بندہ ہو جاتا ہے۔ حافظ بادشاہِ ملک کا ایک کمترین غلام ہے

ہر قوم راست راہی دینے و قبلہ گاہے　　　من قبلہ راست کردم در طرف (سمت) کج کلاہے

غزل (۱۴)

مرا می بینی و دردم زیادت میکنی دردم	۱	ترا می بینم و شوقم زیادت می شود ہر دم
بسامانم نمی پرسی نمیدانم چہ سرداری	۲	بدرمانم نمیکوشی نمیدانی مگر دردم
نہ راہست اینکہ بگذاری مرا جانا و بگریزی	۳	گذاری آر و بازم پرس تا خاک رہت گردم
ندارم دست از دامن بجز در خاک و آن دم ہم	۴	چو بر خاکم گذار آری بگیرد دامنت گردم
فرو رفت از غم عشقت دمم دم میدہی تا کی	۵	دمار از من بر آوردی نمی گوئی بر آوردم
شبی دل را بتاریکی ز زلفت باز می جستم	۶	رخت میدیدم و جامی ز لعلت باز میخوردم
کشیدم در برت ناگاہ و شد در تاب گیسویت	۷	نہادم بر لبت لب را و جان و دل فدا کردم

(۸)
تو خوش می باش با حافظ برو گو خصم جان میدہ
چو گرمی تو می بینم چہ باک از خصم دم سردم
(۸)

(۱) ترجمہ۔ تو مجھے دیکھتا ہے اور میرے درد کو اسی وقت زیادہ کر دیتا ہے۔ میں تجھے دیکھتا ہوں اور میرا شوق ہر وقت زیادہ ہو جاتا ہے۔

دردم اور دم میں صنعتِ تجنیس ہے۔ دونو مصرعوں میں مضمون کا مقابلہ بہت لطیف ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تو مجھے سامان سے نہیں پوچھتا مجھے معلوم نہیں تیرا کیا خیال ہے۔ تو میرے علاج کی کوشش نہیں کرتا شاید تجھے میرے درد کا علم نہیں۔
بسامانم نمیپرسی یعنے میری بے سروسامانی کا خیال نہیں کرتا اور سامان سے میری مدد نہیں کرتا۔ چہ سرداری (۱)
تیرا کیا خیال ہے۔ (۲) تو کیسا سردار ہے۔ پہلے مصرعہ میں سر و سامان اور دوسرے مصرعہ میں درد اور درمان کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ اے جاناں یہ طریقہ (اچھا) نہیں کہ مجھے چھوڑ کر بھاگ جائے۔ میری طرف گذر کر میری حال پرسی کر تاکہ میں تیرے رستہ کی خاک ہو جاؤں

(۴) ترجمہ۔ خاک میں مل جانے سے پہلے مَیں کبھی تیرے دامن کو نہیں چھوڑوں گا اور اُس وقت بھی جب تو میری خاک پر ہو کر گذرے گا۔ تو میری گرد۔ تیرے دامن کو پکڑے گی۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے غمِ عشق سے میرا دم نکل گیا تو مجھے کب تک دھوکا دیتے رہیگا۔ تو نے مجھے ہلاک کر ڈالا اور تو نہیں کہتا کہ میں سانس بھی لوں۔

دم دادن۔ دھوکا دینا۔ دمار۔ ہلاکت۔ سانس، دم۔ برآور دم۔ دو طرح پڑھا جا سکتا ہے (۱) (دم برآور)۔ سانس لے۔ دم لے۔ آواز کر۔ فریاد کر۔ یعنے تو نے مجھے ہلاک بھی کر دیا اور فریاد بھی نہیں کرنے دیتا (۲) برآوردم۔ میں نے نکالا۔ اس صورت میں دمار محذوف ہوگا۔ یعنی تو نے مجھے ہلاک کر ڈالا اور یہ بھی نہیں کہتا۔ کہ ہاں میں نے ہلاک کیا ہے (الفاظ کا باہم ربط اور مناسبت قابلِ داد ہے)

(۶) ترجمہ۔ ایک رات میں تیری زُلف کی تاریکی میں دل کو ڈھونڈھتا تھا۔ تیرا چہرہ دیکھتا تھا اور تیرے لبِ لعل سے پیالہ پیتا تھا۔

(۷) ترجمہ۔ یعنے ناگاہ تجھے بغل میں لیا اور تیرے گیسو پیچ و تاب میں ہو گئے۔ تیری لب پر میں نے لب رکھا اور جان و دل قربان کر دیئے۔

(۸) ترجمہ۔ تو حافظ پر مہربان رہ اور دشمن کو کہہ کہ جا کر (حسد میں) مر جائے۔ جب میں تیری گرمی (مہربانی) دیکھتا ہوں تو مجھے سرد دم (نامہربان) دشمن کا کیا ڈر ہے۔

غزل (۱۵)

تو ہمچو صبحے و من شمعِ خلوتِ سحرم	۱	تبسمے کن و جان بین کہ چوں ہمی سپرم
چنین کہ در دلِ من داغِ زلفِ سرکش تست	۲	بنفشہ زار شود تربتم چو درگذرم
بر آستانِ امیدت کشادہ ام درِ چشم	۳	کہ یک نظر فگنی چوں فگندی از نظرم
غلامِ مردمِ چشمم کہ با سیاہ دلے	۴	ہزار قطرہ ببارد چو دردِ دل شمرم
چہ شکر گویمت اے خیلِ غم عفاک اللہ	۵	کہ روزِ بیکسے آخر نمیروی ز سرم
بہر نظر بت ما جلوہ میکند لیکن	۶	کس آن کرشمہ نہ بیند کہ من ہمی نگرم

(۷)	بخاکِ حافظ اگر یار بگذرد چو نسیم چو غنچہ در لحد تنگ خود کفن بدرم	(۷)

(۱) ترجمہ۔ تو صبح کی مثال ہے اور میں خلوتِ سحر کی شمع ہوں تبسم کر اور دیکھ کہ میں کس طرح جان قربان کرتا ہوں۔

ظاہر کہ تبسمِ صبح سے شمع بجھ جاتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ تو صبح ہے اور میں شمع ہوں تیرے ایک تبسم پر جان دینے کو تیار ہوں۔ رُباعی ذیل میں بھی عاشق و معشوق کو شمع و صبح سے تشبیہ دی گئی ہے ؎

من شمعِ جانگدازم تو صبحِ دلکشائی　　سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی
نزدیکت این چنینم دور آنچناں کہ گفتم　　نے تابِ وصل دارم نے طاقتِ جدائی

(۲) ترجمہ۔ تیری زلفِ سرکش کا میرے دل میں ایسا داغ ہے کہ جب میں مرجاؤں گا تو میری قبر بنفشہ زار ہو جائے گی۔
اسی مضمون کے لئے دیکھو ۹۵/۱۔ چونکہ دل میں زلف کا خیال تھا اس لئے قبر پر بھی بنفشہ اگا جو زلف کے مشابہ ہے۔

(۳) ترجمہ۔ یعنے تیری امید کے آستان پر آنکھ کا دروازہ کھولا ہے تاکہ تو میری طرف ایک نظر کرے جبکہ مجھ کو تو نے نظر سے گرادیا ہے۔
یعنے اگرچہ تو نے مجھے نظر سے گرادیا ہے تاہم امید ہے کہ تو میری طرف ایک نظر کرے گا۔

(۴) ترجمہ۔ میں آنکھ کی پتلی کا غلام ہوں جو باوجود سیاہ دلی کے جب میں دردِ دل بیان کرتا ہوں تو ہزار قطرے گراتی ہے۔
آنکھ کی پتلی سیاہ ہوتی ہے لہذا سیاہ دل کہا۔ سیاہ دل آدمی کسی کے درد پر نہیں روتا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ آنکھ کی پتلی باوجود سیاہ دل ہونے کے میرے اظہارِ درد پر آنسو گراتی ہے۔ لہذا میں اس کی ہمدردی کا قائل ہوں۔

(۵) ترجمہ۔ اے غم کے لشکر خدا تجھے بخشے میں تیرا شکریہ کس طرح ادا کروں۔ کہ بیکسی کے دن بھی تو میرے سر سے نہیں جاتا۔
بیکسی کے وقت کا کوئی ساتھی نہیں البتہ غم اسوقت بھی ساتھ ہوتا ہے خواجہ صاحب غم کی اس وفا شعاری کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ ہمارا معشوق ہر ایک نظر میں جلوہ نمائی کرتا ہے لیکن کسی شخص کو وہ کرشمہ نظر نہیں آتا جو میں دیکھتا ہوں۔
مطلب یہ ہے کہ معشوق کا جلوہ ہر ایک شخص کی نظروں میں ہے لیکن اُس کے جو کرشمے عاشق کو نظر آتے ہیں اور کسی کو نہیں آتے۔

(۷) ترجمہ۔ اگر معشوق نسیم کی طرح حافظ کی قبر سے گذرے۔ تو تنگ قبر میں غنچہ کی طرح میں اپنے کفن کو پھاڑ دوں۔
بادِ صبا اور نسیم سحر سے کلیاں کھل کر پھول بن جاتی ہیں گویا اپنے تنگ جامہ کو چاک کرتی ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر معشوق کا گذار میری قبر پہ ہو تو میں بھی غنچہ کی طرح جامہ چاک کرکے شگفتہ ہو جاؤں۔

غزل (۱۶)

چرا نہ در پے عزمِ دیارِ خود باشم	۱	چرا نہ خاکِ کفِ پای یارِ خود باشم
غمِ غریبی و غربت چو برنمی تابم	۲	بشہرِ خود روم و شہریارِ خود باشم

ز محرمان سراپردۂ وصال شوم ۳ ز بندگانِ خداوندگار خود باشم

چو کار عمر نہ پیداست باری آن اولیٰ ۴ کہ روزِ واقعہ پیشِ نگار خود باشم

ز دست بخت گران خواب و کار بیسامان ۵ اگر کنم گلہ رازدار خود باشم

ہمیشہ پیشہ من عاشقی و رندی بود ۶ دگر بکوشم و مشغول کار خود باشم

(۷) بود کہ لطف ازل رہنموں شود حافظ (۷)

وگرنہ تا بابد شرمسار خود باشم

خواجہ صاحب کبھی شیراز سے باہر تو نکلے ہی نہ تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اس غزل میں دُنیائے فانی کو غربت اور دارِ بقا کو اپنا وطن قرار دیا ہے اور اسی وطنِ عزیز کی طرف جانے کا عزم کرتے ہیں۔

(۱) ترجمہ۔ میں اپنے وطن کی طرف جانے کا ارادہ کیوں نہ کروں۔ اپنے معشوق کی کفِ پا کی خاک کیوں نہ بنوں۔

(۲) ترجمہ۔ مسافری اور مسافرت کے غم کی جب برداشت نہیں تو (بہتر ہے کہ) اپنے شہر کو جاؤں اور اپنا بادشاہ بنوں۔

مرزا بیدل نے یہی خیال اس طرح ظاہر کیا ہے ؎

بدر آ تے بیدل ازیں قفس اگر آن طرف کشت ہوس تو بہ غربت آنہمہ خوش نہ کہ نگویست بہ وطن درآ

(۳) ترجمہ۔ سراپردۂ وصال کا محرم بنوں۔ اور اپنے آقا کا غلام ہو جاؤں۔

(۴) ترجمہ۔ جب زندگی کا انجام معلوم نہیں تو پھر یہی بہتر ہے کہ واقعہ کے دن اپنے معشوق کے پاس ہوں۔

روزِ واقعہ سے مراد روزِ ازل موت کا دن (یا روزِ قیامت)

(۵) ترجمہ۔ اپنے بخت خوابیدہ اور بے سروسامانی کے ہاتھ سے اگر گلہ کروں تو اپنا ہی رازدار بنوں۔

گراں خواب۔ گہری نیند۔ میں سویا ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی بدنصیبی یا بیکسی کی اگر شکایت بھی کرتا ہوں تو اغیار سے نہیں کرتا۔ صرف اپنے دل سے ہی کرتا ہوں اپنا رازدار اور کسی کو نہیں بتاتا۔

(۶) ترجمہ۔ میرا کام ہمیشہ عاشقی اور رندی تھا۔ پھر کوشش کروں گا اور اپنے کام میں مشغول ہوں گا۔

یعنے ہمیشہ سے رند و عاشق ہوں اور آئندہ بھی اسی کام میں مشغول رہوں گا۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ خدا کرے کہ لُطفِ ازل میرا رہنما بنے۔ وگرنہ ابد تک میں اپنے آپ سے شرمسار ہونگا۔

مطلب یہ ہے کہ اگر لُطفِ ازل رہنمائی کرے تو منزلِ مقصود تک پہنچ جاؤں گا۔ ورنہ اس چراغ ہدایت کے بغیر ہمیشہ کیلئے اپنی

ناکامیابی پر شرمندہ رہنا پڑے گا۔

بسے منزل آمد زمن تا بہ تو — نشاید ترا یافت الّا بہ تو
نشاید ترا جز بہ تو یافتن — عناں باید از ہر درے تافتن (نظامی)

راہیست پر از خطر رہِ عشق — آنجا ہمہ رہزنانِ بے باک
جز بدرقۂ عنایت تو — نتوان شد ازیں رہِ خطرناک (جامی)

غزل (۱۷)

چل سال بیش رفت کہ من لاف میزنم	۱	کز چاکراں پیر مغاں کمترین منم
ہرگز بیمن عاطفت پیر می فروش	۲	ساغر تہی نشد زمی صاف روشنم
درحق من بدرد کشے ظن بد مبر	۳	کالودہ گشت خرقہ ولے پاکدامنم
شہباز دست پادشہم ایں چہ حالتست	۴	کز یاد بردہ اند ہوائے نشیمنم
حیف ست بلبلی چو من اکنوں دریں قفس	۵	با ایں لسان عذب کہ خامش چو سوسنم
آب و ہوای پارس عجب سفلہ پرورست	۶	کو ہمرہے کہ خیمہ ازیں خاک بر کنم
توران شہ خجستہ کہ در من مزید فضل	۷	شد منت مواہب او طوق گردنم

(۸) حافظ بزیر خرقہ قدح تا بکے کشے — در بزم خواجہ پردہ ز کارت بر افگنم (۸)

(۱) ترجمہ۔ چالیس سال سے زیادہ ہوئے کہ میں لاف مار رہا ہوں کہ میں پیرِ مغاں کے کمترین غلاموں میں سے ہوں۔
(۲) ترجمہ۔ پیر میفروش کی مہربانی کی برکت سے میرا پیالہ صاف اور روشن شراب سے کبھی خالی نہ ہوا۔
(۳) ترجمہ۔ دُرد کشی کی وجہ سے میرے حق میں برا گمان نہ کر کیونکہ میرا خرقہ گو آلودہ ہوگیا ہے لیکن میں خود پاکدامن ہوں۔
(۴) ترجمہ۔ میں بادشاہ کے ہاتھ کا شہباز ہوں یہ کیا حالت ہے کہ نشیمن کا اشتیاق میری یاد سے بھلا دیا گیا ہے ؎
ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند — گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں

پردہ اند کا فاعل عاملانِ قضاو قدر۔ مطلب یہ ہے کہ میں عالمِ قدس کا مرغ ہوں۔ کیا وجہ ہے کہ دُنیا کے جال میں پھنس کر میں نے اپنے اصلی آشیانہ کو بھلادیا ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر م ۱۲/۱۸ شعر ت ۱/۵-۶-۷

(۵) ترجمہ۔ حیف ہے کہ مجھ جیسی بلبل اب اس پنجرہ میں باوجود ایسی میٹھی زبان کے سوسن کی طرح خاموش ہے۔

سوسن کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھ جیسی شیریں زبان بلبل اس قفسِ عنصری میں (یا شیراز میں پھنسکر زبانِ سوسن کی طرح خاموش ہوگئی۔

(۶) ترجمہ۔ پارس کی آب و ہوا عجیب سفلہ پرور ہے۔ کوئی ہمراہ کہاں ہے کہ اس سرزمین سے خیمہ اکھاڑلوں۔

یعنے پارس میں اہل ہنر کی قدر نہیں یہ لوگ سفلہ پرور ہیں۔ اگر کوئی رفیق راہ ہوں تو اس سرزمین سے قطع تعلق کرجاؤں (باوجود اِن تمام باتوں کے خواجہ صاحب شیراز کو نہ چھوڑ سکے)

(۷) ترجمہ۔ مُبارک توران شاہ کہ فضل وکرم کی زیادتی میں اس کی بخششوں کا احسان میری گردن کا طوق ہے۔

توران شاہ کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اوّل صفحہ ۱۸ سوانح عمری نیز شعر م ۱/۲

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ خرقہ کے نیچے تو کب تک جام مے چھپائیگا (شراب پیئے گا) خواجہ کی مجلس میں میں تیرے کاموں سے پردہ اُٹھادوں گا۔

یعنے خرقہ کی آڑ میں کب تک چھُپ چھُپ کر شراب پیئے گا میں تیرا راز فاش کردوں گا۔

غزل (۱۸)

حاشا کہ من بموسم گل ترکِ مے کنم	۱	من لافِ عقل میزنم این کار کے کنم
مطرب کجاست تا ہمہ محصولِ زہد و علم	۲	در کارِ بانگِ بربط و آوازِ نے کنم
از قال وقیلِ مدرسہ حالی دلم گرفت	۳	یک چند نیز خدمتِ معشوق و مے کنم
کو پیکِ صبح تا گلہ ہای شبِ فراق	۴	با آن خجستہ طالعِ فرخندہ پے کنم
کی بود در زمانہ وفا جامِ مے بیار	۵	تا من حکایتِ جم و کاؤس و کے کنم
از نامہ سیاہ نترسم کہ روزِ حشر	۶	با فیضِ لُطف او صد ازین نامہ طے کنم
خاکِ مرا چو در ازل از مے سرشتہ اند	۷	با مدعی بگو کہ چرا ترکِ مے کنم

(۸)	این جان عاریت کہ بحافظ سپرد دوست روزی رخش ببینم و تسلیم وے کنم	(۸)

(۱) ترجمہ۔ میں موسم بہار میں ہرگز ہرگز ترک مے نہیں کروں گا۔ میں عقلمند ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں یہ کام کیسے کر سکتا ہوں۔
یعنی موسم بہار میں ترکِ مے کرنا تو بیوقوفوں کا کام ہے۔

(۲) ترجمہ۔ مطرب کہاں ہے کہ زہد و علم کا تمام حاصل۔ بربط اور نے کی آواز پر خرچ کر دوں۔
یعنے بزمِ سماع میں زہد و علم کو بالائے طاق رکھ دوں۔

(۳) ترجمہ۔ مدرسہ کی قیل و قال سے اب میں دل برداشتہ ہو گیا ہوں۔ چاہیئے کہ کچھ دیر کے لئے معشوق و مے کی خدمت بھی کر دوں۔
مطلب یہ ہے کہ علمی مباحث سے اب دل برداشتہ ہو گیا ہوں۔ عشق اختیار کرتا ہوں۔

باد ف و نے دوش آں مرد عرب وہ چہ خوش میگفت از روئے طرب
ایہا القوم الذی فی المدرسہ کلما حصلتموہا وسوسہ
فکرکم ان کان من غیر الحبیب مالکم من نشاۃ الاخریٰ نصیب (بہاؤ الدین املی)
علم نبود غیر علم عاشقی مابقی تلبیس ابلیس شقی۔

(۴) ترجمہ۔ قاصدِ صبح کہاں ہے کہ شبِ فراق کی شکایتیں اس مبارک طالع مبارک قدم کے سامنے بیان کروں۔
پیکِ صبح سے مراد آفتاب۔ عاشق کو شب فراق لمبی معلوم ہوتی ہے۔ طلوعِ آفتاب کا انتظار رہے کہ اس سے شبِ ہجران کی مصیبتیں بیان کرے۔

(۵) ترجمہ۔ زمانہ میں وفا کب تھی جامِ شراب لا۔ تاکہ میں جم اور کاؤس اور کَے کی حکایتیں بیان کروں
مطلب یہ ہے کہ شراب کا پیالہ لا تاکہ میں دنیا کی ناپائداری اور کیکاؤس اور جمشید کی ناپائداری [illegible] کے قصے بیان کروں۔

(۶) ترجمہ۔ مجھے اپنی سیاہ اعمالنامہ کا کچھ خوف نہیں کیونکہ قیامت کے روز اس کی مہربانی کے فیض سے اس قسم کے سو نامے طے ہو سکتے ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ میرا ایک نامۂ اعمال تو کیا صدہا ایسے اعمالنامے خدا کی مہربانی اور لطف سے طے ہو جائینگے اور گنہگار بخشے جائیں گے۔

(۷) ترجمہ۔ جب میری مٹی ازل کے دن شراب سے گوندھی گئی ہے۔ تو مدعی کو کہو کہ میں شراب کیوں ترک کروں۔
یعنے جب شرابِ عشق میری سرشت میں ہی تو میں اسے کیونکر ترک کر سکتا ہوں۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو ف ۱۲/۴ د ۵۴/۱

(۸) ترجمہ ۔ یہ مستعار جان جو معشوق نے حافظ کو دی ۔ ایک دن اس کا چہرہ دیکھونگا اور اس کے حوالہ کر دونگا ۔
یعنے یہ جانِ مستعار محبوبِ حقیقی کی دی ہوئی ہے ۔ ایک روز اس کا مشاہدہ کرونگا اور جان اس کے حوالہ کر دونگا
بعض لوگوں نے خواجہ صاحب کو معتزلہ کہا ہے لیکن معتزلہ مشاہدہ حق کے قائل نہیں ۔ خواجہ صاحب یہاں صاف
لفظوں میں مشاہدہ ذات کی امید ظاہر کرتے ہیں اس لئے ثابت ہے کہ خواجہ صاحب کو اس فرقہ سے تعلق نہیں دیکھو لسان الغیب
جلد اوّل صفحہ ۶۲-۲۴۴ سوانح عمری ۔

غزل (۱۹)

حالیا مصلحت وقت دراں می بینم	۱	کہ کشم رخت بمیخانہ و خوش بنشینم
جز صراحے و کتابم نبود یار و ندیم	۲	تا حریفان دغا را بجہاں کم بینم
بسکہ در خرقہ سالوس زدم لاف صلاح	۳	شرمسار رخ ساقے و مے رنگینم
جام می گیرم و از اہل ریا دور شوم	۴	یعنی از اہل جہاں پاک دلے بگزینم
سر بآزادگی از خلق برآرم چوں سرو	۵	گر دہد دست کہ دامن ز جہاں برچینم
سینہ تنگ من و بارِ غم او ہیہات	۶	مرد ایں بار گراں نیست دل مسکینم
دل و جانم بخیالِ سر زلفِ تو بسوخت	۷	ور گوا باید ت اینک نفس مشکینم
بر دلم گرد ستمہاست خدا را مپسند	۸	کہ مکدر شود آئینہ مہر آگینم
بندہ آصف عہدم دلم آزردہ مکن	۹	کہ اگر دم زنم از چرخ بخواہد کینم

(۱۰)	من اگر رند خراباتم وگر حافظ شہر ایں متاعم کہ تو می بینی و کمتر زینم	(۱۰)

(۱) ترجمہ ۔ اب میں مصلحتِ وقت اسی میں دیکھتا ہوں ۔ کہ رختِ اقامت شراب خانہ میں لیجا کر وہاں خوشی سے زندگی بسر کروں ۔
(۲) ترجمہ صراحی اور کتاب کے سوا میرا یار اور ندیم اور کوئی نہ ہو ۔ تاکہ اہل دغا کو دنیا میں نہ دیکھوں ۔
مطلب یہ ہے کہ اہل جہاں اربابِ دغا ہیں ۔ میں ان کی صحبت سے تنگ آگیا ہوں شراب خانہ میں جاکر
رہوں گا ۔ کیونکہ وہاں کے مقیم صاف دل ہوتے ہیں ۔

(۳) ترجمہ- چونکہ خرقہ مکر میں پرہیزگاری کی بہت لافیں مارتا ہوں- پیرِ ساقی اور بادۂ رنگین سے شرمسار ہوں-

یعنے بزمِ ساقی و شراب میں اپنی ریاکاری اور سالوس سے شرمندہ ہوں-

(۴) ترجمہ- شراب کا پیالہ لوں اور اہلِ ریا سے دور ہو جاؤں- یعنی اہلِ جہاں کو چھوڑ کر پاک دلی اختیار کر لوں-

(۵) ترجمہ- سرو کی طرح خلقت سے آزادگی کا سر نکالوں- اگر یہ ممکن ہو سکے کہ جہاں سے دامن بچا لیجاؤں-

ظاہر ہے کی تمام نباتات سے سرو نے آزادگی کا سر نکالا ہوتا ہے اور سب سے علیحدہ معلوم ہوتا ہے- خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر میں دُنیا سے قطعِ تعلق کر سکا تو تمام خلقت سے علیحدہ ہو کر آزاد ہو جاؤنگا-

(۶) ترجمہ- میرا یہ تنگ سینہ اور اِس کے غموں کا وہ بوجھ! افسوس! میرا مسکین دل اِس بارِ گراں کا متحمل نہیں ہو سکتا

مطلب یہ ہے کہ میرے تنگ سینہ اور کمزور دل میں اِس کے غموں کے برداشت کی طاقت نہیں ؎

غمِ عالم فراواں ست و من یک غنچہ دل دارم		چساں در شیشۂ ساعت کنم خاکِ بیاباں را

(۷) ترجمہ- میرا دل اور میری جان تیری زُلف کے خیال میں جل گئی اور اگر تجھے کوئی گواہ چاہیئے تو یہ میرا نفسِ مشکیں ہے-

یعنے میرے دل اور جان کے جل جانے کا اگر تجھے ثبوت چاہیئے- تو میری آہیں جو دھوئیں کی طرح ہیں- میری آتشِ دروں کی گواہ ہیں- زلف اور مشکیں کی رعایت ظاہر-

(۸) ترجمہ- میرے دل پر ستموں کی گرد ہے- خدا کے لئے یہ بات پسند نہ کر کہ میرا محبت بھرا آئینہ مکدر ہو جائے-

آئینۂ مِہر آگین- سے مراد دل جو عشق کا مقام ہے- مطلب یہ ہے کہ گردِ ستم سے میرے آئینۂ دل کو مکدر نہ ہونے دے- کیونکہ عشق و محبت کی تجلیات کا عکس اِسی آئینہ میں ہوتا ہے-

(۹) ترجمہ- میں آصفِ عہد کا غلام ہوں میرے دل کو آزردہ نہ کر کہ اگر میں (اُس کے سامنے) آسمان کی بھی شکایت کروں تو وہ اِس سے بدلہ لیگا-

آصفِ عہد سے مراد عماد بن محمود جو سُلطان قطب الدین والئے اصفہان کا وزیر تھا اور خواجہ صاحب کا مربی اِس وزیر کو خواجہ صاحب اکثر آصفِ عہد کہہ کر یاد کرتے ہیں-

(۱۰) ترجمہ- میں خواہ رندِ خراباتی ہوں خواہ حافظِ شہر- میں یہی متاع ہوں جو تو مجھے دیکھتا ہے بلکہ اِس سے بھی کمتر ہوں- اظہارِ فروتنی ہے- فرماتے ہیں کہ تو مجھے حافظِ شہر سمجھ یا رندِ خرابات- یہی کچھ ہوں جو تجھے نظر آتا ہوں بلکہ اِس سے بھی کمتر ہوں ؎

بتر زانم کہ خواہی گفت آنی		کہ دانم عیبِ من چوں من ندانی

غزل (۲۰)

#		
۱	حجاب چهرهٔ جان می‌شود غبار تنم	خوشا دمی که ازین چهره پرده برفگنم
۲	چنین قفس نه سزای من خوش الحان ست	روم بگلشن رضوان که مرغ آن چمنم
۳	عیان نشد که چرا آمدم کجا بودم	دریغ و درد که غافل ز کار خویشتنم
۴	چگونه طوف کنم در فضای عالم قدس	چو در سراچهٔ ترکیب تخته بند تنم
۵	اگر ز خون دلم بوی عشق می‌آید	عجب مدار که همدرد نافهٔ ختنم
۶	مرا که منظر حور ست مسکن و ماوی	چرا بکوی خراباتیان بود وطنم
۷	طراز پیراهن زرکشم مبین چون شمع	که سوز هاست نهانی درون پیرهنم

(۸) بیا و هستی حافظ ز پیش او بردار
که با وجود تو کس نشنود ز من که منم (۸)

اس غزل کا مضمون مسلسل ہے۔ فرماتے ہیں کہ روح کیلئے قفسِ عنصری ایک ناگوار قید ہے۔ انسان غبارِ وجود میں آلودہ ہو کر اپنی حقیقت سے بھی ناآشنا رہتا ہے۔ نہ اپنے وطن کی خبر ہے۔ نہ سفرِ دُنیا کی کیفیت سے آگاہ ہے اور نہ ہی منزلِ مقصود کا کچھ پتا ہے انسان جو گلشنِ رضوان کا ایک آزاد پرندہ تھا وجود کے پنجرہ میں گرفتار ہو کر عالمِ قدس کے فضا کی سیر اور تماشا سے بھی محروم ہو گیا مقطع میں جا کر موجودِ مطلق سے درخواست کرتے ہیں کہ تیری موجودگی میں ہم کو موجود تو کوئی کہتا نہیں اسلئے اس وجودِ عدم نشان کو ہم سے اُٹھا لے

(۱) ترجمہ۔ میرے تن کا غبار جان کے چہرہ کا حجاب ہے۔ وہ وقت اچھا ہوگا۔ کہ اس چہرہ سے پردہ اُٹھا دوں گا۔
یعنے وہ وقت اچھا ہوگا جب روح قفس عنصری سے آزاد ہو جائے گی۔

(۲) ترجمہ۔ ایسا پنجرہ مجھ جیسے خوش الحان کے لائق نہیں۔ میں گلشنِ رضوان میں جاتا ہوں کہ اسی باغ کا پرندہ ہوں۔
اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ۳/۸ ت ۱۹-۵

(۳) ترجمہ۔ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ میں کیوں آیا اور کہاں تھا۔ افسوس! افسوس!! کہ میں اپنے کام سے بھی غافل ہوں۔
یعنے مجھے اپنی ابتدا اور انتہا کی کچھ خبر نہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ میں کہاں سے آیا اور کیوں آیا۔ افسوس ہے کہ مجھے اپنی حقیقت سے بھی آشنائی نہیں۔

(۴) ترجمہ۔ عالمِ قدس کے فضا میں میں کس طرح سیر کروں۔ جب اس سراچۂ ترکیب میں جسم کا تختہ بند ہوں۔

سراچہ ترکیب سے مراد دنیا۔ جو اربعہ عناصر کی ترکیب سے ہی ہے۔ تختہ بند۔ جس۔ قید۔ محبوس۔ قیدی ہی ٹوٹے ہوئے عضو پر لکڑی کی پھٹیاں اور کپڑا جو باندھا جاتا ہی اس عضو کو بھی کہتے ہیں جس پر پھٹیاں و تختہ باندھتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جسم کی قید میں ناممکن ہے کہ فضائے عالم قدس کی سیر ہو سکے

(۵) ترجمہ۔ اگر میرے دل کے خون سے عشق کی بو آتی ہے تو تعجب نہ کر۔ کیونکہ میں نافہ ختن کا ہمدرد ہوں

کہا جاتا ہے کہ نافہ خون کے منجمد ہونے سے بنتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ نافہ ختن کو بھی معشوق کی زلف معنبرین کا عشق ہوتا ہے اور اس لئے اس میں خوشبو ہوتی ہے اسی طرح اگر میرے دل کے خون میں بھی عشق کی خوشبو ہے تو اس کی وجہ یہ ہی کہ مجھے بھی زلفِ محبوب کا عشق ہے۔

(۶) ترجمہ۔ جب حوروں کے محل میری جائے سکونت اور جائے قرار ہیں۔ تو خرابا تیوں کے کوچہ میں میرا دل کیوں لگا ہوا؟

کوئے خرابات سے مراد دنیا۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر (۲) غزل ہذا

(۷) ترجمہ۔ شمع کی طرح تو مجھے زرکش پیراہن کا نقش ہی نہ دیکھ کیونکہ میرے پیراہن کے نیچے پوشیدہ سوز ہیں۔

طراز۔ ہر چیز کا نقش و نگار۔ چھپنٹ۔ زرکش۔ زرتار۔ جس کپڑے میں زری تارہیں ہوں۔ فرماتے ہیں کہ شمع کا تو صرف لباس ہی زرکش اور روشن ہے اور اس کا سوز صرف اس کے لباس زرکش میں ہی ہے برخلاف اس کے میرے پیراہن کے نیچے سوزہائے نہانی ہیں۔ جن کا بظاہر کچھ پتہ نہیں لگتا۔

(۸) ترجمہ۔ آ اور حافظ کی ہستی کو اس کے سامنے سے ہٹالے۔ کیونکہ تیری موجودگی میں میرا کہنا کوئی نہیں سنتا "کہ میں ہوں"۔

مطلب یہ ہے کہ موجود صرف تو ہی تو ہے۔ تیری موجودگی میں اگر میں باوازِ بلند بھی کہوں کہ میں موجود ہوں تو کوئی نہیں مانتا اس لئے میری اس نمائشی ہستی کو مٹا دے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ موجود صرف ذات خدا ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ کہ ہم بھی ہیں غلط ہے ہم کچھ بھی نہیں ہماری ہستی بھی کچھ نہیں۔ صرف خیال ہی خیال ہے اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ ہماری ہستی کا یہ طلسم بالکل ٹوٹ ہی جائے۔

غزل (۲۱)

خرم آن روز کزین منزل ویران بروم	۱	راحت جان طلبم وز پی جانان بروم
گرچہ دانم کہ بجائی نبرد راہ غریب	۲	من ببوی خوش آن زلف پریشان بروم

چون صبا با دل بیمار و تن بے طاقت	۳	بہواداری آن سرو خرامان بروم
دلم از وحشت زندان سکندر بگرفت	۴	رخت بربندم و تا ملک سلیمان بروم
در رہ او چو قلم گر بسرم باید رفت	۵	با دل دردکش و دیدہ گریان بروم
نذر کردم کہ گر این غم بسر آید روزے	۶	تا در میکدہ شادان و غزلخوان بروم
بہواداری او ذرہ صفت رقص کنان	۷	تا لب چشمہ خورشید درخشان بروم
نازکان را چو غم حال گرفتاران نیست	۸	ساربانان مددی تا خوش و آسان بروم

(۹) ور چو حافظ نبرم رہ ز بیابان بیرون
ہمرہ کوکبۂ آصف دوران بروم (۹)

اس غزل میں بھی گذشتہ غزل کی طرح تسلسل مضمون موجود ہے اور سرائے فانی سے ملک بقا و دوام کی طرف سفر کا شوق ظاہر کیا ہے۔ خواجہ حافظ کی مشہور غزلوں میں سے ہے اور نہایت موثر ہے۔

(۱) ترجمہ۔ وہ دن اچھا ہوگا کہ میں اس ویران منزل سے چلا جاؤنگا۔ جان کی راحت طلب کرونگا اور معشوق کے پیچھے جاؤں گا۔

(۲) ترجمہ۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ (مجھ جیسا) غریب کسی مقام پر نہیں پہنچ سکتا تاہم میں اس پریشان زلف کی خوشبو پر جا رہا ہوں۔

دانم نرسد ذرہ بخورشید و لیکن   شوق طیران مے کشد ارباب ہمم را

حاصل کلام یہ ہے کہ اگرچہ مجھ جیسا حقیر ناچیز آدمی مقاماتِ عالیہ پر نہیں پہنچ سکتا تاہم پائے طلب منزلِ مقصود کے شوق میں طے منازل میں مصروف ہے۔

(۳) ترجمہ۔ صبا کی طرح باوجود بیمار دل اور بے طاقت جسم کے اِس سروِ خراماں کے اشتیاق میں جا رہا ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ زندانِ سکندر کی وحشت سے میرا دل تنگ ہوگیا ہے۔ اسباب باندھتا ہوں اور ملکِ سلیمان کی طرف جاتا ہوں۔

زندانِ سکندر۔ شہر یزد میں ایک تہ خانہ ہے۔ جہاں کہتے ہیں کہ سکندر کا تابوت رکھا ہے۔ یہاں مراد جسم عنصری یا دنیا۔ **ملک سلیمان** سے عالم قدس۔

(۵) ترجمہ۔ اِس کے رستہ میں اگر مجھے قلم کی طرح سر کے بل بھی چلنا پڑے۔ تو دردمند دل اور دیدہ گریاں کے ساتھ چلا جاؤنگا۔

ظاہر ہے کہ قلم سر کے بل چلتا ہے۔ سیاہی کے قطرے چشم قلم کا گریہ ہوتے۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے منت مانی ہے کہ اگر اس غم کا کبھی خاتمہ ہوا تو شراب خانہ کے دروازہ تک ہنستا ہوا اور غزل کہتا ہوا جاؤنگا

(۷) ترجمہ۔ اس کی آرزو میں ذرہ کی طرح رقص کرتا ہوا خورشید درخشاں کے چشمہ کے کنارے تک چلا جاؤں گا۔

ذرہ کا رقص کرتا ہوا خورشید کی طرف جانا ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ذرہ رقص کرتا ہوا خورشید کی طرف جاتا ہے۔ میں بھی محبوب مطلق کے مشاہدہ کی آرزو میں ذرہ کی طرح رقص کرتا ہوا اوپر جاؤں گا۔

(۸) ترجمہ۔ نازک بدن معشوقوں کو جب اسیروں کی حال کا فکر نہیں ہے۔ تو اے سار، یا تو مدد کر کہ میں خوشی اور آسانی سے (منزل مقصود تک) چلا جاؤں۔

(۹) ترجمہ۔ اور اگر حافظ کی طرح میں بیابان سے باہر نہ نکل سکوں۔ تو آصف عہد کے لشکر کے ساتھ چلا جاؤں گا۔

کوکبہ۔ امرا کی سواری کے ساتھ جو جماعت ہوتی ہے اس شعر میں گریز ہے یعنی آصف عہد کی طرف آصف دوران کے لئے دیکھیے شعر م ۱۹/۹۔

غزل (۲۲)

خیال روی تو در کارگاه دیده کشیدم	۱	بصورت تو نگاری ندیدم و نشنیدم
امید خواجگیم بود بندگی تو کردم	۲	هوای سلطنتم بود خدمت تو گزیدم
اگرچه در طلبت همعنان باد شمالم	۳	بگرد سرو خرامان قامتت نرسیدم
امید در سر زلفت بروز عمر نبستم	۴	طمع بدور دهانت ز کام دل ببریدم
گناه چشم سیاه بود و ناوک غمزه	۵	که من چو آهوی وحشی ز آدمی برمیدم
ز شوق چشمهٔ نوشت چه قطرها که فشاندم	۶	ز لعل روح فزایت چه عشوها که خریدم
ز غمزه بر دل ریشم چه تیرها که گشادی	۷	ز غصه بر سر کویت چه بارها که کشیدم
ز کوی یار بیار ای نسیم صبح غباری	۸	که بوی خون دل ریش ازان غبار شنیدم
چو غنچه بر سرم از کوی او گذشت نسیمی	۹	که پرده بر دل خونین بوای او بدریدم

(۱۰)	بخاک پای تو سوگند نور دیدهٔ حافظ که بی رخ تو فروغ از چراغ دیده ندیدم	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ آنکھوں کے کارخانہ میں تیرے چہرہ کا نقشہ کھینچا۔ تیری صورت کا کوئی معشوق نہ دیکھا نہ سُنا۔

(۲) ترجمہ۔ مجھے شاہی کی امید تھی اس لئے تیری غلامی کی۔ مجھے سلطنت کی آرزو تھی لہٰذا تیری خدمت اختیار کی۔

مطلب یہ ہے کہ تیری غلامی بادشاہی کے برابر ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اگرچہ میں تیری طلب میں بادِ شمال کا ہم عنان ہوں۔ لیکن تیری قد کو سروِ خرامان کی گرد تک بھی نہ پہنچ سکا۔

(۴) ترجمہ۔ میں نے عہد کے دن تیری زُلف کے ساتھ امید باندھی اور تیرے دہن کے دور سے دل کا مقصد حاصل کرنے سے امید منقطع کر دی۔

روزِ عہد سے مُراد وہ دن جب عہدِ محبت کیا گیا۔ روزِ میثاق۔

(۵) ترجمہ۔ یہ تیری سیاہ آنکھ اور غمزہ کے تیر کا قصور تھا کہ میں وحشی ہرن کی طرح آدمیوں سے بھاگ گیا۔

یعنے میرے وحشی و مجنوں ہونیکی وجہ تیرے غمزے اور تیری سیاہ آنکھیں ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ تیرے چشمۂ آبِ حیات کے شوق میں مینے کتنے قطرے گرائے تیرے روح افزا لب سے کتنے عشوے مینے اُٹھائے۔

یعنے تیرے لبِ لعل کے بوسہ کیلئے میں کتنی مُدت روتا رہا اور عشوہ برداریاں کرتا رہا۔

(۷) ترجمہ۔ تو نے غمزہ سے میرے زخمی دل پر کتنے تیر لگائے۔ تیرے کوچہ میں مینے کسقدر رنج و غصہ برداشت کیا۔

(۸) ترجمہ۔ اے نسیمِ صبح معشوق کے کوچہ سے کچھ غبار مجھ تک اڑا لا۔ کیونکہ مینے اپنے زخمی دل کے خون کی خوشبو اس غبار سے سونگھی۔

یعنے چونکہ اس کے کوچہ میں مینے اپنے دل کا خون گرایا ہے اس لئے اب اس کوچہ کے غبار سے بھی مجھے اپنے دل کے خون کی خوشبو آتی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ غنچہ کی طرح میرے سر سے اس کے کوچہ کی نسیم گذری کہ میرے خونین دل پر اسکی آرزو نے پردہ پھاڑا۔

بادِ بریدم۔ کا میم دلِ خونین کے ساتھ ہے اور بدرید کا فاعل ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح نسیم غنچہ کے پردہ کو پھاڑتی ہے اور اسے شگفتہ کرتی ہے اسی طرح کوچۂ محبوب کی ہوا عاشق کے خونین دل کو آکر شگفتہ کرتی ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے حافظ کی آنکھوں کے نور! (یعنے اے معشوق!) تیری خاکِ پا کی قسم ہے کہ تیرے چہرہ کے سوا مجھے آنکھ کے چراغ میں بھی روشنی نظر نہیں آتی۔

یعنے تیرے دیدار کے بغیر میری آنکھوں میں بھی روشنی اور نور نہیں ہوتا۔ کیونکہ میری آنکھوں کا نور تو ہی ہے۔

غزل (۲۳)

خیال روی تو گر بگذرد بگلشن چشم	۱	دل از پی نظر آید بسوی روزن چشم
بیا که لعل و گهر در نثار مقدم تو	۲	زگنج خانۂ دل میکشم بمخزن چشم
سزاے تکیہ گہت منظری نمی بینم	۳	منم بعالم و این گوشۂ معین چشم
سحر سرشک روانم سر خرابی داشت	۴	گرم نہ خون جگر میگرفت دامن چشم
نخست روز کہ دیدم رخ تو دل میگفت	۵	اگر رسد خللی خون من بگردن چشم
ببوی مژدۂ وصل تو تا سحر ہمہ شب	۶	براہ باد نہادم چراغ روشن چشم

(۷) بمردمی کہ دل دردمند حافظ را
مزن بناوک دلدوز مردم افگن چشم (۷)

(۱) ترجمہ۔ اگر تیرے چہرہ کا نقشہ آنکھوں کے باغ میں آئے۔ تو دل دیدار کے لئے روزنِ چشم کی طرف چلا آتا ہے۔
یعنے جب آنکھوں میں تیری تصویر آجاتی ہے تو دل جو تیرے دیدار کا مشتاق ہے اس تصویر کو دیکھنے کے لئے آنکھوں میں آنا چاہتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ آکہ تیرے قدموں پر نثار کرنے کے لئے دل کے خزانے سے آنکھوں کے خزانے میں لعل و گہر لا رہا ہوں۔
لعل سے مراد خون کے آنسو اور گہر سے مراد مطلق آنسو۔ مطلب یہ ہے کہ میں تیرے دیدار کے اشتیاق میں خون کے آنسو رو رہا ہوں۔ کسی عزیز کے آنے پر لعل و گہر کا نثار کرنا معلوم۔

(۳) ترجمہ۔ تیری تکیہ گاہ کے لائق میں کوئی منظر نہیں دیکھتا۔ البتہ دنیا میں میں ہوں اور میری آنکھوں کا گوشۂ معین۔
منظر۔ جائے نظر۔ دریچہ۔ کھڑکی وغیرہ جس میں بیٹھ کر باہر دیکھا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ میرے معشوق کے تکیہ گاہ کے لائق دُنیا میں کوئی محل اور کوئی منظر نہیں ہے البتہ میرے وجود کے محل میں میری آنکھوں کا ایک دریچہ ہے جس میں بیٹھکر وہ نظارہ کرسکتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ خواجہ صاحب اپنے معشوق کو اپنی آنکھوں میں بٹھانا چاہتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ صبح کے وقت میرے رواں آنسو خرابی کرنے لگے تھے ۔ اگر خونِ جگر دامنِ چشم کو نہ پکڑ لیتا۔
مطلب یہ ہے کہ سیلابِ اشک خانۂ چشم کو ویران کرنے لگا تھا لیکن خونِ جگر آنکھوں میں آگیا اور اس سیلاب کو روکا۔
(۵) ترجمہ۔ پہلے ہی دن جب میں نے تیرا چہرہ دیکھا تو دل نے کہدیا کہ کوئی خلل واقع ہوا تو میرا خون آنکھوں کی گردن پر ہوگا۔
چونکہ روئے معشوق کو پہلے آنکھیں ہی دیکھتی ہیں اس لئے اگر عشق میں عاشق کا دل خون ہوتا ہے تو تمام قصور آنکھوں کا ہی ہوتا ہے۔
(۶) ترجمہ۔ تمام رات صبح تک تیرے وصل کی خوشخبری کی اُمید میں میں نے آنکھوں کے روشن چراغ کو ہوا کا منتظر رکھا۔
(بادِ صبا مژدۂ وصال لاتی ہے اس لئے عاشق تمام رات نسیم سحر کے لئے چشم براہ منتظر رہتا ہے)
(۷) ترجمہ۔ جمیعت انسانی کے طفیل حافظ کے درمند دل پر آنکھوں کا دلدوز اور مردم افگن تیر نہ مار۔

غزل (۲۴)

خیز تا از در میخانه کشادی طلبیم	۱	بر در دوست نشینیم و مرادی طلبیم
زاد راه حرم دوست نداریم مگر	۲	بگدائی ز در میکده زادی طلبیم
اشک آلودهٔ ما گرچه روانست ولی	۳	برسالت سوی او پاک نهادی طلبیم
لذت داغ غمت بر دل ما باد حرام	۴	اگر از جور غم عشق تو دادی طلبیم
نقطهٔ خال تو بر لوح بصر نتوان زد	۵	مگر از مردمک دیده مدادی طلبیم
بوسه از لب شیرین تو دل خواست بجان	۶	بشکر خندهٔ لبت گفت مرادی طلبیم
تا بو نسخهٔ عطری دل سودازده را	۷	از خط غالیه سای تو سوادی طلبیم
چون غمت را نتوان یافت مگر در دل شاد	۸	ما بامید غمت خاطر شادی طلبیم

(۹) بر در مدرسه تا چند نشینی حافظ
خیز تا از در میخانه کشادی طلبیم (۹)

(۱) ترجمہ۔ اُٹھ تاکہ شرابخانہ کے دروازے سے کشایش کار ڈھونڈھیں معشوق کے دروازہ پر بیٹھیں اور مراد مانگیں۔
(۲) ترجمہ۔ حرمِ دوست تک پہنچنے کیلئے ہمارے پاس کوئی زادِ راہ نہیں لیکن گداگری کر کے شرابخانہ کے دروازے سے زادِ راہ مانگیں۔

یعنے حرم حریم وصال تک پہنچنے کے لئے زادِ راہ چاہیئے۔ جو ہمارے پاس موجود نہیں۔ لہذا شرابخانہ سی زادِ راہ مانگنا چاہیئے۔ مطلب یہ ہے کہ سرمایۂ اعمال تو ہمارے پاس ہے نہیں۔ عشق کی بدولت شاید کامیاب ہو جائیں۔

(۳) ترجمہ۔ ہمارے آلودہ آنسو اگرچہ جاری ہیں لیکن اُس کی طرف قاصد بھیجنے کیلئے ہمیں کسی پاک نہاد کی ضرورت ہے۔
اشک آلودہ سی مراد اشکِ خون آلودہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے آلودہ آنسو تو رواں ہیں اور بطور قاصد معشوق کے پاس جا سکتے ہیں۔ لیکن اس کے پاس آلودہ نہیں بلکہ کوئی پاک نہاد قاصد بھیجنا چاہیئے۔ اس لئے ہم کسی پاک دامن قاصد کی تلاش میں ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ تیرے غم کے داغ کی لذت ہمارے دل پر حرام ہو اگر تیرے غمِ عشق کے ظلم کے ہاتھ سی ہم انصاف کے طلبگار ہوں۔
مطلب یہ ہے کہ جو شخص غمِ عشق کو برداشت نہیں کر سکتا اور اس کی شکایت کرتا ہے اس کے دل کو داغِ عشق کی لذت نصیب نہیں ہو سکتی۔ (خواجہ صاحب غمِ عشق کے داغ کو بھی لذت بیان کرتے ہیں)

(۵) ترجمہ۔ تیرے خال کا نقطہ لوحِ بصر پر نہیں لگا سکتے۔ البتہ ہم آنکھوں کی پتلی سے سیاہی مانگتے ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ تیرے خالِ سیاہ کا نقشہ ہم اپنی آنکھوں میں نہیں جما سکتے۔ البتہ آنکھوں کی پتلی سے سیاہی مانگ کر اسکی تصویر بنا سکتے ہیں حاصل کلام یہ کہ ہماری آنکھوں کی پتلی گویا تیرے خال سیاہ کا نقشہ ہے جو ہمنے اپنی آنکھوں میں بنایا ہوا ہے

(۶) ترجمہ۔ دل نے تیرے لبِ شیریں سے جان کے بدلے ایک بوسہ مانگا۔ تیرے لب نے ہنس کر کہا کہ فہو المراد۔
یعنے دل نے تیرے لبوں سے ایک بوسہ مانگا اور اس کی قیمت میں جان دینی منظور کی۔ تیرے لب لعل نے ہنس کر کہا کہ اچھا منظور ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تاکہ ہمارے سودا زدہ دل کیلئے عطر کا ایک نسخہ ہو۔ تیرے غالیہ سا خط سی ہم سیاہی مانگتے ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ ہم تیرے خوشبو دار خط سبز سے تھوڑی سی سیاہی مانگتے ہیں تاکہ وہ سیاہی ہمارے دل کے لئے ہمیشہ عطر کا کام دے

(۸) ترجمہ۔ چونکہ تیرا غم سوائے خوش دل کے اور کسی جگہ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے ہم تیرے غم کی اُمید پر خوش دل کے طالب گار ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے دل کو خوش رکھنا چاہتے ہیں تاکہ تیرا غم آکر اس میں مقیم ہو کیونکہ تیرا غم صرف اسی دل میں رہتا ہے جو خوش ہو۔ حاصل کلام یہ کہ غم عشق صرف اسی دل میں رہ سکتا ہے۔ جس میں اور کوئی غم نہ ہو۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ مدرسہ کے دروازے پر کب تک بیٹھے گا۔ اُٹھ تاکہ شراب خانہ کے دروازہ پر جا کر کشائش کار ڈھونڈھیں۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر م ۱۸/۱۳

غزل (۲۵)

خیز تا خرقهٔ صوفی بخرابات بریم	۱	زرق وطامات ببازار خرافات بریم
تا همه خلوتیان جام صبوحی گیرند	۲	چنگ وصبحی بدر پیر مناجات بریم
ور نهد در ره ما خار ملامت زاهد	۳	از گلستانش بزندان مکافات بریم
شرم می آیدم از خرقهٔ آلوده خویش	۴	کہ بدین فضل و هنر نام کرامات بریم
قدر وقت ار نشناسد دل وکاری نکند	۵	بس خجالت کہ ازین حاصل اوقات بریم
سوی رندان قلندر بره آورد سفر	۶	دلق وسجادهٔ شطاحی وطامات بریم
با تو آن عهد کہ در وادی ایمن بستیم	۷	همچو موسی ارنی گوی بمیقات بریم
فتنه میبارد ازین طاق مقرنس برخیز	۸	تا بمیخانه پناه از همه آفات بریم
در بیابان فنا گم شدن آخر تا چند	۹	ره بپرسیم مگر پی بمهمات بریم
باده نوشیدن پنهان نه نشان کرم ست	۱۰	این میانجی بر ارباب کرامات بریم
خاک کوی تو بصحرای قیامت فردا	۱۱	همه بر فرق سر از بهر مباهات بریم
(۱۲)	حافظ آب رخ خود بر در هر سفله مریز حاجت آں بہ کہ بر قاضی حاجات بریم	(۱۲)

(۱) ترجمہ۔ اُٹھ تا کہ صوف کی خرقہ کو خرابات میں لیجائیں۔ فریب اور لاف زنی کو خرافات کے بازار میں لیجائیں۔
مطلب یہ ہے کہ چلو خرقہ صوفی کو رہن رکھ دیں اور صوفیانہ زرق وطامات کو بیچ کر رندانہ خرافات لے لیں۔
کیونکہ طامات سے خرافات بہتر ہے۔ خرافات بمعنے لغویات۔ بیہودہ گوئیاں طامات صوفیوں کی لاف زنی۔
(۲) ترجمہ۔ تاکہ تمام خلوتی شراب صبح کا پیالہ پیئں۔ ہم پیر مناجات کے دروازہ پر چنگ صنج لیجائیں۔
صنج معرب چنگ۔ مناجات سرگوشی کرنا۔ مجازاً خدا کی جناب میں اس کو حاضر جان کر اس طرح عرض نیاز کرنا۔
جس طرح باتیں کیا کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہو کہ پیر مناجات کے دروازہ پر باآواز بلند زور شور سے عرض حال کریں اور شراب

عشق کے پیالے پیئں۔ بعض دیوانوں میں چنگِ صبحی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اگر زاہد ہمارے رستہ میں ملامت کے کانٹے بچھائے۔ تو اس کو باغ سے زندانِ مکافات میں لیجائیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر ہماری شراب اور چنگ صبح پر زاہد ہمیں ملامت کرے تو اسے جہنم میں بھجوادیں۔

(۴) ترجمہ۔ مجھے اپنے ناپاک خرقہ سے شرم آتی ہے کہ اس فضل و ہنر پر کرامات کا نام لیں۔

الفاظ فضل و ہنر طنزاً استعمال ہوتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب ہمارے اعمال بھی اچھے نہیں۔ خرقہ بھی رنگِ ریا سے آلودہ ہے تو کیا ایسی فضل و ہنر پہ ہم بزرگی کا دعویٰ کریں؟ حاصل کلام یہ ہے کہ سیاہ دل ریاکار زاہدوں کو دعوئ کرامات سے شرم آنی چاہیئے

(۵) ترجمہ۔ اگر دل وقت کی قدر نہ پہچانے اور کوئی کام نہ کرے تو ہمیں اس حاصل اوقات سے بہت شرمندگی اٹھانی پڑیگی۔

حاصلِ اوقات۔ وقت سے جو فایدہ اُٹھایا جائے۔ وہ کام جو فرصت کو غنیمت جان کر کرلیا جائے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر ہم نے وقت کی قدر نہ کی اور کوئی کام نہ کیا تو ہمیں آخر کار شرمندہ ہونا پڑیگا۔ وقت کی قدر اور ذوقِ عمل کی تعلیم ہے۔

(۶) ترجمہ۔ رندانِ قلندر کے پاس سفر کے تحفہ کے طور پر۔ دلق۔ سجادہ۔ شطاح اور طامات لے جائیں۔

رہ آورد یا رہ آوارہ۔ سوغات۔ تحفہ جو کسی کے واسطے سفر سے لائیں **شطاح** شریعت کے برخلاف کلمات زبان پر لانا واصلینِ الہی کا بے اختیاری کی حالت میں کوئی کلمہ زبان پر لانا جو بظاہر خلاف شرع ہو۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے دلق سجادہ شطحیات اور طامات کو رندوں کے سپرد کردیں۔ یعنی زہد ریائی چھوڑ کر رندی اختیار کرلیں۔

(۷) ترجمہ۔ ہم نے وہ وعدہ جو تیرے ساتھ وادی ایمن میں باندھا موسیٰ کی طرح ارنی کہتے ہوئے میقات تک لیجائیں گے۔

وادی ایمن۔ تحقیق کے لئے دیکھو شعر ۱۲/۲۔ **اَرِنی**۔ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ قَالَ لَنْ تَرَانِیْ (الاعراف) یعنے موسیٰ نے کہا کہ اے پروردگار مجھے اپنا دیکھنے والا بنا تاکہ میں تیری طرف دیکھوں۔ خدا نے کہا کہ تو مجھے نہیں دیکھے گا۔

میقات۔ وقت۔ ہنگام کار۔ وعدہ گاہ وغیرہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ جب یہ لفظ آتا ہے تو اس سے مُراد وہ وعدہ گاہ اور وقتِ وعدہ ہوتی ہے۔ جب کہ خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کی اور حضرت موسیٰ کے سوال ارنی پر جواب لن ترانی دیا۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تیرے ساتھ میثاق کے دن جو عشق و محبت کا وعدہ کیا تھا۔ ہم اس وعدہ کو ابدالآباد تک قائم رکھیں گے اور تیرے دیدار کے طالب و سائل رہیں گے یعنی وعدہ قالوبلیٰ کو میدانِ حشر تک پُورا کرتے چلے جائیں گے۔

(۸) ترجمہ۔ اس بلند گنبد سے فتنہ برستا ہے اُٹھ تاکہ شراب خانہ میں جاکر تمام آفتوں سے پناہ لیں۔

مقرنس۔ وہ عمارت جو قرناس کی شکل پر بنائی جائے قرناس بمعنے بنی کوہ۔ مقرنس سے مراد عمارتِ بلند اور بناتے عالی لیجاتی ہے۔ طاقِ مقرنس سے مراد آسمان۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان سے فتنے برستے ہیں چلو میخانہ میں جاکر ان تمام فتنوں سے پناہ لیں۔

(۹) ترجمہ۔ بیابانِ فنا میں آخر کب تک گم رہیں گے۔ چلو رستہ پوچھیں تاکہ مہموں کو سر کرلیں۔

مہمات۔ جمع مہم۔ امرِ عظیم۔ کارِ دشوار۔ مطلب یہ ہے کہ اس بیابانِ فنا میں ہم کب تک آوارہ و سرگردان رہیں گے مشعلِ ہدایت کی طلب کرنی چاہیئے تاکہ منزلِ مقصود تک پہنچ سکیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ پوشیدہ پوشیدہ شراب پینا نیکی کی علامت نہیں۔ یہ پیغام کرامات والوں کے پاس لیجانا چاہیئے۔

میانجی۔ قاصد۔ ایلچی۔ ایلچی گری۔ پیغام۔ یعنے صاحبانِ کرامات کو جاکہ یہ کہنا چاہیئے کہ چھپ کر شراب پینا کوئی بزرگی نہیں یہ ان بزرگوں پر حملہ ہے جو باوجود اظہارِ کرامات شرب الیہود میں مصروف رہتے ہیں اور ریاکار ہوتے ہیں۔

(۱۱) ترجمہ۔ کل قیامت کے میدان میں تیرے کوچہ کی مٹی کو۔ ہم فخر کے لئے سر پر رکھیں گے۔

مباہات کسی چیز پر نازاں ہونا۔ فخر کرنا۔

(۱۲) ترجمہ۔ اے حافظ ہر سفلہ کے دروازہ پر اپنی آبروریزی نہیں کرنی چاہیئے۔ مناسب یہی ہے کہ اپنی حاجت قاضی الحاجات کے پاس لے جائیں۔

قاضی حاجات۔ حاجات روا کرنے والا۔ حاجتیں پوری کرنیوالا۔ مراد خدا تعالیٰ۔ خواجہ صاحب نے اس شعر میں ایک نہایت قیمتی اصول کی تعلیم فرمائی ہے۔ ایک آزاد منش انسان کیلئے فی الحقیقت اربابِ دُنیا کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا اپنی آبروریزی کرنی ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنی ضروریات کو قاضی الحاجات کے سامنے پیش کرے۔ خدا پر اور اپنے بازو پر بھروسہ کرنا چاہیئے ؎

عرضِ حاجات روا نیست مگر پیش کریم — از بخیلان طمعِ خام چہ معنی دارد (عالی)

خواجہ صاحب خود بھی تمام عمر اس اصول پر کاربند رہے۔ اگرچہ اپنے وقت کے بادشاہوں امیروں وزیروں کے ساتھ ان کے تعلقات عموماً خوش گوار رہے۔ تاہم کبھی کسی صلہ و مزد کی اُمید نہیں رکھی۔

اقبالِ کرم می گزد اربابِ ہمم را
ہمت نخورد نیشترِ لا و نعم را (عرفی)

غزل (۲۶)

مصرع اول		مصرع دوم
درخرابات مغاں گر گذر افتد بازم	۱	حاصل خرقه و سجاده روان در بازم
حلقهٔ توبه گر امروز چو زهاد زنم	۲	خازن میکده فردا نکند در بازم
ورچو پروانه دهد دست فراغ البالی	۳	جز بدان عارض شمعی نبود پروازم
ماجرای دل سرگشته نگویم باکس	۴	زانکه جز تیغ غمت نیست کسی دمسازم
صحبت حور نخواهم که بود عین قصور	۵	با خیال تو اگر با دگری پردازم
سر سودای تو در سینه بماندی پنهان	۶	چشم تر دامن اگر فاش نکردی رازم
مرغ سان از قفس خاک هوائی گشتم	۷	بامیدی که مگر صید کند شهبازم
همچو چنگم بکنار آر و بده کام دلم	۸	یا چو نی از لب خود یک نفسی بنوازم

(۹) گر بهر موی سری بر تن حافظ باشد
همچو زلفت همه را در قدمت اندازم (۹)

(۱) ترجمہ۔ خراباتِ مغاں میں اگر پھر میرا گذر ہو۔ تو خرقہ و سجادہ کے حاصل کو فی الفور ہار دوں۔
یعنے اگر میخانہ تک پہنچ جاؤں تو زہد خشک کو بالکل ترک کر دوں۔

(۲) ترجمہ۔ اگر آج زاہدوں کی طرح توبہ کا دروازہ کھٹکھٹاؤں۔ تو کل شرابخانہ کا خزانچی میرے لئے دروازہ نہیں کھولے گا۔
یعنے اگر شراب سے توبہ کروں تو پیرِ مغاں پھر مجھے شرابخانہ کے اندر کبھی جانے نہیں دیگا۔

(۳) ترجمہ۔ اور اگر پروانہ کی طرح مجھے فارغ البالی نصیب ہو جائے تو اُس شمع جیسی عارض کے بغیر اور کہیں پرواز نہ کروں۔
فراغ البالی۔ دل کا ہر قسم کے غم و اندیشہ سے خالی ہونا۔ بال بمعنے دل مطلب یہ ہے کہ جس طرح پروانہ شمع کے گرد ہی پرواز کرتا رہتا ہے میں بھی عارضِ جاناں کی شمع کے گرد ہی پرواز کرتا رہوں اور کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ مَیں اپنے سرگرداں دل کا ماجرا کسی سے بیان نہیں کرتا کیونکہ تیرے غم کی تلوار کے بغیر میرا کوئی ہمراز نہیں۔
یعنے میرا دمساز صرف تیرا غم ہے اس لئے تیرے غم کا ماجرا اور کس سے بیان کروں۔

(۵) ترجمہ۔ میں حور کی صحبت نہیں چاہتا کیونکہ یہ عین قصور ہوگا۔ اگر میں تیرے خیال کے باوجود کسی دوسرے کی طرف مشغول ہوں۔
مطلب یہ ہے کہ مجھے نعیم بہشت کی ضرورت نہیں۔ صرف مشاہدۂ محبوب درکار ہے۔ حور و قصور کی رعایت ظاہر۔ لفظ قصور میں صنعت ایہام ہے۔ خواجہ معین الدین صاحب اجمیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

اگر تو طالبِ یاری وصالِ دوست طلب — بہشت و حور بجو کان قصور خواہد کرد

دیکھو شعر ۱۵/۵ اور شعر الف ۱/۱ (کوالف بہشت)

(۶) ترجمہ۔ تیرے عشق کا خیال میرے سینہ میں ہی پوشیدہ رہتا۔ اگر تر دامن آنکھ میرے راز کو فاش نہ کرتی۔
آنکھوں اور آنسوؤں کی غمازی کے لئے دیکھو د ۱۰۶/۲ د ۲۹/۱ ش ۹/۷ ع ۴/۵۔

(۷) ترجمہ۔ پرندہ کی طرح میں جسم خاکی کے پنجرہ سے اڑ گیا۔ اس اُمید پر کہ شاید شہباز مجھے شکار کرے۔
مطلب یہ ہے کہ قفسِ عنصری کو توڑ کر پرواز کرتا ہوں تاکہ شہباز مجھے شکار کرے۔ یعنے مشاہدۂ محبوب کے لئے جو دُنیا میں ممکن نہیں دُنیا کو چھوڑتا ہوں۔

(۸) ترجمہ۔ چنگ کی طرح مجھے بغل میں لے اور میرے دل کی مُراد پوری کر۔ یا نے کی طرح اپنے لب سے مجھے تھوڑی دیر کے لئے ملا لے۔

(۹) ترجمہ۔ اگر حافظ کے جسم پر ایک ایک بال کے بدلے ایک ایک سر ہو تو تمام سروں کو تیری زلف کی طرح تیرے قدموں پر گرا دوں گا۔

یعنے ایک سر نہیں اگر ہزاروں سر بھی ہوں تو بھی تیرے قدموں پر نثار کرنے کو تیار رہوں ؎

گر دست دہد ہزار جانم — در پائے مبارکت فشانم (سعدی)

ضمناً معشوق کی زلف کی درازی کا ذکر بھی کر گئے ہیں کہ معشوق کی زلف کے بال اس کے پاؤں تک پہنچتے ہیں۔

غزل (۲۷)

در خرابات مغاں نور خدا می بینم	۱	ویں عجب بیں کہ چہ نوری زکجا می بینم
کیست دُردی کش ایں میکدہ یارب کہ درش	۲	قبلۂ حاجت و محراب دُعا می بینم
جلوہ بر من مفروش ای ملک الحاج کہ تو	۳	خانہ می بینی و من خانۂ خدا می بینم
سوزِ دل اشک رواں آہ سحر نالۂ شب	۴	ایں ہمہ از اثر لطف شما می بینم

خواہم از زلف بتان نافہ کشائی کردن	۵	فکر دور ست ہمانا کہ خطا می بینم
ہر دم از روی تو نقشی زندم راہ خیال	۶	با کہ گویم کہ دریں پردہ چہا می بینم
کس ندیدست ز مشک ختن و نافہ چیں	۷	آنچہ من ہر سحر از باد صبا می بینم
نیست در دائرہ یک نقطہ خلاف از کم و بیش	۸	کہ من ایں مسئلہ بی چوں و چرا می بینم

(۹) دوستاں عیب نظر بازی حافظ مکنید۔
کہ من اورا ز محبان خدا می بینم (۹)

(۱) ترجمہ۔ میں خراباتِ مغاں میں نورِ خدا دیکھتا ہوں۔ یہ عجیب بات دیکھ کہ میں کیسا نور کس جگہ دیکھتا ہوں۔
یعنے عجیب بات یہ ہے کہ خدا کا نور خرابات میں نظر آتا ہے حقیقت میں خدا کا نور ہر جگہ موجود ہے کوئی مقام اُس کے نور سے خالی نہیں۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (سورہ) خدا تمام آسمانوں کا اور زمین کا نور ہے۔

(۲) ترجمہ۔ یا خدا اس میکدہ کا دُردی کش کون ہے کہ اِس کے دروازہ کو میں قبلۂ حاجات اور محرابِ دعا دیکھتا ہوں۔
یعنے کیسا عجیب دُرد نوش ہے کہ میرا قبلۂ حاجات اور محرابِ دُعا ہے

(۳) ترجمہ۔ اے ملک الحاج میرے سامنے فخر نہ کر کیونکہ تو گھر کو دیکھتا ہے اور میں گھر کے مالک کو دیکھتا ہوں۔
ملک الحاج۔ حاجیوں کا سردار۔ خانۂ خدا میں اضافت مقلوب ہے یعنے خدائے خانہ۔ گھر کا مالک شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے حاجی تو میرے سامنے حاجی ہونے کا فخر نہ کر کیونکہ تو نے صرف گھر (کعبہ) دیکھا ہے اور میں نے گھر کے مالک (خدا) کو دیکھا ہے۔ سلمان کا شعر ہے ؎

غرض از کعبہ و بت خانہ توئی سلمان را　　چہ کنم خانہ بے خانہ خدا باید رفت

مولانا روم فرماتے ہیں ؎

آنانکہ بہ سر در طلب کعبہ دویدند　　چوں عاقبت الامر بمقصود رسیدند
از سنگ یکے خانۂ اعلاتے مکرم　　اندر وسط وادی بے زرع بدیدند
رفتند درو تاکہ بہ بینند خدا را　　بسیار بجستند خدا را نہ بدیدند
چوں معتکف خانہ شدند از سر مستی　　ناگاہ خطابے ہم ازاں خانہ شنیدند
کائے خانہ پرستان چہ پرستید گل و سنگ　　آں خانہ پرستید کہ خاصاں طلبیدند

آن خانۂ دل خانۂ حق دان مطلق   خوش وقت کسانیکہ دران خانہ خزیدند

(۴) ترجمہ۔ دل کا سوز۔ رواں آنسو۔ آہِ سحر اور رات کا نالہ۔ یہ تمام چیزیں تمہاری مہربانی کے اثر سے دیکھ رہا ہوں۔
یعنے یہ سب چیزیں تیرے عشق کی بدولت ملی ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ میں معشوقوں کی زُلف سے نافہ کشائی کرنا چاہتا ہوں۔ یہ دور کا فکر ہے فی الحقیقت میں غلطی پر ہوں۔
یعنے میرے لئے زلفِ معشوق سے خوشبو حاصل کرنا امرِ محال ہے۔ نافہ اور خطا میں صنعتِ ایہام ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ہر وقت تیرے چہرے کا ایک تازہ نقشہ میرے خیال کی رہزنی کرتا ہے۔ میں کس کو کہوں کہ اس پردہ میں میں کیا کچھ دیکھتا ہوں۔
مطلب یہ ہے کہ میرے دل کی آنکھوں کے سامنے معشوق ہر وقت جلوہ آرا رہتا ہے اور ہر بار ایک نئی شان سے ظاہر ہوتا ہے

(۷) ترجمہ۔ کسی شخص نے مشکِ ختن اور نافہ چین میں وہ بات نہیں دیکھی۔ جو میں ہر صبح بادِ صبا میں دیکھتا ہوں۔
یعنے ہر صبح بادِ صبا زلفِ معشوق سے ایسی خوشبو لاتی ہے۔ جس کے مقابلہ میں مشکِ ختن اور نافہ چین کچھ چیز نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ دائرہ میں کمی بیشی سے ایک نقطہ بھر خلاف نہیں ہے۔ میں اس مسئلہ کو بے چون و چرا سمجھتا ہوں۔
دائرہ گولائی میں مکمل ہوتا ہے اور ایک نقطہ بھر کم و بیش یا اِدھر اُدھر نہیں ہوتا اور خطِ محیط کی کجی میں بھی کسی مقام پر اختلاف نہیں ہوتا۔ کائنات بھی ایک دائرہ کی شکل ہے۔ دُنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اپنے مقررہ وقت اور مقررہ رستے پر ہو رہا ہے۔ کوئی شخص اور کوئی چیز خطِ محیط سے ایک قدم اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتی۔

(۹) ترجمہ۔ اے دوستو حافظ کی نظر بازی کو معیوب نہ سمجھو۔ کیونکہ میں اس کو خدا کے محبوں سے سمجھتا ہوں۔
یعنے میں جانتا ہوں کہ حافظ خدا کا محب ہے اس لئے اس کی نظر بازی اور عاشقی کو بُرا نہ جانو۔ خواجہ صاحب نے یہاں پھر اپنی رندی اور نظر بازی کی تشریح اور توضیح کر دی ہے۔ اب بھی جو شخص اعتراض کرے وہ قابلِ رحم ہے۔

غزل (۲۸)

درد از یارست و درمان نیز ہم	۱	دل فدای او شد و جان نیز ہم
آنکہ میگویند آن بہتر ز حُسن	۲	یارِ ما این دارد و آن نیز ہم
ہر دو عالم یک فروغِ روی اوست	۳	گفتمت پیدا و پنہان نیز ہم
داستان در پردہ میگویے ولے	۴	گفتہ خواہد شد بدستان نیز ہم

یار باز اکنوں بقصدِ جان ما	۵	عہد را بشکست و پیماں نیز ھم
خون ما آن نرگسِ مستانہ ریخت	۶	واں سرِ زلفِ پریشاں نیز ھم
عاشق از مفتی نترسد ہی بسیار	۷	بلکہ از یرغوی سلطاں نیز ھم
اعتمادے نیست بر کارِ جہاں	۸	بلکہ بر گردوں گرداں نیز ھم
چوں سر آمد دولتِ شبہای وصل	۹	بگذرد ایامِ ہجراں نیز ھم
(۱۰)	محتسب داند کہ حافظ می خورد و آصفِ ملکِ سلیماں نیز ھم	(۱۰)

اس غزل میں لفظ نیز اور ہم کا اجتماع بغرضِ تاکیدِ معنی۔ زینتِ کلام اور ضرورت شعری ہے۔

(۱) ترجمہ۔ درد بھی معشوق کی طرف سے ہے اور علاج بھی۔ دل بھی اسی پر فدا ہو گیا۔ اور جان بھی۔

(۲) ترجمہ۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ آن حسن سے بہتر ہے۔ ہمارے معشوق میں یہ بھی ہے اور وہ بھی۔

آن۔ ناز و ادا۔ انداز۔ مطلب یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ناز و انداز حسن سے زیادہ دلکش ہوتے ہیں۔ ہمارے معشوق میں حسن بھی ہے اور ناز و انداز بھی۔ دوسرے مصرعہ میں این و آں حروفِ اشارہ ہیں این کا اشارہ حسن کی طرف اور آں کا آن کی طرف۔ آن اور آں میں صنعتِ تجنیس ہے۔

(۳) ترجمہ۔ دونوں جہاں اس کے چہرہ کا ایک پرتو ہیں۔ یہ بات میں نے تجھے صاف الفاظ میں بھی کہی ہے اور اشارتاً بھی۔

مطلب یہ ہے کہ تمام کائنات محبوبِ حقیقی کے حسن کا ایک پرتو ہے اور یہ بات میں نے صاف لفظوں میں بھی بیان کر دی ہے اور اشارتاً بھی۔

(۴) ترجمہ۔ تو حکایت کو پردہ میں بیان کرتا ہے لیکن یہی حکایت بطور داستان کے (علانیہ) بھی بیان ہو جائے گی۔

یعنے حکایتِ عشق اور اسرارِ معرفت کبھی ظاہر بھی ہو جائیںگے۔

(۵) ترجمہ۔ معشوق نے پھر ہماری جان لینے کے ارادہ سے عہد و پیمان کو توڑ دیا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اس مست آنکھ نے ہمارا خون بہایا اور اس زلفِ پریشان نے بھی۔

(۷) ترجمہ۔ شراب لا کیونکہ عاشق مفتی سے نہیں ڈرتا بلکہ بادشاہ کی سیاست سے بھی۔

یرغو۔ سیاست۔ ترکی لفظ ہے۔

(۸) ترجمہ۔ جہاں کے کام پر کچھ اعتبار نہیں بلکہ پھرنے والے آسمان پر بھی۔

(۹) ترجمہ۔ جب وصل کی راتوں کی دولت ختم ہو گئی تو ہجر کے دن بھی گذر جائیں گے۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۴۹/۱۔

(۱۰) ترجمہ۔ محتسب جانتا ہے کہ حافظ شراب پیتا ہے۔ اور ملک سلیمان کا وزیر بھی۔

آصف سے مراد عماد بن محمود وزیر سلطان قطب الدین دیکھو م ۲۱/۹۔

غزل (۲۹)

از غم خویش چنان شیفتہ کردی بازم	۱	کز خیال تو بخود نیست بخی پردازم
ہر کہ از نالہ شبگیر من آگاہ شود	۲	ہیچ شک نیست کہ چوں روز بداند رازم
گفتہ بودی کہ خبر دہ کہ ز ہجرم چونی	۳	آنچنانم کہ بہ بیخبرے وندانی بازم
بعد ازیں با رخ خوب تو نظر خواہم باخت	۴	گو ہمہ خلق بدانند کہ شاہد بازم
عہد کردی کہ بسوزی ز غم خویش مرا	۵	ہیچ غم نیست تو بسوز کہ من بیسازم
آنچناں بر دل من ناز تو خوش می آید	۶	کہ حلالت بکنم گر بکشئے از نازم
اگر از دام تو خود نیز خلاصم بخشی	۷	ہم بخاک سر کوے تو بود پروازم

(۸)	حافظ ار جان ندہد بہر تو چوں پروانہ پیش روی تو چو شمعش نفسی بگدازم	(۸)

(۱) ترجمہ۔ تو نے مجھے پھر اپنے غم میں اس قدر شیفتہ کر لیا ہے کہ تیرے خیال میں مصروف ہونے کی وجہ سے مجھے اپنے آپ کی بھی خبر نہیں ہے

گر من نہ آشنائے تو جانانہ سے شدم ۔۔۔ از خویش ہم برائے چہ بیگانہ سے شدم (نعمت خاں عالی)

(۲) ترجمہ۔ جو شخص میرے شبگیر نالوں سے واقف ہو جاتا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ میرا راز اس پر دن کی طرح روشن ہو جاتا ہے۔

یعنے میری آہ و زاری کو دیکھ کر لوگوں کو میرا عشق اظہر من الشمس ہو جاتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ تو نے مجھے کہا تھا کہ مجھے خبر دے کہ میرے ہجر میں تیرا کیا حال ہے میرا یہ حال ہے کہ اگر تو مجھے دیکھے تو پہچان نہ سکے۔

(۴) ترجمہ۔ اس کے بعد میں ہمیشہ تیرے خوبصورت چہرے کو دیکھتا رہونگا۔ اگرچہ تمام خلقت کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں شاہد باز ہوں۔

(۵) ترجمہ۔ تو نے وعدہ کیا تھا۔ کہ مجھے اپنے غم سے جلائیگا۔ مجھے اس بات کا کچھ فکر نہیں تو بیشک جلا کہ میں نے (اس جلنے سے) موافقت پیدا کرلی ہے۔

یعنے میں تیرے غم سے جلنے کا عادی ہوگیا ہوں اور اس سوز کو برداشت کرسکتا ہوں۔

(۶) ترجمہ۔ میرے دل کو تیرے ناز ایسے اچھے معلوم ہوتے ہیں کہ اگر تو مجھے ناز سے قتل بھی کردے تو میں (اپنا قتل) تیری لئے جائز سمجھ لیگا۔

(۷) ترجمہ۔ اگر تو خود بھی مجھے اپنے جال سے رہائی بخشے۔ تو بھی میں تیرے کوچہ کی خاک کی طرف ہی پرواز کروں گا۔

یعنے تو اگر مجھے رہا بھی کردے تو بھی میں تیرے کوچہ کی خاک کو نہیں چھوڑوں گا۔

(۸) ترجمہ۔ حافظ اگر پروانہ کی طرح تجھ پر جان نہیں دے گا۔ تو تیرے چہرے کے سامنے شمع کی طرح تھوڑی دیر کے لئے میں اسے جلاؤں گا۔

غزل (۳۰)

در نہانخانۂ عشرت صنمی خوش دارم	۱	کز سر زلف و رخش نعل در آتش دارم
گر بکاشانۂ رندان قدمے خواہے زد	۲	نقل شیر و شکرین و می بیغش دارم
ور تو زین دست مرا بی سر و ساماں داری	۳	من بہ آہِ سحرت زلف مشوش دارم
عاشق و رندم و میخوارہ بآواز بلند	۴	این ہمہ منصب از آن شوخ پری وش دارم
ورچنین جلوہ نماید خط زنگاری دوست	۵	من رخِ زرد بخونابۂ منقش دارم
ناوک غمزہ بیاور زرہِ زلف کہ من	۶	جنگہا با دل مجروح بلاکش دارم
یک سر موی بدست من و یک سر با دوست	۷	سالہا بر سر این موی کشاکش دارم

(۸)　حافظا چوں غم و شادی جہاں در گذرست
بہتر آنست کہ من خاطرِ خود خوش دارم　(۸)

یہ غزل اکثر پُرانے قلمی دیوانوں میں نظرنہیں آتی ۔ مروجہ مطبوعہ دیوانوں میں موجود ہے ۔

(۱) ترجمہ ۔عشرت کے خلوت خانہ میں ایک اچھا معشوق رکھتا ہوں کہ اس کی زلف و رُخ سے ہمیشہ بیقرار رہتا ہوں ۔

نعل در آتش ۔ بیقرار ۔ مضطرب ۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو اپنی محبت میں بیقرار کرنا چاہئیں تو گھوڑے کے نعل میں اس کا نام لکھ کر آگ میں رکھتے ہیں اور اس پر افسون پڑھتے ہیں ۔ وہ شخص بیقرار اور مطیع ہوجاتا ہے ۔

(۲) ترجمہ ۔اگر تو رندوں کے گھر میں قدم رنجہ فرمائیگا تو مَیں شیر و شکر کا نقل اور صاف شراب رکھوں گا ۔

(۳) ترجمہ ۔اور اگر تو اسی طرح مجھے بے سروسامان رکھے گا ۔ تو مَیں آہِ سحر سے تیری زلف کو ہمیشہ پریشان رکھونگا ۔

وست ۔ طرز ۔ روش ۔ قاعدہ ۔ زلف ذرا سی ہوا سے پریشان ہوسکتی ہے ۔ لہذا آہِ سحر سے زلف کا پریشان ہونا ظاہر ہے ۔

(۴) ترجمہ ۔ مَیں عاشق ہوں رند ہوں اور علانیہ شراب پینے والا ہوں ۔ یہ تمام منصب مجھے اُس پریوشوخ سے حاصل ہوئے ہیں ۔

(۵) ترجمہ ۔اگر معشوق کا خطِ سبز اسی طرح جلوہ نمائی کرتا رہے گا ۔ تو مَیں اپنے زرد چہرہ کو خونِ دل سے رنگین کرتا رہونگا ۔

زنگار ۔ زرد ۔ خون اور نقش کی رعایت ظاہر ۔

(۶) ترجمہ ۔غمزہ کا تیر زلف کے رستہ سے لاکر مجھے اپنے بلاکش مجروح دل کے ساتھ لڑاتیاں ہیں ۔

ناوکِ غمزہ ۔ سے مراد تیرِ نظر ۔ تیر نظر کا زلف کے رستے جانا گویا ترچھی نظر کرنا ۔ مطلب یہ ہے کہ میری اپنے مجروح بلاکش دل کے ساتھ لڑائی ہے اس لئے اس پر ترچھی نظر سے ایک تیر مار ۔ زرہِ زلف کی بجائے زرہ لطف بھی پڑھا جاسکتا ہے ۔

(۷) ترجمہ ۔ بال کا ایک سرا میرے ہاتھ میں ہے اور دوسرا دوست کے ہاتھ ہیں ۔ اس بال پر کئی سالوں سے کشمکش ہورہی ہے ۔

بال سے مراد رشتۂ محبت مثلاً ؎

کچھ وہ کھچے کھچے رہے کچھ ہم کچھے کھچے ۔۔۔ اس کشمکش میں ٹوٹ گیا رشتہ چاہ کا

(۸) ترجمہ ۔اے حافظ جب دُنیا کی خوشی اور غم گذر جانے والی چیزیں ہیں ۔ تو بہتر یہی ہے کہ مَیں اپنے دل کو خوش رکھوں ۔

دیکھو شعر د ۷۹/۱۰۰۹۱ ۔

غزل (۳۱)

دوستاں وقت گل آن بہ کہ بعشرت کوشیم	۱	سخن پیر مغاں ست بجاں می نوشیم
نیست در کس کرم و وقت طرب میگذرد	۲	چارہ آنست کہ سجادہ بمی بفروشیم
خوش ہوائیست فرح بخش خدایا بفرست	۳	نازنینی کہ برویش می گلگوں نوشیم
ارغوان ساز فلک رہزن اہل ہنرست	۴	چوں ازیں غصہ ننالیم وچرا نخروشیم
گل بجوش آمد و ازمی نزدیمش آبے	۵	لاجرم ز آتش حرمان و ہوس میجوشیم

(۶) حافظ ایں حال عجب با کہ تواں گفت کہ ما
بلبلانیم کہ در موسم گل خاموشیم (۶)

(۱) ترجمہ۔ اے دوستو بہار کے موسم میں یہی بہتر ہے۔ کہ ہم عیش کی کوشش کریں۔ پیرِ مغاں کا حکم ہے۔ دل و جان سے شراب پئیں۔

(۲) ترجمہ۔ کسی شخص میں بخشش و عطا نہیں اور خوشی کا وقت گذر رہا ہے۔ اب یہی علاج ہے کہ مصلّی کو شراب کے عوض بیچا ہیں۔ یعنے کوئی شخص بلا عوض ہمیں شراب نہیں دیتا اب سوائے اس کے اور کیا چارہ ہے۔ کہ ہم سجادہ بیچ کر شراب پئیں۔

(۳) ترجمہ۔ ہوا نہایت لطیف اور فرحت بخش ہے۔ اے خدا کوئی نازنین بھیج کہ اُس کے سامنے بیٹھ کر شرابِ سُرخ پئیں۔

(۴) ترجمہ۔ آسمان کا ارغوان ساز اہل ہنر کا رہزن ہے۔ اس رنج سے ہم نالہ و خروش کیوں نہ کریں۔

ارغوان۔ یہاں بمعنے ارغنوں آیا ہے ارغوں اور ارغن بھی کہتے ہیں۔ ایک ساز کا نام ہے۔ جسے افلاطون نے ایجاد کیا تھا۔ ارغوان ساز سے مراد افلاطون اور ارغوان ساز فلک سے مراد افلاطونِ فلک یعنی عطارد جسے دبیر فلک بھی کہتے ہیں۔ علم و عقل کا تعلق اِس سیارہ سے ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ آسمان (یا عطارد) ہمیشہ اہل ہنر کا دشمن رہا ہے۔ خواجہ صاحب اور دوسرے اربابِ کمال ہمیشہ دُنیا کی ناقدرشناسی اور اہل ہنر کی بے قدری اور حرماں کی شکایت کرتے آتے ہیں۔ دیکھو شعر د $\frac{۱۲۱}{۸-۳}$ د $\frac{۱۲۶}{۷}$ ۔

(۵) ترجمہ۔ پھُول جوش میں آیا ہے اور ہم نے شراب سے اُس پر پانی نہیں چھڑکا۔ اس لئے ناچار حرماں و ہوس کی آگ

سے ہم جل رہے ہیں۔

یعنے موسم بہار شباب پر ہے لیکن شراب نہیں اس لئے آتش حرمان سے جل رہے ہیں

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ یہ عجیب حال کس سے بیان کریں کہ ہم بلبلیں ہیں اور موسم بہار میں خاموش ہیں۔

یعنے بلبلیں تو موسم بہار میں چہچہاتی ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہم خاموش بیٹھے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ کہ موسم بہار ہے اور شراب و شاہد نہیں اس لئے ہمیں موسم بہار سے کچھ لطف حاصل نہیں ہوتا۔

غزل (۳۲)

۱ دوش بیماری چشم تو ببرد از دستم — لیکن از لطف لبت صورت جان می بستم
۲ عشق من با خط مشکین تو امروزی نیست — دیرگاه است کزین جام هلالی مستم
۳ عافیت چشم مدار از من میخانه نشین — که دم از خدمت رندان زده ام تا هستم
۴ در ره عشق از آن سوی فنا صد خطرست — تا نگوئی که چو عمرم بسر آمد رستم
۵ بوسه بر درج عقیق تو حلالست مرا — که بافسوں جفا عهد وفا نشکستم
۶ بعد ازینم چه غم از تیر کج انداز حسود — که بمحبوب کمان ابرو خود پیوستم
۷ از ثبات خودم این نکته خوش آمد که بجور — بر سر کوی تو از پای طلب ننشستم
۸ صنم لشکریم غارت دل کرد و برفت — آه اگر عاطفت شاه نگیرد دستم

(۹) رتبت دانش حافظ بفلک برشده بود — کرد غمخواری بالای بلندت پستم (۹)

(۱) ترجمہ۔ کل تیری آنکھوں کی مستی نے مجھے ہلاک کر دیا تھا۔ لیکن تیرے لبوں کے لطف سے پھر جان میں جان آئی۔

(۲) ترجمہ۔ میرا عشق تیرے خط مشکیں کے ساتھ آج سے نہیں ہے بلکہ مدتیں گذر گئیں کہ میں اس ہلالی جام سے مست ہوں۔

جام ہلالی سے مراد سبزہ خط۔ کیونکہ سبزہ گولائی میں ہلال کی شکل کا ہوتا ہے تشریح کے لئے دیکھو د ۲۵/۸ ت ۲۷/۸ ت ۱۲/۴ ۹/۱ د ۲۳/۹ د ۴۳/۱ ر ۵/۹ ۔

(۳) ترجمہ۔ مجھ میخانہ نشین سے عافیت کی امید نہ رکھ کیونکہ میرا دعویٰ ہے کہ جب تک زندہ ہوں۔ رندوں کی خدمت کروں گا۔

(۴) ترجمہ۔ عشق کے رستے میں موت کے بن بھی سو خطرے ہیں۔ تو یہ نہ کہہ کہ جب میری زندگی ختم ہو گئی تو میں چھوٹ جاؤں گا۔

مطلب یہ ہے کہ رہ عشق منزلِ فنا سے اِدھر اور اُدھر دونوں طرف خطرناک ہے۔ عاشق کو مر کر بھی آرام نصیب نہیں ہوتا۔

رفتم اندرتہ خاکِ انس بتانم باقی ست　　عشق جانم برلبود آفتِ جانم باقی ست　　(نیاز)

اسی مضمون پر نعمت خاں عالی کا شعر ہے۔

رہائی نیست ممکن عالی از دستِ غمِ جاناں　　مبردن چارہ گر میشد من بیباک میکردم

قاسم نے بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے

فنا شایم و ندیدیم خاطر جمعے　　زسنگ تفرقہ کردند درج تربتِ ما

بخواب نیستی آسودگی نبود شہیدش را　　عجب نبود کہ از صبح قیامت پیشتر خیزد

زگرد شہائے سال و ماہ شہیدِ عشق فارغ نیست　　بمیرد گر جواں روزِ قیامت پیر بر خیزد

(۵) ترجمہ۔ تیری عقیق کی ڈبیہ پر بوسہ دینا میرے لئے جائز ہے۔ کیونکہ میں نے جفا کے افسوں کے باوجود بھی وفا کا عہد نہیں توڑا۔

درج عقیق سے مراد دہن۔

(۶) ترجمہ۔ اس کے بعد مجھے حاسدوں کے کج انداز تیر سے کیا ڈر ہے کیونکہ میں اپنے کمان ابرو محبوب کے ساتھ رل گیا ہوں۔

دوست گر دوست بود ہر دو جہان دشمن باش

(۷) ترجمہ۔ اپنی ثابت قدمی سے مجھے یہ بات بہت پسند آئی ہے کہ باوجود جور و ستم کے تیرے کوچہ میں پائے طلب کو توڑ کر میں بیٹھ نہیں رہا۔

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تیرے عشق میں مجھے ہزارہا جور و ستم اور رنج و مصائب کا سامنا کرنا پڑا لیکن میں نے بڑی ثابت قدمی سے ان کا مقابلہ کیا اور منازل عشق کو مردانہ وار طے کرتا چلا گیا۔ مایوس ہو کر بیٹھ نہیں گیا۔

خواجہ صاحب اکثر سعی و عمل کی تعلیم فرماتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ گوہر مقصود کو حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی تکلیفوں کو برداشت کرنا چاہیئے اور کوشش کرتے جانا چاہیئے۔ خدا آخر کار تمہاری سعی کو مشکور فرمائے گا ؎

گو میں رہا رہین ستم ہائے روزگار لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

(۸) ترجمہ۔ لشکری معشوق نے میرے دل کو لوٹ لیا اور چلا گیا۔ اگر بادشاہ کی مہربانی بھی میری دستگیری نہ کرے تو مقام افسوس ہوگا۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ کی دانائی کا مرتبہ آسمان تک پہنچ گیا تھا۔ لیکن تیرے قد بلند کے غم نے مجھے پست کر دیا۔

غزل (۳۳)

دوش سودای رخش گفتم ز سر بیرون کنم	۱	گفت کو زنجیر تا تدبیر این مجنون کنم
قامتش را سرو گفتم سر کشید از من بخشم	۲	دوستان از راست میرنجد نگارم چون کنم
نکتۂ ناسنجیدہ گفتم دلبرا معذور دار	۳	عشوہ فرمای تا من طبع را موزون کنم
زرد روئی میکشم زان طبع نازک بیگناہ	۴	ساقیا جامی بدہ تا چہرہ را گلگون کنم
من کہ رہ بردم بگنج حسن بی پایان دوست	۵	صد گدائی ہمچو خود را بعد ازاں قارون کنم
ای نسیم حضرت سلمی خدا را تا بکی	۶	ربع را برہم زنم اطلال را جیحون کنم

(۷) ای مہ نامہرباں از بندہ حافظ یاد کن
تا دعای دولت آں حسن روز افزوں کنم (۷)

(۱) ترجمہ۔ کل میں نے کہا کہ اس کے چہرہ کے خیال کو سر سے نکالتا ہوں اس نے کہا کہ زنجیر کہاں ہے تاکہ اس دیوانہ کی تدبیر کروں۔ یعنے کل میں نے ارادہ کیا کہ عشق ترک کرتا ہوں معشوق نے اپنی زلف کی زنجیر کو حکم دیا کہ اس دیوانہ کو گرفتار کر دو ؎

زکوئش عزم رفتن چوں کنم سودائے زلف او عالی کند از جادہ زنجیرم گرفتار این چنیں باشد

(۲) ترجمہ۔ میں نے اسکے قد کو سرو کہا تو اس نے غصہ سے منہ پھیر لیا۔ اے دوستو معشوق سچی بات سے ناراض ہوتا ہے کیا کروں۔ سرو اور راست کی رعایت ظاہر ہے معشوق اس لئے ناراض ہوا کہ سرو جیسی چوب ناتراشیدہ کو میرے قد موزون سے کیسی تشبیہ دی۔

سرو را قدِ یار میگویند　　　سرو چو بیست تا تراشیدہ

(۳) ترجمہ۔ اے دلبر میں نے ناموزون نکتہ بیان کیا ہے تو عشوہ فرمائی کر تاکہ میں طبیعت کو موزوں کرلوں۔

یعنے کوئی ایسا عشوہ کر کہ اسے دیکھ کر میری طبیعت موزون ہو جائے۔

(۴) ترجمہ۔ میں بے گناہ اس نازک طبیعت سے شرمندگی اُٹھا رہا ہوں۔ اے ساقی ایک پیالہ دے تاکہ میں چہرہ کو سُرخ کردوں۔

(۵) ترجمہ۔ جب میں معشوق کے حسن بے پایان کے خزانہ تک پہنچ گیا ہوں تو اس کے بعد اپنے جیسے سوگداگر کو قارون بنادوں گا۔

یعنے اسرارِ معرفت کے خزانہ سے اب میں اپنی طرح اور کئی سینوں کو پُر کردوں گا۔

(۶) ترجمہ۔ اے دیارِ محبوب کی نسیم خدا کے لئے (تشریف لا) کب تک میں گھر کو ویران کرونگا اور کھنڈروں کو جیجوں بناؤں گا۔

سلمیٰ۔ عرب کی ایک معشوقہ مجازاً ہر معشوق کو کہتے ہیں۔ ربع۔ منزل۔ سرائے گھر۔ اطلال گرے ہوئے گھر کا نشان۔ کھنڈرات۔ مطلب یہ ہے کہ کب تک ہجر محبوب میں رو رو کر گھر ویران کروں گا اور کھنڈرات پر دریائے جیجون بہاؤں گا

اے دیارِ محبوب کی نسیم! معشوق کی طرف سے کوئی پیغام لا اور میرے دل کو تسکین بخش۔

(۷) ترجمہ۔ اے نامہربان معشوق اپنے غلام حافظ کو یاد کر۔ تاکہ تیرے روز افزوں حسن کی دولت کیلئے دُعا کروں

مہ اور مہر کی رعایت ظاہر۔

غزل (۳۴)

دیدہ دریا کنم و رخت بصحرا افگنم	۱	و اندریں کار دل خویش بدریا فگنم
از دلِ تنگ گنہ گار برآرم آہے	۲	کآتش اندر گنہ آدم و حوا فگنم
خوردہ ام تیر فلک بادہ بدہ تا سرمست	۳	عقدہ در بند کمر ترکش جوزا فگنم
جرعۂ جام بریں تخت رواں افشانم	۴	غلغل چنگ دریں گنبد مینا فگنم
مایۂ خوشدلی آنجاست کہ دلدار آنجاست	۵	میکنم جہد کہ خود را مگر آنجا فگنم
بند بند قبا بگشای مہ خورشید لقا	۶	تا چو زلفت سر سودا زدہ در پا فگنم

(۷)	حافظا تکیہ بر ایام چو سہوست و خطا من چرا عشرت امروز بفردا فگنم	(۷)

(۱) ترجمہ۔ آنکھوں کو دریا بناؤں اور اسباب جنگل میں ڈال دوں اور اس کام میں اپنے دل کو دریا میں ڈال دوں۔

رخت بصحرا افگندن صحرا میں جانا۔ صحرا میں ٹھیرنا۔ سفر کرنا۔ مرنا محاورہ ہے۔ **دل بدریا افگندن** کمال ہمت کرنا۔ محاورہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ صحرا میں جا کر مقیم ہو جاؤں اور اس قدر اشکباری کروں کہ آنکھوں کو دریا بنا دوں اور اس کام میں نہایت علو ہمت سے کام لوں۔

(۲) ترجمہ۔ اپنے گنہگار اور تنگ دل سے ایک ایسی آہ نکالوں کہ آدم و حوا کے گناہ میں بھی آگ لگا دوں۔

آہ ۔ سے مراد آہِ انفعال۔ گنہگار کی آہ اور اس کا عجز و نیاز ایک حد تک اس کے گناہوں کیلئے باعثِ مغفرت ہوتا ہے دیکھو شعرت ۱۵ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اپنے گناہوں پر اس خلوص سے انفعال ظاہر کروں اور ایسی دردناک آہ نکالوں کہ میرے گناہ تو خیر آدم و حوا کا گناہ بلکہ تمام بنی آدم کے گناہ بخشے جائیں۔

(۳) ترجمہ۔ میں نے آسمان کا تیر کھایا ہے شراب دے کہ سرمست ہو کر ترکشِ جوزا کے کمر بند میں گرہ لگا دوں۔

جوزا ۔ (۱) ایک برجِ آسمانی کا نام ہے جسکی شکل اس طرح ہے کہ دو برہنہ لڑکے پشت بہ پشت کھڑے ہیں (۲) منطقۃ البروج کے جنوب میں ایک شکل ہے کہ ایک مرد دو کرسیوں پر کھڑا ہے۔ ایک ہاتھ میں عصا ہے۔ کمر بستہ ہے اور شمشیر حمائل کی ہوئی ہے اس شکل کو بھی جوزا کہتے ہیں۔ اس شعر میں جوزا سے مراد یہی شکل ہے نہ کہ برج جوزا۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ جوزا اپنے ترکش سے تیر نکال کر مجھے مارتا ہے۔ اے ساقی شراب دے تاکہ میں مست ہو کر جوزا کے کمر بند کو گرہ لگا دوں تاکہ وہ پھر ترکش سے تیر نکال کر مجھے نہ مار سکے حاصل کلام یہ کہ شراب تیرِ حوادث سے بچنے کے لئے سپر کا کام دیتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جام مے سے ایک گھونٹ اس تختِ رواں پر چھڑک دوں اور اس گنبدِ مینا میں آوازِ چنگ سے غلغلہ ڈال دوں۔

تختِ رواں (۱) وہ تخت جس پر بادشاہ سوار ہوتے ہیں اور کہار کندھوں پر اٹھا کر لئے جاتے ہیں (۲) آسمان (۳) خوش رفتار گھوڑے (۴) بنات النعش کے چار ستارے (۵) حضرت سلیمان کا تخت گنبدِ مینا سے مراد آسمان اگر تختِ رواں سے مراد بجائے آسمان کے زمین لیجائے تو زیادہ موزوں ہوگا۔ کیونکہ میخوار عموماً شراب پینے سے پہلے ایک گھونٹ شراب زمین پر گراتے ہیں اور زمین کا تختِ رواں ہونا بھی ظاہر ہے۔

(۵) ترجمہ - خوشدلی کا سرمایہ وہاں ہی جہاں معشوق ہی - میں کوشش کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو وہاں ہی لیجاؤں -

(۶) ترجمہ - اے خورشید کی صورت والے چاند (یعنی معشوق) برقع کا بند کھول - تاکہ تیری زلف کی طرح میں اپنے سودازدہ سر کو تیرے پاؤں پر گرادوں -

یعنے چہرہ دکھا تاکہ جس طرح تیری پریشان اور سودازدہ زلف تیرے پاؤں پر پڑی ہوئی ہے اس طرح میں اپنے سودازدہ سر کو بھی تیرے پاؤں پر گرادوں - خواجہ صاحب ضمناً زلف کی درازی کا ذکر بھی کر گئے ہیں -

(۷) ترجمہ - اے حافظ جب زمانہ پر اعتبار کرنا غلطی ہے - تو میں آج کی عشرت کو کل پر کیوں چھوڑدوں -

یعنے جب زندگی کا کچھ اعتبار نہیں تو جو وقت گزرے خوشی سے گذارنا چاہیئے ؎

گذشتہ خواب دآئندہ خیال ست　　غنیمت داں ہمیں دم را کہ حال است

غزل (۳۵)

دوشینه سیل اشک ره خواب میزدم	۱	نقشی بیاد خط تو بر آب میزدم
روی نگار در نظرم جلوه مینمود	۲	وز دور بوسه بر رخ مهتاب میزدم
ابروی یار در نظر و خرقه سوخته	۳	جامی بیاد گوشه محراب میزدم
چشمم بروی ساقی و گوشم بقول چنگ	۴	فالی بچشم و گوش درین باب میزدم
نقش خیال روی تو تا وقت صبحدم	۵	بر کارگاه دیدهٔ بیخواب میزدم
هر مرغ فکر کز سر شاخ طرب بجست	۶	بازش ز طرهٔ تو بمضراب میزدم
ساقی بصوت این غزلم کاسه میگرفت	۷	میگفتم این سرود و می ناب میزدم

(۸)　خوش بود وقت حافظ و فال مراد و کام
بر نام عمر و دولت احباب میزدم　(۸)

اس غزل میں مضمون مسلسل ہے اور گذشتہ رات کی واردات کا قصہ بیان کیا ہے -

(۱) ترجمہ - گذشتہ رات میں آنسوؤں کے سیلاب سے نیند کا رستہ روکتا تھا - اور تیرے خط کی یاد میں پانی پر نقش بنا رہا تھا -

یعنے میں تمام رات روتا رہا اور نیند نہ آئی۔ تیرے خط کا نقشہ آنکھوں میں بناتا تھا لیکن چونکہ آنکھیں پر آب تھیں اس لئے یہ نقشہ بھی نقش برآب کی مثال تھا۔ یعنے ناپائدار تھا۔

(۲) ترجمہ۔ معشوق کا چہرہ میری نظروں میں جلوہ نمائی کرتا تھا اور دور سے میں چاند کے چہرہ پہ بوسہ دیتا تھا۔

یعنی معشوق کے چہرہ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے تھا اس نقشہ پر یا اس نقشہ کے خیال سے چاند کے چہرہ پر بوسہ دیتا تھا۔

(۳) ترجمہ۔ معشوق کا ابرو نظر میں تھا۔ اور خرقہ زہد کو جلا کر گوشہ محراب کی یاد میں میں شراب کا پیالہ پیتا تھا۔

یعنے محرابِ ابرو کی یاد میں شراب پیتا تھا۔

(۴) ترجمہ۔ میری آنکھیں ساقی کے چہرہ پر تھیں اور میرے کان چنگ کی آواز پر۔ اس باب میں چشم و گوش پر میں فالیں نکالتا تھا۔

چونکہ میری آنکھیں ساقی کے چہرہ پر اور کان چنگ کی آواز پر تھے اس لئے میں آئندہ کی خوشحالی کی فالیں چشم و گوش سے نکالتا تھا۔

(۵) ترجمہ۔ میں صبح تک تیرے چہرہ کی تصویر کا نقشہ بے خواب آنکھوں کے کارخانہ میں بناتا رہا۔

یعنے تمام رات تیرے چہرہ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے رہا اور نیند نہ آئی۔

(۶) ترجمہ۔ جو مرغ فکر شاخ طرب سے اڑا۔ میں پھر اس کو تیرے طرہ کی مضراب سے مارتا رہا۔

یعنے میرے دل میں اگر کوئی خوشی کا خیال آیا۔ تو پھر تیری زلف کے سودا نے دل کو پریشان کر دیا۔

(۷) ترجمہ۔ ساقی میری اس غزل کی آواز پہ پیالہ پکڑتا تھا۔ میں یہ سرود کہتا تھا اور شراب خالص پیتا تھا۔

(۸) ترجمہ۔ حافظ کا وقت خوشی سے گذرتا تھا اور میں مراد و مقصد کی فال احباب کی عمر و دولت کے نام پر نکالتا تھا۔

یعنی میرا وقت خوش تھا۔ اور احباب کی دولت و عمر کے لئے میں دعا کرتا تھا۔

غزل (۳۶)

روز عیدست و من امروز دراں تدبیرم	۱	کہ دہم حاصل سی روزه و ساغر گیرم
چند روزیست کہ دورم زرخ ساقی و جام	۲	بس خجالت کہ پدید آید ازیں تقصیرم
من بخلوت ننشینم پس ازیں ور بمثل	۳	زاہد صومعہ بر پائے نہد زنجیرم
پند پیرانہ دہد واعظ شہرم لیکن	۴	من نہ آنم کہ دگر پند کسے بپذیرم
آنکہ بر خاک در میکده جا داشت کجاست	۵	تا نہم بر قدم او سر و پیشش میرم

میکشیم می و سجادهٔ تقوی بر دوش ۶ آه اگر خلق شود آگہ ازین تزویرم

(۷) خلق گویند کہ حافظ سخنِ پیر نیوش
سال خوردہ میم امروز بہ از صد پیرم (۷)

(۱) ترجمہ۔ عید کا دن ہے اور آج میں اس تدبیر میں ہوں کہ تیس روزوں کا ثواب دے کر ایک پیالہ شراب کا لوں۔ مطلب یہ ہے کہ شراب محبت کا ایک پیالہ تیس دن کے روزوں کے ثواب کے برابر ہے۔ روزہ اور شراب کے لئے دیکھو شعرت ۳/۴ د ۱۳/۱ ن ۱۲/۴ ش ۳/۲

(۲) ترجمہ۔ کئی روز ہو گئے کہ میں ساقی کے چہرے اور جام سے دور رہوں اس تقصیر سے مجھ بہت شرمندگی حاصل ہوئی ہے۔
یہی مضمون ہے جو شعر (۱) میں بیان ہوا۔

(۳) ترجمہ۔ میں اس کے بعد خلوت میں بیٹھونگا خواہ عبادت گاہ کا زاہد میرے پاؤں میں زنجیر ہی ڈال دے۔
یعنے اگر کوئی باندھ کر بھی مجھے صومعہ میں رکھے تو اب وہاں نہیں رہوں گا۔

(۴) ترجمہ۔ شہر کا واعظ مجھے بزرگانہ نصیحت کرتا ہے لیکن میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ اب کسی کی نصیحت مانوں۔

(۵) ترجمہ۔ وہ شخص جو میخانہ کے دروازہ کا خاک نشین تھا کہاں ہے تاکہ میں اس کے قدموں پر سر رکھوں اور اس کے سامنے جان دیدوں۔

(۶) ترجمہ۔ میں شراب پیتا تھا اور سجادۂ تقوی کندھوں پر لئے پھرتا تھا۔ اگر خلقت میری اس ریاکاری سے واقف ہو جائے تو بڑے افسوس اور شرم کی بات ہوگی۔
یعنے اگرچہ لوگوں کو دکھانے کے لئے میں سجادہ کو کندھوں پر لئے پھرتا ہوں تاکہ لوگ سمجھیں کہ میں بہت بڑا عابد و زاہد ہوں۔ لیکن خلوت میں شراب پیتا ہوں اگر خلقت کو میری یہ ریاکاری معلوم ہو جائے۔ تو بہت ذلیل ہونا پڑے گا۔ حقیقت میں اُن زاہدانِ ریاکار پر حملہ ہے۔ جو ع
چوں بخلوت مے روند آن کارِ دیگر مے کنند

(۷) ترجمہ۔ لوگ کہتے ہیں کہ اے حافظ بوڑھوں (پیروں) کی نصیحت سن۔ لیکن میرے نزدیک آج میری پرانی شراب تو پیروں سے بہتر ہے۔
سال خوردہ اور پیر کا مقابلہ لطیف ہے۔

غزل (۳۷)

۱ روزگاری شد که در میخانه خدمت میکنم / در لباسِ فقر کارِ اہلِ دولت میکنم

۲ تا مگر در دام وصل آرم تذروِ خوشخرام / در کمینم انتظارِ وقت فرصت میکنم

۳ واعظِ ما بوی حق نشنید بشنو این سخن / در حضورش نیز میگویم نہ غیبت میکنم

۴ چوں صبا افتان و خیزان میروم تا کوی دوست / وز رفیقِ راه استمدادِ ہمت میکنم

۵ خاکِ کویت برنتابد زحمتِ ما بیش ازیں / لطفہا کردی بتا تخفیفِ زحمت میکنم

۶ زلفِ دلبر دام راه و غمزه اش تیرِ بلاست / یاد دار ای دل که چندینت نصیحت میکنم

۷ دیدۂ بدبین بپوشان ای کریمِ عیب پوش / زیں دلیریہا که من در کنجِ خلوت میکنم

۸ حاش لله کز حسابِ روزِ حشرم باک نیست / فالِ فردا میزنم امروز عشرت میکنم

۹ از یمینِ عرش آمین میکند روح الامیں / چوں دعای پادشاه ملک و ملت میکنم

۱۰ خسروا امیدِ جاه و مال دارم زیں سبب / التماسِ آستاں بوسیِ حضرت میکنم

(۱۱) حافظم در محفلی دردی کشم در مجلسے / بنگر ایں شوخی که چوں با خلق صحبت میکنم (۱۱)

(۱) ترجمہ - مدت ہوئی کہ میں شراب خانہ میں خدمت کرتا ہوں - فقیری کے لباس میں امیروں کا کام کرتا ہوں -
خدمتِ میخانہ کو اہلِ دولت کا کام کہا ہے -

(۲) ترجمہ - تاکہ اس خوش رفتار تذرو کو وصل کے جال میں لاؤں - میں گھات میں بیٹھا ہوں اور فرصت کے وقت کا انتظار کر رہا ہوں -
تذرو بمعنے کبک (از فرہنگ زلیخا) چکور - تذروِ خوشخرام سے مراد خوش رفتار معشوق - مطلب یہ ہے کہ اس مُبارک وقت کا منتظر بیٹھا ہوں جب معشوق کا وصل نصیب ہوگا -

(۳) ترجمہ - ہمارے واعظ نے حق کی خوشبو نہیں سونگھی - سن کہ یہ بات میں اس کے سامنے بھی کہتا ہوں غیبت میں نہیں کہتا -
مطلب یہ ہے کہ واعظ اسرارِ معرفت سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں -

(۴) ترجمہ۔صبا کی طرح گرتا اٹھتا معشوق کے کوچہ تک جاتا ہوں اور اپنے رفیق راہ سے ہمت کی مدد طلب کرتا ہوں۔

استمداد۔طلبِ مدد کرنا۔صبا کا افتاں وخیزاں چلنا ظاہر۔منازل عشق کو طے کرنے کے لئے رہبر کی ضرورت بتائی ہے۔

(۵) ترجمہ۔تیرے کوچہ کی خاک اس سے زیادہ ہماری زحمت کی برداشت نہیں کرتی۔اے معشوق تو نے کئی مہربانیاں کی ہیں۔میں تخفیف زحمت کرتا ہوں۔

یعنے تیرے کوچہ کی خاک کو یہ بھی گوارا نہیں کہ میں تیرے کوچہ میں رہوں۔چونکہ تو میرا مہربان ہے۔اس لئے اب میں رخصت ہوتا ہوں۔تاکہ میرے یہاں رہنے سے تیرے کوچہ کی خاک کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔

(۶) ترجمہ۔معشوق کی زلف رہ کا جال اور اس کا غمزہ بلا کا تیر ہے۔اے دل یاد رکھ کہ میں تجھے یہ نصیحت کرتا ہوں۔

(۷) ترجمہ۔اے عیب پوش کریم! بد بین آنکھ سے پوشیدہ کرلے ان دلیریوں کو جو میں کنج خلوت میں کرتا ہوں۔

یعنے اے ستار العیوب! گوشۂ خلوت میں ہزارہا بے باکیاں مجھ سے ظاہر ہوتی ہیں۔بدبین آنکھوں سے ان کو پوشیدہ رکھ۔

(۸) ترجمہ۔حاش للّٰہ مجھے روزِ حشر کے حساب سے کوئی ڈر نہیں۔آج عیش کرتا ہوں اور کل کے لئے فال نکالتا ہوں۔

یعنے جیسی عیش کی زندگی یہاں بسر کر رہا ہوں۔انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح روزِ حشر کو بھی آرام وعیش میں ہوں گا۔روزِ حساب کا مجھے بالکل کچھ ڈر نہیں۔

(۹) ترجمہ۔جب میں ملک ملت کے بادشاہ کے لئے دعا کرتا ہوں تو عرش کی دائیں جانب سے جبریلؑ آمین کرتے ہیں۔

بادشاہ وقت کی طرف اشارہ ہے خواجہ صاحب کے عہد میں کئی بادشاہ ہوئے معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس خاص بادشاہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔اے بادشاہ مجھے جاہ ومال کی امید ہے اس لئے دربار کی آستاں بوسی کی التماس کرتا ہوں۔

(۱۱) ترجمہ۔میں (بزرگوں کی) محفل میں حافظ ہوں اور (رندوں کی) مجلس میں درد نوش ہوں۔میری شوخی دیکھ کہ خلقت کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتا ہوں۔

ان زاہدانِ ریاکار پر حملہ ہے۔جو مجلسِ زہاد میں زاہد اور بزم رنداں میں رند بن جاتے ہیں۔

غزل (۳۸)

زدستِ کوتہ خود زیر بارم	۱	کہ از بالا بلنداں شرمسارم	
مگر زنجیر زلفت گیردم دست	۲	وگرنہ سر بشیدائی بر آرم	
زچشم من بپرس اوضاع گردوں	۳	کہ شب تا روز اختر می شمارم	
چہ می خوردم من از میخانۂ عشق	۴	کہ ہشیاری و بیداری ندارم	
باین شکرانہ می بوسم لب جام	۵	کہ کرد آگہ ز دورِ روزگارم	
من از بازوی خود دارم بسی شکر	۶	کہ زور مردم آزاری ندارم	
اگر گفتم دعای میفروشاں	۷	چہ باشد شکر نعمت میگذارم	
مکن عیبم زخوں خوردن دریں دشت	۸	کہ کار آموز آہوئے تتارم	
تو از خاکم نخواہے برگرفتن	۹	بجای اشک اگر گوہر ببارم	

(۱۰) سری دارم چو حافظ مست لیکن (۱۰)
بہ لطف آں پرے امیدوارم

یہ غزل بعض پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۱) ترجمہ۔ میں اپنے کوتاہ ہاتھ سے زیر بار ہوں کہ بلند قد معشوقوں سے شرمندہ ہوں

یعنے معشوقانِ بالا قد تک میرا دستِ کوتاہ نہیں پہنچتا۔ اس لئے شرمندہ ہوں۔ اپنی کم بضاعتی کا اعتراف ہے بالا اور کوتاہ کا مقابلہ ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ شاید تیری زلف کی زنجیر میرا ہاتھ پکڑ لے ورنہ میں مجنوں ہوا جاتا ہوں۔

یعنے میں مجنوں ہوا جاتا ہوں اپنی زلف کی زنجیر سے مجھے گرفتار کر لے۔

(۳) ترجمہ۔ زمانہ کے طریقے میری آنکھ سے پوچھ کہ رات بھر صبح تک تارے گنتا رہتا ہوں۔

یعنی رات بھر نیند نہیں آتی اختر شماری کرتا رہتا ہوں اور اس لئے چرخ گردوں کے تمام اوضاع سے آشنا ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ شرابخانۂ عشق سے میں نے کیسی شراب پی کہ مجھے ہشیاری اور بیداری کی خبر تک نہیں۔

(۵) ترجمہ۔ میں اس بات کے شکریہ میں پیالہ کے لب کو بوسہ دیتا ہوں کہ اس نے مجھے زمانہ کو دور سے واقف کردیا۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو الف ۳/۸ اور ت ۵۶/۴۔

(۶) ترجمہ۔ میں اپنے بازو کا بہت شکر گذار ہوں کہ مجھ میں مردم آزاری کی طاقت نہیں ؎

دوسرا مصرعہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ہے ؎

من آن مورم کہ در پایم بمالند　　نہ زنبورم کہ از نیشم بنالند
چگونہ شکر این نعمت گذارم　　کہ زورِ مردم آزاری ندارم

(۷) ترجمہ۔ اگر میں نے میفروشوں کے حق میں دعا کی ہے تو کیا ہوگیا۔ نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

یعنے میفروش مجھے شراب دیتے ہیں۔ اس لئے میں ان کے حق میں دعا کرتا ہوں۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ اس دشت میں خون پینے پر میری عیب جوئی نہ کر کیونکہ میں آہوئے تاتار کا شاگرد ہوں۔

کہتے ہیں کہ نافۂ آہو خون کے منجمد ہونے سے بنتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح نافہ بغیر خون کے نہیں بنتا اسی طرح عشق میں بھی دل خون کرنے یا خونِ جگر (شراب سرخ) پینے کے بغیر وصالِ محبوب حاصل کرنا اور اس کی زلفِ عنبرین کی نافہ کشائی مشکل ہے۔

(۹) ترجمہ۔ تو مجھے زمین سے نہیں اٹھائے گا۔ اگرچہ میں بجائے آنسوؤں کے موتی بھی برساؤں۔

یعنے اگر میں بجائے اشک باری کے گہر باری بھی کروں تو بھی میں تیری نظروں میں اسی طرح حقیر رہونگا۔

(۱۰) ترجمہ۔ حافظ کی طرح میرے سر میں مستی ہے لیکن اس پری کی مہربانی کا امیدوار ہوں۔

غزل (۳۹)

زلف بر باد مده تا ندہے بر بادم	۱	ناز بنیاد مکن تا نکنے بنیادم
رخ برافروز کہ فارغ کنی از برگ گلم	۲	قد برافروز کہ از سرو کنے آزادم
زلف را حلقہ مکن تا نکنی در بندم	۳	چہرہ را آب مدہ تا ندہی بر بادم
شہرۂ شہر مشو تا ننہم سر در کوہ	۴	شور شیرین منما تا نکنی فرہادم

می مخور با دگران تا نخورم خون جگر	۵	سر مکش تا نکشد سر بہ فلک فریادم
سرم از دست بشد وصل تو ننمود جمال	۶	دست گیرم کہ ز ہجر تو ز پا افتادم
یار بیگانہ مشو تا نبری از خویشم	۷	غم اغیار مخور تا نکنے ناشادم
رحم کن بر من مسکین و بفریادم رس	۸	تا بخاک در آصف نرسد فریادم
چوں فلک جور مکن تانہ کشے زارمرا	۹	رام شو تا بدہ طالع فرخ زادم
(۱۰)	حافظ از جور تو حاشا کہ بنالد روزے من از آں روز کہ در بند توام آزادم	(۱۰)

اس غزل کے تمام شعروں میں رعایات لفظی و معنوی اور مقابل الفاظ کی باہم بندش قابل داد ہیں۔ کوئی شعر صنعت سے خالی نہیں۔

(۱) ترجمہ۔ زلف کو پریشان نہ کر تاکہ تو مجھے برباد کرے۔ نازکی بنا نہ ڈال تاکہ تو میری بیخ کنی نہ کرے۔

بر باد مدہ یعنے ہوا سے پریشان نہ کر۔ برباد۔ خراب۔ ویران۔ تباہ۔ صنعت تجنیس ہے۔ مکن اور نکنی کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ اپنا چہرہ دکھا تاکہ تو مجھے برگِ گل سے فارغ کردے اپنے قد کو بلند کر تاکہ تو مجھے سرو سے آزاد کردے۔

یعنے تیرے چہرے اور قد کے مقابلہ میں مجھے برگِ گل اور سرو کی آرزو نہ رہے۔ افروز اور افراز کی خوبی ظاہر۔ سرو اور آزاد میں صنعت ایہام۔

(۳) ترجمہ۔ زلف میں گرہ نہ لگا تاکہ تو مجھے گرفتار نہ کرے۔ چہرہ کو آب و تاب نہ دے تاکہ تو مجھے برباد نہ کرے۔

حلقہ اور بند کی رعایت ظاہر۔ آب اور باد کا مقابلہ لطیف۔

(۴) ترجمہ۔ تو تمام شہر میں مشہور نہ ہو تاکہ میں (دیوانہ وار) کوہ و صحرا میں نہ بھاگ جاؤں اور شیریں کی مشہوری پیدا نہ کر تاکہ تو مجھے فرہاد نہ بنا دے۔

شور۔ (۱) نمک نمکینی (۲) شہرت۔ مشہوری (۳) شور و غل۔ لفظ شور (نمکین) اور شیریں کا مقابلہ اور شہرہ و شور کی رعایت ظاہر۔ شہر اور کوہ کا مقابلہ لطیف۔ شہرہ شہر مشو۔ شور۔ شیریں میں حروف شین کی شراکت قابل غور ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تو اغیار کے ساتھ شراب نہ پی تاکہ میں اس افسوس سے خونِ جگر نہ پیوں۔ سرکشی نہ کر تاکہ میری فریاد آسمان تک نہ پہنچے۔

مے اور خون کا مقابلہ نیز سرکش اور بکشد سر کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ میرا سر ہاتھ سے چلا گیا اور تیرے وصل نے جمال نہ دکھایا۔ میری دست گیری کر کہ تیرے ہجر نے مجھے پاؤں سے گرا دیا ہے۔

سر، دست اور پا کی رعایت۔ وصل اور ہجر کا مقابلہ ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ اغیار کا دوست نہ بن تاکہ تو مجھے اپنے آپ سے باہر نہ کر دے۔ اغیار کی غمخواری نہ کر تاکہ تو مجھے ناشاد نہ کرے۔

از خویش بردن۔ دیوانہ کرنا۔ بیخود کرنا۔ بیگانہ و خویش۔ غم اور شاد کا مقابلہ ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ مجھ مسکین پر رحم کر اور میری فریاد سن تاکہ آصفِ عہد کے دروازہ تک میری فریاد نہ پہنچ جائے۔

آصف سے مراد وزیر عماد بن محمود۔ دیکھو م ۲۸/۱۰ م ۱۹/۹ ت ۵/۱۱ د ۱۱۸/۹ نیز دیکھو لسان الغیب جلد اوّل صفحہ ۲۲ سوانح عمری۔ اس شعر میں عاشقانہ مضامین سے مدح کی طرف گریز ہے۔

(۹) ترجمہ۔ آسمان کی طرح ظلم نہ کر تاکہ تو مجھے حالتِ زار میں قتل نہ کر دے۔ میرا مطیع ہو جا تاکہ میرا مبارک طالع نکل آئے۔

یعنے میرا بخت یاور ہو جائے۔ فلک اور طالع کی رعایت ظاہر۔

(۱۰) ترجمہ۔ حاشا للہ کہ حافظ کبھی بھی تیرے جور سے فریاد کرے۔ میں جس دن سے تیری قید میں ہوں آزاد ہوں۔

یعنے حافظ کبھی تیرے جور سے فریاد نہیں کرتا کیونکہ تیری قید اس کے لئے بمنزلہ آزادی کے ہے فی الحقیقت بندِ عشق میں گرفتار ہو کر انسان باقی تمام قیود سے آزاد ہو جاتا ہے۔ دوسرا مصرعہ سلمان کا ہے ؎

من ازاں روز کہ در بندِ توام آزادم   پادشاہم چو بدستِ تو اسیر افتادم   (سلمان)

غزل (۴۰)

سالہا پیروی خدمتِ رنداں کردم	۱	تا بفتوای خرد حرص بزنداں کردم
من بسر منزل عنقا نہ بخود بُردم راہ	۲	قطع ایں مرحلہ با مرغ سلیماں کردم
از خلاف آمد عادت بطلب کام کہ من	۳	کسب جمعیت ازاں زلفِ پریشاں کردم
سایۂ بر دل ریشم فگن ای گنج مراد	۴	کہ من ایں خانہ بسودائے تو ویراں کردم

توبہ کردم کہ نبوسم لب ساقی وکنوں	۵	میگزم لب کہ چرا گوش بناداں کردم
نقش مستوری و مستی نہ بدست من وتست	۶	آنچہ استاد ازل گفت بکن آں کردم
دارم از لطف ازل منزل فردوس طمع	۷	گرچہ دربانی میخانہ فراواں کردم
اینکہ پیرانہ سرم صحبت یوسف بنواخت	۸	اجر صبریست کہ در کلبۂ احزاں کردم
گر بدیوان غزل صدر نشینم چہ عجب	۹	سالہا بندگے صاحب دیواں کردم
ہیچکس را نرسد در خم محراب فلک	۱۰	آں تنعم کہ من از ہمت سلطاں کردم

(۱۱) صبح خیزی و سلامت طلبی چوں حافظ
ہر چہ کردم ہمہ از دولت قرآں کردم (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ میں نے کئی سال تک متواتر رندوں کی خدمت کی۔ تب کہیں عقل کے فتویٰ سے حرص کو قید کیا۔

یعنے سالہا سال تک رندوں کی خدمت کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ میں حرص وآز سے پاک ہوگیا۔

(۲) ترجمہ۔ منزل عنقا تک میں خود بخود نہیں پہنچ گیا بلکہ میں نے اِن مراحل کو مرغ سلیمان کے ہمراہ طے کیا

مرغ سلیمان سے مراد ہدہد۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں گنجینۂ اسرارِ معرفت تک خود بخود نہیں پہنچا۔ بلکہ ہادی سالک کی رہبری سے یہ مرتبہ نصیب ہوا۔ منزلِ عنقا کے لئے دیکھو الف ۹/۴۔ عنقا اور مرغ کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ خلافِ عادت واقعات سے مدعا طلب کر کیونکہ میں نے جمعیتِ خاطر کی مشق اس زُلفِ پریشان سے کی ہے۔

یعنے میرے دل کو اطمینان اور جمعیت جس قدر حاصل ہے معشوق کی زلفِ پریشان کی بدولت ہے۔ حالانکہ زلفِ پریشان کا کام دل کو پریشان کرنا ہے اسی طرح تو بھی اپنا مدعا اور مقصود معکوس اور برخلاف اسباب سے پیدا کر۔ حاصل کلام یہ ہے کہ نتائج ظاہری اسباب پر منحصر نہیں۔ سب کچھ مسبب الاسباب کے ہاتھ میں ہے۔ یا یہ کہ جس طرح مجھے زلف پریشان سے سالہا سال تک دل کو پریشان رکھنے کے بعد جمعیتِ خاطر نصیب ہوئی۔ اسی طرح تجھے بھی صدہا ناکامیوں اور ہزارہا مصیبتوں کے بعد کامیابی اور راحت نصیب ہوگی۔

(۴) ترجمہ۔ اے مراد کے خزانے اِمسال زخمی دل پر سایہ ڈال۔ کیونکہ میں نے اس گھر کو تیرے سودا میں ویران کردیا ہے۔

این خانہ سے مراد خانۂ دل۔

(۵) ترجمہ۔ یعنے توبہ کی تھی کہ ساقی کے لب کو نہ چوموں گا اور اب میں ہونٹ کاٹتا ہوں کہ کیوں نادان کی بات سنی۔

یعنی نادان واعظ کے کہنے پر لب ساقی کے بوسہ سے توبہ کی تھی اب افسوس کرتا ہوں کہ کیوں اس بیوقوف کی بات سنی۔

لب گزیدن - تاسف کرنا۔ افسوس کرنا۔ حسرت سے اپنے ہونٹوں کا کاٹنا۔

(۶) ترجمہ۔ مستوری اور مستی کی حالت میرے یا تیرے اختیار میں نہیں ہے۔ جس طرح استاد ازل نے کہا کہ کرو اسی طرح کرتا ہوں۔

یعنے تیرا زہد اور میری رندی دونو خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں دستِ قدرت کی ماتحت کر رہا ہوں۔

دیکھو شعر م ۲/۴ الف ۳/۲۔

(۷) ترجمہ۔ مجھے لطف ازل (خدا کی مہربانی) سے منزلِ فردوس کی امید ہے اگرچہ میں اکثر درمیخانہ کا مقیم رہا ہوں۔

بخشش سے اس کی ہوگئے میخوار جنتی ۔۔۔ سارے گناہ دھو دیئے جامِ شراب نے

(۸) ترجمہ۔ یہ جو پیرانہ سالی میں مجھے یوسف کی صحبت حاصل ہوتی ہے یہ اس صبر کا اجر ہے جو میں نے غمکدہ میں کیا۔

کلبہ احزان - یا بیت الاحزان۔ وہ گھر جس میں حضرت یعقوب علیہ السلام فراق یوسف میں رویا کرتے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ میں برسوں ہجرِ معشوق میں روتا رہا اسی صبر کا نتیجہ ہے کہ اب وصالِ محبوب نصیب ہوا۔

(۹) ترجمہ۔ اگر میں دیوانِ غزل میں صدر نشین ہوں تو کیا عجب کیونکہ میں نے کئی سال صاحبِ دیوان کی بندگی کی ہے۔

صاحب دیوان - عدالت یا دفتر کا اعلیٰ افسر یہاں مراد (۱) ممدوح مجازی یا (۲) محبوب حقیقی جو مالک یوم الحساب ہے۔ خواجہ صاحب کی یہ پیشین گوئی پوری نکلی۔ کیونکہ تمام دنیا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فارسی غزل میں خواجہ تمام شاعروں کے صدر نشین ہیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ محرابِ فلک کے خم میں (یعنے آسمان کے نیچے) کسی شخص کو اس قدر عیش و عشرت نصیب نہیں ہوئی جس قدر مجھے بادشاہ کی ہمت سے نصیب ہوئی ہے۔

یہ بھی مدحیہ شعر ہے۔ سلطان سے مراد سلطانِ وقت۔

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ کی طرح صبح خیزی اور سلامت طلبی جو کچھ میں نے کیا قرآن کی بدولت کیا۔

فی الحقیقت خواجہ صاحب کو جو کچھ حاصل ہوا قرآن کی بدولت حاصل ہوا۔

غزل (۴۱)

سرم خوش ست و بہ بانگ بلند میگویم	۱	کہ من نسیم حیات از پیالہ میجویم

عبوس زہد بوجہ خمار بنشیند	۲	مرید ہمت دردی کشان خوش خویم
گرم نہ پیر مغاں در بروے بکشاید	۳	کدام رہ بزنم چارہ از کجا جویم
مکن دریں چمنم سرزنش بخود روئی	۴	چنانچہ پرورشم میدہند میرویم
تو خانقاہ و خرابات در میانہ مبیں	۵	خدا گواست بہر جا کہ ہست با اویم
ز شوق نرگس مست و بلند بالائی	۶	چو لالہ با قدح افتادہ برلب جویم
شدم نشانہ بسر بستگی و ابرو دوست	۷	کشیدہ در خم چوگان خویش چوں گویم
غبار راہ طلب کیمیای بہروزیست	۸	غلام دولت آن خاک عنبریں بویم
نصیحتم چہ کنی ناصحا چہ میدانے	۹	کہ من نہ معتقد مرد عافیت جویم

(۱۰)	بیا رمی کہ بفتوای حافظ از دل پاک غبار زرق بہ فیض قدح فروشویم	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ مَیں سرخوش ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ میں زندگی کی نسیم شراب کے پیالہ سے ڈھونڈھتا ہوں۔

سرخوش۔ شراب سے مست۔ خوشحال۔ بہت خفیف مستی کو سرخوشی کہتے ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ زہد کی ترشروئی خمار سے دُور ہو جاتی ہے۔ مَیں خوش خو دُرد کشوں کی ہمت کا غلام ہوں۔

عبوس۔ بضمتین۔ ترشروئی۔ مطلب یہ ہے کہ زاہدوں کی ترشروئی سے رندوں کی خوش خلقی بدرجہا بہتر ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اگر پیرِ مغاں میرے لئے دروازہ نہ کھولے تو مَیں کس رستہ سے جاؤں اور کیا چارہ کروں۔

(۴) ترجمہ۔ اس باغ میں تو مجھے خود روئی پر سرزنش نہ کر جس طرح میری پرورش کرتے ہیں۔ میں اسی طرح اُگتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ باغِ دُنیا میں مَیں کوئی خودرو پودا نہیں ہوں۔ کہ تو میرے حسن و قبح پر اعتراض کرتا ہے جس طرح باغبان پرورش کرتا ہے اسی طرح میری نشو و نما ہوتی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ میری رندی پر معترض نہ ہو۔ خدا نے مجھے ایسا ہی بنایا ہے۔ دیکھو شعر م ۱/۲

(۵) ترجمہ۔ تو خانقاہ اور خرابات کو درمیان نہ دیکھ۔ خدا گواہ ہے کہ کوئی جگہ بھی ہو مَیں اس کے ساتھ ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ میں خانقاہ و خرابات کی تمیز کو فضول سمجھتا ہوں۔ مقصود خدا ہی جو ہر جگہ موجود ہے۔ دیکھو ت ۲/۲ ت ۴۹/۴ ۔

مائیم و ذوقِ سجدہ چہ مسجد چہ بتکدہ   درعشق نیست کفر ز ایمان شناختن۔ (غالب)

(۶) ترجمہ۔ میں کسی چشم مست اور قدِ بلند کے شوق میں۔ لالہ کی طرح پیالہ لے کر نہر کے کنارہ پر پڑا ہوں۔

لالہ کے پھول کو جام سے تشبیہ دیتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ میں گرفتاری میں نشانہ ہوں اور معشوق کے ابرو نے مجھے گیند کی طرح اپنی چوگان کے خم میں پکڑا ہوا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ راہِ طلب کا غبار کامیابی کا نسخہ ہے۔ میں اُس عنبر کی خوشبو والی خاک کا غلام ہوں۔

خواجہ صاحب نے نہایت لطیف اور موثر طریقہ سے سعی و طلب اور جد و جہد کی تعلیم فرمائی ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ راہِ طلب کا غبار خاک نہیں بلکہ اکسیر ہے۔ کیمیا ہے راہ طلب کی دشواریوں اور تکلیفوں کا نتیجہ ایک روز کامیابی اور فتح و نصرت کی شکل میں پیدا ہوتا ہے۔ انسان کو اپنے گوہرِ مقصود کے حاصل کرنے اور منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے راہ کی تمام مصیبتوں کا مردانہ مقابلہ کرنا چاہیئے۔ مسافر کا غبار آلود چہرہ کامیابی کی دلیل ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے ناصح تو مجھے کیا نصیحت کرتا ہے۔ تجھے کیا جانتا ہے کہ میں مردِ عافیت طلب کا معتقد نہیں ہوں۔ یعنے میں تیری طرح آرام طلب نہیں اور نہ آرام طلب آدمی کو پسند کرتا ہوں۔ میں عاشق ہوں اور راہِ طلب میں ہزارہا تکلیفیں برداشت کر سکتا ہوں۔ تو مجھے عشق سے منع نہ کر۔

(۱۰) ترجمہ۔ شراب لا کہ حافظ کے فتویٰ کے مطابق پاک دل ہی ریا و فریب کے غبار کو جامِ مے کے فیض سے دھو ڈالوں۔ مطلب یہ ہے کہ شراب دل سے زرق اور ریا کو دور کر دیتی ہے۔ جام مے لا کہ میں بھی دل کو صاف کر لوں۔

غزل (۴۲)

صنما باغم عشق تو چہ تدبیر کنم	۱	تابکی در غم تو نالہ شبگیر کنم
دل دیوانہ ازاں شد کہ پذیرد درماں	۲	مگرش ہم ز سر زلف تو زنجیر کنم
آنچہ در مدت ہجر تو کشیدم ہیہات	۳	در دو صد نامہ محال ست کہ تحریر کنم
با سر زلف تو مجموع پریشانی خویش	۴	کو مجالی کہ یکایک ہمہ تقریر کنم
زندیک رنگم و باشاہد و می ہم صحبت	۵	نتوانم کہ دگر حیلہ و تزویر کنم

آں زماں کارزوئی دیدن جانم باشد	۶	در نظر نقش رخ خوب تو تصویر کنم
گر بدانم کہ وصالِ تو بدیں دست دہد	۷	دل و دیں را ہمہ در بازم و توفیر کنم
دور شو از برم ای واعظ و افسانہ مگو	۸	من نہ آنم کہ دگر گوش بہ تزویر کنم
(۹)	نیست امکان خلاص از غمِ او ای حافظ چونکہ تقدیر چنیں بود چہ تدبیر کنم	(۹)

(۱) ترجمہ۔ اے معشوق مَیں نصیبہ عشق کے غم کی کیا تدبیر کروں کب تک تیرے ہجر میں رات بھر نالہ و فریاد کرتا رہوں۔

(۲) ترجمہ۔ میرا دیوانہ دل اس حالت سے تو نکل چکا ہے کہ اس کا کچھ علاج ہو سکے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ تیری زلف سے اس کو زنجیر میں باندھوں۔

یعنے دل کی دیوانگی لاعلاج ہو چکی ہے البتہ تیری زلف کی زنجیر میں اس کو گرفتار کیا جا سکتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ افسوس تیرے ہجر کے زمانہ میں مَیں نے اس قدر تکلیفیں اُٹھائیں کہ دو سو کتابوں میں بھی اُن کا لکھا جانا ناممکن ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تیری زلف کی وجہ سے اپنی تمام تر پریشانی کو کیا مجال ہے کہ ایک دفعہ بیان کر سکوں۔

یعنے تیری زلفِ پریشان کی وجہ سے جو پریشانی دل کو ہوئی ہے۔ اس کو تمام و کمال بیان کرنا ناممکن ہے۔ مجموع کو پریشانی کی صفت لائے ہیں۔ مقابلہ لطیف ہے اور اجتماع ضدین ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میں یک رنگ رند ہوں اور شراب و شاہد کا ہم صحبت ہوں۔ اب مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ حیلہ و تزویر کروں۔

یعنے یک رنگ آدمی سے دو رنگی یعنے ریا اور تزویر نہیں ہو سکتی۔

(۶) ترجمہ۔ جس وقت مجھے جان کے دیکھنے کی آرزو ہوتی ہے تیرے خوبصورت چہرے کا نقشہ آنکھوں میں بنا لیتا ہوں۔

یعنے تو بمنزلہ جان کے ہے۔ تجھ کو دیکھ لیا تو جان کو دیکھ لیا۔

(۷) ترجمہ۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تیرا وصال اس طرح میسر ہو سکتا ہے تو دل و دین کو قربان کر دوں اور اس کام میں زیادتی کروں۔

یعنے اگر دل و دین دے کر تیرا وصال حاصل ہو جائے تو ایک دل و دین تو کیا کئی دل و دین قربان کر دوں۔

(۸) ترجمہ۔ اے واعظ میرے پاس سے دور ہو جا اور افسانے بیان نہ کر۔ مَیں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ اب دھوکے کی باتیں سنوں۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ اس کے غم سے خلاصی ناممکن ہے۔ جب تقدیر یہی تھی تو کیا تدبیر کروں۔

غزل (۴۳)

صوفی بیا کہ خرقۂ سالوس برکشیم	۱	وین دلق زرق را خط بطلان بسر
نذر و فتوح صومعہ در وجہ مے دہیم	۲	دلق ریا بآب خرابات بر
سر قضا کہ در تتق غیب منزویست	۳	مستانہ اش نقاب ز رخسار بر
بیرون جہیم سرخوش و از بزم مدعی	۴	غارت کنیم بادہ و شاہد ب
کام جہاں برآر کہ بخشد خدا اگناہ	۵	روزی کہ رخت جاں بجہان دگر
کو عشوۂ ز ابروی تو تا چو ماہ نو	۶	گوی سپہر در خم چوگان زر
فردا اگر نہ روضۂ رضواں بما دہند	۷	غلمان ز غرفہ حور ز جنت بدر

(۸) حافظ نہ حد ماست چنیں لافہا زدن
پا از گلیم خویش چرا بیشتر کشیم (۸)

(۱) ترجمہ۔ اے صوفی آکر فریب کے خرقہ کو اتار دیں اور اس مکر کے لباس پر خط بطلان کھینچ دیں۔

خط بطلان۔ وہ خط جو غلط عبارت پر اس کو باطل کرنے کے لئے کھینچا جائے۔

(۲) ترجمہ۔ عبادت گاہ کی نذر اور آمدنی کو شراب کی قیمت میں دے دیں اور دلق ریا کو آب خرابات سے دھو ڈالیں۔

(۳) ترجمہ۔ قضا کا بھید جو پردہ غیب میں پوشیدہ ہے۔ مستوں کی طرح اس کے چہرہ سے پردہ اٹھا دیں۔

تتق بضمتین۔ سراپردہ۔ **منزوی**۔ خلقت سے یکسو ہونے والا۔ گوشہ نشین۔ پوشیدہ۔ مطلب یہ ہے کہ زہد ریائی کو چھوڑ کر عشق اختیار کرنا چاہیئے۔ تاکہ اسرار معرفت کو جو پردہ غیب میں پوشیدہ ہیں دیکھ سکیں۔

(۴) ترجمہ۔ مست ہو کر باہر نکلیں اور بزم مدعی سے شراب لوٹ لیں اور معشوق کو بغل میں لے لیں۔

مدعی سے مراد زاہدان ریاکار جو جھوٹے دعوے کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مے و معشوق کو ان لوگوں کے ہاتھوں سے چھین لیں۔ تاکہ ان کے پاس کچھ نہ رہے۔

(۵) ترجمہ۔ جہاں کا مقصود حاصل کر کیونکہ خدا گناہ بخشدیگا۔ جس دن کہ ہم جان کا اسباب دوسرے جہان میں لیجائیں گے۔

یعنے دُنیا میں عیش عشرت سے وقت بسر کریں دوسرے جہان میں جب جائیں گے - خدا گناہوں کو بخش دیگا -

(۶) ترجمہ - تیرے ابرو کا عشوہ کہاں ہے تاکہ ہم ہلال کی طرح آسمان کی گنبد کو زریں چوگان کے خم میں لے لیں -

ہلال کو زریں چوگان کہا ہے - ابرو نے معشوق کو ہلال سے تشبیہ دی ہے - مطلب یہ ہے کہ معشوق کے ہلال جیسے ابرو کے عشوہ سے تمام جہان کو اپنا مطیع اور فرمانبردار کر لیں -

(۷) ترجمہ - کل (قیامت کے دن) اگر روضۂ رضوان ہم کو نہیں دینگے - تو غلمان کو غرفہ سے اور حور کو جنت سے باہر کھینچ لینگے -

غرفہ - دریچہ، جھروکہ - مطلب یہ ہے کہ اگر ہم کو بہشت میں نہیں جانے دینگے تو ہم بہشت کی تمام نعمتوں کو بہشت سے باہر نکال لیں گے بہت بڑا دعویٰ ہے - لیکن خواجہ صاحب نے دوسرے شعر میں اس کی معذرت بھی کر دی ہے -

(۸) ترجمہ - اے حافظ ایسی لاف زنی تیرے لئے جائز نہیں - اپنی چادر سے زیادہ پاؤں کیوں پھیلاتے ہیں -

گذشتہ شعر میں جو دعویٰ کیا ہے اس کی معذرت ہے -

غزل (۴۴)

عاشق روی جوانی خوش و نوخاستہ ام	۱	وز خدا صحبت او را بدعا خواستہ ام
عاشق و رند و نظر بازم و میگویم فاش	۲	تا بدانی کہ بچندیں ہنر آراستہ ام
شرمم از خرقۂ آلودہ خود مے آید	۳	کہ بہر پارہ دو صد شعبدہ آراستہ ام
خوش بسوز از غمش ای شمع کامشب من نیز	۴	بہمیں کار کمر بستہ و برخاستہ ام
با چنیں حیرتم از دست بشد صرفۂ کار	۵	بہ غم افزودہ ام آنچہ از دل و جان کاستہ ام
پاسبان حرم دل شدہ ام شب ہمہ شب	۶	بو کہ سیری بکند آں مہ ناکاستہ ام

(۷) ہمچو حافظ بخرابات روم جامہ قبا
بو کہ در بر کشد آن دلبر نوخاستہ ام (۷)

(۱) ترجمہ - میں ایک حسین اور نوخیز جوان کے چہرے کا عاشق ہوں اور خدا سے دعا کر کے اس کی صحبت مانگی ہے -

(۲) ترجمہ - میں عاشق ہوں - رند اور نظر باز ہوں اور علانیہ کہتا ہوں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں اتنے ہنر سے آراستہ ہوں -

رندی و عاشقی و قلاشی ہیچ شک نیست کہ در ما ہمہ ہست (سلمان)

(۳) ترجمہ۔ مجھے اپنے آلودہ خرقہ سے شرم آتی ہے کیونکہ اس کے ہر ایک ٹکڑے میں صد ہا شعبدے بیٹھے آراستہ کئے ہیں

یعنے میری دلق ریائی میں ہزاروں مکر اور فریب ہیں۔ مجھے اس سے شرم آتی ہے زاہدان ریاکار پر حملہ ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اے شمع اس کے غم سے خوب جل کہ آج رات میں نے بھی اسی کام پر کمر باندھی ہے اور کھڑا ہوں۔

یعنے دونوں مل کر ہجر محبوب میں جلیں۔

(۵) ترجمہ۔ میرے ہاتھ سے میں حیرت کے ساتھ مدعا گم ہوا۔ کہ جس قدر دل و جان کم ہوا ہے وہ غم پر بڑھ گیا۔

یعنے دل اور جان جس قدر نقصان میں ہیں غم اتنی ہی افزونی پر ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میں تمام رات حریم دل کی پاسبانی کرتا ہوں تاکہ میرا مکمل چاند کبھی ادھر سے گذرے۔

ماہ ناکاستہ۔ چاند جو ابھی کم نہ ہوا ہو۔ چودھویں رات کا چاند۔ بدر۔

معشوق کی منزل چونکہ حریم دل ہے۔ اس لئے حریم دل کی پاسبانی کرتے ہیں کہ کبھی تو یہ چاند اس منزل میں آئیگا۔

(۷) ترجمہ۔ جامہ چاک کرکے حافظ کی طرح خرابات میں جاؤں گا۔ شاید کہ وہ نوخیز دلبر مجھے بغل میں لے لے۔

غزل (۴۵)

عشقبازی و جوانی و شراب لعل فام	۱	مجلس انس و حریف ہمدم و شرب مدام
ساقی شکر دہان و مطرب شیرین سخن	۲	ہمنشینی نیک کردار و حریف نیک نام
شاہدے در لطف و پاکی رشک آب زندگی	۳	دلبری در حسن و خوبی غیرت ماہ تمام
بادہ گلرنگ و تلخ و عذب و خوشخوار و سبک	۴	نقلش از لعل نگار و نقلی از یاقوت جام
بزمگاہِ دلنشین چون قصر فردوسِ برین	۵	گلشنے پیرامنش چون روضہ دار السلام
صف نشینان نیکخواہ و پیشکاران با ادب	۶	دوستداران صاحب سر و حریفان دوست کام
غمزۂ ساقی بیغمای خرد آہختہ تیغ	۷	زلف دلبر از برای صید دل گسترده دام
ہر کہ این صحبت بجوید خوش دلی بروی حلال	۸	وانکہ این عشرت نخواہد زندگی بروی حرام

(۹)	نکتہ دانی بذلہ گو چوں حافظ شیریں سخن بخشش آموزی جہاں افروز چوں حاجی قوام	(۹)

اس غزل کا مضمون مسلسل ہی۔ بزم طرب کا نقشہ کھینچا ہے۔ اور غالباً حاجی قوام کی آراستہ کی ہوئی کسی مجلس کا ذکر ہے۔

(۱) ترجمہ۔ عشقبازی۔ جوانی اور سرخ رنگ شراب۔ بزم محبت۔ ہمراز دوست اور شراب کا متواتر دور۔

(۲) ترجمہ۔ شیریں دہن ساقی اور شیریں سخن مطرب۔ نیک کردار ہمنشین اور نیکنام دوست۔

(۳) ترجمہ۔ ایک ایسا معشوق جو لطف و پاکیزگی میں آب حیات کا رشک ہو۔ ایک ایسا دلبر جو حسن و خوبی میں غیرت بدر ہو۔

(۴) ترجمہ۔ سرخ۔ تلخ۔ شیریں۔ خوش ذائقہ اور ہلکی شراب ہو۔ کچھ نقل معشوق کے لبوں سے اور کچھ پیالہ کی شراب سے۔

تلخ و عذب میں اجتماع ضدین ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک حد تک تلخ بھی ہو اور شیریں بھی ہو۔ لعل و یاقوت کی رعایت ظاہر۔ یاقوت سے مراد شراب۔ نقل شراب پینے کے بعد جو چیز منہ کا مزا درست کرنے کیلئے کھائی جائے مثلاً کباب میوہ یا کوئی ترش چیز۔

(۵) ترجمہ۔ بزمگاہ ایسی دلکش جو فردوس بریں کے محل جیسی ہو۔ اس کے گرداگرد باغ جو روضۂ دار السلام کی طرح ہو۔

(۶) ترجمہ۔ صف نشین خیرخواہ اور ملازم مودب۔ دوست دار اہل راز ہوں اور حریف دوستوں کے خیرخواہ۔

(۷) ترجمہ۔ ساقی کے غمزہ نے عقل کو غارت کرنے کیلئے تلوار کھینچی ہو۔ معشوق کی زلف نے دل کو شکار کرنے کیلئے جال پھیلایا ہو۔

(۸) ترجمہ۔ جو شخص ایسی صحبت کا خواہاں ہو اس پر خوشدلی حلال ہے۔ اور جو شخص یہ عشرت نہیں چاہتا اس پر زندگی حرام ہے۔

خواجہ صاحب نے بزم طرب کا نقشہ کھینچا ہے تمام ضروریات کو شمار کیا ہے اور پھر فرمایا ہے کہ جو شخص ایسی بزم کا خواہاں نہ ہو فی الحقیقت اس پر زندگی حرام ہی۔ ایسے شخص کا مرنا ہی بھلا ہی اور جو شخص اس مجلس کا طلبگار ہو وہ ہمیشہ خوشحال رہے۔

(۹) ترجمہ۔ نکتہ دان اور لطیفہ گو ایسا ہونا چاہئے جیسا شیریں سخن حافظ۔ اور بخشش آموز جہاں افروز ایسا جیسے حاجی قوام

حاجی قوام کے لئے دیکھو لسان الغیب صفحہ ۱۴ سوانح عمری۔

غزل (۴۶)

عمریست تا براه غمت رو نهاده ایم	۱	روی و ریای خلق بیکسو نهاده ایم

۲ هم جان بدان دو نرگس جادو سپرده‌ایم / هم دل بدان دو سنبل هندو نهاده‌ایم

۳ ما ملک عافیت نه به لشکر گرفته‌ایم / ما تخت سلطنت نه ببازو نهاده‌ایم

۴ در گوشهٔ امید چو نظارگان ماه / چشم طلب بدان خم ابرو نهاده‌ایم

۵ بی بوی زلف تو سر سودای از ملال / همچون بنفشه بر سر زانو نهاده‌ایم

۶ نهاده‌ایم بار جهان بر دل ضعیف / وین کار بار بسته بیکسو نهاده‌ایم

۷ تا سحر چشم یار چه بازی کند که باز / بنیاد بر کرشمهٔ جادو نهاده‌ایم

۸ طاق و رواق مدرسه و قیل و قال فضل / زینها بخاک کوی تو ما رو نهاده‌ایم

۹ عمری گذشت ما با امید اشارتی / چشمی بدان دو نرگس جادو نهاده‌ایم

۱۰ ناموس چند سالهٔ اجداد نیک نام / در راه جام و ساقی مه‌رو نهاده‌ایم

۱۱ هشیار و عاقلیم که دست و پا و دل / زنجیر و بند از آن خم گیسو نهاده‌ایم

۱۲ ای دل بعقل کوش که ما نقد عقل و هوش / در راه یار سلسلهٔ گیسو نهاده‌ایم

۱۳ فرما اشارتی که دو چشم امیدوار / پیوسته بر دو گوشهٔ ابرو نهاده‌ایم

(۱۴) گفتی که حافظا دل سرگشته‌ات کجاست / در حلقه‌های آن خم گیسو نهاده‌ایم (۱۴)

(۱) ترجمہ ۔ مدت گذری کہ ہم نے تیرے غم کی راہ میں سر رکھا ہوا ہے اور خلقت کی روئی و ریا کو یک طرف کر دیا ہے۔

(۲) ترجمہ ۔ جاں کو بھی ان دو جادوگر آنکھوں کے حوالہ کر دیا ہے ۔ دل کو بھی ان دو سیاہ زلفوں میں رکھ دیا ہے۔

(۳) ترجمہ ۔ ہم نے عافیت کا ملک لشکر سے فتح نہیں کیا۔ ہم نے سلطنت کا تخت بازو (کے زور) سے قائم نہیں کیا۔

ملک آزادگی و کنج قناعت گنجیست / کہ بشمشیر میسر نشود سلطان را (سعدی)

(۴) ترجمہ ۔ امید کے گوشہ میں چاند دیکھنے والوں کی طرح ہم نے اس خم ابرو پر طلب کی آنکھ لگائی ہوئی ہے۔
معشوق کے ابرو کو ہلال سے تشبیہ دی کر کہا ہے کہ جس طرح لوگ ہلال عید کو بڑے شوق سے ڈھونڈتے ہیں۔
میں بھی اسی طرح تیرے ابرو کے ہلال کو دیکھنے کے لئے گوشۂ امید میں منتظر بیٹھا ہوں۔

(۵) ترجمہ ۔ تیری زلف کی خوشبو کے بغیر ملال کی وجہ سے سر سودا زدہ کو بنفشہ کی طرح زانو پر رکھا ہوا ہے۔

(۶) ترجمہ - ہم نے جہان کے بوجھ کو اپنے ضعیف دل پر نہیں رکھا اور اس بھاری کام کو ہم نے علیحدہ رکھا ہوا ہے۔
یعنی ہم دُنیا کے تفکرات سے آزاد ہیں - یا دنیا کے کاروبار کو باندھ کر علیحدہ رکھا ہوا ہے -

(۷) ترجمہ - معشوق کی آنکھ کا جادو دیکھیئے کیا بازی کرتا ہے - کیونکہ ہم نے پھر اس جادوگر کے کرشمہ پر بنیاد رکھی ہے -
یعنی ہمارا دارو مدار چشم محبوب پر ہے دیکھئے اس کا سحر اب کیا کرشمے ظاہر کرتا ہے -

(۸) ترجمہ - مدرسہ کے طاق اور رواق اور عالمانہ قیل و قال کو چھوڑ کر ہم نے تیرے کوچہ کی خاک پر سر رکھ دیا ہے۔
طاق - محراب - محراب دار عالیشان عمارت - رواق - چھت -

(۹) ترجمہ - مدت ہوئی کہ ہم نے ایک اشارہ کی امید پر ان دو جادوگر آنکھوں پر آنکھ لگائی ہے -
یعنے مدتوں سے چشم محبوب کے ایک اشارہ کے منتظر بیٹھے ہیں -

(۱۰) ترجمہ - نیک نام آباؤ اجداد کے کئی سالوں کے نام و ناموس کو - جام اور ماہ رو ساقی کی راہ میں ڈال دیا ہے -

(۱۱) ترجمہ - ہم ہشیار اور عقلمند ہیں کہ اپنے ہاتھ پاؤں کو اپنی خوشی سے اس خم گیسو کی زنجیر اور بند میں اسیر کیا ہے -
یعنے زلف محبوب کی زنجیر میں اسیر ہو جانا ہماری عقلمندی کی دلیل ہے -

(۱۲) ترجمہ - اے دل عاقل ہونے کی کوشش کر کیونکہ ہم نے عقل و ہوش کے نقد کو پُر خم زلف والے معشوق کی راہ میں ڈال دیا -
ظاہر ہے کہ اب عاقل بننے کی کوشش بے سود ہے -

(۱۳) ترجمہ - کوئی اشارہ کر کہ ہم نے دو امیدوار آنکھوں کو ہمیشہ سے تیرے گوشۂ ابرو پر لگایا ہوا ہے -
وہی مضمون ہے جو شعر نمبر (۹) میں ہے -

(۱۴) ترجمہ - تو نے پوچھا کہ اے حافظ تیرا سرگشتہ دل کہاں ہے؟ ہم نے اپنے دل کو تیری زلف کے خم کے حلقوں میں رکھا ہے -
دوسرے مصرعہ میں معشوق کے سوال کا جواب ہے -

غزل (۴۷)

غم زمانہ کہ ہیچش کراں نمی بینم	۱	دواش جز مئے چوں ارغواں نمی بینم
نشان مرد خدا عاشقی ست با خود آی	۲	کہ در مشایخ شہر ایں نشاں نمی بینم
دریں خمار کسم جرعۂ نمی بخشد	۳	ببیں کہ اہل دلی در جہاں نمی بینم

۴	زآفتاب قدح ارتفاع عیش بگیر	چرا کہ طالع وقت آں چناں نمی بینم
۵	نشانِ موی میانش کہ دل درو بستم	زمن مپرس کہ خود درمیاں نمی بینم
۶	بریں دو دیدۂ حیراں من ہزار افسوس	کہ با دو آئنہ رویش عیاں نمی بینم
۷	قدِ تو تا بشد از جوئبار دیدۂ من	بجای سرو جز آبِ رواں نمی بینم

(۸)

من و سفینۂ حافظ کہ اندریں دریا
بضاعتِ سخن دُرفشاں نمی بینم

(۸)

(۱) ترجمہ۔ زمانہ کا غم کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ اس کی دوا سوائے شرابِ سُرخ کے مَیں اور کوئی نہیں دیکھتا۔
شرح کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۱ الف ۱۳/۱ ت ۲۲/۱۳ ت ۱۲/۷ ت ۲۵/۹ ت ۳۵/۱۱ ت ۵/۷ ت ۶۲/۱۳ ت ۵۸/۵
د ۹/۱۳ د ۲۹/۳ د ۵۸/۱ د ۶۵/۷ د ۵۶/۱ د ۳۸/۱۴ ز ۱۱/۷ م ۹/۳ م ۱۱/۲

(۲) ترجمہ۔ مردِ خدا کی نشانی عاشقی ہے ہوش میں آ۔ کیونکہ میں شہر کے مشائخ میں یہ بات نہیں دیکھتا۔
یعنے زاہدانِ شہر عشق سے خالی ہیں۔ اور مردِ خدا کے لئے عشق ضروری ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اِس خمار کی حالت میں کوئی شخص مجھے ایک گھونٹ شراب بھی نہیں دیتا۔ دیکھ کہ مجھے تمام جہان میں کوئی اہلِ دل نظر نہیں آتا۔
یعنے کوئی ایسا اہلِ دل نظر نہیں آتا جو میرے خمار کا علاج شراب سے کرے دیکھو شعر ت ۶۵/۲

(۴) ترجمہ۔ پیالہ کے آفتاب سے عیش کی بلندی حاصل کر۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ اب طالعِ وقت ایسا نہیں ہے۔
یعنے اپنے طالع سے تو اب چنداں عیش کی امید نہیں جامِ شراب سے عیش طلب کر۔

(۵) ترجمہ۔ اس کی کمر کے بال کا نشان جس میں میٔنے اپنا دل باندھا۔ مجھ سے نہ پوچھ کیونکہ مجھے تو وہ نظر ہی نہیں آتا۔

(۶) ترجمہ۔ مجھے اپنی دو حیران آنکھوں پر افسوس ہے کہ اِن دو آئینوں کے باوجود اس کے چہرہ کو میں ظاہر نہیں دیکھ سکتا۔
فی الحقیقت یہ آنکھیں روئے محبُوب کو نہیں دیکھ سکتیں۔

(۷) ترجمہ۔ جب سے تیرا قد میری آنکھوں کی نہر سے دور ہُوا۔ سرو کی بجائے سوائے رواں پانی کے میں کچھ نہیں دیکھتا۔
اشکبار آنکھوں کو جوئبار اور قدِ معشوق کو سرو کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب سے تو میری آنکھوں سے پوشیدہ ہُوا ہے۔ میرا کام سوائے رونے کے اور کوئی نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ مَیں ہوں اور حافظ کی غزلوں کا دیوان کیونکہ اس دریا میں دُرفشاں سخن کا سرمایہ مَیں نہیں دیکھتا۔

یعنے اب دُنیا میں کوئی آبدار شعر نہیں کہہ سکتا اس لئے مَیں حافظ کے دیوان غزلیات کا ہی مطالعہ کرتا ہوں۔ دریا، دُرّ۔ اور سفینہ کی رعایت ظاہر۔

غزل (۴۸)

فاش میگویم واز گفتۂ خود دلشادم	۱	بندۂ عشقم واز ہر دو جہاں آزادم
طائرِ گلشنِ قدسم چہ دہم شرح فراق	۲	کہ دریں دامگہ حادثہ چون افتادم
من ملک بودم و فردوس بریں جایم بود	۳	آدم آورد دریں دیر خراب آبادم
سایۂ طوبیٰ و دلجوئے حور و لب حوض	۴	بہوای سرِ کوی تو برفت ازیادم
نیست بر لوح دلم جز الف قامت یار	۵	چہ کنم حرف دگر یاد نداد استادم
کوکبِ بخت مرا ہیچ منجم نشناخت	۶	یارب از مادرِ گیتی بچہ طالع زادم
تا شدم حلقہ بگوش درِ میخانۂ عشق	۷	ہر دم آید غمے از نو بمبارک بادم
گر خورد خون دلم مردمکِ دیدہ رواست	۸	کہ چرا دل بجگر گوشۂ مردم دادم

(۹) پاک کن چہرۂ حافظ بسرِ زلف زاشک
ورنہ ایں سیل دمادم بکند بنیادم (۹)

(۱) ترجمہ۔ میَں علانیہ کہتا ہوں اور اس کہنے پر خوش ہوں کہ میں عشق کا غلام ہوں اور دونو جہانوں سے آزاد ہوں۔ عشق کا غلام بے شک دونو جہانوں کے غم سے آزاد ہوتا ہے ؎

من ازاں روز کہ دربندِ توام آزادم ۔ بادشاہم چو بدستِ تو اسیر افتادم (سلمان)

(۲) ترجمہ۔ مَیں گلشنِ قدس کا پرندہ ہوں فراق کا بیان کس طرح کروں۔ کہ میں اس حادثہ کے جال میں کس طرح پھنس گیا۔ دامگہ حادثہ سے مراد دنیا۔ تشریح کے لئے دیکھو شرح ۱/۲۵۴ م ۲۰/۲ م ۱۲/۸ م ۱۴/۴۔

(۳) ترجمہ۔ میَں فرشتہ تھا اور فردوسِ بریں میرا مقام تھا۔ آدم مجھے اِس دیرِ خراب آباد میں لے آیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی طرف اشارہ ہے۔ انسان کا اصلی اور ابتدائی مسکن فی الحقیقت بہشت بریں ہے

حضرت آدمؑ کی ذرا سی لغزش پر انسان کو بہشت چھوڑ کر اس دوزخ میں آنا پڑا۔ وَ قُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ ص وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج وَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ط (سورۃ البقر)

اور ہم نے کہا کہ اے آدم تو معہ اپنی زوجہ کے بہشت میں رہ اور بہشت میں سے ہر مقام سے جو چاہو کھاؤ۔ لیکن اس درخت کے نزدیک نہ جاؤ ورنہ گنہگار ہو جاؤ گے۔ پس شیطان نے ان دونو کو اس سے پھسلا یا اور ان کو ان نعمتوں سے نکالا جن میں وہ تھے اور ہم نے ان کو کہا کہ نیچے اُتر جاؤ ایک دوسرے کے دشمن۔ تمہارے لئے مدت تک زمین میں آرامگاہ اور بہرہ مندی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ طوبیٰ کا سایہ حور کی دلجوئی اور حوضِ کوثر کا کنارہ۔ یہ سب چیزیں تیری کوچہ کی آرزو میں مجھے بھول گئیں۔

(۵) ترجمہ۔ میرے دل کی تختی پر قد یار کی الف کے سوا اور کچھ نہیں۔ میں کیا کروں کہ اُستاد نے کوئی دوسرا حرف مجھے نہیں سکھایا۔

(۶) ترجمہ۔ میرے بخت کے ستارے کو کسی نجومی نے نہ پہچانا۔ یا خدا میں مادرِ زمانہ سے کونسا طالع لیکر پیدا ہوا۔

(۷) ترجمہ۔ جب سے میں شرابخانۂ عشق کے دروازہ کا حلقہ بگوش ہوا ہوں۔ ہر دم ایک نیا غم مجھے مبارکباد کہنے کو آتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اگر آنکھ کی پتلی میرے دل کا خون پیتی ہے تو جائز ہے۔ کہ میں نے کیوں فرزندِ انسان کو دل دیا + یعنی معشوق کو دل دینے کا لازمی نتیجہ ہے کہ دل خون ہو کر آنکھوں سے بہہ جائے۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ کے چہرہ سے آنسوؤں کو زلف سے پونچھ دے۔ ورنہ یہ متواتر سیلاب میری بنیاد اکھیڑ ڈالے گا۔ سیلاب کا بنیاد میں اکھیڑنا ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ میری اشکباری کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ میں برباد ہو جاؤں گا۔ اپنی زلفوں سے میرے آنسو پونچھ دے ؎

یونہی گر روتا رہا غالب تو اے اہلِ جہاں　　دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں

غزل (۴۹)

فتویٰ پیرِ مغاں دارم و عہدیست قدیم	۱	کہ حرام ست می آں راکہ نہ یارست ندیم
چاک خواہم زدن ایں دلق ریائی چہ کنم	۲	روح را صحبت ناجنس عذابیست الیم

تا مگر جرعہ فشاند لب جانان بر من	۳	سالہا زاں شدہ ام بر درِ میخانہ مقیم
مگرش صحبت دیرین من از یاد برفت	۴	ای نسیم سحری یاد دہش عہدِ قدیم
بعدِ صد سال اگر بر سرِ خاکم گذرے	۵	سر برآرد ز گلم رقص کناں عظمِ رمیم
فکرِ بہبود خود ای دل ز درِ دیگر کن	۶	دردِ عاشق نشود بہ بمداوای حکیم
گوہری معرفت اندوز کہ با خود ببرے	۷	کہ نصیبِ دگر انست نصابِ زر و سیم
دام سخت ست مگر یار شود لطفِ خدا	۸	ورنہ آدم نبرد صرفہ ز شیطانِ رجیم
غنچہ گو تنگدل از کار فروبستہ مباش	۹	کز دمِ صبح مدد یابی و انفاسِ نسیم
دلبر از ما بصد امید گرفت اوّل دل	۱۰	ظاہرا عہد فرامش نکند خلقِ کریم

(۱۱) حافظ ار سیم و زرت نیست برو شاکر باش
چہ بہ از دولتِ لطفِ سخن و طبعِ سلیم (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ یہ پیرِ مغاں کا فتویٰ ہے اور پرانی بات ہے کہ شراب اس شخص پر حرام ہے جسکا نہ یار ہو نہ ندیم۔
فی الحقیقت یار و ندیم کے بغیر شراب چہ معنے دارد۔

(۲) ترجمہ۔ میں اس خرقۂ ریائی کو چاک کر دوں گا کیا کروں کہ روح کیلئے ناجنس کی صحبت ایک سخت عذاب ہے۔
دلق ریائی سے مراد یہاں غالباً جسم عنصری ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اس امید میں کہ کبھی معشوق کے لب ایک گھونٹ شراب مجھ پر چھڑکیں گے۔ کئی سال ہوئے کہ میں شراب خانہ کے دروازہ پر مقیم ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ شاید میری دیرینہ صحبت اسے بھول گئی ہے۔ اے نسیم سحر اسے عہدِ قدیم (پرانا وعدہ) یاد دلا۔

(۵) ترجمہ۔ سو سال کے بعد بھی اگر تو میری قبر سے گذریگا تو میری خاک سے گلی ہوئی ہڈیاں رقص کرتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوں گی۔
یعنے تیری تشریف آوری کی خوشی میں میری بوسیدہ ہڈیاں بھی رقص کرنے لگیں گی۔

ذرہ ذرہ ہمہ جمع آئم د صورت بنام   اگر آں شوخ کند بعد فنا یاد مرا (قاسم)

(۶) ترجمہ۔ اے دل اپنی بہبودی کا فکر کسی اور دروازہ سے کر۔ عاشق کا درد طبیب کے علاج سے اچھا نہیں ہوتا۔

از سرِ بالینِ من برخیز اے ناداں طبیب   دردمندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست

(۷) ترجمہ۔ گوہرِ معرفت حاصل کر جسے تو اپنے ساتھ لے جائے۔ کیونکہ زر و سیم کا نصاب دوسروں کے نصیب میں ہے۔

نصاب زر۔ سرمایہ۔ پونجی۔ اتنا مال جس پر زکوٰۃ لازم ہو۔ مطلب یہ ہے کہ زر و سیم یہاں ہی رہ جانے والی چیزیں ہیں۔ گوہرِ معرفت حاصل کر جو ہمیشہ تیرے ساتھ رہے گا۔

(۸) ترجمہ۔ یہ جال سخت ہے البتہ لطفِ خدا مددگار ہو (تو بچاؤ کی صورت ہو سکتی ہے) ورنہ انسان ملعون شیطان پر غالب نہیں آسکتا۔

(۹) ترجمہ۔ غنچہ کو کہو کہ اپنے بند کام سے تنگدل نہ ہو۔ کیونکہ دمِ صبح اور بادِ نسیم کے انفاس سے تجھے مدد ملیگی۔

یعنے غنچہ کو اپنی فروبستگی پر مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ بادِ صبا اور نسیم آکر اسے شگفتہ کر دے گی اسی طرح عاشق کو بھی اپنی ناکامیوں پر بددل نہیں ہونا چاہیئے۔ آخر کار گوہرِ مقصود ہاتھ آجائے گا۔

(۱۰) ترجمہ۔ معشوق نے پہلے سو امیدیں دلاکر ہم سے دل لیا تھا ظاہر ہے کہ اس کا خلقِ کریم وعدہ کو فراموش نہیں کرے گا۔

یعنے معشوق کی مہربانی اور حسنِ اخلاق سے امید ہے کہ جس وعدہ پر ہمارا دل لیا تھا۔ اس کو نہیں بھولے گا۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تیرے پاس سونا چاندی نہیں ہے تو شاکر رہ۔ کیونکہ لطفِ سخن اور طبعِ سلیم سے بہتر اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔

یعنے تیری موزوں طبیعت اور لطیف سخن سنجی سب سے بڑی نعمت ہے اور کسی دولت کی کیا ضرورت ہے۔

غزل (۵۰)

گر ازین منزلِ غربت بسوئے خانہ روم	۱	دگر آنجا کہ روم عاقل و فرزانہ روم
زین سفر گر بسلامت بوطن باز رسم	۲	نذر کردم کہ ہم از راہ بمیخانہ روم
تا بگویم کہ چہ کشفم شد ازین سیر سلوک	۳	بر درِ میکدہ با بربط و پیمانہ روم
آشنایان رہِ عشق گرم خون بخورند	۴	کافرم گر بشکایت بر بیگانہ روم
بعد ازین دستِ من و زلفِ چو زنجیرِ نگار	۵	تا بکی از پئے کام دلِ دیوانہ روم
گر بہ بینم خمِ ابروی چو محرابش باز	۶	سجدۂ شکر کنم در پئے شکرانہ روم

(۷) خرم آں دم کہ چو حافظ بتولای وزیر
سرخوش از میکدہ با دوست بکاشانہ روم (۷)

(۱) ترجمہ۔ اگر میں اس منزلِ غربت سے گھر واپس جاؤں تو یہ منت مانی ہے کہ رستے میں ہی شرابخانہ کی طرف جاؤں گا۔
منزلِ غربت سے مراد دُنیا یا عارضی غفلت کی حالت۔

(۲) ترجمہ۔ اس سفر سے اگر بخیریت وطن میں پہنچ جاؤں۔ تو پھر جہاں کہیں جاؤں گا عاقل اور دانا ہو کر جاؤں گا۔
یعنے اس سفر سے کافی عبرت حاصل ہوئی ہے پھر اگر کہیں جاؤنگا تو سوچ سمجھ کر جاؤں گا۔

(۳) ترجمہ۔ تاکہ تجھے بتا دوں کہ اس سیر سلوک سے مجھ پر کیا کچھ کشف ہوا۔ شرابخانہ کو دروازہ پر بربط اور جام لیکر جاؤں گا۔
یعنے سیر سلوک کے معارف اور حقایق شرابخانہ میں بیٹھ کر بربط و چنگ کے ساتھ بیان کرونگا۔ سیر سلوک سے مراد روحانی مدارج کا سفر۔

(۴) ترجمہ۔ راہِ عشق کے آشنا اگر میرا خون بھی پیئیں۔ تو بھی میں اگر کسی بیگانہ کے پاس شکایت کروں تو کافر ہوں
یعنے راہِ عشق کے رفیقوں کے جور و ستم کی شکایت اغیار کے پاس جا کر نہیں کرنی چاہیئے۔

(۵) ترجمہ۔ بعد ازیں میں ہوں اور معشوق کی زنجیر جیسی زلف۔ اس دیوانہ دل کے مقصد کے پیچھے کب تک پھروں۔
یعنے اسکے بعد اپنے دیوانہ دل کو زنجیرِ زلف میں اسیر کر دونگا۔ اس دیوانہ کے پیچھے پیچھے مجھ سے نہیں پھرا جاتا۔

(۶) ترجمہ۔ اگر میں اُسکے محراب جیسے خمِ ابرو کو پھر دیکھ لوں تو سجدۂ شکر بجالاؤں گا اور شکرانہ ادا کروں گا۔
محراب اور سجدہ کی رعایت ظاہر

(۷) ترجمہ۔ وہ دن مُبارک ہوگا کہ حافظ کی طرح وزیر کی محبت میں میخانہ سے مست ہو کر معشوق کے ساتھ گھر کو جاؤں گا۔
بعض دیوانوں میں "بتولائے وزیر" کی بجائے "بتمنائے وصال" لکھا ہے۔ وزیر سے مراد وزیرِ عہد ممدوح خواجہ صاحب۔

غزل (۵۱)

گرچہ از آتشِ دل چوں خمِ می در جوشم	۱	مُہر بر لب زدہ خوں می خورم و خاموشم
قصدِ جان ست طمع در لبِ جاناں کردن	۲	تو مرا بیں کہ دریں کار بجاں میکوشم

من کی آزاد شوم از غمِ دل چوں ہردم	۳	ہندوِ زلف بتے حلقہ کند در گوشم
حاش للہ کہ نیم معتقد طاعت خویش	۴	ایں قدر ہست کہ گہ گہ قدحی مینوشم
ہست اُمیدم کہ علی الرغم عدو روز جزا	۵	فیض عفوش ننہد بارِ گنہ بر دوشم
پدرم روضۂ رضواں بدو گندم بفروخت	۶	ناخلف باشم اگر من بجوی نفروشم
خرقہ پوشی من از غایت دینداری نیست	۷	پردۂ بر سر صد عیب نہاں می پوشم
می نخواہم کہ بنوشم بجز از راوق می	۸	چہ کنم گر سخن پیرمغاں ننیوشم
(۹)	گرازیں دست زند مطرب مجلس رہ عشق شعرِ حافظ ببرد وقت سماع از ہوشم	(۹)

(۱) ترجمہ۔ اگرچہ دل کی آگ سے خم مے کی طرح جوش میں ہوں۔ لیکن لبوں پر مہر لگائی ہے خون پیتا ہوں اور خاموش ہوں مطلب یہ ہے کہ اگرچہ آتش عشق سے جل رہا ہوں لیکن خاموش ہوں فریاد و شکایت نہیں کرتا۔ خم میں سرخ آتشین شراب کو آتش و خون سے تشبیہ دی ہے۔ خم کا مہرِ لب اور خاموش ہونا بھی ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ لبِ معشوق (کے بوسہ) کی آرزو کرنا اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ تو مجھے دیکھ کہ میں اس کام میں دل و جان سے کوشش کر رہا ہوں۔

یعنے ایسے خطرناک کام میں کوشش کر رہا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ جان کے بدلے بھی اگر ایک بوسہ ملجائے تو لے لوں گا۔

(۳) ترجمہ۔ میں غم دل سے کس طرح آزاد ہو سکتا ہوں۔ جب ہر دم کسی معشوق کی سیاہ زلف مجھے حلقہ بگوش کرتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ مجھے ہرگز ہرگز اپنی عبادت پر بھروسہ نہیں ہے۔ البتہ اتنا ہے کہ کبھی کبھی شراب پی لیتا ہوں۔

قدح نوشی کو بھی یک گونہ طاعت میں شمار کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے اپنی طاعت و عبادت پر تو کچھ غرور نہیں ہے۔ البتہ میرے دل میں دردِ عشق موجود ہے اور اُمید ہے کہ اس سے کچھ مدد مل جائے گی۔

(۵) ترجمہ۔ مجھے امید ہے کہ علی الرغم دشمنان قیامت کے دن۔ اس کی عفو کا فیض گناہوں کا بوجھ میرے کندھے پر نہیں رکھیگا۔

علی الرغم۔ تحقیق لغوی کے لئے دیکھو شعر ت ۲۴ مطلب یہ ہے کہ دشمن کی مرضی اور امید کے خلاف خدا قیامت کے روز میرے گناہ بخش دے گا۔

(۶) ترجمہ میرے باپ نے روضۂ رضوان کو دو گندم کے بدلے بیچدیا۔ میں ناخلف ہونگا اگر اسے ایک جو کے بدلے نہ دے ڈالوں۔

حضرت آدمؑ کا دانہ گندم پر بہشت سے نکلنا معلوم۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ میرے باپ یعنے آدمؑ نے تو بہشت کی قیمت گندم کے دو دانے مقرر کی تھی۔ لیکن میں چونکہ خلف الرشید ہوں اس لئے باپ سے بھی دو قدم بڑھ گیا۔ اور بہشت کو ایک جو کے دانے کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔

خواجہ صاحب نے اِس شعر میں کمالِ استغنا ظاہر کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ میں بہشت کو ایک دانہ جو کے برابر بھی نہیں سمجھتا چونکہ جو سے شراب بھی بنتی ہے۔ اِس لئے جو کی قیمت بھی فی الحقیقت کچھ کم نہیں۔ دیکھو ت ۲/۲ ؎

اضافہ ہوئی مجھ سے گندم پہ مے   یہ بیٹے سے بھی اک خطا ہو گئی۔

ایک پُرانے قلمی دیوان میں دوسرا مصرعہ اس طرح ہے ع۔ من چرا باغِ جہاں را بجوے نفروشم۔

(۷) ترجمہ۔ میری خرقہ پوشی زیادہ دینداری کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ صد ہا پوشیدہ عیبوں کی پردہ پوشی کر رہا ہوں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ عموماً خرقہ پوش لوگ دینداری کی وجہ سے خرقہ استعمال نہیں کرتے۔ بلکہ خلقت پہ اپنی پرہیزگاری ظاہر کرنے اور اپنے عیبوں کو پوشیدہ کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں ؎

جامہ پے خرقہ خلق کردہ اند   از پے پوشیدنِ حق کردہ اند   (امیر خسرو)

(۸) ترجمہ۔ میں تو نہیں چاہتا کہ سوائے صاف شراب کے کوئی اور شراب پیوں۔ (لیکن) اگر پیرِ مغاں کی بات نہ سنوں تو کیا کروں۔

رواق۔ معرب راوک (۱) وہ کپڑا جس سے شراب صاف کرتے ہیں۔ (۲) مجازاً صاف کی ہوئی شراب۔ مطلب یہ ہے کہ میں تو صاف شراب پینا چاہتا ہوں۔ لیکن اگر پیرِ مغاں دُرد نوشی کا حکم دے تو بھی حکم عدولی نہیں ہو سکتی۔

(۹) ترجمہ۔ اگر مجلس کا مطرب اسی طرح سے عشقیہ نغمہ سرائی کریگا۔ تو حافظ کے شعر سماع کیوقت مجھے بے ہوش کر دینگے۔

وست۔ قاعدہ۔ طریقہ۔ آئین۔ روش۔ طرز۔ **رہ زدن**۔ نغمہ سرائی کرنا۔ گانا۔

غزل (۵۲)

گرچہ افتاد ز زلفش گرہی در کارم	۱	ہمچناں چشم کشاد از کرمش میدارم
بطرب حمل مکن سرخی رویم کہ چو جام	۲	خونِ دل عکس بروں میدہد از رخسارم
پردہ مطربم از دست بروں خواہد برد	۳	آہ اگر زانکہ دراں پردہ نباشد بارم

منم آن شاعر ساحر که با فسوں سخن	۴	از نی کلک ہمہ شہد و شکر میبارم
بصد امید نہادیم دریں بادیہ پای	۵	ای دلیل دل گم گشتہ فرد مگزارم
چوں منش در گذر باد نمے یارم دید	۶	باکہ گویم کہ بگوید سخنے با یارم
دیدۂ بخت بافسانۂ او شد درخواب	۷	کو نسیمے ز عنایت کہ کند بیدارم

(۸)	دوش میگفت کہ حافظ ہمہ رویست و ریا بجز از خاک درت باکہ بگو رو آرم	(۸)

(۱) ترجمہ۔ اگرچہ اس کی زلف سے میرے کام میں گرہ پڑگئی ہے۔ تو بھی مجھے اس کے کرم سے کشایش کار کی امید ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہر چند میں ابھی تک ناکام ہوں۔ لیکن اس کے کرم سے کشایش کا اُمیدوار ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ میرے چہرہ کی سُرخی کو خوشی پر محمول نہ کر کیونکہ جام مے کی طرح میرے دل کے خون کا عکس میرے رخسار سے ظاہر ہو رہا ہے۔

جس طرح جام مے خود سرخ نہیں ہوتا بلکہ شراب کی سُرخی کا عکس ہوتا ہے۔ اسی طرح میرے چہرہ کی سُرخی بھی میری خوشحالی کی دلیل نہیں اور نہ میرا چہرہ حقیقت میں سُرخ ہے۔ بلکہ خونِ دل کا عکس ہے۔

(۳) ترجمہ۔ مطرب کا پردہ مجھے بے خود کریگا۔ افسوس اگر اس پردہ میں بھی مجھے باریابی نصیب نہ ہوئی۔

پردہ مطرب سے مراد سرود۔ پردہ ساز۔ مطلب یہ ہے کہ مطرب کا سرود تو مجھے بے خود کر دیگا۔ لیکن افسوس ہوگا۔ اگر پردۂ اسرارِ معرفت میں مجھے باریابی حاصل نہ ہوئی۔

(۴) ترجمہ۔ میں وہ جادو نگار شاعر ہوں۔ کہ میرے سخن کے افسوں سے۔ میرے قلم کے نے سے شہد اور شکر نکلتے ہیں۔

اپنی شیریں کلامی اور سحر نگاری کی تعریف ہے۔

(۵) ترجمہ۔ ہم نے اس جنگل میں سو امیدوں کے ساتھ قدم رکھا ہے۔ اے دلِ گم شدہ کے رہنما مجھے چھوڑ نہ دینا۔

(۶) ترجمہ۔ جب میں اس کو ہوا کی راہ میں بھی نہیں دیکھ سکتا۔ تو میں کس کو کہوں کہ میرے معشوق کو جاکر کوئی بات کہے۔

مطلب یہ ہے کہ جہاں میرا معشوق ہے وہاں ہوا بھی نہیں پہنچ سکتی۔ پھر ایسا قاصد کون ہے جو میرا پیغام جاکر اسے پہنچائے۔

(۷) ترجمہ۔ اس کے افسانہ سے بخت کی آنکھ سو گئی ہے۔ نسیمِ عنایت کہاں ہے کہ مجھے آکر بیدار کرے۔

یعنے اس کی عنایت کی نسیم آکر میرے بختِ خوابیدہ کو بیدار کرے۔

(۸) ترجمہ۔ کل وہ کہتا تھا۔ کہ اے حافظ یہ تمام ردی وریا ہے۔ کہو کہ میں تیرے دروازہ کی خاک کے سوا اور کہاں جاؤں۔

دوسرا مصرعہ جواب ہے۔ پہلے مصرعہ کے اعتراض کا۔

غزل (۵۳)

۱ گرچہ ما بندگان پادشہیم — پادشاہان ملک صبحگہیم

۲ گنج در آستین و کیسہ تہی — جام گیتی نما و خاک رہیم

۳ ہوشیار حضور و مست غرور — بحر توحید و غرقہ گنہیم

۴ شاہد بخت چون کرشمہ کند — ماش آئینہ رخ چو مہیم

۵ شاہ بیدار بخت را ہر شب — ما نگہبان افسر و کلہیم

۶ گو غنیمت شمار صحبت ما — کہ تو در خواب و ما بدیدہ گہیم

۷ ق شاہ منصور واقف ست کہ ما — روی ہمت بہر کجا کہ نہیم

۸ دشمنان را ز خون کفن سازیم — دوستان را قبای فتح دہیم

۹ رنگ تزویر پیش ما نبود — شیر سرخیم و افعی سیہیم

(۱۰) وام حافظ بگو کہ باز دہند — کردہ اعتراف و ما گوہیم (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ اگرچہ ہم بادشاہ کے غلام ہیں۔ لیکن ہم ملکِ صبحگاہ کے بادشاہ ہیں۔

خواجہ صاحب سحر خیز تھے اور حقیقت یہی ہے کہ سحر خیزی ایک بڑی سلطنت ہے دعائے صبح کی مقبولیت مشہور۔

(۲) ترجمہ۔ خزانہ آستین میں ہے اور جیب خالی ہے۔ ہم جامِ جہاں نما ہیں اور خاکِ راہ ہیں۔

یعنے ہم اگرچہ بظاہر فقیر ہیں لیکن بلحاظِ گنج اسرار کے ہم امیر ہیں۔ اسی طرح باوجود خاکسار ہونے کے ہمارا دل جامِ جہاں نما ہے۔

(۳) ترجمہ۔ ہم ہوشیارِ حضور ہیں اور مستِ غرور۔ بحرِ توحید ہیں اور گناہوں میں غرق ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ہم دنیا میں جو متاعِ غرور ہے۔ غافل ہیں۔ لیکن محبوبِ حقیقی کے حضور میں ہشیار ہیں کیونکہ باوجود گناہگار ہونے کے ہمارے اندر توحید کا سمندر ہے اور ہمارے دل میں توحید کی امانت موجود ہے۔

ان تینوں شعروں میں انسانی دل کی متضاد کیفیتوں کا ذکر ہے ایک ہی تصویر کے دو مختلف رخ دکھائے گئے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ بخت کا معشوق جب جلوہ دکھائے۔ تو ہم اس کے چاند جیسے چہرہ کا آئینہ ہیں۔

شاہدِ بخت کی جلوہ نمائی کی آرزو ہے۔

(۵) ترجمہ۔ بیدار بخت بادشاہ کے لئے ہر رات۔ ہم تاج و کلاہ کے نگہبان ہیں۔

یعنے شاہِ بیدار بخت (شاہ منصور) کے تاج و کلاہ کی سلامتی کے لئے رات بھر ہم دعا کرتے ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ اسے کہو کہ ہماری صحبت کو غنیمت سمجھے۔ کہ تو سویا ہے اور ہم (دیدگاہ میں ہیں) پاسبانی کر رہے ہیں۔

دیدہ گاہ یا دیدگاہ۔ دیدبان یا پاسبان کے بیٹھنے کی جگہ۔

(۷) و (۸) ترجمہ۔ منصور جانتا ہی کہ ہم جس جگہ روئے ہمت رکھتے ہیں۔ دشمنوں کے لئے خون کا کفن تیار کرتے ہیں۔ اور دوستوں کو فتح کی قبا دیتے ہیں۔

یہ دو نو شعر قطعہ بند ہیں۔ **شاہ منصور** کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۹ سوانح عمری مطلب یہ ہے کہ ہماری دُعا سے بادشاہ کے دشمن تباہ اور دوست ظفر یاب ہوتے ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ دھوکے کا رنگ ہمارے پاس نہیں ہے۔ ہم سُرخ شیر اور سیاہ سانپ ہیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ کہو کہ حافظ کا قرض ادا کر دیں۔ تونے خود اعتراف کیا ہے اور ہم گواہ ہیں۔

شاہِ منصور سے صلہ کا ہلکا سا تقاضا ہی۔ فرماتے ہیں کہ ہمارا قرض ادا کر دو ہم خود گواہ ہیں کہ آپنے یہ قرض اپنی ذمہ تسلیم کیا تھا۔ خواجہ صاحب خود ہی مدعی ہیں اور خود ہی گواہ۔ منصور۔ بادشاہ مدعا علیہ ہی جو دعویٰ کا اقبال کرتا ہی۔ غالباً ڈگری ہوگئی ہوگی۔

غزل (۵۴)

گر دست دہد خاکِ کفِ پای نگارم	۱	بر لوحِ بصر خطِ غبارے بنگارم

۲	پروانهٔ او گر برسد در طلب جاں	چوں شمع ہماں دم بدمی جان بسپارم
۳	گر قلب دلم را ننهد دوست عیاری	من نقد رواں در رہش از دیدہ ببارم
۴	دامن مفشان بر من خاکی کہ پس از مرگ	زیں در نتواند کہ برد باد غبارم
۵	از بوی کنار تو شدم غرقهٔ امید	از موج سرشکم کہ رساند بکنارم
۶	زلفین سیاہ تو بدلداری عشاق	دادند قرارے و ببردند قرارم
۷	امروز مکش سرز وفای من و اندیش	زاں شب کہ من از غم بدعا دست برآرم
۸	ای ساقی ازاں بادہ یکے جرعہ بیاور	کاں بوی شفا میدہد از رنج خمارم
(۹)	حافظ لب لعلش چو مرا جان عزیزست عمری بود آں لحظہ کہ جاں را بلب آرم	(۹)

(۱) ترجمہ۔ اگر معشوق کے کفِ پا کی خاک میرے ہاتھ لگ جائے۔ تو لوحِ چشم پر خطِ غباری تحریر کرونگا۔

خطِ غبار۔ جلی حروف کی تحریر جو غبار کی مانند نظر آتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ اول یہ حروف کی حدود قایم کرکے حروف کو سیاہ کرنے کی بجائے حدود کے اندر نہایت باریک قلم سے کچھ تحریر کرکے ان حدود کو پر کر دیا جاتا ہے۔ دوم یہ کہ حروف کی حدود کے اندر بجائے سیاہی کے باریک باریک نقطے بھر دیتے ہیں۔ اس تحریر کے حروف بالکل غبار کی طرح نظر آتے ہیں۔ (ارژنگ چین)

شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر پائے معشوق کی خاک مل جائے۔ تو اس کو سرمہ کی بجائے آنکھوں میں لگاؤں خاک اور غبار۔ خطِ غبار اور لوح۔ نگار کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ اگر اس کا حکم جان کی طلبی کے لئے پہنچے۔ تو شمع کی طرح اسی وقت ایک دم میں جان قربان کر دوں۔

پروانہ اور شمع میں صنعت ایہام۔ شمع کا دم سے بجھ جانا ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ اگر معشوق میرے دل کے کھوٹے نقد کو کسی قیمت کا نہ سمجھے۔ تو میں اس کی راہ میں آنکھوں سے نقدِ رواں بہادونگا۔

قلب۔ (۱) کھوٹا سکہ (۲) دل۔ لہذا قلب اور دل کی رعایت ظاہر۔ عیار۔ دھاتوں اور سکوں کا خالص ہونا قیمتی ہونا۔ نقدِ رواں جاری اور خالص سکہ۔ یہاں مراد (۱) آنسو (۲) جان۔ مطلب یہ ہے کہ اگر معشوق میرے نقدِ دل کو کسی قیمت کا نہ سمجھے۔ تو میں نقدِ جان بھی اس کی راہ میں قربان کرنے کو تیار ہوں یا اس کے رستہ پر اشکباری

کرونگا ۔ قلب ۔ دل ۔ عیار ۔ نقد ۔ رواں کا مقابلہ ظاہر اور رعایت ظاہر ۔

(۴) ترجمہ ۔ مجھ خاکسار کو چھوڑ کر نہ جا کہ مرنے کے بعد بھی میرے غبار کو ہوا تیرے دروازہ سے اُڑا کر لیجا سکے گی ۔

دامن افشاندن ۔ الگ ہو جانا ۔ چھوڑ دینا ۔ سفر کرنا ۔ ترک کر دینا ۔ مُنہ پھیر لینا ۔ مطلب یہ ہے کہ مر کر میری خاک بھی تیرے دروازہ سے نہیں اٹھے گی تو مجھے کس لئے چھوڑ کر جاتا ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ تجھ سے ہمکنار ہونے کی آرزو میں (بحر) امید میں غرق ہو گیا میرے آنسوؤں کی موج سے مجھے کون کنارے پر پہنچائے ۔

یعنے تیرے وصل کی امید میں اشکباری کر رہا ہوں کون ہے جو مجھے آنسوؤں کے سیلاب سے کنارے پر پہنچائے ۔

کنارا اور غرقہ میں صنعت ایہام ہے اور کنار و کنارہ میں صنعت تجنیس تام ۔

(۶) ترجمہ ۔ تیری دو سیاہ زُلفوں نے عاشقوں کی دلداری کا وعدہ کیا اور میرا صبر و قرار لے گئیں ۔

قرار و قرار میں صنعت تجنیس ۔ دادند و بہ بردند کا مقابلہ لطیف ۔

(۷) ترجمہ ۔ آج میرے ساتھ وفاداری کرنے سے انکار نہ کر اور اس رات سے ڈر کہ میں غم کی وجہ سے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاؤں ۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن   اجابت از درحق بہر استقبال مے آید ۔ سعدی

(۸) ترجمہ ۔ اے ساقی اس شراب کا ایک گھونٹ لا ۔ جو مجھے رنج خمار سے شفا کی امید دلاتی ہے ۔

(۹) ترجمہ ۔ اے حافظ جب اُس کا لب لعل میرے لئے جان عزیز کے برابر ہے ۔ تو میں اس لحظہ کو عمر شمار کرونگا ۔ جب جان کو لب لاؤنگا ۔ پہلے مصرعہ کے بیان کے مطابق دوسرے مصرعہ میں لفظ جان سے مراد لب لعل ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ جب معشوق کا لب لعل میرے لب کے ساتھ ملے گا میں اس ایک لحظہ کو تمام عمر کے برابر سمجھونگا ۔ عام محاورہ میں جاں بلب آمدن سے مراد قریب المرگ ہونا ۔ مرنا ۔ لہذا عمر اور جان بلب آمدن کا مقابلہ لطیف ۔

غزل (۵۵)

گر دست رسد در خم زلفیں تو بازم	۱	چوں گوی چہ سرہا کہ بچوگان تو بازم
زلف تو مرا عمر عزیز ست و لے نیست	۲	در دست سر موی ازاں زلف درازم
پروانہ راحت بدہ ای شمع کہ امشب	۳	از آتش دل پیش تو چوں شمع گدازم
چون نیست وجود من آلودہ نمازی	۴	در میکدہ زاں کم نہ شود سوز و گدازم

درمسجد و میخانہ خیالت اگر آید	۵	محراب کمانخانہ ابروے تو سازم
گرخلوت مارا شبی از رخ بفروزی	۶	چون صبح در آفاق جہان سربفرازم
آن دم کہ بیک خندہ دہم جان چو صراحی	۷	مستان تو خواہم کہ گذارند نمازم
محمود بود عاقبت کار دریں راہ	۸	ور سر برود در سر سودای ایازم

(۹) حافظ غم دل با کہ بگویم کہ دریں دور
جز جام نشاید کہ بود محرم رازم (۹)

(۱) ترجمہ۔ اگر تیری زلفوں کے خم میں پھر میرا ہاتھ پہنچ جائے۔ تو گیند کی طرح کتنے ہی سر میں تیری چوگان سے اڑاؤں گا۔

(۲) ترجمہ۔ تیری زلف میرے لئے عمر عزیز ہے۔ لیکن اس زلف دراز سے میرے ہاتھ میں ایک بال بھی نہیں۔

(۳) ترجمہ۔ اے شمع (معشوق) راحت کا حکم بھیج کہ آج رات دل کی آگ سے شمع کی طرح تیرے سامنے گھلتا ہوں
شمع اور پروانہ میں صنعت ایہام۔ پہلے مصرعہ میں شمع سے مراد معشوق۔

(۴) ترجمہ۔ چونکہ مجھ آلودہ کا وجود پاک نہیں ہے۔ اس لئے میکدہ میں میرا سوز و گداز کم نہیں ہوتا۔

نمازی۔ پاک۔ صاف۔

(۵) ترجمہ۔ اگر مسجد اور میخانہ میں تیرا خیال آجائے۔ تو تیرے ابرو کے کمان خانہ کو محراب بنادوں۔

(۶) ترجمہ۔ اگر تو کسی رات ہماری خلوت کو اپنے چہرہ سے روشن کرے۔ تو میں صبح کی طرح آفاقِ جہاں میں سربلند کروں گا۔
شب اور صبح۔ بفروزی۔ اور بفرازم کا مقابلہ لطیف۔

(۷) ترجمہ۔ جس وقت صراحی کی طرح ایک ہنسی میں جان دے دوں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تیرے مست میری نماز جنازہ پڑھیں۔
صراحی سے شراب نکلنے کی آواز کو خندہ کہا ہے اور شراب کو صراحی کی جان۔ لہٰذا تشبیہ ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ اس راہ میں انجام کار نیک ہو۔ خواہ ایاز کے سودا میں میرا سر بھی چلا جائے۔
مطلب یہ ہے کہ راہِ عشق میں انجام بخیر ہونا چاہیئے۔ اس بات کی کچھ پرواہ نہیں۔ کہ معشوق کے سودا میں عاشق کی جان چلی جائے۔ ایاز۔ سلطان محمود غزنوی کا غلام اور معشوق تھا۔ یہاں مراد مطلق معشوق۔
محمود اور ایاز میں صنعت ایہام ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ دل کا غم کس سے کہوں کہ اس زمانہ میں جام مے کے سوا اور کوئی میرا محرم راز نہیں ہونا چاہیئے۔

غزل (۵۶)

گرمن از سرزنش مدعیاں اندیشم	۱	شیوهٔ مستی و رندی نرود از پیشم
زہد رنداں نوآموختہ راہے بازنیست	۲	منکہ بدنام جہانم چہ صلاح اندیشم
شاہ شوریدہ سراں خواں من بیساماں را	۳	زانکہ در کم خردی از ہمہ عالم بیشم
بر جبیں نقش کن از خون دل من خالے	۴	تا بدانند کہ قربان تو کافر کیشم
اعتقادے بنما و بگذر بہر خدا	۵	تا ندانی کہ دریں خرقہ چہ نادرویشم
شعر خونبار من ای دوست بر یار بخواں	۶	کز مژگان سیہ بر رگ جان زد نیشم
دامن از رشحہ خون دل ما در رہ ہم چیں	۷	کہ اثر در تو کند گر بخراشی ریشم

(۸) من اگر رندم و گر شیخ چہ کارم با کس
حافظ راز خود و عارف وقت خویشم (۸)

(۱) ترجمہ۔ اگر میں مدعیوں کی سرزنش سے ڈروں تو مستی اور رندی کا شیوہ مجھ سے پُورا نہ ہو سکے گا۔
مطلب یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کے طعنوں اور دشمنوں کی سرزنش سے ڈرے وہ کامل رند نہیں ہو سکتا۔ پروردگار نے بھی اپنے خاص بندوں کی تعریف میں فرمایا ہے کہ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ (مائدہ) اور وہ نہیں ڈرتے ملامت کرنے والوں کی ملامت سے۔

(۲) ترجمہ۔ نوآموختہ رندوں کا زاہد کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ لیکن میں جو تمام جہان میں بدنام ہو چکا ہوں۔ صلاحیت کا کیا خیال کروں۔
مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو ابھی نئے رند بنے ہیں اور اس سلسلہ میں تھوڑی مدت سے قدم رکھا ہے۔ وہ اگر رندی چھوڑ کر زاہد بن جائیں تو کچھ مضائقہ کی بات نہیں۔ لیکن میں پُرانا رند ہوں۔ تمام جہان میں بدنام ہو چکا ہوں۔ میں اب رندی کو کس طرح چھوڑ سکتا ہوں۔ اور زہد و صلاح کیسے اختیار کر سکتا ہوں۔ (حقیقت میں نوآموز رندوں پر حملہ ہے)

(۳) ترجمہ۔ مجھ بے سامان کو شوریدہ سروں کا بادشاہ کہہ کیونکہ بے عقلی میں تمام جہان سے میں بڑھکر ہوں۔
یعنے میں دیوانگانِ عشق کا بادشاہوں۔ کیونکہ سب سے زیادہ بے عقل ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ میرے دل کے خون سے اپنی جبین پر خال بنا۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ میں تجھ کافر مذہب پر قربان ہوں۔

خال سے یہاں مراد وہ تلک یا ٹیکا جو ہندو لوگ ماتھے پر لگاتے ہیں۔ قشقہ بھی کہتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اے بت کافر تو اپنی پیشانی پر قشقہ کسی رنگ سے نہیں بلکہ میرے دل کے خون سے لگا۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ میں تجھ کافر پر قربان ہو گیا ہوں ؎

عشقِ ہندو بچہ کرد مرا زار و ضعیف　　صندلِ قشقہ شدم رشتۂ زنار شدم۔ (نعمت خاں عالی)

(۵) ترجمہ۔ اعتقاد ظاہر کر اور خدا کے لئے درگذر کر۔ تاکہ تو نہ جانے کہ اس خرقہ میں میں کیسا نادرویش ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میں خرقہ پوش ہوں اور درویش نظر آتا ہوں۔ لیکن حقیقت میں میں بالکل درویش نہیں۔ درویشی کے خلاف اوصاف مجھ میں موجود ہیں۔ اس لئے خدارا مجھ سے درگذر کر اور میری ظاہری درویشی پر ہی اعتقاد رکھ تاکہ تجھے معلوم نہ ہو جائے کہ میں خرقۂ درویشی میں نادرویش ہوں۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو م ۳۲/۷ ۔

(۶) ترجمہ۔ اے دوست میرے خونبار شعر اس معشوق کو جا کر سنا۔ جس نے سیاہ پلکوں سے میری جان کی رگ پر زخم لگایا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ ہمارے دل کے خون کے قطروں سے دامن بچا کر رکھ۔ کیونکہ اگر تو میرے زخم کو چھیڑے گا تو تجھ پر بھی اثر ہو گا۔

یعنے تیرا دامن بھی خون سے آلودہ ہو جائے گا۔

(۸) ترجمہ۔ میں خواہ رند ہوں خواہ شیخ مجھ کو کسی سے کیا کام۔ اپنے راز کی حفاظت کرنے والا اور اپنے وقت کو پہچاننے والا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ میں اپنے راز اور وقت کو بخوبی جانتا ہوں اور اپنی نیکی بدی پہچانتا ہوں۔ خواہ رند ہوں۔ خواہ شیخ۔ مجھے کسی سے کیا کام اور کسی کو مجھ سے کیا غرض۔

غزل (۵۷)

۱	ما بر آریم شبے دست و دعائی بکنیم	غم ہجراں ترا چارہ ز جائی بکنیم
۲	دل بیمار شد از دست رفیقاں مددے	تا طبیبش بسر آریم و دوائی بکنیم
۳	خشک شد بیخ طرب راہ خرابات کجاست	تا دراں آب و ہوا نشو و نمائی بکنیم
۴	آنکہ بیجرم برنجید و بہ تیغم زد و رفت	بازش آرید خدا را کہ صفائی بکنیم
۵	در رہ نفس کزو سینۂ ما بتکدہ شد	تیر آہے بکشائیم و غزائی بکنیم

کارِ صعبست مبادا کہ خطائی بکنیم طلبِ سایۂ میمونِ ہمائی بکنیم	۶ ۷	مدد از خاطرِ رندان طلب ای دل ورنہ سایۂ طائرِ کم حوصلہ کارے نکند	
(۸)	دلم از پردہ بشد حافظِ خوش لہجہ کجاست تا بقول و غزلش ساز و نوائی بکنیم	(۸)	

(۱) ترجمہ۔ ہم ایک رات ہاتھ اٹھائیں اور دعا کریں تیرے ہجر کے غم کا علاج کسی جگہ سے کریں۔
کسی جگہ یعنی دعا کے ذریعے سے۔

(۲) ترجمہ۔ اے دوستو مدد کرو کہ میرا بیمار دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ تاکہ طبیب کو اُسکے پاس لے آئیں اور کوئی دوا کریں۔
اس مضمون کے لئے دیکھو شعر الف ۳/۱

(۳) ترجمہ۔ خوشی کی جڑ خشک ہوگئی ہے۔ خرابات کا رستہ کدہر ہے۔ تاکہ اس آب ہوا میں اس کی نشو و نما کریں۔
یعنے درختِ طرب کی جڑ خشک ہو گئی ہے۔ شراب خانہ کے پانی سے اسے سرسبز کریں۔ حاصل کلام یہ کہ ہم مغموم ہیں شراب سے غم غلط کریں۔

(۴) ترجمہ۔ وہ جو بغیر جرم کے مجھ سے ناراض ہوگیا مجھے تلوار سی مارا اور چلا گیا۔ خدا کے لئے اُسے واپس لاؤ کہ صفائی کرلیں۔
یعنے معشوق مجھ سے بیگناہ ناراض ہوا اور تلوار سے مار کر چلا گیا اسے واپس لاؤ کہ باہم صلح و صفائی کرلیں۔

(۵) ترجمہ۔ نفس کی راہ میں جس سے ہمارا سینہ بتکدہ بن گیا ہے۔ آہ کا تیر چلائیں اور غزا کریں۔
نَفْس بفتح اول و سکون ثانی۔ نفس تین قسم کا ہے (۱) نفس امارہ (۲) نفس لوامہ (۳) مطمئنہ۔ یہاں نفس امارہ مراد ہے۔ جو لذت و حظوظ فانی ممنوعہ کیطرف حکم کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ (یوسف) غزا۔ دشمن دین کے ساتھ جنگ کرنا۔ مذہبی اغراض کیلئے لڑائی۔ شعر کا مطلب یہ ہے۔ نفس امارہ کو جو دشمن دین ہے مارنے کیلئے غزا کریں اور اسے آہوں کے تیروں سے قتل کریں (یعنے آہِ انفعال سے اپنے گناہوں کو بخشوائیں) نفس امارہ فی الحقیقت بمنزلہ ایک بت کے ہے اور اس کا مطیع بُت پرست ہوتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

مادرِ بتہا بتِ نفسِ شماست — زانکہ آں بت مار وایں بت اژدہاست
آہن و سنگ است نفس و بت شرار — واں شرار از آب میگیرد قرار
سنگ و آہن ز آب کے ساکن شود — آدمی با ایں دو کے ایمن شود

بُت سبو آب ست در کوزه نہاں　　　　نفس مر آب سیاه را چشمہ داں

بُت شکستن سہل باشد نیک سہل　　　　سہل دیدن نفس را جہل ست جہل

خواجہ صاحب نے نفس امارہ کو مارنے کا نام غزا رکھا ہے مولانا روم اس کو جہاد الاکبر کہتے ہیں۔

اے شہاں کشتیم ما خصم بروں　　　　ماند خصمے زو بتر در اندروں

خصم بیروں قصد جاں ماں کند　　　　نفس قصد بردن ایمان کند

چونکہ واگشتم ز پیکار بروں　　　　روی آوردم بہ پیکار دروں

قد رجعنا من جہاد الاصغریم　　　　با عدو اندر جہاد الاکبریم

سہل شیرے دانکہ صفہا بشکند　　　　شیر آنست آنکہ خود را بشکند

خواجہ صاحب نفس کے بُت کو توڑنے کے لئے تیر آه استعمال کرتے ہیں۔ شیخ محمد ابراہیم ذوق کا شعر ہے ؎

بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا　　　　نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

(۶) ترجمہ۔ اے دل رندوں کے دل سے مدد طلب کر ورنہ یہ کام مشکل ہے ایسا نہ ہو کہ ہم کوئی غلطی کر جائیں۔
مطلب یہ ہے کہ راہ عشق میں سالک کی امداد اور رہنمائی ضروری ہے ورنہ گمراہی کا اندیشہ ہے۔

(۷) ترجمہ۔ کم حوصلہ پرندے کا سایہ کچھ فائدہ نہیں پہنچاتا ہم کسی ہما کے مبارک سایہ کی طلب کرتے ہیں
ہما۔ ایک پرندے کا نام جو ہڈیاں کھاتا ہے اور جس کی نسبت مشہور ہے کہ جس شخص کے سر پر اُس کا سایہ پڑ جائے وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر کس و ناکس سے فائدہ کی امید نہ رکھ کسی کامل رہبر کی تلاش کر۔

(۸) ترجمہ۔ میرا دل پردہ سے باہر ہو گیا۔ خوش لہجہ حافظ کہاں ہے تا کہ اُسکے قول و غزل سے ساز و نوا کا انتظام کریں۔
مطلب یہ ہے کہ میرا دل پریشان ہو گیا ہے اور طبیعت ناموزوں۔ حافظ کہاں ہے کہ اس کی غزلوں سے ساز و نوا کا کچھ انتظام کریں

غزل (۵۸)

ما سرخوشان مستِ دل از دست داده ایم　　۱　　همراز عشق و هم نفس جام باده ایم

بر ما بسی کمان ملامت کشیده اند　　۲　　تا کار خود ز ابروی جانان گشاده ایم

ای گل تو دوش جام صبوحی کشیده　　۳　　ما آن شقایقیم که با داغ زاده ایم

پیرِ مغاں ز توبۂ ما گر ملول شد	۴	گو بادہ صاف کن کہ بعذر ایستادہ ایم
کار از تو میرود مددی اے دلیلِ راہ	۵	انصاف میدہیم کہ از رہ فتادہ ایم
چوں لالہ می مبین و قدح درمیاں کار	۶	ایں داغ بیں کہ بر دلِ خونیں نہادہ ایم

(۷) گفتی کہ حافظا ایں ہمہ رنگ و خیال چیست
نقشِ غلط مخواں کہ ہماں لوح سادہ ایم (۷)

(۱) ترجمہ۔ ہم سرخوش مستوں نے دل ہاتھ سے دیدیا ہے۔ ہم عشق کے ہمراز اور جام بادہ کے ہم نفس ہیں۔
سرخوش اور مست کے لئے دیکھو شعر ۲۳/۱

(۲) ترجمہ۔ لوگوں نے ہم پر ملامت کی بہت کمانیں کھینچی ہیں۔ جب سے کہ ہم نے معشوق کے ابروسے کشائش کار حاصل کی ہے۔
کمان اور ابرو کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ اے پھول تو نے کل شرابِ صبح پی ہے۔ ہم وہ گل لالہ ہیں کہ داغ کے ساتھ پیدا ہوئے ہیں۔
شقایق۔ گل لالہ۔ یہ لفظ بمعنے جمع و مفرد ہر دو استعمال ہوتا ہے۔ مجازاً بمعنے مطلق گل۔ شقایق نعمان لالہ کی ایک خاص قسم ہے۔ جس کا پھول نہایت سرخ ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پھول تو ابھی عشق میں نو آموز ہے۔ اور خوش فہم ہے۔ اس نے تو ابھی کل شراب پی ہے۔ لیکن ہم روزِ ازل سے عاشق ہیں اور لالہ کی طرح داغ عشق لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ نو آموز اور ازلی عاشقوں کا مقابلہ کیا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ پیرِ مغاں ہماری توبہ سے اگر ملول ہو گیا ہے تو اسے کہو کہ پیالہ (یا شراب) صاف کرے کہ ہم عذر کے لئے تیار ہیں۔
یعنے اگر ہماری توبہ سے پیرِ مغاں ناراض ہے تو ہم توبہ کو توڑنے پر تیار ہیں اور شراب پینے پر رضامند۔

(۵) ترجمہ۔ اے رہنما مدد کر کہ تجھ سے ہی کام چلے گا۔ ہمارا انصاف کر کہ ہم رستہ سے بھٹک گئے ہیں۔
میدہم یعنے میدہی مرا۔

(۶) ترجمہ۔ لالہ کی طرح شراب اور پیالہ کو درمیان نہ دیکھ۔ یہ داغ دیکھ جو ہمارے خونیں دل پر لگا ہے۔
گلِ لالہ شکل میں پیالہ سے مشابہ ہوتا ہے اور اس کے اندر ایک داغ ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گل لالہ کی طرح میرے دل پر بھی ایک داغ ہے اسے دیکھ۔ شراب اور پیالہ کو کیا دیکھتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ میری شراب نوشی پر اعتراض نہ کر۔ میرے دل کی طرف دیکھ کہ اس کی کیا حالت ہے۔

(۷) ترجمہ: تونے کہا ہے کہ اے حافظ یہ تمام رنگ وخیال کیا ہے۔ غلط نقش نہ پڑھ کہ ہم وہی سادہ تختی ہیں۔

دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کا جواب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ تمام رنگ وخیال جو تجھے نظر آتے ہیں نقش غلط ہیں۔ وہمی تصویریں ہیں۔ جو حقیقت میں ہم وہی لوحِ سادہ ہیں جیسے کہ تھے۔ اور یہ تمام نقش ورنگ وجودِ مطلق کے انوار کے پرتو اور عکس ہیں۔

حقیقت کز تعین شد معین — تو اورا در عبارت گفتۂ من

من و تو عارضِ ذاتِ وجودیم — مشبکہائے مشکاتِ وجودیم

غزل (۵۹)

۱. ما ورد سحر بر درِ میخانہ نہادیم — اوقاتِ دعا در رہِ جانانہ نہادیم

۲. سلطانِ ازل گنجِ غمِ عشق بما داد — تا روی دریں منزلِ ویرانہ نہادیم

۳. در خرقہ صد عاقل و زاہد زند آتش — ایں داغ کہ ما بر دلِ دیوانہ نہادیم

۴. در دل ندہم رہ پس ازیں مہرِ بتاں را — مہرِ لبِ او بر درِ ایں خانہ نہادیم

۵. چوں میرود ایں کشتیِ سرگشتہ باخر — جاں در سرِ ایں گوہرِ یکدانہ نہادیم

۶. المنۃ للہ کہ چو ما بیدل و دیں بود — آں را کہ خرد پرور و فرزانہ نہادیم

۷. در خرقہ ازیں بیش منافق نتواں بود — بنیاد ازیں شیوۂ رندانہ نہادیم

(۸) قانع بخیالے ز تو بودیم چو حافظ — یارب چہ گدا ہمت و شاہانہ نہادیم (۸)

(۱) ترجمہ۔ ہم نے صبح کے ورد کو میخانہ کے دروازہ پر رکھدیا۔ دعا کے اوقات کو معشوق کی راہ میں ڈالدیا۔

مطلب یہ ہے کہ ہم نے وردِ صبح اور دعا کے حاصل کو شراب اور شاہد پہ نثار کردیا۔

(۲) ترجمہ۔ سلطانِ ازل نے غمِ عشق کا خزانہ ہم کو دیا۔ جب کہ ہم نے اس منزلِ ویران کی طرف رُخ کیا۔

یعنے دُنیا میں آتے وقت سلطانِ ازل نے ہم کو غمِ عشق کا خزانہ دیا۔

(۳) ترجمہ۔ سو زاہدوں اور عقلمندوں کے خرقہ کو آگ لگا دیگا۔ یہ داغ جو ہم نے اپنے دلِ دیوانہ پر لگایا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ داغِ عشق جو ہمارے مجنوں دل پر ہے۔ عقل اور زہد سے بدرجہا افضل ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اس کے بعد معشوقوں کی محبت کو دل میں رستہ نہیں دونگا۔ ہم نے اس گھر کے دروازہ پر اس کے لب کی مہر لگادی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ اب ہمارے دل پر ہمارے معشوق کی مہر لگ چکی ہے۔ اس کے بغیر اب کسی اور معشوق کی محبت ہمارے دل میں اثر نہیں کر سکتی۔

(۵) ترجمہ۔ دیکھئے یہ سرگشتہ کشتی آخر کس طرح جاتی ہے۔ ہم نے تو اس گوہر یکدانہ کے خیال میں جان رکھدی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ ہم بحرِ عشق میں اس دُرِ یتیم کی جستجو میں جان دینے کو تیار ہیں۔ دیکھئے ہمارے وجود کی سرگشتہ کشتی کا انجام کیا ہو۔

(۶) ترجمہ۔ خدا کا احسان ہے کہ وہ شخص بھی ہماری طرح ہی بیدل و دین ثابت ہوا جس کو ہم نے خردمند اور دانا سمجھا۔
مطلب یہ ہے کہ نہ صرف دیوانے بلکہ فرزانے بھی اس کے عشق میں دل و دین ہار دیتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ خرقہ میں اس سے زیادہ منافق نہیں ہوا جاتا۔ ہم نے اس کی بنیاد اس رندانہ شیوہ سے رکھی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ خرقہ پوش ہو کر منافق بننا ہمارے لئے تو بہت مشکل ہے۔ اس لئے ہم نے شیوۂ رندی اختیار کیا ہے۔ ظاہر خرقہ پوش اگر منافق رہ سکتا ہے تو رہے۔

(۸) ترجمہ۔ ہم حافظ کی طرح تیرے ایک خیال پر قانع تھے۔ یا رب ہم کیسے گدا ہمت اور شاہانہ طبیعت کے آدمی ہیں
مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے محبوب کے خیال میں مست رہتا ہے۔ وہ باوجود گدا ہونے کے بادشاہ ہے۔

غزل (۶۰)

ما دریں در نہ پی حشمت و جاہ آمدہ ایم	۱	از بد حادثہ اینجا بہ پناہ آمدہ ایم
رہرو منزل عشقیم و ز سرحد عدم	۲	تا با قلیم وجود ایں ہمہ راہ آمدہ ایم
سبزۂ خط تو دیدیم و ز بستان بہشت	۳	بطلبگاری ایں مہر گیاہ آمدہ ایم
با چنیں گنج کہ شد خازن او روح امیں	۴	بگدائی بدر خانۂ شاہ آمدہ ایم
لنگر حلم تو ای کشتی توفیق کجاست	۵	کہ دریں بحر کرم غرق گناہ آمدہ ایم
آبرو میرود ای ابر خطا پوش ببار	۶	کہ بدیوان عمل نامہ سیاہ آمدہ ایم

(۷)	حافظ این خرقۂ پشمینہ بینداز کہ ما از پی قافلہ با آتش و آہ آمدہ ایم	(۷)

(۱) ترجمہ۔ ہم اس دروازہ پر حشمت و جاہ کے لئے نہیں آئے۔ حادثہ کے ہاتھ سے اس جگہ پناہ کے لئے آئے ہیں۔
این در سے مراد درِ میخانہ۔ مطلب یہ ہے کہ حوادثِ زمانہ سے بچنے کے لئے ہم شرابخانہ میں آئے ہیں کیونکہ شراب غم ربا ہے یہ شعر خواجہ صاحب کے مشہور ترین اشعار میں سے ہے اور اکثر تحریر و تقریر میں استعمال ہوتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ ہم منزلِ عشق کے مسافر ہیں اور ملکِ عدم کی سرحد سے وجود کی ولایت تک یہ تمام رستہ طے کر کے آئے ہیں۔
بمصداقِ "کنت کنزاً مخفیاً الخ" آفرینشِ عالم کا باعث عشق ہوا ہے۔ شاہدِ حقیقی نے انسان کو سرحدِ عدم سے ملکِ وجود کی طرف اسی لئے راہی کیا کہ وہ اسے پہچانے اور اس کا عاشق ہو۔ گویا دنیا بھی منازلِ عشق میں سے ایک منزل ہے اس لئے عدم سے ہستی تک یہ دور کا رستہ عاشق کو طے کرنا پڑا۔ عارف جامی نے نہایت تفصیل اور توضیح کے ساتھ اس مضمون کو ادا کیا ہے ؎

دراں خلوت کہ ہستی بے نشاں بود — بکنجِ بیخودی عالم نہاں بود
وجودے بود از نقشِ دوئی دور — ز گفت و گوئے مائی و توئی دور
جمالِ مطلق از قیدِ مظاہر — بنورِ خویش ہم بر خویش ظاہر
صبا از طرہ اش نگسستہ تارے — نادیدہ چشمش از سرمہ غبارے
نوائے دلبری با خویش میساخت — قمارِ عاشقی با خویش مے باخت
ولے زانجا کہ حکمِ خوبرو ئیست — ز پردہ خوبرو در تنگ خوئیست
نکورو تابِ مستوری ندارد — چو در بندی سر از روزن برآرد
چو ہر جا ہست حسن اینش تقاضاست — نخست این جنبش از حسنِ ازل خاست
بروں زد خیمہ ز اقلیمِ تقدس — تجلے کرد بر آفاق و انفس
از دیک لمعہ بر ملک و ملک تافت — ملک سرگشتہ خود را چوں فلک یافت
ازاں لمعہ فروغے بر گل افتاد — ز گل شورے بجانِ بلبل افتاد
جمالِ اوست ہر جا جلوہ کردہ — ز معشوقانِ عالم بستہ پردہ

بہر پردہ کہ بینی پردگی اوست　　قضا جنبانِ ہر دل بردگی اوست

اسی مضمون پر ہے ؎

عدم سے جانبِ ہستی تلاشِ یار میں آئے　　اُمیدِ بوئے گل پر وادیٔ پُرخار میں آئے

(۳) ترجمہ۔ تیرے سبزۂ خط کو ہم نے دیکھا اور باغِ بہشت سے ہم اِس مہر گیاہ کی طلب میں یہاں آئے۔

مہر گیاہ یا مردم گیاہ۔ ایک گھاس ہے۔ اس کی جڑ انسانی صورت کی ہوتی ہے کہتے ہیں کہ جو شخص اسے اپنے پاس رکھے تمام دُنیا اس پر مہربان ہوتی ہے۔ خواجہ صاحب نے معشوق کے سبزۂ خط کو مہر گیاہ سے تشبیہ دی ہے اور فرماتے ہیں کہ ہم نے باغِ بہشت میں تیرے سبزۂ خط کو روئے زمین پر دیکھا اس لئے ہم بہشت کو چھوڑ کر زمین پر آگئے۔ دیکھو ص ۹/۴

(۴) ترجمہ۔ باوجود ایسا خزانہ پاس ہونے کے جس کا خزانچی روح الامین ہے۔ ہم بادشاہ کے گھر کے دروازہ پر گداگری کے لئے آئے ہیں۔

روحِ امین۔ روح الامین۔ روحِ مکرم۔ روح الاعظم۔ خطاب جبریل علیہ السلام۔ گنج سے مراد خزانۂ اسرارِ معرفت و حقیقت۔

(۵) ترجمہ۔ اے توفیق کی کشتی تیرے حلم کا لنگر کہاں ہے۔ کہ ہم اِس بحرِ کرم میں گناہوں میں غرق ہیں۔

خواجہ صاحب کشتیٔ توفیق کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ ہم اِس دریائے معاصی میں غرق ہوئے جاتے ہیں۔ ہم کو ساحل پر پہنچا۔ مطلب یہ ہے کہ اے کریم خطا پوش! تجھے توفیق حاصل ہے۔ ہم کو گناہوں سے بچا۔ اور ساحلِ نجات پر لے جا۔

(۶) ترجمہ۔ اے ابرِ خطا پوش! برس کہ میری آبرو جاتی ہے۔ کیونکہ ہم دیوانِ عمل میں سیاہ اعمال نامے لے کر آئے ہیں۔

دیوانِ عمل سے مراد وہ مقام جہاں قاضیٔ روزِ حساب بندوں کے اعمال کا حساب لیگا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم گنہگار ہیں۔ ہمارے اعمال نامے سیاہ ہیں۔ اے کریم خطا پوش تو اپنے ابرِ عفو و مغفرت سے ہمارے سیاہ اعمالناموں کو دھو دے اور ہمیں پاک و صاف کر دے۔

آبرو اور ابر کی رعایت ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ اس خرقۂ پشمینہ کو اُتار کر پھینک دے کیونکہ ہم قافلہ کے پیچھے آتشِ و آہ لیکر آتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ہم آتشِ عشق اور آہِ انفعال رکھتے ہیں۔ ہمیں زہدِ ظاہری کی ضرورت نہیں۔

غزل (۶۱)

ماز یاراں چشم یاری داشتیم	۱	خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم
تا درخت دوستی کی بر دہد	۲	حالیا رفتیم و تخمی کاشتیم
گفتگو آئین درویشی نبود	۳	ورنہ با تو ماجراہا داشتیم
شیوۂ چشمت فریب جنگ داشت	۴	ما غلط کردیم و صلح انگاشتیم
نکتہ ہا رفت و شکایت کس ندید	۵	جانب حرمت فرو نگذاشتیم
گلبن حسنت نہ خود شد دلفریب	۶	ما دم ہمت برو بگماشتیم
چوں نہادی دل بمہر دیگراں	۷	ما امید از وصل تو برداشتیم

(۸) گفت خود دادے بما دل حافظا
ما محصل بر کسے نگماشتیم (۸)

(۱) ترجمہ - ہم کو دوستوں سے دوستی کی امید تھی - لیکن جو کچھ ہم نے سمجھا غلط تھا -
یعنے دوستوں سے دوستی کی امید رکھنا غلط خیال ہے ؎

وقتِ بد میں نہ ہوا کوئی امیر آکے شریک ‏ ‏ ‏ یار سمجھا تھا میں جس کو وہ میرا یار نہ تھا

اسی مضمون پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ؎

أَخِلَّاءُ إِذَا اسْتَغْنَيْتُ عَنْهُمْ ‏ ‏ ‏ وَأَعْدَاءٌ إِذَا نَزَلَ الْبَلَاءُ

یعنے جب تو ان لوگوں سے مستغنی ہوتا ہے تو یہ تیرے دوست ہوتے ہیں اور جب مصیبت کا وقت آتا ہے تو دشمن بن جاتے ہیں ؎

تا جہانست از جہان اہلِ وفائے برنخاست ‏ ‏ ‏ نیک عہدے بر نیامد آشنائے برنخاست

گوئی اندر کشورِ یارے نخیزد وفا ‏ ‏ ‏ یا خود اندر ہفت کشور ہیچ جائے برنخاست

(۲) ترجمہ - دیکھیں دوستی کا درخت کیا پھل لاتا ہے - فی الحال ہم گئے ہیں اور بیج بو آئے ہیں -

یعنے ہم نے دوستی کا بیج بویا ہے۔ دیکھئے یہ درخت پھل کب لاتا ہے۔ خاقانی کی رائے میں تو دوستی کا بیج کبھی اُگتا ہی نہیں۔ بار آور ہونا تو بہت دور کی بات ہے ؎

باور مکن کز نخستیں تخمِ آدم تاکنوں
در زمین مردمی مردم گیاہے بر نخاست

(۳) ترجمہ۔ گفتگو کرنا آئینِ درویشی کے خلاف ہے۔ ورنہ تیرے ساتھ ہماری کئی باتیں تھیں۔

مطلب یہ ہے کہ شکوہ و شکایت درویشوں کے مناسبِ حال نہیں ہے۔ ورنہ کہنے کو بہت باتیں تھیں۔ بارگاہِ محبوبِ مطلق میں پابندیِ آئین ایسی ہی ہونی چاہیئے۔ لیکن ظاہر ہے کہ بعض اوقات عاشق بولنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال کا مشہور و معروف **شکوہ** اس مجبوری کی ایک نہایت عمدہ مثال ہے ؎

رات میخانہ میں اک گوشہ سے آئی تھی صدا
دل میں سب کچھ ہے مگر رخصتِ گفتار نہیں

اسی مضمون پر مرزا غالب کا شعر ہے ؎

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں
ورنہ کیا بات کر نہیں آتی۔

(۴) ترجمہ۔ تیری آنکھ کا شیوہ جنگ کا فریب رکھتا تھا۔ ہم نے غلط سمجھا اور اسے صلح خیال کیا۔

(۵) ترجمہ۔ کئی نکتے بیان ہوتے۔ لیکن شکایت کسی نے نہ دیکھی کیونکہ ہم نے حرمت کے پہلو کو نہ چھوڑا۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارے اور ہمارے محبوب کے درمیان کئی نکتے اور لطیفے ہوئے۔ لیکن ہماری گفتگو میں کسی کو شکایت نظر نہ آئی۔ وجہ یہ تھی کہ محبوب کے ساتھ گفتگو کے دوران میں ہم نے حرمت اور ادب کے قواعد کو ملحوظ رکھا۔ پہلے مصرعہ کا ترجمہ اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ کئی نکتے بیان ہوئے اور شکایتیں ہوئیں۔ لیکن کسی کو معلوم نہ ہو سکا کیونکہ ہم نے شکایت کے وقت بھی حرمت کے پہلو کو نظر انداز نہ کیا۔ بعض پرانے قلمی دیوانوں میں پہلا مصرعہ اس طرح ہے۔ ع نکتہ ہا رفت و شکایت کس نہ کرد۔

(۶) ترجمہ۔ تیرے حسن کا باغ خود بخود ہی دلفریب نہیں ہوا۔ بلکہ ہم نے اس پر ہمت کیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ دلفریبی جو معشوقوں کے حسن میں ہے۔ عاشقوں کے یمن و برکت سے ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ پیراں نے پرند مریداں ہمے پرانند۔ معشوق بھی ایک حد تک عاشقوں کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ جب تو نے دوسروں کی محبت میں دل لگایا تو ہم نے تیرے وصل کی امید منقطع کر دی۔

(۸) ترجمہ۔ معشوق نے کہا کہ اے حافظ تو نے خود ہمیں دل دیا ہے۔ ہم نے کسی پر محصل مقرر نہیں کیا تھا۔

محصل۔ وہ اہلکار جو سرکاری حاصلات ٹیکس وغیرہ جمع کرتا ہے۔ بکلکٹر۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے تم سے دل چھین کر نہیں لیا اور نہ کوئی محصل مقرر کیا تھا جو تم سے دل چھین لایا۔ تم نے خود برضا و رغبت ہم کو دل دیا۔ اب شکایت فضول ہے۔

غزل (۶۲)

۱ بانگوییم بد و میل بناحق نکنیم — جامۂ کس سیہ و دلق خود ازرق نکنیم

۲ رقم مغلطہ بر دفتر دانش نکشیم — سرِحق باورق شعبدہ ملحق نکنیم

۳ عیب درویش و توانگر بکم وبیش بدست — کار بد مصلحت آنست کہ مطلق نکنیم

۴ خوش برانیم جہاں درنظرِ راہ رواں — فکر اسپ سیہ و زین مغرق نکنیم

۵ آسمان کشتیِ ارباب ہنر می شکند — تکیہ آں بہ کہ بریں بحرِ معلق نکنیم

۶ شاہ اگر جرعہ رنداں نہ بحرمت نوشد — التفاتش بمیِ صاف مروق نکنیم

۷ گر بدی گفت حسودی و رفیقی رنجید — گو تو خوش باش کہ ما گوش باحمق نکنیم

(۸) حافظ ار خصم خطا گفت نگیریم برو — ور بحق گفت جدل باسخن حق نکنیم (۸)

(۱) ترجمہ۔ ہم کسی کو بُرا نہیں کہتے اور ناحق کی طرف رغبت نہیں کرتے۔ کسی کے جامہ کو سیاہ نہیں کہتے۔ اور اپنی گدڑی کو نیلی نہیں بناتے۔

(۲) ترجمہ۔ دانائی کی کتاب پر غلطی کا خط نہیں کھینچتے۔ حقیقت کے بھید کو شعبدے کے ورق کے ساتھ نہیں ملاتے۔

مغلط۔ بالفتح۔ وہ جگہ جہاں آدمی غلطی یا شبہ میں پڑ جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے دفترِ دانش کو مغلطہ نہیں بناتے اور حقیقت کو شعبدہ کے ساتھ نہیں ملاتے۔

(۳) ترجمہ۔ درویش اور توانگر کی عیب جوئی کم وبیش دونو برے کام ہیں مصلحت یہی ہے کہ بُرا کام ہم مطلق نہ کریں۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کی غیبت اور عیب جوئی نہیں کرنی چاہیئے۔ خواہ وہ توانگر ہو خواہ درویش۔

(۴) ترجمہ۔ رہرووں کی نظر میں ہم جہان پر اچھی طرح چلاتے ہیں۔ نہ مشکیں گھوڑے کی فکر ہو اور نہ مغرق زین کی۔

مغرق۔ غرق ہوگیا ہوا۔ زر و سیم سے مغرق۔ جواہرات سے آراستہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہم دُنیا میں آزادانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسپ و زین کی فکر نہیں رکھتے۔

نہ براشتر سوارم نہ چو اشتر زیر بارم نہ شہنشاہ رعیت نہ غلام شہریارم

(۵) ترجمہ۔ آسمان ارباب ہنر کی کشتی کو توڑ دیتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم اس معلق سمندر پر بھروسہ نہ کریں۔ آسمان کو معلق سمندر کہا ہے۔ کیونکہ یہ سمندر کی طرح نیلگوں ہے اور معلق ہے۔ کشتی و بحر کی رعایت ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان ہمیشہ ارباب ہنر کا دشمن رہا ہے اس لئے ہمیں آسمان پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ مزید تشریح کے لئے دیکھو شعر د ۱۲۶ د ۱۲ د ۱۱ م ۳۱

(۶) ترجمہ۔ اگر بادشاہ ہم رندوں کی ایک گھونٹ شراب کو حرمت سے نہ پئے۔ تو ہم اس کی صاف اور چھنی ہوئی شراب کی طرف توجہ ہی نہ کرینگے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بادشاہ ہم رندوں کی تلچھٹ کو عزت کی نگاہ سے نہ دیکھے اور ذلیل سمجھے تو ہم بھی اسکی صاف شراب کی پرواہ نہ کرینگے عین خودداری تعلیم ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اگر امراہم غربا کو عزت کی نگاہ سے نہ دیکھیں گے تو ہم بھی ان کو اسی طرح ذلیل سمجھیں گے۔

(۷) ترجمہ۔ اگر کسی حاسد نے برا کہا ہے اور اس پر کوئی دوست رنجیدہ ہوا ہے تو اسے کہو کہ خوش رہ کیونکہ ہم احمق کی باتیں نہیں سنتے مطلب یہ ہے کہ اگر میرے کسی حاسد نے مجھے برا بھلا کہا ہے۔ اور میرے دوست یہ سن کر ناراض ہوئے ہیں۔ تو ان دوستوں کو کہو کہ رنجیدہ خاطر نہ ہوں ایسے احمقوں (حاسدوں) کی بات سننی ہی نہ چاہیئے۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ اگر دشمن نے غلط کہا ہے تو ہم اس کی گرفت نہیں کرتے اور اگر سچ کہا ہے تو سچی بات پر ہم جھگڑا نہیں کرتے۔ مطلب یہ ہے کہ دشمن کی بات پر رنجیدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر اس نے جھوٹ کہا ہے تو وہ قابل رحم ہے۔ قابل گرفت نہیں اگر سچ کہا ہے۔ تو سچی بات پر ناراض نہیں ہو چاہیئے ؎

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق ہے برا وہ ہی کہ جو تجھ کو برا جانتا ہے
اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے کیوں برا کہنے سے تو اس کے برا مانتا ہے

غزل (۶۴)

مرا عہدیست با جاناں کہ تا جان در بدن دارم	۱	ہوا داری کویش را چو جان خویشتن دارم
صفائی خلوت خاطر ازاں شمع چگل جویم	۲	فروغ چشم و نور دل ازاں ماہ ختن دارم
بکام و آرزوی دل چو دارم خلوتی حاصل	۳	چہ فکر از خبث بدگویاں میان انجمن دارم
شراب خوشگوارم ہست و یار مہربان ساقی	۴	ندارد ہیچکس یاری چنیں یاری کہ من دارم

۵	مرا در خانہ سروی ہست کاندر سایۂ قدش	فراغ از سرو بستانی و شمشاد چمن دارم
۶	سزد کز خاتم لعلش زنم لاف سلیمانی	چو اسم اعظمم باشد چہ باک از اہرمن دارم
۷	خدا را ای رقیب امشب زمانی دیدہ برہم نہ	کہ من با لعل خاموشش نہانی صد سخن دارم
۸	گرم صد لشکر از خوبان بقصد دل کمین سازند	بحمد اللہ و المنۃ بتی لشکر شکن دارم
۹	الا ای پیر فرزانہ مکن عیبم ز میخانہ	کہ من در ترک پیمانہ دل پیمان شکن دارم
۱۰	چو در گلزار اقبالش خرامانم بحمد اللہ	نہ میل لالہ و نسرین نہ برگ یاسمن دارم

(۱۱) برندی شہرہ شدہ حافظ پس از چندین ورع اما
چہ غم دارم چو در عالم امین الدین حسن دارم (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ میرا معشوق کے ساتھ وعدہ ہے کہ جب تک جان بدن میں ہے، اس کے کوچہ کی آرزو کو اپنی جان کی طرح عزیز رکھوں گا۔

(۲) ترجمہ۔ خلوت دل کی صفائی اس شمعِ چگل سے ڈھونڈھتا ہوں۔ آنکھ کی روشنی اور دل کا نور اس ماہِ ختن سے حاصل کرتا ہوں۔

چگل بکسر تین۔ ترکستان میں ایک حسن خیز شہر کا نام ہے ختن۔ بضم اول و فتح ثانی حدود چین میں ایک شہر کا نام۔ حسینوں کے لئے مشہور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میری طبیعت کی صفائی دل کا نور اور آنکھوں کی روشنی یہ تمام چیزیں معشوق کی برکت سے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ دل کی آرزو اور مقصد کے مطابق جب مجھے خلوت حاصل ہے تو انجمن بدگو لوگوں کی خباثت سے مجھے کیا ڈر ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب دل کو اطمینان آزادگی اور خلوت حاصل ہو۔ تو محفل میں دشمنوں کی بدگوئی سے کچھ ڈر نہیں ہوتا۔

(۴) ترجمہ۔ میرے پاس خوشگوار شراب بھی ہے۔ یار مہربان ساقی بھی کوئی شخص ایسا یار نہیں رکھتا جیسا کہ میں رکھتا ہوں۔

(۵) ترجمہ۔ میرے گھر میں ایک ایسا سرو ہے کہ اس کے قد کے سایہ میں سرو بستانی اور شمشادِ چمن سے مجھے فراغت حاصل ہے۔

مطلب یہ ہے کہ باغ و بستان میں جا کر مجھے سرو و شمشاد کے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ میرا معشوق ان سے زیادہ موزون قد اور سہی قامت ہے۔

شود انگشت حسرت سرو در کام چمن پیدا   چو در گلشن نمائی جلوہ گر آن قد رعنا را۔   (ذوقاسم)

(۶) ترجمہ۔ اس کے خاتم لعل سے اگر میں سلیمانی کا دم ماروں تو بجا ہے جب میرے پاس اسم اعظم ہے تو دیو کا کیا ڈر۔

اسم اعظم۔ خدا تعالے کے تمام ناموں سے بڑا نام۔ اس کی تعیین میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک اللہ بعض کے نزدیک مہیمن ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ کہتے ہیں کہ جس کو اسم اعظم یاد ہو شیطان اور دیو اس کے نزدیک نہیں آسکتے حضرت سلیمان

کی انگشتری میں اسم اعظم منقوش تھا۔ جس کی برکت سے وہ جن وانس پر حکومت کرتے ہیں۔ خواجہ صاحب اپنے معشوق کے لعل لب کو خاتم سلیمانی کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس خاتم کی موجودگی میں میں اگر سلیمان ہونے کا دعویٰ کروں تو بیجا نہ ہوگا، میرے پاس اسم اعظم ہے۔ مجھے شیطان اور جن و دیو سے کیا ڈر۔

(۷) ترجمہ۔ اے پاسبانِ خدا کے لئے آج رات تھوڑی دیر کے لئے سو جا۔ کیونکہ مجھے اس کے لعلِ خاموش کے ساتھ کئی پوشیدہ باتیں ہیں۔

لعلِ خاموش سے مراد لب لعل۔ مطلب یہ ہے کہ اے معشوق کے دربان یا پاسبان آج رات خدا را سو جا کیونکہ معشوق کے لب لعل سے میری کئی پوشیدہ باتیں ہیں یعنی لب لعل کے بوسے لینے ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ اگر حسینوں کے سولشکر میرے دل پر گھات لگائیں (تو کچھ نہیں کرسکتے) کیونکہ خدا کا شکر ہے کہ میرا معشوق بھی لشکر شکن ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میرے معشوق کی موجودگی میں کوئی اور حسین میرے دل پر قبضہ نہیں کرسکتا ؎

سعا۔ یالشکر خوباں بشکار دلِ ما گو میا ئید کہ ما صید فلاں گردیدیم

(۹) ترجمہ۔ ہاں اے دانا پیر میخانہ میں جانے پر میری عیب جوئی نہ کر۔ کیونکہ ترک شراب میں میرا دل عہد شکن ہے۔

یعنی اگر میں شراب سے توبہ بھی کرلوں تو یہ توبہ قایم نہ رہے گی میں اپنے توبہ کے عہد کو توڑ دوں گا لہذا شراب نوشی پر میری عیب جوئی اور شراب پینے سے مجھے منع کرنا فضول اور بے سود ہے۔ پیمان و پیمانہ کی رعایت ظاہر۔

(۱۰) ترجمہ۔ خدا کا شکر ہے کہ میں اس کے اقبال کے باغ میں ٹہل رہا ہوں۔ لالہ ونسرین اور برگِ یاسمن کی طرف مجھے رغبت نہیں۔

یعنے میرے لئے میرے محبوب کا حسن ایک باغ ہے ؎

نرگس آنکھیں سرو قد غنچہ دہن رخسار گل ایک مشتِ خاک پر کیا گلشن آرائی ہوئی

اسی مضمون پر نعمت خاں عالی کا شعر ہے ؎

گل رخش سرو قدش غنچہ لبش نرگس چشم از بہار آنچہ بجا ماند تنے ساختہ اند

اس لئے مجھے لالہ ونسرین اور یاسمن کی کیا ضرورت ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ اتنی پرہیزگاری کے بعد رندی میں مشہور ہوگیا لیکن مجھے کیا غم ہے۔ جب میں دنیا میں امین الدین حسن رکھتا ہوں۔

امین الدین حسن۔ شاہ ابو اسحاق کے عہد میں ایک مشہور بزرگ تھے۔ خواجہ صاحب کو ان سے عقیدت تھی۔

غزل (۶۴)

مرحبا طائر فرخ رخ و فرخنده پیام	۱	خیر مقدم چه خبر یار کجا راه کدام
یارب این قافله را لطف ازل بدرقه باد	۲	که از و خصم بدام آید و معشوق بکام
ماجرای من و معشوق مرا پایان نیست	۳	هرچه آغاز ندارد نپذیرد انجام
چشم خونبار مرا خواب نه درخور باشد	۴	من له القتل دواء عجبا کیف ینام
تو ترحم نکنی بر من بیدل دانم	۵	ذاک دعوای دها انت و تلک الایام
گل زحد برد تنعم زکرم رخ بنمای	۶	سرو بیناز دو خوش نیست خدا را بخرام
مرغ روحم که همین زد ز سر سدره صفیر	۷	عاقبت دانهٔ خال تو فگندش در دام
زلف دلدار چو زناره همی فرمایاد	۸	بروای شیخ که شد بر تنم این خرقه حرام

(۹)	حافظ ار میل بابروی تو دارد شاید جای در گوشهٔ محراب کنند اهل کلام	(۹)

(۱) ترجمہ۔ مرحبا! اے فرخ رو اور مبارک پیغام والے پرندے۔ خوش آمدی! کیا خبر ہے یار کہاں ہے کونسی راہ ہے؟

(۲) ترجمہ۔ اے خدا لطفِ ازلی کو اس قافلہ کا رہنما بنا۔ تاکہ دشمن جال میں پھنس جائے اور معشوق حسب مراد ہو جائے ؎

از منزلِ مقصود کس آگاہ نے بود　　گر بدرقۂ لطفِ تو ہمراہ نے بود۔ (نعمت خان عالی)

(۳) ترجمہ۔ میرا اور معشوق کے درمیان جو ماجرا ہے اسکی کوئی حد نہیں۔ جس چیز کا آغاز نہ ہو اس کا انجام بھی نہیں ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ قصۂ عشق بے پایاں ہے۔ ہمارا عشق ازلی اور ابدی ہے نہ اس کی کوئی ابتدا ہے نہ انتہا۔ دیکھیے شعر ۶۵/۵

کس بادیۂ عشق بپایاں نرسانیدہ است　　ہر چند نظر کار کند یک رم آہو است۔ (قاسم)

ذوق کا شعر ہے ؎

جسے کہتے ہیں بحرِ عشق اس کے دو کنارے ہیں۔　　ازل نام اس کنارے کا ابد نام اس کنارے کا

(۴) ترجمہ۔ نیند میری خونبار آنکھ کے لائق نہیں۔ جس کا علاج قتل ہو وہ کیسے سو سکتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میری آنکھ خونباری کرتی ہے اِس لئے مستوجب قتل ہی پس اسے کیسے نیند آسکتی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ مَیں جانتا ہوں کہ مجھ بیدل پر تو رحم نہیں کرے گا۔ یہ میرا دعویٰ ہے اور یہ تو ہے اور یہ زمانہ۔

مطلب یہ ہے کہ میرا دعویٰ ہے کہ تو مجھ پر کبھی رحم نہیں کریگا۔ اور میرے دعوے کی تصدیق بھی ہو جائے گی۔ یہ تو ہے اور یہ زمانہ یعنے ہیں گوئی دہیں میدان۔ دیکھ لیں گے کہ میرا دعویٰ سچا ہوتا ہے۔ یا نہیں۔

(۶) ترجمہ۔ پھول حد سے زیادہ فخر کرنے لگا ہے مہربانی سے چہرہ دکھا۔ سرو ناز کرتا ہے اور یہ اچھی بات نہیں۔ خدا کے لئے خراماں ہو۔

ظاہر ہے کہ معشوق کے رُخسار کے مقابلہ میں پھول بے رونق ہو جائے گا۔ اور اس کے قدِ خراماں کے سامنے سرو کی کچھ قدر نہیں رہے گی ؎

بارخش لالہ ندانم بچہ رونق بشگفت | باقدش سرو ندانم بچہ یارا برخاست۔ (سعدی)

(۷) ترجمہ۔ میری روح کا پرندہ جو سدرہ پر چہچہاتا تھا۔ تیرے خال کے دانہ نے آخرکار اسے جال میں پھنسایا۔

تشریح کے لئے دیکھو شعر م ۲۷ ت ۹/۴۔

(۸) ترجمہ۔ معشوق کی زلف جب زنار باندھنے کا حکم دیتی ہے۔ تو اے شیخ چلا جا کہ میرے تن پر خرقہ حرام ہوگیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب معشوق زناربندی کا حکم دیتا ہو تو پھر خرقہ پوشی حرام ہو۔ مذہب عشق میں محبوب کی حکم عدولی کفر ہے۔

بہر چہ از راہ وامانی چہ کفر آں حرف وچہ ایماں | بہر چہ از دوست دورافتی چہ زشت آں نقش وچہ زیبا

نعمت خان عالی اس زناربندی کو عین اسلام کہتے ہیں ؎

بستم از عشق خطش از سرِ نو زنارے | دل کافر شدہ را باز مسلمان کردم

(۹) ترجمہ۔ حافظ اگر تیرے ابرو کیطرف رغبت رکھتا ہے تو ایسا ہی چاہیئے۔ کیونکہ اہل کلام گوشہ محراب میں ہی مقیم ہوتے ہیں۔

مطلب یہ ہو کہ ماہرانِ علوم دین اور عارف لوگ ہمیشہ گوشہ محراب میں ہی بیٹھا کرتے ہیں۔ اس لئے حافظ بھی اگر تیرے محرابِ ابرو کی طرف مائل ہی تو بجا ہے۔ اہل کلام سے مراد ماہرانِ علم کلام یا شاعر۔ لہذا حافظ اور اہل کلام کی رعایت ظاہر۔

غزل (۶۵)

مروکہ درغم ہجر تو از جہاں برویم	۱	بیا کہ پیش تو از خویش ہرزماں برویم

سخن بگوی که پیش لب تو جان بدهیم ۲ رها مکن که درین حسرت از جهان برویم
روا مدار که جاں برلب ست و ما زجہاں ۳ نادیدہ کام دل از آں لب و دہاں برویم
خوش آن زماں که به بینیم بر دہاں لب تو ۴ تو خود بگوی که ما از برت چساں برویم
گدای کوی شمائیم و حاجتے داریم ۵ روا مدار که محروم از آستاں برویم
نشان وصل بماده بهر طریق که هست ۶ که باری از پی وصل تو بانشاں برویم

(۷) مگو که حافظ ازیں در برو برای خدا
که هر چه رای تو باشد جز ایں براں برویم (۷)

(۱) ترجمہ۔ تو نہ جا تاکہ ہم تیرے ہجر کے غم سے جہاں سے نہ چلے جائیں۔ آتاکہ تیرے سامنے ہر وقت بیخود رہیں۔

(۲) ترجمہ۔ بات کرتاکہ تیرے لبوں کے سامنے ہم جان دیدیں۔ ایسا نہ ہونے دے کہ اسی حسرت میں ہم جہاں سے چلے جائیں۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارے ساتھ ہمکلام ہو تاکہ تیرے ایک لفظ پر ہم جان قربان کردیں ایسا نہ ہو کہ ہم تیری باتیں سننے کی آرزو میں ہی مر جائیں۔

(۳) ترجمہ۔ ہماری جان لبوں پر ہے ایسا نہ ہونے دے کہ ہم جہان سے تیرے لب و دہن سے دل کا مقصد حاصل کرنے کے بغیر ہی چلے جائیں۔

یعنے ہم جان بلب ہیں۔ لب لعل کا ایک بوسہ عطا کرتا کہ ہم اسی حسرت میں دنیا سے نہ چلے جائیں۔

(۴) ترجمہ۔ وہ وقت کیا اچھا ہوگا کہ ہم اپنے منہ پر تیرے لبوں کو دیکھیں گے۔ تو خود ہی کہہ کہ ہم تیرے پاس سے کس طرح چلے جائیں۔

(۵) ترجمہ۔ ہم تیرے کوچہ کے گدا ہیں اور حاجت رکھتے ہیں۔ یہ بات روا نہ رکھ کہ ہم تیرے آستان سے محروم چلے جائیں۔

(۶) ترجمہ۔ جس طریقہ سے بھی ہو اپنے وصل کا ہم کو نشان دے۔ تاکہ تیرے وصل کے پیچھے ہم نشان کے ساتھ جائیں۔

یعنے ہمیں نشانِ راہ بتا تاکہ تیرے وصل کی منزلِ مقصود تک ہم پہنچ جائیں۔

(۷) ترجمہ۔ برائے خدا یہ نہ کہو کہ اے حافظ اس دروازہ سے چلا جا۔ کیونکہ اس کے سوا اور جو کچھ تیری رائے ہوگی ہم اسی پر چلیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ ہم یہ بات تو نہیں مانیں گے کہ تیرے دروازہ سے چلے جائیں۔ اس کے سوا اور جو حکم تو کریگا۔ بسر و چشم قبول کریں گے۔ برائے خدا کو برو کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

غزل (۶۶)

۱	مزن بر دل ز نوک غمزہ تیرم / کہ پیش چشم بیمارت بمیرم
۲	نصاب حسن در حد کمال ست / زکاتم دہ کہ مسکینم فقیرم
۳	قدح پر کن کہ من از دولت عشق / جوان بخت جہانم گرچہ پیرم
۴	چناں پر شد فضای سینہ از دوست / کہ فکر خویش گم شد از ضمیرم
۵	مبادا جز حساب مطرب و مے / اگر حرفے کشد کلک دبیرم
۶	دراں غوغا کہ کس کس را نپرسد / من از پیر مغاں منت پذیرم
۷	قراری کردہ ام با میفروشاں / کہ روز غم بجز ساغر نگیرم
۸	خوشا آں دم کہ استغنای مستی / فراغت بخشد از شاہ و وزیرم
۹	فراواں گنج غم در سینہ دارم / اگرچہ مدعے بیند فقیرم

(۱۰) من آں دم بر گرفتم دل ز حافظ / کہ ساقے گشت یار ناگزیرم (۱۰)

(۱) ترجمہ ـ میرے دل پر غمزہ کی نوک سے تیر نہ مار ـ کیونکہ میں تیری بیمار آنکھ کے سامنے مرنے پر تیار ہوں ـ

مطلب یہ ہے ـ کہ تجھے ضرورت نہیں ہے ـ کہ مجھے قتل کرنے کے لئے میرے دل پر تیر غمزہ مارے ـ کیونکہ میں خود ہی تیری چشم بیمار کے سامنے مرنے پر تیار ہوں یا یہ کہ مجھے دور سے تیر غمزہ مار کر قتل نہ کر کیونکہ میں تیری چشم بیمار کے پاس مرنا چاہتا ہوں ـ

(۲) ترجمہ ـ تیرے حسن کا نصاب حد کمال میں ہے ـ مجھے زکوٰۃ دے کہ میں مسکین ہوں فقیر ہوں ـ

نصاب ـ مال کی اتنی مقدار جس پر زکوٰۃ لازم آئے ـ

(۳) ترجمہ ۔ پیالہ بھر دے کیونکہ میں عشق کی بدولت جہاں کا جواں بخت ہوں اگرچہ بوڑھا ہوں۔

(۴) ترجمہ ۔ سینہ کا میدان دوست سے اس طرح بھر گیا ہے کہ اپنا خیال بھی دل سے دور ہو گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میں دوست میں اس قدر محو ہو گیا ہوں کہ اپنے آپ کی خبر بھی نہیں رہی۔ اصطلاحِ تصوف میں اسی حالت کو فنا فی المعشوق کہتے ہیں ؎

خیال دوست در دل آن چناں ست — کہ عالم جملہ از چشمم نہان ست
اگر خواہم کہ بینم خویشتن را — ہمیں بینم کہ جانانم عیان ست

(۵) ترجمہ ۔ اگر میرے محاسب کا قلم کوئی حرف لکھے تو خدا کرے کہ وہ مطرب و مے کے حساب کے بغیر کچھ نہ ہو۔

یعنی خدا کرے کہ محاسبانِ قضا و قدر میرے حساب میں سوائے مطرب و مے کے اور کچھ نہ لکھیں۔

(۶) ترجمہ ۔ جس غوغا میں کوئی کسی کو نہیں پوچھے گا۔ میں پیرِ مغاں کا منت پذیر ہونگا۔

مطلب یہ ہے کہ میں غوغائے قیامت میں ساقی کوثر کا ممنونِ احسان ہونگا۔

(۷) ترجمہ ۔ میں نے میفروشوں سے اقرار کیا ہے کہ غم کے دن سوائے پیالہ کے اور کچھ نہ لونگا۔

(۸) ترجمہ ۔ وہ وقت اچھا ہوگا کہ مستی کی بے نیازی مجھے بادشاہ اور وزیر سے مستغنی کر دے۔

یعنے مست ہو کر دُنیا سے مستغنی ہو جاؤں۔

(۹) ترجمہ ۔ میرے سینہ میں غم کا بہت بڑا خزانہ ہے۔ اگرچہ مدعی مجھے فقیر سمجھتا ہے۔

عاشقوں کے نزدیک غمِ عشق بھی ایک بیش بہا خزانہ ہے۔

(۱۰) ترجمہ ۔ میں نے حافظ سے اس وقت سے دل ہٹا لیا ہے جب سے کہ ساقی میرا ضروری دوست ہو گیا ہے۔

یعنی ساقی کی دوستی میں میں نے اپنے آپ کو چھوڑ دیا ہے دیکھو شعر (۴) غزل ہذا۔

غزل (۶۷)

مژدۂ وصل تو کو کز سر جان برخیزم	۱	طائر قدسم و از دام جہاں برخیزم
یارب از ابر ہدایت برساں بارانی	۲	پیشتر زانکہ چو گردی ز میاں برخیزم

۳	بولای تو کہ گر بندۂ خویشم خوانی	از سر خواجگی کون و مکاں برخیزم
۴	بر سر تربت من با مے و مطرب بنشیں	تا ببویت ز لحد رقص کناں برخیزم
۵	گرچہ پیرم تو شبی تنگ در آغوشم گیر	تا سحر گہ ز کنارِ تو جواں برخیزم
۶	تو مپندار کہ از خاک سر کوی تو من	بجفای فلک و جور زماں برخیزم
۷	سرو بالا بنما ای بت شیریں حرکات	کہ چو حافظ زسر جان و جہان برخیزم

یہ غزل خواجہ صاحب کی تربت پر سنگِ مرمر کے ایک تختہ پر کندہ ہے۔ دیکھو لسان الغیب جلد اوّل صفحہ ۳۸ سوانح عمری۔

(۱) ترجمہ۔ تیرے وصل کا مژدہ کہاں ہے کہ مَیں جان سے گذر جاؤں۔ مَیں عالم قدس کا پرندہ ہوں دُنیا کے جال سے نکل جاؤں۔
وصل سے مراد مشاہدۂ محبُوبِ حقیقی ہے

شمع من منتظرِ قتلِ خودم زود بیا   کہ پر و بال فشاں از سرِ جاں برخیزم۔   (آزاد بلگرامی)

اسی مضمون اور اسی زمین میں امیر خسرو دہلوی فرماتے ہیں ے

یکزماں پیشِ من ای جان جہانم بنشیں   تا بداں خوشدلی از جانِ جہان برخیزم

(۲) ترجمہ۔ اے خدا ہدایت کے بادل سے پانی برسا پیشتر اس کے کہ گرد کی طرح مَیں درمیان سے اُٹھ جاؤں۔
گرد اور باراں کی رعایت ظاہر
مطلب یہ ہے کہ مرنے سے پہلے مجھے سیدھی راہ دکھادے۔

(۳) ترجمہ۔ تیری محبت کی قسم ہے کہ اگر تو مجھے اپنا غلام کہے۔ تو مَیں کون و مکان کی بادشاہی کا خیال چھوڑ دوں۔
مطلب یہ ہے کہ دو نو جہان کی بادشاہی سے تیری غلامی بہتر ہے۔

(۴) ترجمہ۔ میری قبر پر شراب اور مطرب کے ساتھ بیٹھ۔ تاکہ تیری خوشبو پر لحد سے رقص کرتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوں۔
اسی مضمون اور اسی زمین میں خواجہ سلمان ساوجی کا شعر ہے۔ دوسرا مصرعہ سلمان کا ہے۔

چوں شوم خاک بخاکم گذرے کن چو صبا   تا ببویت ز لحد رقص کناں برخیزم

امیر خسرو دہلوی فرماتے ہیں ے

از پس مرگ اگر بر سرِ خاکم گذری — بانگ پایت شنوم نعرہ زناں برخیزم

مولانا آزاد بلگرامی نے اسی غزل پر ایک غزل لکھی ہے یہ شعر ان کا ہے ؎

بر سرِ تربتِ من شورِ قیامت افگن — کہ منِ پیر ز فیضِ تو جواں برخیزم

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ میں بوڑھا ہوں تو ایک رات مجھے بغل میں سخت دبا تاکہ صبح کے وقت تیری بغل سے میں جوان اُٹھوں۔

ناتواں گشتم ازاں گونہ کہ نتوانم خاست — ور مرا دست بگیری تو رواں برخیزم (امیر خسرو)

(۶) ترجمہ۔ تو یہ خیال نہ کر کہ تیرے کوچہ کی خاک سے میں آسمان کے ظلم اور زمانے کے جور کی وجہ سے اُٹھ کھڑا ہونگا۔
مطلب یہ ہے کہ خواہ کچھ ہی ہو میں تجھے نہیں چھوڑ سکتا ؎

گرچہ از عقل و دل و دیدہ و جان برخیزم — حاش للہ کہ من از عشق فلاں برخیزم

(۷) ترجمہ۔ اے شیریں حرکات معشوق! اپنا بلند قد دکھا تاکہ میں حافظ کی طرح جان اور جہان کا خیال چھوڑ دوں۔

کیستم گردِ سرِ راہ اگر او بگذرد — مضطرب از پئے آں سروِ رواں برخیزم

مرزا صائب نے بھی اسی زمین میں کہا ہے ؎

مہلتِ عمر کم و فرصتِ خدمت تنگ است — نگر از خاک چو نے بستہ میاں برخیزم

غزل (۶۸)

من ترکِ عشقبازی و ساغر نمے کنم	۱	صد بار توبہ کردم و دیگر نمے کنم
باغِ بہشت و سایۂ طوبیٰ و قصرِ حور	۲	با خاکِ کوی دوست برابر نمے کنم
تلقین و درسِ اہلِ نظر یک اشارت ست	۳	کردم اشارتے و مکرر نمے کنم
ہرگز نمے شود ز سرِ خود خبر مرا	۴	تا در میانِ میکدہ سر بر نمے کنم
شیخم بطنز گفت حرام ست مے مخور	۵ ق	گفتم بگو کہ گوش بہر خر نمے کنم
پیرِ مغاں حکایتِ معقول میکند	۶	معذورم ار محال تو باور نمے کنم
ایں تقویم بس ست کہ چوں زاہدانِ شہر	۷	ناز و کرشمہ بر سرِ منبر نمے کنم
زاہد بطعنہ گفت برو ترکِ عشق کن	۸	محتاجِ جنگ نیست برادر نمے کنم

(۹)	حافظ جناب پیرِ مغاں مامنِ وفاست من ترکِ خاک بوسی ایں درنمے کنم	(۹)

(۱) ترجمہ۔ میں عشق بازی اور شراب کو ترک نہیں کرتا۔ سو بار توبہ کر چکا ہوں اب نہیں کرتا۔
یعنے پہلے بھی شاہد و شراب سے کئی دفعہ توبہ کر چکا ہوں اور توبہ کو توڑ چکا ہوں۔ اب توبہ نہیں کرونگا
(۲) ترجمہ۔ مَیں باغ بہشت سایہ طوبیٰ اور حور کے محل کو معشوق کے کوچہ کی خاک کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔
(۳) ترجمہ۔ اہلِ نظر کے سبق کی تعلیم بس ایک اشارہ ہے۔ میں ایک اشارہ کر چکا ہوں دوبارہ نہیں کرتا۔
مطلب یہ ہے کہ اہلِ نظر کی تعلیم ایک اشارہ سے ہو جاتی ہے۔ اور "عاقل را اشارہ بس است"
بس میں ایک اشارہ کر چکا ہوں۔ اور جو کچھ بتانا تھا بتا چکا ہوں۔ اب بار بار وہی اشارہ نہیں کروں گا۔
(۴) ترجمہ۔ مجھے اپنے سر کی بھی بالکل خبر نہیں ہوتی۔ جب تک کہ میں شراب خانہ میں سر نہیں اٹھاتا۔
مطلب یہ ہے کہ مجھے مست ہو کر ہوش آتا ہے۔
(۵) ترجمہ۔ شیخ نے مجھے طنزاً کہا کہ شراب حرام ہے نہ پی۔ مَیں نے جواب دیا کہ چپ رہ میں ہر ایک گدھے کی بات نہیں سنتا۔
(۶) ترجمہ۔ پیرِ مغاں معقول بات کہتا ہے۔ اگر مَیں تیری ناممکن باتوں کو نہیں مانتا تو معذور ہوں۔
یہ شعر پچھلے شعر سے قطعہ بند ہے۔
(۷) ترجمہ۔ مجھے اتنی ہی پرہیز گاری کافی ہے کہ شہر کے زاہدوں کی طرح منبر پہ ناز و کرشمہ نہیں دکھاتا۔
مطلب یہ ہے کہ میرے لئے یہی تقویٰ کافی ہے۔ کہ زاہدانِ شہر کی طرح منبر پہ بیٹھ کر اپنی بزرگی کا اظہار نہیں کرتا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ترکِ خود نمائی اور خودستائی بہت بڑی پرہیز گاری ہے۔
(۸) ترجمہ۔ زاہد نے مجھے طنزاً کہا کہ جا عشق چھوڑ دے۔ (مَیں نے جواب دیا) اے بھائی کوئی لڑائی کی بات نہیں ہے۔ میں نہیں چھوڑتا۔
(۹) ترجمہ۔ اے حافظ پیرِ مغاں کی جناب وفا کا مقام ہے۔ میں اس دروازہ کی خاکبوسی کو نہیں چھوڑ سکتا۔

غزل (۶۹)

من دوستدار روی خوش و موی دلکشم	۱	مدہوش چشم مست ومی صاف بیغشم
در عاشقی گزیر نباشد ز سوز و ساز	۲	استادہ ام چو شمع مترسان ز آتشم
من آدم بہشتیم اما درین سفر	۳	حالی اسیر عشق جوانان مہوشم
بخت ار مدد کند کہ کشم رخت سوی دوست	۴	گیسوی حور گرد فشاند ز مفرشم
شیراز معدن لب لعل ست و کان حسن	۵	من جوہری مفلس ازاں رو مشوشم
ازبسکہ چشم مست درین شہر دیدہ ام	۶	حقا کہ می نمیخورم اکنون و سرخوشم
شہریست پر کرشمۂ خوباں ز شش جہت	۷	چیزیم نیست ورنہ خریدار ہر ششم
گفتے ز سر عہد ازل نکتۂ بگوئے	۸	انگہ بگویمت کہ دو پیمانہ درکشم
حسن عروس طبع مرا جلوہ آرزوست	۹	آئینۂ ندارم ازاں آہ می کشم

(۱۰) حافظ ز تاب فکرت بیحاصلی بسوخت
ساقی کجاست تا زند آبے بر آتشم (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ میں خوبصورت چہرے اور دلکش بالوں کو دوست رکھتا ہوں مست آنکھ اور صاف بیغش شراب کا مست ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ عاشقی میں سوز و ساز ضروری ہیں۔ میں شمع کی طرح کھڑا ہوں مجھے آگ سے نہ ڈرا۔

مطلب یہ ہے کہ عشق میں جلنا ضروری ہے۔ جلنے کے لئے تیار ہوں۔ ڈرتا نہیں ہوں۔

(۳) ترجمہ۔ میں بہشتی انسان ہوں لیکن اس سفر میں فی الحال مہوش جوانوں کے عشق میں گرفتار ہوں۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو ت ۱/۵-۶-۷ م ۳۰/۲ م ۱۲/۸ م ۱۷/۴ م ۴۸/۲

(۴) ترجمہ۔ اگر بخت یاوری کرے اور میں دوست کے پاس پہنچ جاؤں تو حوریں اپنے گیسو سے میرے فرش سے گرد جھاڑیں گی۔

مفرش۔ بچھونا۔ بساط۔ بستر۔ وہ چیز جس میں بستر رکھیں۔ چمڑے کا صندوق جس میں کپڑے

رکھتے ہیں ۔

مطلب یہ ہے کہ منزلِ محبوب میں جاروبی کا کام بھی حوریں کرتی ہیں ۔

(۵) ترجمہ ۔ شیراز لبِ لعل اور کانِ حسن کا معدن ہے ۔ میں مفلس جوہری ہوں اس لئے تشویش میں ہوں ۔

گویند کہ بادستِ تہی عشق وبال است افتادہ بریں قاعدہ اجماع امم را ۔ (غالب)

(۶) ترجمہ ۔ چونکہ میں نے اس شہر میں بہت مست آنکھیں دیکھی ہیں قسم ہے کہ اب شراب نہیں پیتا اور پھر بھی مست ہوں

مے حاجت نیست مستیم را در چشم تو تاخمار باشد

(۷) ترجمہ ۔ شیراز ایک پُر کرشمہ شہر ہے اور ہر طرف معشوق ہیں ۔ میرے پاس کچھ نہیں ورنہ تمام کا خریدار ہوں ۔

یہ شعر بعض قلمی دیوانوں میں نہیں ہے ۔

(۸) ترجمہ ۔ تو نے مجھے کہا ہے کہ عہدِ ازل کے بھید سے کوئی نکتہ بیان کر ۔ میں اس وقت نکتہ بیان کروں گا ، جب دو پیالے شراب پی لوں گا ۔

(۹) ترجمہ ۔ میری طبیعت کی عروس کے حسن کو جلوہ نمائی کی خواہش ہے ۔ کوئی آئینہ نہیں ہے اسلئے افسوس کرتا ہوں

مطلب یہ ہے کہ میری طبع موزون جلوہ نمائی کرنا چاہتی ہے ۔ لیکن یہاں شعر و سخن کا کوئی قدر دان اور نکتہ فہم نہیں اس لئے افسوس کے بغیر اور کیا ہو سکتا ہے ۔

(۱۰) ترجمہ ۔ حافظ بے حاصلی کے فکر کی آگ سے جل گیا ۔ ساقی کہاں ہے جو میری آگ پر پانی ڈالے ۔

حاصل کلام یہ کہ بضاعتِ اعمال کی کمی سے شرمندہ ہوں شراب عشق سے اس کی تلافی کرنا چاہتا ہوں ۔

غزل (۷۰)

۱	من کہ باشم کہ بران خاطر عاطر گذرم	لطفها میکنی ای خاک درت تاج سرم
۲	دلبرا بندہ نوازیت کہ آموخت بگو	کہ من این ظن برقیباں تو ہرگز نبرم
۳	ہمتم بدرقہ راہ کن ای طائر قدس	کہ درازست رہ مقصد و من نوسفرم
۴	ای نسیم سحری بندگی ما برسان	کہ فراموش مکن وقت دعای سحرم
۵	خرم آن روز کزیں مرحلہ بربندم رخت	در سر کوی تو پرسند رفیقاں خبرم

پایۂ نظم بلند ست و جہانگیر بگو	۶	تا کند پادشہ بحر دہان پر گہرم
راہ خلوتگہ خاصم بنما تا پس ازیں	۷	می خورم با تو و دیگر غم دنیا نخورم
(۸)	حافظا شاید اگر در طلب گوہر وصل دیدہ دریا کنم از اشک و در و غوطہ خورم	(۸)

(۱) ترجمہ۔ مَیں کیا چیز ہوں کہ تیری خاطرِ عاطر میں میرا خیال ہو۔ اے کہ تیرے دروازہ کی خاک میرے سر کا تاج ہے۔ تو بہت لطف کرتا ہے۔

عاطر۔ خوشبودار۔ مجازاً پاکیزہ۔ نفیس۔

(۲) ترجمہ۔ اے معشوق کہو کہ تجھے بندہ نوازی کس نے سکھائی ہے کیونکہ مجھے تیرے رقیبوں پر تو ہرگز یہ ظن نہیں ہے۔ یعنے رقیب تو کبھی تجھے بندہ نوازی نہیں سکھاتے۔ خواجہ صاحب کو یہ خطرہ ہے کہ معشوق نے کہیں بندہ نوازی کی مشق رقیبوں پر ہی تو نہیں کی۔

(۳) ترجمہ۔ اے قدسی پرندہ ہمت کو میرا رہنما بنا۔ کیونکہ منزل مقصود بہت دور ہے اور میں ابھی نیا نیا سفر کرنے لگا ہوں۔

از منزل مقصود کسے آگاہ نمیبود   گر بار رقۂ لطفِ تو ہمراہ نبود

(۴) ترجمہ۔ اے نسیم سحری اسے ہمارا سلام پہنچا اور کہہ کہ دعائے سحر کے وقت مجھے نہ بھول۔

(۵) ترجمہ۔ وہ دن اچھا ہوگا۔ جب مَیں اس مرحلہ سے روانہ ہونگا اور تیرے کوچہ میں رفیق مجھ سے حال احوال پوچھیں گے۔

یعنے وہ دن اچھا ہوگا۔ جب میں اس دارِ فانی سے دارِ بقا کو جاؤں گا اور کوئے محبوب میں پہنچوں گا دوست پوچھیں گے کہ کیا حال ہے کس طرح آئے۔

(۶) ترجمہ۔ نظم کا مرتبہ بلند ہے اور عالمگیر ہے کہو۔ تاکہ سمندر کا بادشاہ میرا منہ موتیوں سے بھر دے۔ صلہ کی درخواست ہے۔

(۷) ترجمہ۔ مجھے اپنی خلوت گاہ خاص کی راہ دکھا تا کہ اس کے بعد تیرے ساتھ شراب پیوں اور پھر دنیا کا غم نہ کھاؤں۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ اگر گوہر وصل کی طلب میں مَیں آنکھوں کو اشکباری سے دریا بنا دوں اور اس میں غوطہ زنی کروں تو بجا ہے۔

یعنے بجا ہے اگر وصل کی آرزو میں آنکھوں سے سیلابِ اشک جاری کروں۔
گوہر و دریا کی رعایت ظاہر۔

غزل (۱۷)

من نہ آن رندم کہ ترک شاہد و ساغر کنم	۱	محتسب داند کہ من این کارہا کمتر کنم
چوں صبا مجموعۂ گل را بآب لطف شست	۲	کج دلم خواں گر نظر بر صفحۂ دفتر کنم
لالہ ساغر گیر و نرگس مست و بر ما نام فسق	۳	داوری دارم بسے یارب کرا داور کنم
عشق دُردانہ است و من غواص و دریا میکدہ	۴	سر فرو بردم درانجا تا کجا سر بر کنم
گرچہ گرد آلود فقرم شرم باد از ہمتم	۵	گر بآب چشمۂ خورشید دامن تر کنم
منکہ دارم در گدائی گنج سلطانی بدست	۶	کی طمع در گردش گردون دون پرور کنم
عاشقان را گر در آتش می پسندد لطف دوست	۷	تنگ چشمم گر نظر بر چشمۂ کوثر کنم
عہد و پیمان فلک را نیست چنداں اعتبار	۸	عہد با پیمانہ بندم شرط با ساغر کنم
باز کش یکدم عنان ای ترک شہر آشوب من	۹	تا ز اشک و چہرہ راہت پر زر و گوہر کنم
با وجود بینوائی رو سیہ بادم چو ماہ	۱۰	گر قبول فیض خورشید بلند اختر کنم
منکہ امروزم بہشت نقد حاصل میشود	۱۱	وعدہ فردای زاہد را چرا باور کنم
شیوۂ رندی نہ لائق بود وضعم را ولے	۱۲	چون در افتادم چرا اندیشۂ دیگر کنم
دوش لعلت عشوہ میداد عاشق را ولے	۱۳	من نہ آنم کز وی این افسانہا باور کنم
گوشۂ محراب ابروی تو میخواہم ز بخت	۱۴	تا در آنجا ہمچو مجنون درس عشق از بر کنم
وقت گل گوئی کہ زاہد شو بچشم و جان و دل	۱۵	میروم تا مشورت با شاہد و ساغر کنم

(۱۶)
زہد وقت گل چہ سودا یست حافظ گوش دار
تا عوذی خوانم و اندیشۂ دیگر کنم
(۱۶)

(۱) ترجمہ۔ مَیں وہ رند نہیں ہوں کہ شاہد و ساغر کو ترک کردوں۔ محتسب جانتا ہے کہ مَیں ایسے کام نہیں کیا کرتا۔

(۲) ترجمہ۔ جب صبا نے مجموعۂ گل کو لطف کے پانی سے دھویا ہو۔ تو اگر مَیں کتاب کے صفحہ پر نظر کروں تو مجھے کجدل کہو۔

مطلب یہ ہے کہ موسمِ بہار میں ورقِ گل کے مقابلہ میں اگر مَیں ورقِ کتاب کی طرف نظر کروں تو مجھے کج دل سمجھو

حاصل کلام یہ کہ بہار میں صحیفۂ قدرت کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ یہ دن مدرسہ نشینی کے نہیں ہوتے ؎

بامداداں کہ تفاوت نکند لیل و نہار	خوش بود دامن صحرا و تماشائے بہار
صوفی از صومعہ گو خیمہ بزن در گلزار	وقت آں نیست کہ در خانہ نشینی بیکار

(۳) ترجمہ۔ لالہ نے پیالہ پکڑا ہے۔ نرگس مست ہے۔ اور ہم پر فسق کا الزام ہے۔ اے خدا یہ بات انصاف کی باتیں ہیں۔ کس کو منصف کروں۔

مطلب یہ ہے کہ موسمِ بہار ہے لالہ نشہ میں سرشار ہے نرگس مست ہے۔ گلشن کی ہوا توبہ شکن ہے۔ ان حالات میں ہم شراب پیتے ہیں۔ تو بھی لوگ ہم پر فسق و فجور کا الزام لگاتے ہیں۔ جائے انصاف ہے۔ کون انصاف کرے۔

(۴) ترجمہ۔ عشق موتی کا دانہ ہے میں غوطہ زن ہوں اور میکدہ سمن رہے۔ اس میں مَیں نے غوطہ لگایا ہے۔ دیکھئے کہاں جاکر سر نکالتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ مَیں نے بحرِ عشق میں غوطہ لگایا ہے۔ دیکھئے گوہرِ مقصود ہاتھ آتا ہے یا نہیں اور کیا انجام ہوتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ مَیں فقر سے گرد آلود ہوں تاہم اگر چشمۂ خورشید کے پانی سے بھی دامن تر کروں تو ہمت سے شرم آنی چاہیئے۔

مطلب یہ ہے کہ باوجود فقر کے بھی میں اتنا عالی ہمت اور دل کا امیر ہوں کہ کسی چشمۂ فیض سے بھی دامن تر کرنا نہیں چاہتا۔

اقبال کرم مے گزد ارباب ہمم را	ہمت نہ خورد نیشتر لا و نعم را
از رغبت دنیا الم آشوب نگردم	زیں باد پریشاں نکنم زلف علم را (عرفی)
فقرم بسیاست کش از مسند ہمت	در چشم وجود ارنہم جائے عدم را

(۶) ترجمہ۔ گدائی کی حالت میں بھی بادشاہی خزانہ میرے ہاتھ میں ہی ہیں کینہ پرور آسمان کی گردش پر کب اُمید رکھتا ہوں۔

چہ آزادند درویشاں ز آسیب گرانباری	چہ محتاجند سلطاناں باسباب جہانبانی

بداسلطانیا کورا بود رنج دل آشوبی   خوشا درویشا کورا بود گنج تن آسانی   (خاقانی)

(۷) ترجمہ۔ اگر معشوق کی مہربانی عاشقوں کو آگ میں رکھنا پسند کرے۔ تو میں تنگ چشم ہونگا اگر چشمۂ کوثر پر بھی نظر کروں۔

مطلب یہ ہے۔ کہ ہم معشوق کی رضا پر راضی ہیں۔ دوزخ میں رکھے تو چشمۂ کوثر کی آرزو نہیں ؎

چناں خوش است جفایت کہ گر تو تیر زنی   قبول گر نکنم من بدیدہ نامردم   (امیر خسرو)

(۸) ترجمہ۔ آسمان کے عہد و پیمان کا کچھ اعتبار نہیں۔ میں نے پیالہ سے عہد باندھا ہے اور ساغر سے شرط لگائی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ گردش گردوں کا کچھ اعتبار نہیں اس لئے جام مے سے عہد وفا باندھا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے میرے شہر آشوب تُرک! تھوڑی دیر کے لئے باگ تھام لے۔ تاکہ تیری راہ کو آنسوؤں سے اور چہرہ سے پُر زر اور پر گوہر کردوں۔

اشک سے پر گوہر اور چہرۂ زرد سے پُر زر۔

(۱۰) ترجمہ۔ باوجود بینوائی کے اگر بلند اقبال آفتاب کے فیض کو بھی قبول کروں تو چاند کی طرح روسیاہ ہوں۔

ظاہر ہے کہ چاند بذاتہ روشن نہیں بلکہ سیاہ ہے خورشید کی روشنی کا عکس اس پر پڑتا ہے اور وہ روشن نظر آتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ باوجود بے سروسامان ہونے کے میں کسی کے فیض کو قبول نہیں کرتا۔ اگر کروں تو چاند کی طرح روسیاہ ہوں۔ جو خورشید کا فیض قبول کرتا ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ جب آج مجھ کو بہشت نقد حاصل ہوتی ہے تو زاہد کے وعدۂ فردا کو کیوں مانوں۔

یعنے جب بہشتِ نقد حاصل ہوتی ہے تو بہشت نسیہ کو کیا کروں۔ فردا سے مراد فردائے قیامت نقد و نسیہ کے لئے دیکھو الف ۹/۱ ت ۴/۲ ت ۹۰/۲

بہ نقد و نسیہ جہاں شاد شد کہ داد خدا   بہ من شراب و بزاہد مژدۂ تسنیم   (غالب)

(۱۲) ترجمہ۔ رندی کا شیوہ میری وضع کے لائق نہیں تھا۔ لیکن جب رندی میں پڑ گیا ہوں تو پھر دوسرا خیال کیوں کروں۔

یعنے اگرچہ شیوۂ رندی میری وضع کے خلاف تھا۔ لیکن جب رندی شروع کردی تو پھر زہد و ورع کا خیال فضول۔

(۱۳) ترجمہ۔ کل اس لب لعل نے عاشق کو فریب دیتا تھا۔ لیکن میں ایسا آدمی نہیں ہوں جو اس کی باتوں میں آجاؤں۔

(۱۴) ترجمہ۔ میں اپنے بخت سے تیرے ابرو کے محراب کا گوشہ مانگتا ہوں۔ تاکہ اس جگہ مجنوں کی طرح عشق کا سبق یاد کروں۔

(۱۵) ترجمہ۔ موسم بہار میں تو مجھے کہتا ہے کہ زاہد بن جا۔ بسر و چشم میں جاتا ہوں اور شاہد و ساغر سے مشورہ کرتا ہوں

خواجہ صاحب ناصح کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ موسم بہار میں تو مجھے زاہد بننے کے لیے کہتا ہے۔

تیری نصیحت دل وجان سے قبول ہے۔ بسر وچشم۔ مَیں جاتا ہوں اور شاہد وساغر سے مشورہ کرتا ہوں اگر انہوں نے مشورہ دیا تو زاہد بن جاؤں گا۔ ظاہر ہے کہ موسم بہار میں شاہد وساغر سے زہد کا مشورہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ کجا موسم بہار اور کجا زہد وورع۔

(۱۶) ترجمہ۔ اے حافظ موسم بہار میں زہد کا خیال کرنا عجیب دیوانگی ہے۔ سُن کہ میں آعوذ پڑھتا ہوں اور کسی دوسرے خیال میں مصروف ہوتا ہوں۔

اعوذ۔ سے مراد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم یا قل اعوذ برب الناس۔ شیطانی وسوسوں اور باطل خیالات کو دل سے دور کرنے کے لئے پڑھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ موسم بہار میں زہد کا خیال ایک باطل وسوسہ ہے اس سے بچنے کے لئے اعوذ پڑھنا چاہیئے اور شاہد وساغر کا خیال کرنا چاہیئے۔

غزل (۷۲)

نماز شام غریبان چو گریہ آغازم	۱	بہ مویہ ہای غریبانہ قصہ پردازم
بیاد یار و دیار آنچنان بگریم زار	۲	کہ از جہان رہ ورسم سفر براندازم
من از دیار حبیبم نہ از بلاد رقیب	۳	مہیمنا برفیقان خود رسان بازم
خدای را مددی ای دلیل راہ کہ من	۴	بکوی میکدہ دیگر علم برافرازم
خرد ز پیری من کی حساب برگیرد	۵	کہ باز با صنمی طفل عشق مے بازم
بجز صبا و شمالم نمی شناسد کس	۶	عزیز من کہ بجز باد نیست ہمرازم
ہوای منزل یار آب زندگانی ماست	۷	صبا بیار نسیمے ز خاک شیرازم
سرشکم آمد و عیبم بگفت روی بروی	۸	شکایت از کہ کنم خانگیست غمازم

(۹)　ز چنگ زہرہ شنیدم کہ صبحدم میگفت / مرید حافظ خوش لہجۂ خوآوازم　(۹)

(۱) ترجمہ۔ مسافری میں نماز شام کے وقت جب مَیں رونا شروع کرتا ہوں۔ تو مسافرانہ ہائے ہوئے سے اپنی حالت بیان

کرتا ہوں۔

آغازم از مصدر آغازیدن۔ شروع کرنا۔

(۲) ترجمہ۔ وطن اور دوست کی یاد میں ایسا زار زار روؤں۔ کہ جہان سے سفر کی راہ و رسم کو اُٹھادوں۔
یعنے میری آہ وزاری سُن کر لوگ سفر کرنا چھوڑ دیں۔

(۳) ترجمہ۔ میں معشوق کے وطن کا ہوں دشمن کی ولایت کا نہیں۔ اے خدا پھر مجھے اپنے رفیقوں کے پاس لیجا۔

(۴) ترجمہ۔ اے رستہ کے رہنما خدا مدد کرتا کہ میں جاکر میکدہ میں پھر جھنڈا بلند کروں۔

(۵) ترجمہ۔ عقل میرے بڑھاپے کو کب خیال میں لاتی ہے۔ جب کہ میں کمسن معشوق کے ساتھ عشق رکھتا ہوں۔
یعنے جب کم سن معشوق سے عشق ہے تو عقل میرے بڑھاپے کا کیا لحاظ کرے۔

(۶) ترجمہ۔ بادِ صبا اور بادِ شمال کے بغیر مجھے کوئی نہیں پہچانتا۔ اے میرے عزیز ہوا کے بغیر میرا کوئی ہمراز نہیں۔

(۷) ترجمہ۔ منزل محبوب کی آرزو ہمارے لئے آب حیات ہے۔ اے صبا خاکِ شیراز سے تھوڑی سی نسیم میرے پاس لا۔

آب و ہوا اور خاک کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ آنسو نکلے اور انہوں نے میرے عیب میرے روبرو بیان کئے۔ اور کسی کی کیا شکایت کروں۔ غماز گھر کا ہے۔

سرشک اور روبرو ے کی رعایت ظاہر۔ اشک کی غمازی کے لئے دیکھو د ۱۰۶/۷ د ۲۹/۱ ش ۹/۲ ع ۴/۵ م ۲۶/۹ ن ۵/۸۔

(۹) ترجمہ۔ زہرہ (رقاصۂ فلک) کے چنگ سے میں نے صبح کے وقت سُنا کہ کہتا تھا کہ میں خوش آواز اور خوش لہجہ حافظ کا مرید ہوں۔

گویا حافظ کی نظم آسمان پر بھی مقبول ہے۔ معمولی شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔

غزل (۷۳)

هرچند پیر و خسته دل و ناتوان شدم	۱	هرگه که یاد روی تو کردم جوان شدم
شکر خدا که هرچه طلب کردم از خدا	۲	بر منتهای مطلب خود کامران شدم
در شاهراه دولت سرمد بتخت بخت	۳	با جام می بکام دل دوستان شدم
از آن زمان که فتنهٔ چشمت بما رسید	۴	ایمن ز شر فتنهٔ آخر زمان شدم
ای گلبن جوان بر دولت بخور که من	۵	در سایهٔ تو بلبل باغ جنان شدم
اول ز حرف لوح وجودم خبر نبود	۶	در مکتب غم تو چنین نکته دان شدم
قسمت حوالتم بخرابات می کند	۷	هرچند این چنین شدم و آنچنان شدم
من پیر سال و ماه نیم یار بیوفاست	۸	بر من چو عمر میگذرد پیر از آن شدم
آن روز بر دلم در معنی گشاده شد	۹	کز ساکنان درگه پیر مغان شدم

(۱۰)　دوشم نوید داد و بشارت که حافظا / باز آ که من بعفو گناهت ضمان شدم　(۱۰)

(۱) ترجمہ - ہرچند میں بوڑھا خستہ دل اور ناتواں ہوگیا ہوں۔ لیکن جس وقت تیرے چہرہ کو یاد کرتا ہوں - جوان ہو جاتا ہوں۔

(۲) ترجمہ - خدا کا شکر ہے کہ میں نے جو کچھ خدا سے مانگا - اپنے منتہائے مقصود کے مطابق میں کامیاب ہوگیا۔

(۳) ترجمہ - دولت ابدی کی راہ میں خوش نصیبی کے تخت پر میں جام شراب کے ساتھ دوستوں کی دلی مراد کے مطابق بیٹھا۔

(۴) ترجمہ - جب سے تیری آنکھوں کا فتنہ ہم تک پہنچا ہے۔ فتنہ آخر زمان سے میں محفوظ ہوگیا۔

فتنہ آخر زمان سے مراد فتنۂ دجال یا فتنۂ قیامت - مطلب یہ ہے کہ تیرے عشق کے فتنہ میں مبتلا ہو کر تمام باقی فتنوں سے محفوظ ہوگیا ہوں۔

(۵) ترجمہ - اے پھول کے جوان پیڑ دولت کا پھل کھا کیونکہ میں تیرے سایہ کے نیچے باغ بہشت کی بلبل ہوگیا۔

محبوب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ تیرا سایہ میرے لئے سایۂ طوبیٰ ہے۔

(۶) ترجمہ۔ پہلے تو مجھ اپنی لوحِ وجود کے حرف کی بھی خبر نہ تھی۔ تیرے غم کے مکتب میں میں ایسا نکتہ دان ہو گیا ہوں۔

یعنے پہلے تو مجھے اپنے وجود کی بھی خبر نہ تھی۔ تیرے عشق کی برکت نے تمام رموز و اسرار سے واقف کر دیا۔

(۷) ترجمہ۔ قسمت مجھے خرابات کے حوالہ کرتی ہے۔ ہر چند میں یہ ہوا اور وہ ہوا۔

یعنے ہر چند زاہد و پارسا بننے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن قسمت میں رندی لکھی ہے کیا کروں۔

دیکھو شعر الف ۲/۲ ت ۸/۱ د ۲/۵ ش ۴/۵ ش ۶/۱ ش ۲۲/۵ م ۱۲/۳

(۸) ترجمہ۔ میں سالوں اور مہینوں کے گذرنے سے بڈھا نہیں ہوا بلکہ وجہ یہ ہے کہ معشوق بیوفا ہے۔

اور عمر کی طرح میرے پاس سے جلدی چلا جاتا ہے اس لئے بوڑھا ہو گیا ہوں۔

عمر کا جلدی اور بعجلت تمام گذرنا ظاہر۔

(۹) ترجمہ۔ اس روز سے میرے دل پر معانی کا دروازہ کھل گیا ہے۔ جب سے کہ میں پیرِ مغاں کی درگاہ پر مقیم ہوا ہوں۔

(۱۰) ترجمہ۔ کل اس نے مجھے خوشخبری اور بشارت دی کہ اے حافظ واپس آجا کہ میں تیرے گناہوں کی معافی کا ضامن ہوں۔

غالباً اس شعر میں شفیعِ قیامت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔

غزل (۷۴)

اگر بر خیزد از دستم کہ با دلدار بنشینم	۱	ز جام وصل می نوشم ز باغ خلد گل چینم
شراب تلخ صوفی سوز بنیادم بخواہد برد	۲	لبم بر لب نہ ای ساقی و بستان جان شیرینم
لبت شکر بمستان داد و چشمت مے بمیخواران	۳	منم کز غایت حرمان نہ با آنم نہ با اینم
مگر دیوانہ خواہم شد درین سودا کہ شب تا روز	۴	سخن با ماہ میگویم پری در خواب می بینم
چو ہر خاکی کہ باد آورد فیضی برد از انعامے	۵	ز حالِ بندہ یاد آور کہ خدمتگار دیرینم
نہ ہر کو نقش نظمی زد کلامش دلپذیر آمد	۶ ق	تذرو طرفہ میگیرم کہ چالاک ست شاہینم
وگر باور نمیداری رو از صورتگر چین پرس	۷	کہ مانی نسخہ میخواہد ز نوک کلک مشکینم

وفاداری و حق گوئی نہ کارِ ہر کسی باشد	۸	غلام آصف دوراں جلال الحق والدنیم
(۹)	رموزِ عشق و سرمستی زمن بشنو نہ از حافظ کہ با جام و قدح ہر شب حریفِ ماہ و پروینم	(۹)

(۱) ترجمہ۔ اگر مجھ سے یہ ہو سکا کہ دلدار کے ساتھ بیٹھوں۔ تو جامِ وصل سے شراب پیئونگا اور باغ بہشت سے پھول چنوں گا۔

(۲) ترجمہ۔ صوفی سوز تلخ شراب میری بنیاد اکھاڑ دے گی۔ اے ساقی تیرے لب پر لب رکھ اور میری جانِ شیریں لے لے۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے لب نے مستوں کو شکر دی اور تیری آنکھ نے شراب، خواروں کو شراب دی میں ہوں کہ غایت درجہ کی محرومی سے نہ یہ لے سکا نہ وہ۔

یعنے نہ تیرے لب شیریں کا بوسہ اور نہ تیری مست آنکھوں کی مستی نصیب ہوتی۔

(۴) ترجمہ۔ شاید میں اس سودا میں دیوانہ ہو جاؤں گا۔ کہ تمام رات صبح تک چاند سے باتیں کرتا ہوں اور خواب میں پریاں دیکھتا ہوں۔

یعنے تمام رات جاگتا ہوں اور تارے گنتا رہتا ہوں اور اگر سو بھی جاتا ہوں تو تیرے خیال میں پریاں نظر آتی رہتی ہیں۔ اگر یہی حالت رہی تو دیوانہ ہو جاؤں گا۔

(۵) ترجمہ۔ ہوا جو خاک (تیرے کوچہ سے) لاتی ہے۔ اسے میں فیض اور انعام سمجھتا ہوں۔ میرے حال کو یاد کر کہ میں پرانا خدمتگار ہوں۔

(۶) ترجمہ۔ ہر ایک شخص جو نظم لکھ لے اس کا کلام دلچسپ نہیں ہو جاتا۔ میں عجیب کبک اس لئے پکڑ لیتا ہوں کہ میرا باز چالاک ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہر ایک شاعر کا کلام دلپذیر نہیں ہو سکتا۔ میری طبیعت کا باز بہت چالاک ہے اس لئے اعلےٰ سے اعلےٰ خیالات کا شکار کرتا ہوں ؎

نے ہر ترانہ سنج بکیسا لذا بود — نے ہر سخن سرائے بہ سحبان برابراست
گیرم کہ ہر گیاہ بر دا ز ابر و باد فیض — خر زہرہ کے بہ سنبل و ریحان برابراست

در عرصهٔ قلمروِ فکر از محیط نطق	جو تے بریدہ ام کہ بہ عماں برابر است (غالب)

اِسی مضمون پر ہے ؎

نہ ہر بیجا صلے با خود خیالے کردہ مضمون شد	نہ ہر کس مصرعے چوں سرو موزوں کرد موزوں شد

اِسی مضمون پر حکیم سنائی نے کہا ہے ؎

نہ ہر آنکس کہ یک دو بیت بخواند	ژاژ خائید و دنب و ریش افشاند
باش۔ آنکس سخنور و شاعر	بر معانی بود شدہ ماہر

(۷) ترجمہ۔ اور اگر تجھے یقین نہیں تو جا چین کے نقاش سے پوچھ۔ کہ مانی بھی میرے مشکین قلم کی نوک سے نسخہ مانگتا ہے۔

یہ شعر پچھلے شعر کے ساتھ قطعہ بند ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میرے قلم کی سحر نگاری کا اگر تجھے یقین نہیں تو جا کر مانی سے پوچھ لے کہ وہ بھی باوجود مشہور نقاش ہونے کے میرے قلم کو اُستاد مانتا ہے۔ مانی چین کا ایک مشہور نقاش گذرا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ وفاداری اور حق گوئی ہر ایک شخص کا کام نہیں۔ میں آصف زمانہ (وزیر) جلال الدین کا غلام ہوں۔

اِس لئے ایسا وفادار اور حق گو ہوں۔

(۹) ترجمہ۔ عشق اور مستی کے اسرار مجھ سے سُن نہ کہ حافظ سے۔ کیونکہ میں ہر رات جام و قدح کے ساتھ ماہ و پروین کا حریف رہتا ہوں۔

یعنے تمام رات جاگتا رہتا ہوں اور شراب عشق پیتا رہتا ہوں۔ مجھ سے اسرارِ عشق سُن نہ کہ زاہد شہر سے۔

غزل (۷۵)

اینچہ شوریست کہ در دورِ قمر مے بینم	۱	ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر مے بینم
ہر کسے روز بہی مے طلبد از ایام	۲	مشکل اینست کہ ہر روز بتر مے بینم

۳	اہلہاں را ہمہ شربت ز گلاب و قند است	قوت دانا ہمہ از خونِ جگر می بینم
۴	اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالاں	طوق زریں ہمہ در گردن خر می بینم
۵	دختراں را ہمہ جنگ است و جدل با مادر	پسران را ہمہ بد خواہ پدر می بینم
۶	ہیچ رحمے نہ برادر بہ برادر دارد	ہیچ شفقت نہ پدر را بہ پسر می بینم
(۷)	پند حافظ بشنو خواجہ برو نیکی کن زانکہ ایں پند بہ از دُرّ و گہر می بینم	(۷)

غزل کا مضمون مسلسل ہے۔ دنیا کے بدلے ہوئے حالات۔ ارباب زمانہ کی بیوفائی۔ لوگوں کی بے حمیتی اور بے مروتی اور نا قدر شناسی کی شکایت ہے۔ یہ غزل موجودہ زمانہ کے حالات کے عین مطابق ہے۔

(۱) ترجمہ۔ زمانہ کے دور میں یہ کیا شور ہے۔ جو میں دیکھتا ہوں۔ تمام جہان کو فتنہ اور شر سے بھرا ہوا دیکھتا ہوں۔

ابنائے زمانہ در پئے شور و شر اند　　　　اپناشتہ نفاق و عین ضرر اند
مانندِ قطار شتر ایں فرقہ دوں　　　　با یکدگر اندو در پئے یکدگر اند

(۲) ترجمہ۔ ہر ایک شخص زمانہ سے بہتری کے دن کی طلب کرتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ روز بروز حالت بدتر ہوتی جاتی ہے۔ موجودہ زمانہ بیشک خواجہ صاحب کے زمانہ سے بھی بدتر ہے ؎

دریں عہد زاں ہم بتر کن قیاس　　　　وزیں پس بتر کل یوم شناس

(۳) ترجمہ۔ بیوقوفوں کے لئے پینے کو گلاب و قند ہے اور دیکھتا ہوں کہ دانا کی خوراک خونِ جگر ہے ؎

حاصلِ دانا ز عالم رنج بسیار است و بس　　　　گر رسد چیزے بصد خونِ دل آزار است و بس

(۴) ترجمہ۔ عربی گھوڑا پالان کے نیچے زخمی ہوگیا۔ اور زریں طوق تمام گدھوں کی گردنوں میں دیکھتا ہوں۔

یہ دونو شعر ارباب زمانہ کی ناقدرشناسی اور اہل کمال کی حرمان نصیبی پر ہیں۔ دیکھو شعر د ۱۲۶/۷ د ۱۲۱/۴ د ۱۲۱/۸ م ۲۱/۴ م ۹۲/۵ ت ۷۱/۴ د ۱۲۰/۹۔

نگیرد بخت دانا دامن صبح فراغت را　　　　چو روز و شب حضوری نیست باہم عقل و دولت را

(۵) ترجمہ۔ لڑکیوں کو ماں کے ساتھ جنگ و جدل ہے۔ اور لڑکے تمام باپ کے دشمن نظر آتے ہیں۔ بیشک والدین کی شفقت اور اولاد کی محبت اور پابندی آداب اب تقریباً مفقود ہے۔

چناں ناسازگاری عام شد در روزگار ما — کہ طفل از شیر مادر استخواں اندر گلو دارد

(۶) ترجمہ۔ بھائی کو بھائی پر بالکل رحم نہیں۔ اور باپ کی لڑکے کے ساتھ بالکل شفقت نہیں ہے

اخوت کا سبق اسلام نے جنکو سکھایا تھا — وہ بھائی بھائی سے آزردہ و بیزار بیٹھے ہیں

(۷) ترجمہ۔ اے صاحب من! حافظ کی نصیحت سن جا اور نیکی کر۔ کیونکہ میں اس نصیحت کو موتیوں اور جواہرات سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں۔

غزل (۷۶)

۱ دیدار شد میسر و بوس و کنار هم — از بخت شکر دارم و از روزگار هم

۲ زاهد برو که طالع اگر طالع من ست — جامم بدست باشد و زلف نگار هم

۳ ما عیب کس برندی و مستی نمی کنیم — لعل بتاں خوش ست و می خوشگوار هم

۴ ای دل بشارتی دهمت محتسب نماند — وز می جهاں پرست و بت میگسار هم

۵ آن شد که چشم بدنگراں بود از کمیں — خصم از میاں برفت و سرشک از کنار هم

۶ خاطر بدست تفرقه دادن نه زیرکیست — مجموعه بخواه و صراحے بیار هم

۷ بر خاکیان عشق فشاں جرعه لبش — تا خاک لعل گوں شود و مشکبار هم

۸ چوں آبروی لاله و گل فیض حسن تست — ای ابر لطف بر من خاکے ببار هم

۹ چوں کائنات جمله ببوی تو زنده اند — ای آفتاب سایه ز من بر مدار هم

۱۰ اهل نظر اسیر تو اند از خدا بترس — وز انتصاف آصف جم اقتدار هم

۱۱ بر یاد رای انور او آفتاب صبح — جاں میکند فدا و کواکب نثار هم

۱۲ گوی زمین ربوده چوگان عدل تست — وین برکشیده گنبد نیلی حصار هم

۱۳ ق تا از نتیجه فلک و طور دور اوست — تبدیل سال و ماه و خزان و بهار هم

۱۴ خالی مباد کاخ جلالت ز سروران — وز ساقیان سرو قد گلعذار هم

۱۵ برهان ملک و دین که ز دست سخاوتش — ایام کان یمین شد و دریا یسار هم

این پائیدار مرکز عالے مدار ہم	عزم سبک عنان تو در جنبش آورد

حافظ کہ در ثنای تو چن یں گہر فشاند
پیش کف تو شد خجل و شرمسار ہم

(۱) ترجمہ۔ دیدار میسر ہوگیا اور بوس و کنار بھی۔ بخت کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور زمانہ کا بھی۔

(۲) ترجمہ۔ اے زاہد چلا جا کیونکہ اگر نصیب میرا نصیب ہے تو میرے ہاتھ میں پیالہ ہوگا اور زلفِ معشوق بھی۔

(۳) ترجمہ۔ ہم رندی اور مستی پر کسی کی عیب جوئی نہیں کرتے۔ معشوقوں کا لبِ لعل اچھا ہے اور خوشگوار شراب بھی۔

(۴) ترجمہ۔ اے دل میں تجھے خوشخبری دیتا ہوں کہ محتسب نہیں رہا۔ شراب سے جہاں بھرا ہوا ہے اور شراب نوش معشوق بھی۔
غالباً شاہ شجاع کا وقت ہوگا جس نے شراب خانوں کے بند ہونے کے حکم کو منسوخ کر دیا تھا۔

(۵) ترجمہ۔ وہ وقت گیا کہ چشمِ بد گھات سے دیکھتی تھی۔ دشمن درمیان سے چلا گیا ہے اور آنسو دامن سے بھی۔

(۶) ترجمہ۔ دل کو تفرقہ کے ہاتھ میں دینا دانائی نہیں۔ کتاب مانگ اور صراحی بھی لا۔
مطلب یہ ہے کہ دل کو مختلف پریشان اور متفرق خیالات سے ہٹا کر کتاب کا مطالعہ کر اور شراب پی
تفرقہ اور مجموعہ کی رعایت ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ عشق کے خاکیوں پر اس کے لب سے ایک جرعہ گرا۔ تاکہ خاک لعل کی طرح ہو جائے اور خوشبو دار بھی۔
خاکیانِ عشق سے مراد انسان ہے
شاہ چوں خورد جامِ صفا بر خاک ریزد جرعہ ہا (محی الدین) زاں حق شرابِ عشق را بر خاکِ آدم ریختہ

(۸) ترجمہ۔ جب لالہ و گل کی آبرو تیرے حسن کے فیض سے ہے۔ تو اے لطف کے بادل مجھ خاکی پر بھی برس۔
مطلب یہ ہے کہ گل و لالہ کا تمام حسن حسنِ مطلق سے فیضیاب ہوا ہے۔ ہم خاکی بھی ابرِ لطف کے امیدوار بیٹھے ہیں۔ تاکہ ہماری خاک بھی بہار پیدا کرے ہے

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی   اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی   سودا

(۹) ترجمہ۔ جب تمام کائنات تیری خوشبو سے زندہ ہے۔ تو اے آفتاب مجھ سے بھی سایہ نہ ہٹا۔
وہی مضمون ہے جو پچھلے شعر میں ہے۔ محبوبِ حقیقی سے خطاب ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ اہل نظر تیرے اسیر ہیں۔ خدا سے ڈر۔ اور وزیر جم جاہ کے انصاف سے بھی۔

عاشقانہ طرز سے مدح کی طرف گریز ہے۔ وزیر وقت کی مدح ہے۔ معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ کہ لوگوں کو تونے اسیر کیا ہوا ہے۔ کیا تجھے خدا اور وزیر عہد کی انصاف پسندی اور معدلت گستری کا خیال بھی نہیں۔

اس غزل کے باقی تمام اشعار اسی وزیر کی مدح میں ہیں اور اشعار (۱۳) و (۱۴) دعائیہ ہیں۔

(۱۱) ترجمہ۔ صبح کا آفتاب اس کی روشنی والے کی یاد میں جان کو فدا کرتا ہے اور ستاروں کو قربان کرتا ہے۔

یعنی وزیر ممدوح کی رائے آفتاب سے بھی زیادہ روشن اور روشنی بخش ہے۔

(۱۲) ترجمہ۔ زمین کی گیند تیرے عدل کے چوگان کی مطیع ہے اور یہ نیلگوں اونچا گنبد بھی۔

یعنے زمین و آسمان تیرے چوگان عدل و انصاف کے زیر فرمان ہیں۔

(۱۳) ترجمہ۔ جب تک آسمان اور اسکے طور و دور کا نتیجہ سال و ماہ اور خزاں و بہار کی تبدیلی پیدا کرتا رہے۔

(۱۴) ترجمہ۔ اس وقت تک تیرے جلال کا محل سرداروں سے خالی نہ ہو۔ اور سرو قامت گل عذار ساقیوں سے بھی۔

یہ دونوں شعر قطعہ بند ہیں مطلب یہ ہے کہ جب تک زمانہ قائم ہے۔ تیری مجلس امراؤ وزرا اور ساقیان گلعذار و دلربا سے خالی نہ ہو۔

(۱۵) ترجمہ۔ برہان الدین والملک کہ جس کے دست سخاوت سے زمانہ باشوکت ہو گیا ہے اور دریا بخیل۔

برہان الدین والملک۔ وزیر کا نام۔ **یمین** (۱) دست راست (۲) شوکت۔ منزلت طاقت۔ **یسار**۔ (۱) طرف چپ مقابل یمین (۲) استعمال فارسی میں بمعنے شوم و بخیل استعمال ہوتا ہے مثلاً ظہوری کا شعر ہے ؎

نشستہ مدعیان انداز یمین و یسار   خداستہ راکہ بہ پرہیز از یسا لئے چند

محمد قلی مجذوب نے کہا ہے ؎

عبرتے گیر از زنان عرب   مالداری بخو کہ ہست یسار

مطلب یہ ہے کہ میرے ممدوح کے دست سخاوت نے زمانہ کو باشوکت بنا دیا ہے اور اس کے مقابلہ میں دریا جو مشہور فیاض ہے۔ وہ بھی ایک بخیل اور شوم کی حیثیت رکھتا ہے۔ کان یعنے کہ آن دستۂ ویمین و یسار۔ کان اور دریا کی رعایت ظاہر۔

(۱۶) ترجمہ۔ تیرا تیز رو ارادہ جنبش میں لاتا ہے اس پائدار اور عالی مدار مرکز کو بھی۔

مرکز۔ عالی مدار اور پائدار سے مراد زمین۔ جو عقیدۂ قدیم کے مطابق متحرک نہ تھی بلکہ ساکن۔ یا آسمان

مطلب یہ ہے کہ تیرا ارادہ اس قدر قوی اور تیز ہے کہ زمین کو بھی ہلا سکتا ہے۔ یا آسمان کو ہلا سکتا ہے۔

(۱۷) ترجمہ۔ حافظ جس نے تیری ثنا میں اتنی گہر افشانی کی ہے۔ تیری ہتھیلی کے سامنے خجل و شرمسار ہو گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میں نے بھی تیری مدح میں بہت در افشانی کی۔ لیکن تو نے عطائے صلہ میں اس سے بھی بڑھکر دُر و گوہر مجھے عطا کئے۔ گویا میری گوہر افشانی تیری گوہر افشانی کے سامنے شرمندہ ہے۔ یہ بھی صلہ کی درخواست ہی سمجھئے۔ بعض پُرانے قلمی دیوانوں میں یہ شعر نہیں ہے۔ شعر (۱۰) کو ضروری ترمیم کے ساتھ غزل کا مقطع لکھا ہے۔

غزل (۷۷)

صلاح از ما چہ میجوئی کہ مستان را صلا گفتیم	۱	بدور نرگس مستت سلامت را دعا گفتیم
در میخانہ را بکشا کہ ہیچ از خانقہ نکشود	۲	گرت باور بود ورنہ سخن این بود و ما گفتیم
من از چشم خوش ساقی خراب افتادہ ام لیکن	۳	بلائی کز حبیب آمد ہزارش مرحبا گفتیم
قدت گفتیم کہ شمشاد است و بس خجلت ببار آورد	۴	کہ این نسبت چرا کردیم و این بہتان چرا گفتیم
اگر برمن نبخشائی پشیمانی خوری آخر	۵	بخاطر دار این معنی کہ در خدمت کجا گفتیم
جگر چون نافہ ام خون گشت کم زینم نمی باشد	۶	جزای آنکہ با زلفش سخن از چین خطا گفتیم

(۷)

تو آتش گشتی ای حافظ ولی با یار در نگرفت
ز بدعہدی گل گوی حکایت با صبا گفتیم

(۷)

(۱) ترجمہ۔ ہم سے تو صلاحیت کیا ڈھونڈھتا ہے کہ ہم نے مستوں کو صلا دی ہے۔ تیری نرگس مست کے زمانہ میں ہم نے سلامتی کو الوداع کہہ دیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تیری مست آنکھ کے دور میں دل و دین کی سلامتی ممکن نہیں۔ ہم رند ہیں مستوں اور رندوں کے ہم مجلس ہیں۔ ہم سے صلاح کار کی امید فضول ہے۔

(۲) ترجمہ۔ میخانہ کے دروازہ کو کھول کہ خانقاہ سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اگر تجھے ہماری بات پر یقین ہے۔

(تو بہتر) ورنہ سچی بات یہی تھی اور ہم نے کہہ دی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ زہد خشک سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ شراب عشق پی۔ ہم نے سچی بات کہدی ہے مان یا نہ مان دیکھو شعر د ۱۴۹

من از کنج خراباتے جمالے دیدہ ام واللہ ۔ کہ چندیں سال مے جستم بہ محراب مناجاتش (معین الدینؒ)

(۳) ترجمہ۔ میں ساقی کی خوبصورت آنکھ سے مست و خراب ہو کر گرا ہوا ہوں۔ لیکن جو مصیبت معشوق کی طرف سے آئی۔ ہم نے اسے ہزار دفعہ مرحبا۔ خوش آمدید کہا۔ ۶ ہر چہ از دوست می رسد نیکوست

(۴) ترجمہ۔ میں نے تیرے قد کو شمشاد کہا اور بہت شرمندگی حاصل ہوئی۔ کہ ہم نے یہ نسبت کیوں کی ہے۔ اور یہ بہتان کیوں باندھا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے قد سے شمشاد کو کیا نسبت ہے ؎

سرو را قد یار میگویند ۔ سرو چہ بیست ناتراشیدہ

قد موزون ترا با سرو نسبت چوں کنم ۔ ایں قدر خود فرق و موزون و ناموزون کنم

(۵) ترجمہ۔ اگر تو مجھ پر بخشش نہیں کرتا تو آخر پشیمانی اٹھائیگا۔ اس بات کو یاد رکھ کہ تیری خدمت میں کب کہی تھی۔

یعنے میری اس وقت کی بات یاد رکھ کہ اگر تو مجھ پر مہربانی نہیں کرے گا تو پشیمان ہو گا۔

(۶) ترجمہ۔ نافہ کی طرح میرا جگر خون ہو گیا اور اس جرم کی سزا اس سے بہتر ہو بھی کوئی نہیں سکتی کہ میں نے تیری زلف کے سامنے غلطی سے چین کا ذکر کیا۔

مطلب یہ ہے کہ میں نے تیری زلف عنبرین کے سامنے نافہ چین کا غلطی سے ذکر کر دیا یا غلطی سے تیری زلف معنبر کو نافہ چین سے تشبیہ دیدی اس غلطی کی سزا میں میرا جگر تیرے عشق میں نافہ کی طرح خون ہو گیا ہے کہتے ہیں۔ کہ نافہ منجمد خون ہوتا ہے۔

خطا ایک مقام کا نام بھی ہے۔ جس کے نافے مشہور ہوتے ہیں۔ نافہ چین اور خطا کی رعایت ظاہر

از خطا کے رو بہم سوئے ختن ۔ چین زلفت نگار خانہ ماست

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ تو آگ ہو گیا۔ لیکن معشوق پر کچھ اثر نہ ہوا۔ گویا ہم نے پھول کی بیوفائی کی حکایت بادِ صبا سے بیان کی ؎

سوختیم و سوزش ما بر کسے ظاہر نشد ۔ چوں چراغان شب مہتاب بیجا سوختیم

غزل (۷۸)

عمریست تا من در طلب ہر روز گامی میزنم	۱	دستِ شفاعت ہر دمی در نیکنامی میزنم
بی ماہ مہر افروز خود تا کے گذارم روز خود	۲	دامی براہی می نہم مرغے بدامی میزنم
تا بو کہ یابم آگہی زاں سایۂ سرو سہی	۳	گلبانگ عشق از ہر طرف بر خوشخرامی میزنم
ہر چند آں آرام دل دانم بنخشد کام دل	۴	نقشے خیالی میکشم فالے دوامی میزنم
اورنگ کو گلچہر کو نقش وفا و مہر کو	۵	حالی من اندر عاشقی داد تمامی میزنم
دانم سر آید قصہ ام چوں ال نماند غصہ ام	۶	زیں آہ خوں افشاں کہ من ہر صبح شامی میزنم

(۷)	با آنکہ از خود غائبم وز می چو حافظ تائبم در مجلس روحانیاں گہ گاہ جامی میزنم	(۷)

(۱) ترجمہ۔ مُدّت ہوئی کہ ہر روز میں راہِ طلب میں ایک قدم بڑھاتا ہوں۔ ہر وقت شفاعت کا ہاتھ کسی نیک نام تک پہنچاتا ہوں۔

یعنے شفاعت کے لئے ہاتھ لمبا کرتا ہوں۔ مطلب یہ ہو کہ پائے طلب اور دست شفاعت کی برکت سے ترقی کرتا ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ اپنے مہر افروز معشوق کے بغیر کب تک وقت بسر کروں۔ راہ میں جال لگاتا ہوں اور پرندہ جال میں پھنساتا ہوں۔

اس شعر میں بھی سعی و طلب کا ہی ذکر ہے۔

(۳) ترجمہ۔ تاکہ شاید اس سرو سہی کے سایہ کا کچھ پتہ لگاؤں۔ عشق کی آواز ہر طرف ہر خوش رفتار پر لگاتا ہوں۔

یعنے ہر ایک خوشخرام کو دیکھتا پھرتا ہوں تاکہ میرا خوشخرام سرو کہیں نظر آجائے۔ یہاں بھی سعی و طلب کا ہی بیان ہے۔

(۴) ترجمہ۔ ہر چند میں جانتا ہوں کہ وہ دلارام مقصدِ دلی عطا نہیں کریگا۔ تاہم خیالی نقش بناتا ہوں اور ہمیشہ فالیں نکالتا ہوں۔

یعنے گوہرِ مقصود حاصل ہونا تو مشکل نظر آتا ہے۔ لیکن کوشش کئے جاتا ہوں۔

(۵) ترجمہ۔ عاشق کہاں معشوق کہاں اور نقشِ مہر و وفا کہاں۔ فی الحال میں عاشقی میں پوری ریا سب کی (؟) داد دیتا ہوں۔
اورنگ - ایک عاشق کا نام۔ **گلچہر**۔ اس کی معشوقہ کا نام۔ مطلب یہ ہے کہ اورنگ و گلچہر کے عشق و عاشقی کا اب نام و نشان کہاں اب تو میرے ہی عشق کا چرچا ہے۔ داد زدن کی بجائے داد زدن بھی ہو سکتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میں جانتا ہوں کہ یہ قصہ ختم ہو جائے گا اور یہ غصہ کی حالت باقی نہیں رہیگی بوجہ اس خوں افشاں آہ کے جو میں ہر صبح و شام کرتا ہوں۔
مطلب یہ ہے کہ میری دردناک آہیں آخر کار مجھے اس غم و غصہ کی حالت سے نکالینگی۔

(۷) ترجمہ۔ باوجود اس کے کہ میں اپنے آپ سے غائب ہوں اور حافظ کی طرح شراب سے توبہ کی ہوئی ہے، تاہم روحانیوں کی مجلس میں گاہ بگاہ ایک پیالہ پی لیا کرتا ہوں۔
ظاہر ہے کہ یہ شراب عشق و معرفتِ الٰہی ہے۔ جس کا نتیجہ بے خودی ہے۔

غزل (۷۹)

۱	بروای طبیبم از سر که خبر ز سر ندارم	بگذار تا بمیرم که ز جان خبر ندارم
۲	بعیادتم قدم نه که ز بیخودی شوم به	می ناب نوش و هم ده که غم دگر ندارم
۳	غم ار خوری از این پس بکنم ز غمخوری بس	نظری بجز تو با کس بکسی دگر ندارم
۴	ز زرت کنند زیور بر زیت کشند در بر	من بینوای مضطر چه کنم که زر ندارم
۵	دگرم مگو که خواهم که ز در گهت برانم	تو برین و من بر آنم که دل از تو بر ندارم
۶	من اگرچه می پرستم نه بیدیمی بدستم	مبر ید دل زدستم که دل دگر ندارم

(۷)	دلِ حافظ ار بجوئی غم دل به تن نخوی چه بگویمت بگوئی سر درد سر ندارم	(۷)

یہ غزل اکثر پُرانے قلمی دیوانوں میں نہیں دیکھی گئی۔ ممکن ہے الحاقی ہو۔

(۱) ترجمہ۔ اے طبیب میرے سر سے چلا جا کہ مجھے سر کی بھی خبر نہیں۔ خدا کے لئے میری جان چھوڑ کہ مجھے جان کی بھی خبر نہیں ہے

از سر بالین من بر خیز اے ناداں طبیب　　درد مندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے

بخدا اگر بمیرم کہ دل از تو بر نگیرم　　بروا ے طبیب از سر کہ دوا نمے پذیرم

(۲) ترجمہ۔ میری بیمار پُرسی کے لئے قدم رنجہ فرما تاکہ میں بیخودی سے اچھا ہو جاؤں۔ خالص شراب پی اور مجھے دے کہ اس کے بغیر مجھے اور کوئی غم نہیں۔

(۳) ترجمہ۔ اگر تو اس کے بعد میرا غم کھائے تو پھر میری غمخواری چھوڑ نہ دینا۔ کیونکہ میری تیرے بغیر اور کسی پر نظر نہیں۔

اس شعر کی ترکیب مشتبہ ہے۔ صحیح نسخہ معلوم نہیں ہوتا۔ باکس اور بکستے میں ظاہراً تکرار ہے۔ جو نازیبا ہے۔ صحیح شعر کا پتہ نہیں لگ سکا۔

نکنم میں تم فاعلی نہیں۔

(۴) ترجمہ۔ زر سے ہی تیرا زیور بناتے ہیں اور زر سے ہی تجھے بغل میں لیتے ہیں۔ میں بینوا پریشان حال کیا کروں کہ میرے پاس زر نہیں ہے

آمد بر من چو بر کفم زر پنداشت　　چوں دید کہ زر نداشتم رہ بگذاشت　　(کمال اسمٰعیل)

(۵) ترجمہ۔ پھر مجھے یہ نہ کہو کہ میں تجھے دروازہ سے ہٹانا چاہتا ہوں۔ تیرا یہ خیال ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ تجھ سے کبھی دل نہ ہٹاؤں۔

(۶) ترجمہ۔ میں اگرچہ شراب پرست ہوں تاہم میرے ہاتھ میں شراب نہ دو۔ میرے دل کو قابو سے باہر نہ کرو کہ دوسرا دل نہیں رکھتا ہوں۔

(۷) ترجمہ۔ اگرچہ تو حافظ کی دلجوئی کرتا ہے لیکن تجھ سے غمِ دل کیا بیان کروں کیونکہ تو تند خوئی سے کہتا ہے کہ مجھ سے یہ دردِ سر نہیں ہو سکتا۔

یعنے تو خود حال پُرسی کرتا ہے۔ اور جب غمِ دل کا حال بیان کرتا ہوں تو تُو جواب دیتا ہے کہ ہم سے یہ قصّے

نہیں سُنے جاتے سر دردی نہیں ہو سکتی -

ردیف ن

غزل (۱)

ای نور چشم من سخنی ہست گوش کن	۱	تا ساغرت پرست بنوشان و نوش کن
پیران سخن بتجربہ گفتند گفتمت	۲	ہان ای پسر کہ پیر شوی پند گوش کن
بر ہوشمند سلسلہ ننہادہ است عشق	۳	خواہی کہ زلف یار کشی ترک ہوش کن
تسبیح و خرقہ لذت مستی نہ بخشدت	۴	ہمت درین عمل طلب از میفروش کن
با دوستان مضائقہ در عمر و مال نیست	۵	صد جان فدای یار نصیحت نیوش کن
در راہ عشق وسوسۂ اہرمن بسیست	۶	ہشدار و گوش دل بہ پیام سروش کن
برگ و نوا تبہ شد و ساز طرب نماند	۷	ای چنگ نالہ برکش و ای دف خروش کن
ساقی کہ جامت از می صافی تہی مباد	۸	چشم عنایتی بمن دُرد نوش کن

(۹) سرمست در قبای زر افشان چو بگذری
یک بوسہ نذر حافظ پشمینہ پوش کن (۹)

(۱) ترجمہ - اے میری آنکھوں کے نور! ایک بات ہے غور سے سُن جب تک تیرا ساغر بھرا ہوا ہے پی اور پلا -
مطلب یہ ہے کہ جب تک تجھ میں استطاعت ہے - پی اور پلا - کھا اور کھلا ؎
اے کہ دستت میرسد کاری بکن پیش ازاں کز تو نیاید ہیچ کار

(۲) ترجمہ۔ بوڑھے تجربہ سے بات کہتے ہیں۔ میں نے تجھے کہدیا ہے ہاں اے لڑکے خدا تجھے بڑی عمر دے نصیحت سُن۔

مطلب یہ ہے کہ بوڑھوں کی نصیحت تجربہ پر مبنی ہوتی ہے اس لئے میری نصیحت سُن اور اس پر عمل کر۔

پیر شوی سے مراد یہ کہ خدا تجھے عمرِ طویل عطا کرے۔

(۳) ترجمہ۔ ہوشمند پر عشق اپنا سلسلہ نہیں رکھتا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ معشوق کی زلف کو پکڑے تو ہوش ترک کردے۔

مطلب یہ ہے عاقل و دانا عشق کے اسرار و رموز سے ہرگز واقف نہیں ہوسکتا۔ اگر عشق میں کامیاب ہونا چاہتا ہے۔ تو ہوش کو ترک کردے۔ تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۱ ت ۱/۲ د ۵/۲ د ۱۵/۱ ل ۸/۵ م ۱/۲ س ۲/۴ ص ۱/۵ ل ۸/۵۔

عشق مستغنےست از تدبیرِ عقل حیلہ گر شیر کے ساز دعصائے خود دُم روباہ را (صائب)

(۴) ترجمہ۔ تسبیح اور خرقہ تجھے مستی کی لذت نہیں بخشیں گے۔ اس عمل میں میفروش سے ہمت طلب کر۔

مطلب یہ ہو کہ زہدِ خشک سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ شرابِ عشق سے مستی مانگ تاکہ گوہرِ مقصود ہاتھ آئے۔

(۵) ترجمہ۔ دوستوں کے ساتھ عمر و مال سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ نصیحت سُننے والے دوست پر سو جان قربان کی جاسکتی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ راہِ عشق میں شیطانی وسوسے بہت ہوتے ہیں۔ ہوشیار رہ اور سروشِ غیبی کے پیغام کو دل کے کانوں سے سُن۔

مطلب یہ ہے کہ راہِ عشق میں غولِ بیابان کا بہت خطرہ ہے۔ لغزش کے بہت موقعے ہیں۔ قدم قدم پر بہک جانے کا ڈر ہے۔ رہبرِ غیب کی نصیحت پر عمل کر اور اس کے پیچھے چل۔ شر الوسواس الخناس سے اسی لئے پناہ مانگا کرتے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ ساز و سامان تباہ ہوگئے۔ اور سامانِ طرب نہیں رہا۔ اے چنگ نالہ و فریاد کر اور اے دف شور کر۔

آوازِ دف و چنگ سے پھر سازِ طرب مہیا کرنا چاہتے ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ اے ساقی تیرا پیالہ شرابِ صاف سے کبھی خالی نہ ہو۔ مجھ دُردنوش پر بھی عنایت کی ایک نظر ڈال۔

(۹) ترجمہ۔ زر افشاں قبا پہن کر جب تو سرمست ہوکر گذرے تو پشمینہ پوش حافظ کو بھی ایک بوسہ نذر کرتا جا۔

زر افشاں اور پشمینہ پوش کا مقابلہ ظاہر۔

غزل (۲)

افسر سلطان گل پیدا شد از طرف چمن	۱	مقدمش یا رب مبارک باد بر سرو و سمن
خوش بجای خویشتن بودی نشست خسروی	۲	تا نشیند هر کسے اکنون بجای خویشتن
تا ابد معمور باد این خانه کز خاک درش	۳	هر نفس با بوی رحمٰن می وزد باد یمن
خاتم جم را بشارت ده بحسن خاتمه	۴	کاسم اعظم کرد از و کوتاه دست اهرمن
خنگ چوگانی چرخت رام شد در زیر زین	۵	شهسوارا خوش بمیدان آمدی گوی بزن
جویبار ملک را آب از سر شمشیر تست	۶	تو درخت عدل بنشان بیخ بدخواهان بکن
شوکت پور پشنگ و تیغ عالم گیر تو	۷	در همه شهنامه ها شد داستان انجمن
بعد ازین نشگفت اگر با نکهت خلق خوشت	۸	خیزد از صحرای ایران نافهٔ مشک ختن
گوشه گیران انتظار جلوهٔ خوش می کشند	۹	بر شکن طرف کلاه و برقع از رخ برفکن
ای صبا بر ساقی بزم اتابک عرضه دار	۱۰	تا ازان جام زر افشان جرعهٔ بخشد بمن

(۱۱) مشورت با عقل کردم گفت حافظ می بنوش
ساقیا می ده بقول مستشار مؤتمن (۱۱)

یہ غزل مدحیہ ہے۔ تمہیدی بہاریہ اشعار کے بعد بادشاہِ وقت کی تعریف میں غزل تمام کی ہے۔ مگر حسب معمول خواجہ صاحب عاشقانہ طرز کو نہیں چھوڑتے۔ مدحیہ یا طرح خواجہ اپنی طرز کو کسی جگہ نہیں بھولتے اور یہی وجہ ہے کہ ان کا کلام اس درجہ مقبول و دلکش ہے۔

(۱) ترجمہ۔ باغ کی جانب سے سلطانِ گل کا تاج نمودار ہوا۔ اے خدا سرو و سمن کے ساتھ اسکی تشریف آوری مبارک ہو۔

یعنے موسم بہار ہے۔ گل و ریحان اور سرو و سمن عالم شباب میں ہیں۔ خواجہ صاحب اُن کا خیر مقدم کہتے ہیں۔ افسر اور طرف کی رعایت ظاہر ہے۔

(۲) ترجمہ۔ بادشاہی نشست اپنی جگہ پر اچھی ہوتی ہے۔ تاکہ ہر کوئی اپ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جائے۔

یعنے میر مجلس کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ ہر کس و ناکس کو اپنی اپنی جگہ معلوم ہوجائے۔ ورنہ ہر شخص اپنے اپنے زعم میں صدر نشین ہوتا ہے ؎

چناں بود کرشمہ و نازِ سہی قداں کاید بجلوہ سرو صنوبر خرام ما

(۳) ترجمہ۔ یہ گھر ابدالاباد تک آباد رہے کیونکہ اس کے دروازہ کی خاک سے ہر دم بادِ یمن نفس الرحمٰن کے ساتھ چلتی ہے۔

یعنے اس دروازہ کی خاک سے بھی نفس الرحمٰن کی خوشبو آتی ہے۔ بادِ یمن اور نفس الرحمٰن کے لئے دیکھو ت ۱/۲۔

(۴) ترجمہ۔ خاتم سلیمان کو حسنِ انجام کی خوشخبری دے۔ کیونکہ اسم اعظم نے شیطان کے ہاتھ کو اس سے دور کردیا ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ایک دفعہ صخرہ نام ایک دیو کے ہاتھ لگ گئی۔ اور وہ کچھ دنوں تک اس کی برکت سے سلطنت کرتا رہا۔ لیکن آخر کار پھر وہ انگشتری آنحضرت کو مل گئی۔ اور صخرہ سلطنت سے معزول ہوا۔ خواجہ صاحب نے یہ غزل کسی بادشاہ کی تخت نشینی پر لکھی ہے۔ ان کے عہد میں شیراز میں یکے بعد دیگرے کئی بادشاہ ہوئے۔ کسی بادشاہ کے چند روزہ سلطنت کرنے کے بعد پھر اصلی بادشاہ کے تخت و تاج پر قابض ہونے کے موقعہ پہ یہ غزل کہی گئی ہے۔ ممکن ہے منصور بادشاہ کے متعلق ہو۔

(۵) ترجمہ۔ آسمان کا چوگانی گھوڑا زین کے نیچے مطیع ہوگیا ہے۔ اے شاہسوار تو میدان میں اچھا آیا ہے گیند مار۔

خنگ۔ بکسر۔ (۱) سفید۔ (۲) خصوصاً سفید گھوڑا جو سبزی اور سیاہی مائل ہو۔

آسمان کو پولو کا گھوڑا کہا ہے۔ ممدوح کو سوار اور زمین کو گیند سے تشبیہ دی ہے مطلب یہ ہے کہ چوگانِ اقبال سے گوئے زمین کو اپنے زیر فرمان رکھ۔

(۶) ترجمہ۔ ملک کی نہر کو تیری تلوار سے پانی ملتا ہے۔ عدل کا پودا لگا اور دشمنوں کی جڑ اکھیڑ دے۔

مطلب یہ ہے کہ ملک کی سرسبزی اور آبادی تیری تلوار کی برکت سے ہے۔ تلوار کے زور سے دشمنوں کی بیخ کنی کردے اور عدل و انصاف کو ملک پر مسلط کردے۔

(۷) ترجمہ۔ تیری افراسیابی شوکت اور تیری عالمگیر تلوار کا ہر انجمن اور ہر شاہنامہ میں چرچا ہے۔

پور پشنگ پشنگ کا بیٹا۔ پشنگ بضم اوّل و فتح ثانی یا بفتحتین۔ نام افراسیاب کے باپ کا لہذا پور پشنگ بمعنے افراسیاب۔ مطلب یہ ہے کہ آج کل تمام مجلسوں میں اور تمام بادشاہی تواریخوں میں تیرا ہی چرچا ہے۔ پور پشنگ اور شاہنامہ کی رعایت ظاہر۔ کیونکہ شہنامۂ فردوسی میں افراسیاب کا مفصل قصہ درج ہے۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے اخلاق حمیدہ کی خوشبو سے بھی اگر شگفتہ نہ ہوا۔ تو پھر صحرائے ایران سے نافہ مشک ختن اٹھ جائے گا۔

یعنے اگر باوجود تیرے اخلاقِ حمیدہ کے بھی ایران خوش و خرم اور شگفتہ نہ ہوا۔ تو پھر نافۂ مشک ختن کیا کرے گا۔

(۹) ترجمہ۔ گوشہ نشین تیرے خوش نما جلوہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ ٹوپی کو ٹیڑھا رکھ اور چہرہ سے پردہ ہٹا۔

یعنے تشریف لے آ اور بزم آرا ہو۔ ہم تیرے منتظر بیٹھے ہیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے بادِ صبا مجلسِ بادشاہ کے ساقی سے جا کر عرض کر۔ کہ اس زر افشاں پیالہ سے ایک گھونٹ مجھے بھی بخشے۔

اتابک۔ ترکی لفظ ہے۔ بمعنے اُستاد۔ امیر۔ بادشاہ۔ سعد زنگی بادشاہ ایران کا لقب۔ پہلے سلطان سنجر کا اُستاد تھا۔ سلطان سنجر نے ایک رات مستی کی حالت میں اسے بادشاہی دے دی۔ چنانچہ سلطان سنجر کے بعد وہ بادشاہ ہوا۔

(۱۱) ترجمہ۔ میں نے عقل سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا کہ اے حافظ شراب پی لے ساقی اس مستشار موتمن کے فتویٰ کے مطابق شراب دے۔

مستشار۔ اسم مفعول بمعنے مشورت کردہ شدہ۔ یا وہ شخص جس سے مشورہ کیا جائے۔ جس سے صلاح پوچھی جائے۔ **مؤتمن** اسم فاعل۔ امانت دار۔ امین مستشار مؤتمن سے یہاں مراد عقل۔ مطلب یہ ہے کہ عقل نے شراب کا فتویٰ دیا ہے۔ اس کا مشورہ درست ہے۔ لہذا شراب دے۔

غزل (۳)

ای خسرو خوباں نظری سوی گدا کن	۱	رحمی بمن سوختۂ بی سر و پا کن

دارو دل درویش تمنائے نگاہی	۲	زان چشم سیہ مست بیک غمزہ روا کن
گر لاف زند ماہ کہ ماند بجمالت	۳	بنمای رخ خویش و مہ انگشت نما کن
ای سرو چمان از چمن و باغ زمانے	۴	بخرام درین بزم و دو صد جامہ قبا کن
شمع و گل و پروانہ و بلبل ہمہ جمع اند	۵	ای دوست بیا رحم بہ تنہائی ما کن
با دل شدگان جور و جفا تا بکے آخر	۶	آہنگ وفا ترک جفا بہر خدا کن

(۷) مشنو سخن دشمن بدگوے خدارا
باحافظ مسکین خود ای دوست وفا کن (۷)

(۱) ترجمہ۔ اے حسینوں کے بادشاہ مجھ مسکین کی طرف نظر کر۔ مجھ جلے ہوئے بے سروپا پر رحم کر۔

(۲) ترجمہ۔ درویش کے دل کو ایک نگاہ کی تمنا ہے۔ اس مست سیاہ آنکھ کے ایک غمزہ سے اسکی تمنا پوری کر۔

مطلب یہ ہے کہ مجھے صرف تیری ایک نگاہ کی تمنا ہے۔ نگاہ کر اور میری آرزو پوری ہو جائیگی ؎

بیا ہر در مکتب خرد شم — کہ من سیپارۂ دل میفروشم
بگفت قیمتش گفتم نگاہے — بگفتا کمتر ک گفتم کہ گاہے (غنیمت)

(۳) ترجمہ۔ اگر چاند یہ لاف مارے کہ وہ تیرے جمال کے مشابہ ہے تو اس کو اپنا چہرہ دکھا اور چاند کو انگشت نما کر دے۔ قمر اچھا سہی ہو تم سا اچھا ہو نہیں سکتا ، یہ صورت ہو نہیں سکتی یہ لیاقت ہو نہیں سکتی

انگشت نما کرنا یعنے بدنام کرنا۔ رسوا کرنا ؎

بمیزان نظر حسن ترا با ماہ سنجیدم — (۱ھٖ) میان این و آن فرق زمین و آسمان دیدم

(۴) ترجمہ۔ اے سرو خراماں! باغ و چمن سے تھوڑی دیر کے لئے چل اور صدہا جامے چاک کر۔

یعنے تاکہ عاشق تیرے خرام ناز کو دیکھ کر جامہ چاک کریں۔

(۵) ترجمہ۔ شمع پھول۔ پروانہ اور بلبل تمام جمع ہیں۔ اے معشوق آ اور میری تنہائی پر رحم کر۔

مطلب یہ ہے کہ شمع و پروانہ اور گل و بلبل جمع ہیں۔ یعنے عاشق و معشوق یکجا ہیں۔ صرف میں ہوں کہ اکیلا بیٹھا ہوں۔ میری تنہائی پر رحم کر اور تشریف لا۔

(۶) ترجمہ۔ بیدلوں پر کب تک جور و جفا کرے گا۔ وفا کا وقت ہے خدا کے لئے جفا چھوڑ۔

(۷) ترجمہ۔ خدا کے لئے بدگو دشمن کی بات نہ سن۔ اور مسکین حافظ کے ساتھ اے دوست خود وفا کر۔

غزل (۴)

ای روی ماہ منظر تو نوبہار حسن	۱	خال و خط تو مرکز لطف و مدار حسن
در چشم پرخمار تو پنہان فسون سحر	۲	در زلف بیقرار تو پیدا قرار حسن
ماہی نتافت چوں رخت از برج خسروی	۳	سروی نخاست چون قدت از جویبار حسن
خرم شد از ملاحت تو عہد دلبری	۴	فرخ شد از لطافت تو روزگار حسن
از دام زلف و دانۂ خال تو در جہان	۵	یک مرغ دل نماند نگشتہ شکار حسن
دایم بہ لطف دایۂ طبع از میان جان	۶	می پرورد بناز ترا در کنار حسن
گرد لبت بنفشہ از آن تازہ و تر است	۷	کآب حیات میخورد از جویبار حسن

(۸) حافظ طمع برید کہ بیند نظیر دوست
دیار نیست غیر تو اندر دیار حسن (۸)

(۱) ترجمہ۔ اے معشوق کہ تیرا چاند جیسا چہرہ حسن کی نوبہار ہے۔ تیرا خال لطف کا مرکز اور تیرا خط حسن کا دائرہ ہے۔

خال کو نقطۂ مرکز لطافت اور خط کو محیط دائرۂ حسن کہا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تیری پرخمار آنکھ میں جادو کا افسون پوشیدہ ہے۔ تیری پریشان زلف میں حسن کا قرار موجود ہے۔

(۳) ترجمہ۔ بادشاہی کے برج سے تیرے چہرہ کے برابر اور کوئی چاند روشن نہ ہوا۔ اور حسن کی نہر سے تیرے قد کے برابر اور کوئی سرو پیدا نہ ہوا۔

(۴) ترجمہ۔ تیری ملاحت سے دلبری کا زمانہ خوش و خرم ہوگیا۔ اور حسن کا وقت تیری لطافت سے مبارک اور فرخندہ ہوگیا۔

ملاحت ۔ حسنِ سبز ۔ مطلب یہ ہے کہ تیری لطافت اور ملاحت سے بازارِ حسن و دلبری کو رونق ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ تیری زُلف کے جال اور خال کے دانہ کی وجہ سے دُنیا میں ایک مرغ دل بھی ایسا باقی نہیں رہا جو حسن کا شکار نہ ہوگیا ہو ۔

زُلف کو دام ۔ خال کو دانہ اور دل کو مُرغ قرار دیا ہے ۔ نتیجہ ظاہر ہے

خال تو دانہ دانہ و زلفِ تو دام دام　　　مرغیکہ دانہ چید گرفتار دام شد

مرزا صائب زُلف کو مار اور خال کو مہرۂ مار کہتے ہیں ہے

زخالِ عنبرین افزوں زِ زلفِ یار مے ترسم　　　ہمہ از مار و من از مہرۂ ایں مار مے ترسم

(۶) ترجمہ ۔ طبیعت (قدرت) کی دایہ ہمیشہ جان سے تجھے حسن کی گود میں ناز سے اور لُطف سے پالتی ہے ۔

(۷) ترجمہ ۔ تیرے لبوں کے گرد بنفشہ اس لئے تر و تازہ ہے کہ حُسن کی نہر سے آبِ حیات پیتا ہے ۔

بنفشہ سے مراد سبزہ خط ۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے لب چشمۂ آب حیات ہیں ۔ اس لئے سبزہ خط جو اس آب حیات کے کنارہ پر اُگا ہے ۔ تازہ اور سرسبز ہے ہے

خطِ مشکیں سر زد از رویش باندک فرصتے　　(صائبؔ) تخم قابل زود گردد در زمین پاک سبز

جہانگیر بادشاہ کے شعر میں بھی قریبًا یہی مضمون ہے ہے

ترا تا سبزہ بر گردِ لب جاں بخش پیدا شد　　　مسیحا بود تنہا خضر ہمراہ مسیحا شد

اسی مضمون پر کسی اُستاد نے کہا ہے ہے

خط سبزے کہ بگرد لب جاناں گشتہ است　　　پی خضر است کہ بر چشمۂ حیواں گشتہ است

(۸) ترجمہ ۔ حافظ یہ امید منقطع کر چکا ہے کہ ایسے معشوق کا نظیر کوئی نظر آئے گا ۔ حُسن کی ولایت میں تیرے سوا اور کوئی رہنے والا نہیں ۔

مطلب یہ ہے کہ دیارِ حسن میں صرف تو ہی تو ہے ۔ اس لئے تیرا نظیر اور کوئی نہیں ہو سکتا ۔

غزل (۵)

بالا بلند عشوہ گر سرو ناز من	۱	کوتاہ کرد قصۂ زہد دراز من

۲	دیدی دلا که آخر پیری و زهد و علم	با من چه کرد دیدهٔ معشوقه باز من
۳	از آب دیده بر سر آتش نشسته ام	کو فاش کرد در همه آفاق راز من
۴	می ترسم از خرابی ایمان که می برد	محراب ابروی تو حضور از نماز من
۵	مست ست یار و یاد حریفان نمیکند	یادش بخیر ساقی مسکین نواز من
۶	یارب کی آن صبا بوزد کز نسیم او	گردد شمامهٔ کرمش کارساز من
۷	بر خود چو شمع خنده زنان گریه میکنم	تا با تو سنگدل چه کند سوز و ساز من
۸	نقشی بر آب میزنم از گریه حالیا	تا کی شود قرین حقیقت مجاز من
۹	محمود را دمی که بآخر رسید عمر	میداد جان بزاری و میگفت ایاز من
۱۰	گفتم بدلق زرق بپوشم نشان عشق	غماز بود اشک و عیان کرد راز من
۱۱	زاهد چو از نماز تو کاری نمی رود	هم مستی شبانه و راز و نیاز من

(۱۲) حافظ ز غصه سوخت بگو حالش ای صبا (۱۲)
با شاه دوست پرور دشمن گداز من

(۱) ترجمہ ۔ میرے بلند قد اور عشوہ گر سروِ ناز نے ۔ میرے قدیمی زہد کے قصہ کو کوتاہ کر دیا۔
یعنے میرے معشوق نے میری اتنی مدت کی پرہیزگاری اور زہد و ورع کو برباد کر دیا۔
(۲) ترجمہ ۔ اے دل تو نے دیکھا کہ اس بڑھاپے زہد اور علم کی حالت میں ۔ میری معشوق باز آنکھوں نے مجھ سے کیا سلوک کیا۔
یعنے آنکھوں نے بڑھاپے میں مجھے شاہد باز بنا کر تمام عمر کے زہد اور علم کو برباد کر دیا۔
(۳) ترجمہ ۔ میں آنسوؤں کے ہاتھ سے بہت تنگ ہوں ۔ کہ انہوں نے تمام جہان میں میرے راز کو فاش کر دیا۔
بر سر آتش نشستن ۔ مضطرب اور بیقرار ہونا ۔ آب و آتش کا مقابلہ ظاہر ۔ اشک کی غمازی کے لئے
دیکھو د $\frac{106}{2}$ ش $\frac{29}{1}$ ع $\frac{9}{7}$ م $\frac{4}{5}$ م $\frac{26}{9}$ م $\frac{42}{8}$ مندرجہ ذیل اشعار بھی اشک کی غمازی پر ہیں ؎

اشکم بروں می افگند راز درونِ پردہ را	آری شکایت ہا بود از خانہ بیروں کردہ را	(امیر خسرو)
راز دل فاش کرد طفلِ سرشک	چہ تواں کرد پارهٔ جگر است	(گرامی)
حیرتی اشکم اگر شد بر سرِ مژگاں گرہ	خوب شد غماز را بر دار مے باکشید	(حیرتی)

(۴) ترجمہ۔ مجھے اپنے ایمان کی خرابی کا خطرہ ہے۔ کیونکہ تیرے ابرو کا محراب میری نماز سے حضوری لیجاتا ہے۔
یعنے عین نماز کی حالت میں تیرے ابرو کا محراب یاد آجاتا ہے اور نماز میں حضورِ قلب نہیں رہتا۔
جس سے ایمان کا خطرہ ہے ؎

در نمازم خمِ ابروئے تو چوں یاد آمد　　　حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد

(۵) ترجمہ۔ معشوق مست ہے اور حریفوں کو یاد نہیں کرتا میرے مسکین نواز ساقی کی یاد بخیر ہو۔

(۶) ترجمہ۔ اے خدا وہ بادِ صبا کب چلے گی جس کی نسیم سے۔ اُس کے کرم کی خوشبو میری کارسازی کرے گی۔

(۷) ترجمہ۔ شمع کی طرح میں اپنے آپ پر ہنستا بھی ہوں اور روتا بھی۔ دیکھئے تجھ سنگدل پر میرا سوز و ساز کیا اثر کرتا ہے۔
شمع کا گریہ اور خندہ مشہور اور ظاہر۔ خندۂ شمع تو را بوسہ گریۂ شمع گو احسن آن است

(۸) ترجمہ۔ فی الحال تو لاحاصل اور بے فائدہ رو رہا ہوں۔ دیکھئے ہمارا مجاز حقیقت کے نزدیک کب ہوتا ہے۔
نقش برآب زدن۔ بے فائدہ اور لاحاصل کام کرنا۔ ناپائدار کام کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ فی الحال تو
عشق میں ہماری گریہ وزاری لاحاصل معلوم ہوتی ہے۔ دیکھئے گوہرِ مقصودِ حقیقی کب ہاتھ لگتا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ جب محمود کی زندگی کا خاتمہ ہونے لگا۔ تو حالتِ زار میں جان دیتا تھا اور کہتا تھا کہ اے میرے ایاز۔

(۱۰) ترجمہ۔ مینے خیال کیا کہ خرقۂ فریب سے نشانِ عشق کو چھپائے رکھونگا۔ لیکن آنسوؤں نے غمازی کی اور میرے راز ظاہر کردیا۔
اشک کی غمازی کے لئے دیکھو شعر (۳) غزل ہذا۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے زاہد جب تیری نماز سے بھی کچھ مدعا حاصل نہیں ہوتا اور میری رات کی مستی اور راز و نیاز سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا)
تو بتا کہ تیری نماز اور میری مستی میں کیا فرق ہے

(۱۲) ترجمہ۔ حافظ غم و غصہ سے جل گیا۔ اے بادِ صبا اِس کا حال میرے دوست پرور اور دشمن سوز بادشاہ
سے جاکر بیان کر۔

غزل (۶)

بہارِ گل طرب انگیز گشت و توبہ شکن	۱	بشادیِ رُخِ گل بیخِ غم ز دل برکن
طریقِ صدق بیاموز ز آبِ صافِ ای دل	۲	براستی طلبِ آزادگی ز سروِ چمن

رسید بادِ صبا غنچہ از ہوا دارے	۳	زخود برون شد و بر تن درید پیراہن
ز دستبرد صبا گرد گل کلالہ بہ بیں	۴	شکنج گیسوئے سنبل نگر بروئے سمن
عروس غنچہ بدیں زیور و تبسم خوش	۵	معاینہ دل و دین میبرد بوجہ حسن
صفیر بلبل شوریدہ و نفیر ہزار	۶	برای وصل گل آمد برون ز قلب حزن

(۷)	حدیث و قصہ دوران زجام جو حافظ بقول مطرب و فتوی پیر صاحب فن	(۷)

(۱) ترجمہ پھول کی بہار طرب انگیز اور توبہ شکن ہوگئی ہے۔ پھول کے چہرہ کی خوشی کے طفیل غم کا بیج دل سے اکھیڑ دے۔

یعنی توبہ شکن بہار آگئی ہے شراب خوشگوار عطا کر کہ دل کا غم دور ہو۔

(۲) ترجمہ۔ اے دل صدق کا طریقہ شراب صاف سے سیکھ اور سچ سرو چمن سے آزادگی طلب کر۔

یعنے باغ میں جا کر سروِ آزاد سے آزادگی کا سبق حاصل کر اور شراب صاف سے صدق و اخلاص پیدا کر۔

(۳) ترجمہ۔ بادِ صبا پہنچی ہے اور غنچہ اس آرزو میں اپنے آپ سے باہر ہوگیا ہے اور جسم پر پیراہن چاک کر دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ بادِ بہاری کی آمد پر غنچہ پیراہن چاک کر کے شگفتہ ہو کر پھول بن جاتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ بادِ صبا کی دستبرد سے پھول کے گرد زلف دیکھ۔ سمن کے چہرہ پر سنبل کے گیسو کا شکن دیکھ۔

مطلب یہ ہے کہ بادِ صبا کے چلنے سے پھول اور سنبل لہرتے ہوتے ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ اور سنبل پھول کے ساتھ اس طرح معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح معشوق گلعذار کے چہرہ پر زلف۔ دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کی تمثیل اور تصریح ہے۔

(۵) ترجمہ۔ غنچہ کی عروس اس زیور اور دلپذیر تبسم کے ساتھ علانیہ دل و دین کو عمدہ طریقہ سے لے جا رہی ہے۔

یعنے غنچہ اپنی خوبصورتی اور تبسم کی وجہ سے غارت گر دل و دین بن رہا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ بلبل شوریدہ کی آواز اور ہزار داستان کی فریاد۔ وصل گل کے لئے غمگین دل سے نکلی۔

ہزار یا ہزار داستان یعنے بلبل۔

مطلب یہ ہے کہ بلبل پھول کے وصال کے شوق میں اپنے دل حزیں سے نالے نکال رہی ہے۔

(۷) ترجمہ اے حافظ زمانہ کے قصہ کی بات جام مے سے سن۔ مطرب اور صاحب فن پیر کے فتویٰ کے مطابق۔

مطلب یہ ہے کہ مطرب اور پیرِ مغاں کا فتویٰ ہے کہ شراب پی تاکہ تو زمانہ کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے۔

غزل (۷)

چندانکہ گفتم غم با طبیباں	۱	درمان نکردند مسکین غریباں
آن گل کہ ہردم در دست خارست	۲	گو شرم بادت از عندلیباں
ما درد پنہان با یار گفتیم	۳	نتوان نہفتن درد از طبیباں
یارب امان دہ تا باز بیند	۴	چشم محباں روئے حبیباں
درج محبت بر مہر خود نیست	۵	یارب مبادا کام رقیباں
ای منعم آخر بر خوان وصلت	۶	تا چند باشم از بی نصیباں

(۷) حافظ نگشتے رسوای گیتے
گر می شنیدی پند غریباں (۷)

(۱) ترجمہ۔ ہر چند طبیبوں سے غم بیان کیا۔ لیکن وہ مسکین غریب علاج نہ کر سکے۔

(۲)۔ وہ پھول جو ہر وقت کانٹے کے ہاتھ میں ہے اُسے کہو کہ بلبلوں سے شرم کر۔

گل سے مراد معشوق۔ خار سے مراد رقیب۔ عندلیب سے مراد عاشق صادق۔

(۳) ترجمہ۔ ہم نے اپنا پوشیدہ درد معشوق سے بیان کر دیا۔ کیونکہ طبیبوں سے بیماری نہیں چھپا سکتے۔

(۴) ترجمہ۔ اے خدا اتنی مہلت دے کہ عاشق کی آنکھ معشوق کے چہرہ کو دیکھ سکے۔

(۵) ترجمہ۔ محبت کی ڈبیا پر اپنی مہر نہیں ہے۔ اے خدا ایسا نہ ہو کہ رقیب کامیاب ہو گئے ہوں۔

ڈبیا سے مہر ہٹی تو جانو کہ جواہرات چرا لئے گئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کی درج محبت پر پہلے ہماری مہر تھی۔ یعنے ہمارے بغیر وہاں کسی کی رسائی نہ تھی۔ اب وہ بات نہیں۔ رقیب بھی آتے جاتے ہیں خدا نہ کرے کہ اس کی محبت ان سے بھی ہو گئی ہو۔

(۶) ترجمہ۔ اے دولت مند آخر تیرے وصل کے خوان سے میں کب تک محروم رہوں گا۔

صنم سے مراد معشوق جو دولتِ حسن سے مالامال ہے۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ تمام جہان میں رسوا نہ ہوتا اگر غریبوں کی نصیحت سُنتا۔

غزل (۸)

۱ چو گل ہر دم ببویت جامہ بر تن … کنم چاک از گریبان تا بدامن

۲ تنت را دید گل گوی کہ در باغ … چو مستاں جامہ را بدرید بر تن

۳ من از دست غمت مشکل برم جان … ولی دل را تو آسان بردی از من

۴ بقول دشمنان برگشتی از دوست … نگردد ہیچکس با دوست دشمن

۵ تنت در جامہ چوں در جام بادہ … دلت در سینہ چوں در سیم آہن

۶ ببار ای شمع اشک از دیدہ چوں میغ … کہ سوز دل شود بر خلق روشن

۷ مروکز سینہ ام آہ جگر سوز … برآید ہمچو دود از راہ روزن

۸ دلم را مشکن و در پا میندازا … کہ دارد در سر زلف تو مسکن

(۹) چو دل را بست در زلف تو حافظ … بدینسان کار او در پا میفگن (۹)

(۱) ترجمہ۔ پھُول کی طرح ہر وقت تیری خوشبو سے جسم پر جامہ کو گریبان سے دامن تک چاک کرتا ہوں۔

پھُول کا بادِ صبا سے جامہ چاک کرنا یعنی غنچہ کی حالت سے شگفتہ ہو کر پھُول بن جانا ظاہر۔ عاشق بھی زلفِ محبُوب کی خوشبو سے جامہ چاک کرتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ پھُول نے تیرے جسم کو باغ میں دیکھا گویا کہ باغ میں مستوں کی طرح جسم پر جامہ کو چاک کر دیا۔

پھُول کا جامہ چاک کرنا ظاہر۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اِس کی وجہ یہ ہے کہ پھُول نے باغ میں میرے محبُوب کو دیکھا ہے اور اِس کے عشق میں مست ہو کر جامہ چاک کر رہا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میں تو تیرے غم کے ہاتھ سے مشکل ہی جان بچاؤنگا لیکن تو مجھ سے دل بڑی آسانی سے لے گیا۔

(۴) ترجمہ۔ دشمنوں کے کہنے پر تو دوست سے پھر گیا۔ کوئی بھی دوستوں کا دشمن نہیں بنتا۔

(۵) ترجمہ۔ تیرا جسم کپڑوں میں اس طرح ہے جس طرح پیالہ میں شراب۔ اور تیرا دل سینہ میں اس طرح ہے جس طرح چاندی میں لوہا۔

یعنے تو سیمین بدن اور آہن دل ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اے شمع بادل کی طرح آنکھوں سے آنسو برسا۔ تاکہ تیرا سوزِ دل خلقت پر ظاہر ہو جائے۔

شمع کا رونا مشہور اور ظاہر ہے۔ روشن بمعنے ظاہر شمع کی رعایت سے لائے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ تو نہ جا ورنہ میرے سینہ سے جگر سوز آہ اس طرح نکلے گی جس طرح روزن سے دھواں۔

(۸) ترجمہ۔ میرے دل کو نہ توڑ اور اسے پاؤں میں نہ گرا۔ کیونکہ وہ تیری زلف میں رہنے والا ہے۔

در پا انداختن۔ ذلیل کرنا۔ خوار و رسوا کرنا۔ پامال کرنا۔

(۹) ترجمہ۔ جب حافظ نے دل کو تیری زلف میں باندھ دیا ہے۔ تو اس طرح اس کے کام کو نظر انداز نہ کر۔

غزل (۹)

چون شوم خاک رہش دامن بیفشاند زمن	۱	ور بگویم دل بگردان رو بگرداند زمن
گر چو شمعش پیش میرم در غمم خندد چو صبح	۲	ور برنجم خاطر نازک برنجاند زمن
عارض رنگین بہر کس می نماید ہمچو گل	۳	ور بگویم باز پوشان باز پوشاند زمن
دوستان جان دادم از بہر دہانش بنگرید	۴	کو بچیزی مختصر چون باز می ماند زمن
او بخونم تشنہ و من بر لبش تا چون شود	۵	کام بستانم از و یا داد بستاند زمن
چشم خود را گفتم آخر یک نظر سیرش ببین	۶	گفت میخواہی مگر تا جوی خون راند زمن
گر چو فرہادم بہ تلخی جان بر آید حیف نیست	۷	بس حکایت ہای شیرین باز می ماند زمن

(۸) ختم کن حافظ کہ گر زینگونہ خوانی درس عشق
خلق در ہر گوشۂ افسانۂ خواند زمن (۸)

(۱) ترجمہ۔ جب میں اس کے رستہ کی خاک ہو جاتا ہوں تو مجھ سے دامن جھاڑ دیتا ہے۔ اور اگر میں کہتا ہوں کہ مجھ سے دل نہ پھیر تو مجھ سے منہ پھیر لیتا ہے۔

دامن افشاندن از چیزے۔ اپنے آپ کو کسی چیز سے دور رکھنا۔ مطلب یہ ہے کہ میں خاکساری کرتا ہوں اور مجھ سے دور دور رہتا ہے۔ خاک اور افشاندن کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ اگر میں شمع کی طرح اس کے سامنے مرتا ہوں تو وہ میرے غم پر صبح کی طرح ہنستا ہے۔ اور اگر میں رنجیدہ ہوتا ہوں تو اپنے نازک دل کو مجھ سے ناراض کر لیتا ہے۔

شمع عموماً صبح کے وقت بجھائی جاتی ہے اور صبح ہونے کو خندۂ صبح کہتے ہیں لہذا مردن شمع اور خندۂ صبح کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ اپنا رنگین چہرہ پھول کی طرح ہر کسی کو دکھاتا ہے اور اگر میں کہتا ہوں کہ چہرہ کو (اغیار سے) چھپا تو (الٹا) مجھ سے چھپا لیتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اے دوستو میں نے اس کے دہن کی آرزو میں جان دیدی دیکھو کہ اتنی مختصر سی چیز کے لئے بھی مجھ سے دریغ کرتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میری آرزو صرف اس کے دہن کا ایک بوسہ ہے اور اس تھوڑی سی آرزو پر میں نے جان دیدی دیکھو کہ وہ میری مختصر سی آرزو بھی پوری نہیں کرتا۔ دہن معشوق کو تنگ کہتے ہیں لہذا دہن اور چیز مختصر کی رعایت ظاہر۔

(۵) ترجمہ۔ وہ میرے خون کا پیاسا ہے اور میں اُس کے لب کا پیاسا ہوں۔ دیکھئے میں اس سے مدعا حاصل کرتا ہوں۔ یا وہ مجھ سے مقصد حاصل کرتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میں نے اپنی آنکھ کو کہا کہ ایک نظر سیر ہو کر اُسے دیکھ لے۔ آنکھ نے جواب دیا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ وہ مجھ سے خون کی ندی جاری کرے۔

یعنے آنکھ نے جواب دیا کہ ایک دفعہ دیکھ تو لونگی لیکن پھر اُس کے فراق میں مجھے لہو کے آنسو رونے پڑیں گے۔

بعض نسخوں میں سیر شں کی بجائے شیر بں ہے۔ اس صورت میں شیریں اور جوئی کی رعایت ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ اگر فرہاد کی طرح تلخی سے میری جان نکل جائے تو کوئی افسوس نہیں (اتنا تو ہوگا) کہ کئی دلچسپ حکائتیں میری یادگار رہ جائیں گی۔

مطلب یہ ہے کہ فرہاد نے عشق میں جان تو دے دی لیکن اب تک اس کے قصّے تو باقی ہیں۔ اسی طرح میں بھی اگر عشق میں مرگیا تو کچھ مضائقہ نہیں میرے عشق کے افسانے تو دُنیا میں باقی رہیں گے۔

فرہاد اور شیریں میں صنعت ایہام۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ بس کر کیونکہ اگر اسی طرح تو عشق کا سبق پڑھتا رہے گا۔ تو لوگ ہر گوشہ میں میرے ہی افسانے پڑھتے پھرینگے۔

ظاہر ہے کہ عاشقوں کا چرچا عام ہوتا ہے۔ اور خواجہ کے کلام کا چرچا توفی الحقیقت بہت ہی عام ہے۔

غزل (۱۰)

خدارا کم نشین با خرقه پوشان	۱	رخ از رندان بی سامان مپوشان
درین خرقه بسی آلودگی هست	۲	خوشا وقت قبای میفروشان
چو مستم کردهٔ مستور منشین	۳	چو نوشم دادهٔ زهرم منوشان
تو نازک طبعی و طاقت نیاری	۴	گرانیهای مشتی دلق پوشان
درین صوفی وشان دردی ندیدم	۵	که صافی باد عیش دردنوشان
لب میگون و چشم مست بکشای	۶	که از شوقت می لعلست جوشان
بیا و زرق این سالوسیان بین	۷	صراحی خون دل و بربط خروشان

(۸) ز دلگرمی حافظ بر حذر باش
که دارد سینهٔ چون دیگ جوشان (۸)

(۱) ترجمہ۔ خدا کے لئے خرقہ پوشوں کے پاس نہ بیٹھ۔ اور بے سروسامان رندوں سے چہرہ نہ چھپا۔

خرقہ پوش سے مراد زاہدان ریاکار۔ کم۔ عموماً بمعنے نفی مطلق استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً۔

از عزیزی دان سخن گر تلخ میگویم ترا — چون تو میدانی کہ من این حرفہا کم میزنم (قاسم)

(۲) ترجمہ۔ اس خرقہ میں بہت آلودگیاں ہیں۔ شراب فروشوں کے قبا کا وقت خوش ہو۔

خرقہ۔ سے مراد خرقۂ زاہدانِ ریاکار۔ مطلب یہ ہے کہ قبائے میفروش خرقۂ زاہدانِ ریاکار سے ہزار درجہا بہتر ہے۔

(۳) ترجمہ۔ جب تونے مجھے مست کیا ہے تو خود مستور ہو کر نہ بیٹھ۔ جب تونے مجھے آبحیات دیا ہو تو اب زہر نہ پلا۔

مستور۔ مقابلِ مست۔ حیادار۔ پردہ نشین۔ (از ستر)

(۴) ترجمہ۔ تو نازک مزاج ہے اور اِن چند دلق پوشوں کی ناگوار حرکات کو برداشت کرنیکی طاقت نہیں رکھتا۔

گرانی۔ ناگوار اور مکروہات (از بہارعجم)

دلق پوش سے مراد وہی زاہدانِ ریاکار ہیں۔ یعنے معدودے چند۔ یہ لفظ حقارتاً دلق پوشوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میں اِن صوفی نما لوگوں میں درد نہیں دیکھتا۔ خدا کرے کہ دُردنوشوں کی عیش صاف ہو۔

مطلب یہ ہے کہ اِن ریاکار صوفیوں کے دل میں درد نہیں ہے۔ اِن سے تو دردنوش بدرجہا بہتر ہیں۔ کیونکہ اُن کے دل میں درد ہے خدا انہیں خوش رکھے۔ دَرد اور دُرد میں صنعت تجنیس۔

(۶) ترجمہ۔ میگوں لب اور مست آنکھ کھول۔ کیونکہ تیرے شوق سے شراب سُرخ جوش میں ہے۔

یعنے شراب اس شوق میں جوش زن ہے کہ تو اپنے لبِ میگوں کو کھولے اور اُسے پئے اور نیز اُسے تیری مست آنکھوں کا اشتیاق ہے کیونکہ تیری آنکھوں میں شراب سے بھی زیادہ مستی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ آ اور اِن ریاکاروں کے مکر و فریب کو دیکھ۔ کہ صراحی کا دل خون ہے۔ اور بربط شور و خروش میں ہے۔

یعنے یہ ریاکار لوگ جو بظاہر متقی اور پرہیزگار بنے بیٹھے ہیں، خلوت میں شراب پیتے ہیں اور سماع و سرود میں مشغول ہوتے ہیں۔ اِن کی اس ریاکاری سے صراحی کا دل بھی خون ہوگیا ہے۔ اور بربط بھی فریاد کر رہی ہے (صراحی کے اندر چونکہ شراب سُرخ ہوتی ہے لہذا خونِ دل کہا اور بربط کا خروش ظاہر)

(۸) ترجمہ۔ حافظ کے دل کے سوز سے ڈرتا رہ کیونکہ اس کا سینہ دیگ کی طرح جوش میں ہے۔

یعنے آتشِ عشق سے حافظ کا سینہ جل رہا ہے اور دیگ کی طرح جوش میں ہے اس کی آہوں سے ڈرتا رہ ؎

آتشِ سوزاں نہ کند باسپند   آنچہ کند دودِ دلِ دردمند

غزل (۱۱)

دانی کہ چیست دولت دیدار یار دیدن	۱	در کوی او گدائے بر خسروی گزیدن
از جان طمع بریدن آسان بود ولیکن	۲	از دوستان جانی مشکل بود بریدن
خواہم شدن به بستان چون غنچه با دل تنگ	۳	وانجا به نیکنامے پیراہنے دریدن
گہ چون نسیم با گل راز نہفته گفتن	۴	گہ سر عشقبازی از بلبلاں شنیدن
بوسیدن لب یار اول ز دست مگذار	۵	کاخر ملول گردی از دست لب گزیدن
فرصت شمار صحبت کز این دو راه منزل	۶	چو بگذریم نتواں دیگر بہم رسیدن

(۷) گوئی برفت حافظ از یاد شاہ منصور
یارب بیادش آور درویش پروریدن (۷)

(۱) ترجمہ۔ کیا تو جانتا ہے کہ معشوق کے دیدار دیکھنے کی دولت کیا ہے۔ اس کے کوچہ میں گداگری کو بادشاہی پر ترجیح دینا ہے۔

یعنے دولتِ دیدار ایسی بیش بہا دولت ہے کہ اس کے لئے کوئی جانان کی گدائی تمام دُنیا کی بادشاہی سے بہتر ہے۔

(۲) ترجمہ۔ جان سے ہاتھ دھو دینا آسان ہے لیکن جانی دوستوں سے جُدا ہونا بہت مشکل ہے۔

ع　　وقتِ جانکنی کنی خیال سہلے با محبوب وقتِ الوداعی مشکل

(۳) ترجمہ۔ غنچہ کی طرح تنگ دل کے ساتھ باغ میں جاؤنگا۔ اور اس جگہ نیکنامی سے پیراہن چاک کروں گا۔

غنچہ کا تنگ دل ہونا اور بعدہٗ پیراہن چاک کرنا یعنے شگفتہ ہوکر پھول بننا ظاہر۔ خواجہ صاحب کے نزدیک بھی تنگیٔ دل کا علاج باغ میں جاکر سیر گلشن سے شگفتہ ہونا ہے۔ نیکنامی کے لفظ میں بدنامی کی بو بھی ہے کیونکہ عشق میں جامہ چاک کرنا چنداں موجب نیک نامی نہیں ہوتا۔

(۴) ترجمہ۔ کبھی نسیم کی طرح پھول کے سامنے پوشیدہ اسرار بیان کرونگا۔ اور کبھی عشقبازی کا بھید بلبلوں سے سُنونگا۔

اِس شعر کا مضمون پچھلے شعر سے مسلسل ہے۔

(۵) ترجمہ۔ شروع میں ہی لبِ یار کے بوسہ کو ہاتھ سے نہ دے۔ تاکہ آخر کار ہونٹ کاٹنے کے ہاتھ سے ملول نہ ہو۔

زدست گذار۔ ہاتھ سے نہ جانے دے۔ یعنے ضرور حاصل کر **لب گزیدن** حسرت سے ہونٹ کاٹنا۔ حسرت کرنا۔ افسوس کرنا۔ ہونٹ کاٹنا حسرت کا نشان ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تو لبِ یار کے بوسہ سے محروم رہیگا تو آخر کار حسرت سے ہونٹ کاٹنے پڑیں گے۔
اس شعر میں خواجہ صاحب کا انتخاب الفاظ قابل داد ہے۔ الفاظ کا باہم مقابلہ اور رعایت خواجہ حافظ کی قادر الکلامی پر دال ہیں بلوسیدن لب اور گزیدن لب۔ اوّل و آخر۔ دست اور دست کا مقابلہ لطیف ہے۔

(۶) ترجمہ۔ صحبت کو غنیمت جان کیونکہ اِس دُو در ستہ والے مکان سے۔ جب ایک دفعہ ہم گزر جائیں گے تو دوبارہ ملنا ناممکن ہے۔

دُنیا کو **منزلِ دوراہ** کہا ہے۔ کیونکہ دُنیا ایک سرائے ہے۔ جس کے دُو راستے ہیں۔ ایک راستے سے ہم آتے ہیں۔ اور دوسری راہ سے چلے جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ کہ دُنیا میں صرف چند روزہ قیام ہے۔ احباب کی صحبت کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ پھر یہ وقت ہاتھ نہیں آئے گا ؎

شبِ عیشم ندارد فرصتِ خندیدن برقی نفس تا میکشم صبح است شامِ زندگانی را

اِسی مضمون پر ہے ؎

اتفاقِ بلبل و گل بارہا خواہد شدن بعد ازیں ما و شما و سیرِ بستان یا نصیب

(۷) ترجمہ۔ گویا کہ حافظ منصور بادشاہ سے چلا گیا۔ یا خدا اسے درویش پروری یاد دلا۔
منصور بادشاہ کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اوّل ص۱۹ تا ۲۰ سوانحعمری۔
مطلب یہ ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ حافظ کو منصور بادشاہ نے فراموش کر دیا ہے۔ اے خدا اسے درویش پروری یاد دلا تاکہ وہ حافظ کو دل سے دور نہ کرے۔

غزل (۱۲)

دلم را در سرِ زلف تو مسکن	۱	بہ بنیا نش فرو مگذار و مشکن
وگر دل سرکشی چون زلف از خط	۲	بدست آرش ولی در پاش مفگن
چو شمع از پیشیم آئی در شب تار	۳	شود چشمم بہ دیدار تو روشن
بہ گلزارم چہ کار اکنوں کہ گشتہ است	۴	جہان بر چشمم از رویت چو گلشن
ز سرو قامتت ننشینم آزاد	۵	ہمہ تن گر زبان باشم چو سوسن
ز مہرت گر نتابم ذرۂ روی	۶	چو خورشیدم فرو آید ز روزن
کجا بر تنگ شکر دست یابد	۷	گر اندیشد مگس از بادبیزن

(۸) چو حافظ ماجرائے عشقبازی
نمیگوید کسے بر وجہ احسن (۸)

(۱) ترجمہ میرے دل کا مسکن تیری زُلف میں ہے۔ لہٰذا اس طرح اُسے نہ چھوڑ اور اُسے نہ توڑ۔

(۲) ترجمہ۔ اور اگر میرا دل زُلف کی طرح تیرے خط (فرمان) سے سرکشی کرے۔ تو اس کو قابو کرلے لیکن اسے پاؤں کے نیچے نہ مسل۔

بدست آور۔ دل بدست آوردن سے مراد دلداری کرنا ہے۔ یہاں بدست آور سے مراد اگرچہ گرفتار کرنا اور قابو کرنا ہے۔ لیکن کنایتاً دلداری بھی مُراد ہے۔

(۳) ترجمہ۔ شمع کی طرح اگر اندھیری رات میں تو میرے سامنے آئے۔ تو میری آنکھ تیرے دیدار سے روشن ہوجاتی ہے۔

چو در نقاب شوی مُاہ در نقاب شود　　　فگن نقاب کہ ہر ذرہ آفتاب شود

(۴) ترجمہ۔ مجھے گلزار سے اب کیا کام ہے تیرے چہرہ نے تمام جہان کو میری آنکھوں میں باغ بنا دیا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے سرو قد (کی تعریف) سے میں کبھی آزاد نہیں بیٹھونگا۔ اگر سوسن کی طرح میں ہمہ تن زبان ہو جاؤں۔ برگِ گلِ سوسن کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میں گلِ سوسن کی طرح ہمہ تن زبان بھی ہوجاؤں

توبھی تیرے سروِ قد کی تعریف کماحقہٗ بیان نہیں کر سکتا۔

(۶) ترجمہ۔ تیری محبت سے اگر میں اپنے ذرہ روی کو نہ پھیروں تو خورشید کی طرح تیری محبت روزن سے میرے اندر آجائیگی۔

مہر۔(۱) آفتاب (۲) محبت۔ لہذا مہر اور ذرہ میں صنعت ایہام ہے

خورشید کی روشنی کا روزن سے مکان کے اندر آنا ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میں ذرہ صفت تیری محبت کو ترک نہ کروں۔ تو تیری محبت کا نور آنکھوں کے روزن سے میرے دل کے اندر جاکر اُسے روشن اور منور کر دے گا۔

(۷) ترجمہ۔ شکر کی گون تک کب پہنچ سکتی ہے اگر مکھی پنکھے سے ڈرے۔

بادبیزن۔ پنکھا۔ مروحہ۔ مطلب یہ ہے کہ طالب اپنے مطلوب کی تلاش میں یا عاشق اپنے معشوق کی طلب میں اگر راہِ طلب اور منازلِ عشق کی تکلیفوں اور مصیبتوں سے ڈر جائے اور انہیں برداشت کرنے میں ہمت مردانہ سے کام نہ لے تو ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا ؎

لگن میں تیری نکل گئے جو نہ جھجکے دریائے پُرخطر سے
گئے وہ کود آنکھ بند کر کے نہ وار دیکھا نہ پار دیکھا

(۸) ترجمہ۔ حافظ کی طرح عشقبازی کا ماجرا اور کوئی شخص بوجہ احسن بیان نہیں کر سکتا۔

غزل (۱۳)

زدر درآ و شبستان ما منور کن	۱	دماغ مجلس روحانیان معطر کن
بچشم و ابروی جانان سپرده ام دل و جان	۲	بیا بیا و تماشاے طاق و منظر کن
ازان شمائل الطاف و حسن خوش که تراست	۳	میان بزم حریفان چو شمع سر بر کن
بگو بخازن جنت که خاک این مجلس	۴	بتحفه بر سوی فردوس و عود مجمر کن
طمع بنقد وصال تو حد ما نبود	۵	حوالتم بدان لعل همچو شکر کن
چو شاهدان چمن زیردست حسن تو اند	۶	کرشمه بر سمن و ناز بر صنوبر کن
ستاره شب هجران نمے فشاند نور	۷	ببام قصر برآ و چراغ مه بر کن
ازین مرقع پشمینه نیک در تنگم	۸	بیک کرشمه صوفی وشم قلندر کن

۹ فضول نفس حکایت بسی کند ساقی — تو کار خود مده از دست و می بساغر کن
۱۰ لب پیالہ ببوس آنگہاں بمستاں دہ — باین لطیفہ دماغ خرد معطر کن
۱۱ وگر فقیہ نصیحت کند کہ مے مخور ید — پیالہ بدہش گو دماغ را تر کن
۱۲ حجاب دیدۂ ادراک شد شعاع جمال — بیا و خرگہ خورشید را منور کن

(۱۳)
پس از ملازمت عیش و عشق مہرویاں
ز کارہا کہ کنی شعر حافظ از بر کن
(۱۳)

(۱) ترجمہ۔ دروازہ سے اندر آ اور ہمارے شبستان کو روشن کر۔ روحانیوں کی مجلس کے دماغ کو معطر کر۔

شبستان۔ خلوت خانہ۔ سونے کا مکان۔ گھر۔ حرم سرا۔ مسجد کا وہ حصّہ جہاں رات کو عبادت کرتے ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ مَیں نے دل اور جان معشوق کے چشم و ابرو کے حوالہ کر دیئے ہیں۔ آ اور طاق و منظر کا تماشا دیکھ۔

طاق کا اشارہ ابرو کی طرف اور منظر کا اشارہ چشم کی طرف ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اِس اعلےٰ خوش اخلاقی اور خوبصورتی سے جو تجھے حاصل ہے۔ حریفوں کی مجلس میں شمع کی طرح سربلند کر۔

(۴) ترجمہ۔ بہشت کے موکل کو کہو کہ اس مجلس کی خاک تحفہ کے طور پر فردوس کے پاس لے جائے اور عود مجمر بنائے۔

خازن جنت۔ وہ فرشتہ جو بہشت کا دربان ہے۔ رضوان اس کا نام ہے **فردوس** میوہ دار باغ۔ بہشت۔ فارسی لفظ پردوس کا معرب ہے سنسکرت میں پردیشیا اور یونانی میں پرڈائز ہے۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ اِس مجلس کی خاک اس قابل ہے۔ کہ اہل بہشت اُسے بطور عُود کے خوشبو کے لئے جلائیں

(۵) ترجمہ۔ تیرے نقدِ وصال کی اُمید رکھنا ہماری حد سے باہر ہے۔ ہمیں صرف اپنے شیریں لب لعل کے حوالہ کر۔

یعنے صرف بوسہ کے طالب ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ جب شاہدانِ چمن تیرے حسُن کے ماتحت ہیں۔ تو سمن اور صنوبر کے ساتھ کرشمہ اور ناز کر۔

شاہدانِ چمن سے مراد گل ہائے رنگ رنگ اور سرو، وصنوبر وغیرہ جو باغ میں ہوتے ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ باغ میں کوئی درخت اور کوئی پھول تیرے حسن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لیئے تجھے زیبا ہے کہ سمن اور صنوبر کو کرشمہ و ناز دکھلائے۔

(۷) ترجمہ۔ ہجر کی رات کا ستارہ روشنی نہیں دیتا۔ محل کے چھت پر آ اور چاند کے چراغ کو روشن کر۔
مطلب یہ ہے کہ شب ہجر عاشق کی نگاہ میں تاریک ہوتی ہے اور ستارے بھی روشنی نہیں دیتے اس لئے اگر تو ہی اپنے چہرہ کے چاند کو سامنے کرے تو روشنی ہو سکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ میں اس پشمینہ کی گدڑی سے بہت تنگ ہوں۔ ایک صوفی وش کرشمہ سے مجھے قلندر بنادے۔
مرقع پشمینہ سے زاہدوں اور صوفیوں کا لباس مراد ہے۔ کرشمۂ صوفی وش سے مراد صوفیوں کا وہ کرشمہ جس سے وہ اپنے ہم نشینوں یا مریدوں کو موثر کرتے ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ میں زہد و تصوف سے تنگ آگیا ہوں مجھے قلندر بنادے۔ یعنے زاہدانِ ریاکار کے زمرہ سے نکال کر عاشق صادق بنادے۔

(۹) ترجمہ۔ اے ساقی بیہودہ نفس بہت فضول باتیں کرتا ہے۔ تو اپنا کام نہ چھوڑ اور شراب پیالے میں ڈال۔
مطلب یہ ہے کہ نفس کی فضولیات یا فضول نفس آدمی کی واہیات باتوں کے اثر کو دور کرنے کے لئے شراب پیالہ میں ڈال۔

(۱۰) ترجمہ۔ پیالہ کے لب چوم اور پھر وہ پیالہ مستوں کو دے اس لطیفہ سے عقل کے دماغ کو معطر کر۔
خوب کہا ہے اس لطیفہ سے عقل کا دماغ بہت معطر ہوگا۔

(۱۱) ترجمہ۔ اور اگر فقیہ نصیحت کرے کہ شراب پیو۔ تو اسے پیالہ دو اور کہو کہ دماغ کو تازہ کر لے۔

(۱۲) ترجمہ۔ جمال کی شعاع عقل کی آنکھ کے لیئے پردہ بن گئی ہے۔ آ اور منزلِ خورشید کو منور کر۔

شعاعِ جمال سے عقل کا زائل ہونا ظاہر۔ عرفی کا شعر ہے ؎

نورِ حیرت در شبِ اندیشۂ اوصاف تو　　بس ہمایوں مرغِ عقل از آشیاں انداختہ

مطلب یہ ہے کہ شعاعِ جمال نے عقل کو زائل کر دیا ہے آ اور خانۂ دل کو روشن کر۔

(۱۳) ترجمہ۔ عیش اور حسینوں کے عشق کے مشاغل کے بعد اگر تو کوئی کام کرنا چاہے تو حافظ کے شعروں کو یاد کیا کر۔

کیونکہ حافظ کے شعر بھی عیش و عشق کا ایک سفینہ ہے۔

غزل (۱۴)

شاہ شمشاد قداں خسرو شیریں دہناں	ق۱	کہ بمژگاں شکند قلب ہمہ صف شکناں
مست بگذشت و نظر بر من درویش انداخت	ق۲	گفت کای چشم و چراغ ہمہ شیریں سخناں
تا کی از سیم و زرت کیسہ تہی خواہد بود	ق۳	پند ما بشنو و بر خور ز ہمہ سیم تناں
کمتر از ذرہ نۂ پست مشو مہر بورز	۴	تا بخلوتگہ خورشید رسی چرخ زناں
پیر پیمانہ کش ما کہ روانش خوش باد	ق۵	گفت پرہیز کن از صحبت پیماں شکناں
دامن دوست بدست آر و ز دشمن بگسل	ق۶	مرد یزداں شو و ایمن گذر از اہرمناں
بر جہاں تکیہ مکن گر قدحی مے داری	۷	شادی زہرہ جبیناں خور و نازک بدناں
با صبا در چمن لالہ سحر مے گفتم	۸	کہ شہیدان کہ اند ایں ہمہ خونیں کفناں

(۹) گفت حافظ من و تو محرم ایں راز نہ ایم
از مے لعل حکایت کن و سیمیں ذقناں (۹)

(۱) ترجمہ۔ شمشاد قدوں کا بادشاہ اور شیریں دہن والوں کا بادشاہ جو تمام صف توڑنے والوں کے دل کو تیر مژگان سے توڑتا ہو۔

(۲) ترجمہ۔ مست ہو کر گذرا اور مجھ درویش پر نظر ڈال کر کہا کہ اے تمام خوش گفتاروں کے چشم و چراغ!

(۳) ترجمہ۔ کب تک تیری جیب چاندی سونے سے خالی ہوگی ہماری نصیحت سن اور تمام سیمیں بدن معشوقوں سے بہرہ اندوز ہو۔

(۴) ترجمہ۔ تو ذرہ سے تو کم نہیں ہے پست ہمت نہ بن محبت اختیار کر تاکہ خورشید کی خلوت گاہ تک چکر لگاتا ہوا پہنچ جائے۔

یہ چاروں شعر قطعہ بند ہیں۔ تیسرا اور چوتھا شعر معشوق کا مقولہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میرا معشوق جو تمام

سہی قداور شیریں دہن حسینوں کا بادشاہ ہے اور جو تمام صف شکن بہادروں کے قلب کو تیر مژگان سے زخمی کر سکتا ہے۔ میرے پاس سے مست ہو کر گزرا اور مجھے مخاطب کر کے کہا کہ اے خوش کلام شاعروں کے سرتاج! تو کب تک محروم بیٹھا رہے گا۔ سیمین بدن معشوقوں کے وصال سے مستفیض ہو۔ پست ہمت نہ بن یہ نہ سمجھ کہ تو کچھ نہیں کر سکتا۔ کیا تو ایک ذرہ سے بھی کم ہے؟ جو باوجود ایک حقیر اور ناچیز ہستی ہونے کے خورشید کی طلب میں اُڑتا ہوا اور چکر کھاتا ہوا اوپر اُٹھتا ہے۔ تو بھی ہمت بلند کر عشق اختیار کرتا کہ بزم وصال تک پہنچ سکے۔ خواجہ صاحب نے یہ غزل کیفیت شرح صدر کی حالت میں لکھی ہے۔ جب کہ اُن کے دل کو پرواز کا شوق دلایا گیا۔

قلب۔(۱) دل (۲) لشکر کا درمیانی حصہ۔ لہٰذا قلب اور صف شکن کی رعایت ظاہر۔

(۵) ترجمہ۔ ہمارے پیالہ کش پیر نے کہ خدا اُس کی جان کو خوش رکھے۔ کہا کہ وعدہ شکن لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرو۔

(۶) ترجمہ۔ دوست کے دامن کو پکڑو اور دشمن سے قطع تعلق کر لو۔ مردِ خدا بن جاؤ اور شیطانوں سے بچ کر نکل جاؤ۔

(۷) ترجمہ۔ جہان پر اعتبار نہ کرو اور اگر شراب کا ایک پیالہ پاس ہو تو زہرہ جبین اور نازک بدن معشوقوں کی خوشی کے شکریہ میں اسے پیو۔

یہ تین شعر بھی قطعہ بند ہیں اور شعر (۵) کا دوسرا مصرعہ، شعر (۶) اور شعر (۷) پیر کا مقولہ ہے۔

(۸) ترجمہ۔ صبح کے وقت لالہ زار میں بادِ صبا سے میں پوچھتا تھا کہ یہ تمام خونین کفن کس کے شہیدوں میں سے ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اس نے جواب دیا کہ اے حافظ میں اور تو اس راز کے محرم نہیں۔ شراب سرخ اور شیریں ذقن معشوقوں کی بات کر۔

یہ دونوں شعر بھی قطعہ بند ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ صبح کے وقت میں نے باغ میں جا کر بادِ صبا سے پوچھا کہ یہ تمام خونین کفن والے یعنے گلِ لالہ اور دیگر تمام اقسام کے سرخ پھول کس کے شہیدوں میں سے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ اس راز سے نہ تو واقف ہے نہ میں۔ ان باتوں کو چھوڑ اور مے و معشوق کی باتیں کر۔ قاعدہ ہے کہ شہیدوں کو اُسی خون آلود لباس میں جس میں وہ شہید ہوتے ہیں۔ دفن کیا جاتا ہے۔ اس لئے خونین کفن کہا۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ شاہدانِ چمن خود بھی معشوقِ حقیقی کے عاشقوں اور شہیدوں میں سے ہیں۔

غزل (۱۵)

شراب لعل کش و روی مہ جبینان بیں	۱	خلاف مذہب آنان جمال اینان بیں
بزیر دلق ملمع کمند ہا دارند	۲	درازدستی ایں کوتہ آستینان بیں
بخرمن دو جہاں سر فرو نمی آرند	۳	دماغ کبر گدایاں خوشہ چینان بیں
گرہ ز ابروی پرچین نمی کشاید یار	۴	نیاز اہل دل و ناز نازنیان بیں
حدیث عہد محبت زکس نمی شنوم	۵	وفای صحبت یاران ہمنشینان بیں
اسیر عشق شدن چارۂ خلاص من ست	۶	ضمیر عاقبت اندیش پیش بینان بیں

(۷) غبار خاطر **حافظ** ببرد صیقل عشق
صفای نیت پاکاں و پاکدینان بیں (۷)

(۱) ترجمہ۔ شراب سُرخ پی اور ماہ جبینوں کے چہرہ کو دیکھ۔ اُن کے مذہب کے خلاف اِن کے جمال کو دیکھ۔

آناں کا اشارہ زاہدوں اور پرہیزگاروں کی طرف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زاہدوں کے مشرب و طریقہ کی کچھ پرواہ نہ کر اور علے الرغم زہاد مہ جبیں معشوقوں کے جمال کا نظارہ کر اور شراب پی۔

(۲) ترجمہ۔ اس ملمع کی گدڑی کے نیچے یہ لوگ کئی کمند رکھتے ہیں۔ ان کوتاہ آستینوں کی درازدستی دیکھ۔

ملمع۔ ناقص دھات جس پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھا ہو۔ (گلٹ) دلق ملمع سے مراد ان زاہدان ریاکار کا لباس جو بظاہر پرہیزگار ہوتے ہیں۔ اور حقیقت میں دھوکہ باز اور فریبی **درازدستی**۔ تعدی۔ ظلم۔ ناجائز حرکات **کوتہ آستین** وہ لوگ جو شرعی لباس پہنتے ہیں۔ قواعدِ شرع کے مطابق قمیص اور جبہ کی آستین چھوٹی ہوتی ہیں۔ درازدستی اور کوتہ آستین کا مقابلہ لفظی و معنوی نہایت لطیف ہے۔ یہ شعر خواجہ صاحب کے مشہور ترین شعروں میں سے ہے اور اکثر بطور ضرب المثل استعمال ہوتا ہے

مطلب یہ ہے کہ زاہد لوگ جو بظاہر پارسا نظر آتے ہیں۔ حقیقت میں بڑے مکار اور فریبی ہیں۔ ان کے خرقے صرف ان کی بداعمالیوں اور بدعنوانیوں کو چھپانے کا ذریعہ ہیں۔ باوجود کوتہ آستینی کے بڑے

دراز دست ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ دونو جہانوں کے حاصل کے لئے بھی سر نہیں جھکاتے۔ خوشہ چین گداگروں کی عالی دماغی دیکھ۔
مطلب یہ ہے کہ کوئے معشوق کے گداگر اتنے عالی ہمت ہیں کہ دونو جہانوں کی پرواہ نہیں کرتے۔

(۴) ترجمہ۔ معشوق اپنے پرچین ابروسے گرہ نہیں کھولتا۔ اہل دل کا نیاز اور نازنینوں کا ناز دیکھ۔

(۵) ترجمہ۔ عہدِ محبت کی بات میں کسی سے نہیں سُنتا۔ ہمنشین دوستوں کی وفائے صحبت دیکھ۔
مطلب یہ ہے کہ ہمنشینوں اور دوستوں میں محبت اور وفا باقی نہیں رہی۔

(۶) ترجمہ۔ عشق میں گرفتار ہونا میری خلاصی کی تدبیر ہے۔ دور اندیشوں کے عاقبت بین دل کو دیکھ۔
مطلب یہ ہے کہ دُور اندیش عاشق کی عاقبت بینی یہی ہے کہ اسیرِ عشق ہونے کو اپنی رہائی خیال کرے۔
حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ اسیرِ عشق باقی تمام قیود سے آزاد ہوتا ہے اور حقیقی آزادی یہی ہے ؎

بندِ معشوق چو بربست بہ پا ۔۔۔ از ہمہ بستہ ہا رہا بودن

مرزا غالب غمِ عشق کو پیوند نشاط کہتے ہیں ؎

حاشا کہ زغم نالم اگر غم غمِ عشق است ۔۔۔ پیوندِ نشاط است بایں زمزمہ دم را

(۷) ترجمہ۔ عشق کی صیقل نے حافظ کے دل کے غبار کو دور کر دیا۔ پاک اور پاک دین لوگوں کی نیت کی صفائی دیکھ۔

غزل (۱۶)

مصرع اول	نمبر	مصرع دوم
صبح ست ساقیا قدحی پر شراب کن	۱	دور فلک درنگ ندارد شتاب کن
زاں پیشتر کہ عالم فانی شود خراب	۲	ما را ز جام بادہ گلگوں خراب کن
خورشید می ز مشرق ساغر طلوع کرد	۳	گر برگ عیش می طلبی ترک خواب کن
روزیکہ چرخ از گل ما کوزہا کند	۴	زنہار کاسۂ سرِ ما پُر شراب کن
ما مردِ زہد و توبہ و طامات نیستیم	۵	با ما بجام بادۂ صافی خطاب کن
ہمچوں حباب دیدہ بروی قدح کشای	۶	ویں خانہ را قیاس اساس از حباب کن

ایام گل چو عمر برفتن شتاب کرد	۷	ساقی بدور بادۂ گلگوں شتاب کن

(۸)	کار صواب بادہ پرستی ست حافظا برخیز و روی عزم بکار ثواب کن	(۸)

(۱) ترجمہ۔ اے ساقی صبح کا وقت ہے شراب سے ایک پیالہ بھر دے۔ آسمان کی گردش دیر نہیں کرتی جلدی کر۔ یعنے عمر بسرعت تمام گزر رہی ہے۔ جلد شراب سے پیالہ بھر دے۔

(۲) ترجمہ۔ پیشتر اس کے کہ فانی جہان ویران ہو جائے۔ ہم کو سرخ شراب کے پیالہ سے مست کر دے۔

خراب۔ (۱) ویران (۲) مست۔

(۳) ترجمہ۔ شراب کا آفتاب پیالہ کے مشرق سے نکلا ہے۔ اگر تجھے سرمایۂ عیش کی ضرورت ہو تو نیند کو ترک کر دے۔

طلوعِ آفتاب کے وقت یعنی صبح سویرے نیند سے بیدار ہونا صحت اور خوشحالی کا موجب ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ شرابِ سرخ پیالہ میں اس طرح نظر آ رہی ہے جس طرح مطلعِ مشرق میں آفتاب۔ اس لئے تجھے چاہئے کہ غفلت کو چھوڑ کر جام مے پئے تاکہ عیش اور خوشحالی نصیب ہو۔ شراب کو خورشید سے تشبیہ دی ہے۔

لفظ آفتاب سے مجازاً اکثر شراب مراد ہوتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جس دن آسمان ہماری خاک سے کوزے بنائیگا۔ ضرور ہمارے سر کے کاسہ کو شراب سے بھرنا۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارے مرنے کے بعد جب ہماری خاک سے کوزہ گر کوزے بنائینگے۔ ہمارے سر کے پیالہ کو شراب کا پیالہ بنا کر اسے شراب سے بھر دو۔ تاکہ بعدِ مرگ بھی ہم مست رہیں اور ہمارا نشہ نہ اُترے۔

(۵) ترجمہ۔ ہم زہد توبہ اور صوفیانہ لاف وگزاف والے آدمی نہیں۔ شرابِ صاف کے پیالے سے ہمیں خطاب کرو۔

مطلب یہ ہے کہ ہم نہ زاہد ہیں اور نہ صوفیانہ لاف وگزاف اور غرور ہمیں پسند ہے۔ ہم رندِ شراب نوش ہیں۔ ہم سے شراب کی باتیں کرو۔

(۶) ترجمہ۔ حباب کی طرح پیالہ کے چہرہ پر آنکھ کھول۔ اور اس گھر کی بنیاد کو حباب کی طرح سمجھ۔

حباب۔ بلبلہ۔ آنکھ اور پیالہ کا ہم شکل ہوتا ہے۔ نیز پُر آب یا پُر شراب پیالے میں اکثر بلبلے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح حباب کی آنکھ پیالہ پر لگی ہوتی ہے۔ اسی طرح تو بھی جام مے پر آنکھ لگائے رکھ۔ اور دُنیا کو یا اپنی ہستی کو حباب کی طرح ناپائدار سمجھ۔

آنکھ کھلنے پر یہ عقدہ وا ہوا مثلِ حباب ہستیٔ موہوم نے باندھی ہوا تھی میں نہ تھا

(۷) ترجمہ۔ موسمِ بہار زندگانی کی طرح جلد گذر گیا۔ اے ساقی جلد شرابِ سُرخ کا دور جاری کر۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ بادہ پرستی صواب کا کام ہے۔ اُٹھ اور ثواب کے کام کا ارادہ کر۔ یعنے شراب پی۔

غزل (۱۷)

فاتحہ چو آمدے بر سرِ خستہ بخواں	۱	لب بکشا کہ میدہد لعل لبت بمردہ جاں
آنکہ بپرسش آمد و فاتحہ خواند و میرود	۲	گو نفسے کہ روح را میکنم از پیش رواں
اینکہ طبیب خستہ روی و زبان من ببین	۳	کین دم و دود سینہ ام بار دلست بر زباں
گرچہ تب استخواں من کرد ز مہر گرم و رفت	۴	ہمچو تبم نمیرود آتش مہر ز استخواں
باز نشان حرارتم ز آب دو دیدہ و ببیں	۵	نبض مرا کہ میدہد ہیچ ز زندگی نشاں
حال دلم چو خال تو ہست در آتشش وطن	۶	جسمم ازاں چو چشم تو خستہ شد است و ناتواں
آنکہ مدام شیشہ ام از پی لعل دادہ است	۷	شیشہ ام از چہ می برد پیش طبیب ہر زماں

(۸) حافظ از آب زندگی شعر تو داد شربتم
ترک طبیب کن بیا نسخہ شربتم بخواں (۸)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزل خواجہ صاحب نے کبھی بیمار ہونے کے موقعہ پر لکھی ہے۔ غزل کے تمام اشعار اسی مضمون پر ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۱) ترجمہ۔ جب تو آیا ہے تو اس خستہ جان پر فاتحہ پڑھ۔ لب کھول کیونکہ تیرا لبِ لعل مردہ کو جان بخشتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ وہ جو بیمار پرسی کے لیئے آیا اور فاتحہ پڑھ کر جا رہا ہے اُسے کہو کہ تھوڑی دیر ٹھیر جائے۔ تاکہ روح کو اس کے پیچھے پیچھے روانہ کر دوں۔

نفسے۔ یعنے تھوڑی دیر ٹھیر جائے۔ ایک دم ٹھیر جائے۔

(۳) ترجمہ۔ اے کہ تو خستہ جانوں کا طبیب ہے۔ میرا چہرہ اور میری زبان دیکھ۔ کیونکہ یہ سانس اور آہیں زبان پر دل کا بوجھ ہیں۔

معدہ میں اگر کوئی ثقل یا بار ہو تو طبیب زبان دیکھ کر بتا سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اب سانس میرے لئے بار دل ہے۔ دور ہو جائے تو بہتر ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اگرچہ تپ میری ہڈیوں کو عشق سے گرم کرکے چلی گئی۔ تاہم تپ کی طرح عشق کی آگ میری ہڈیوں سے نہیں نکلتی۔

یعنے اگرچہ عشق میں تپ نے میری ہڈیوں کو جلا دیا ہے تاہم آتشِ عشق میری ہڈیوں سے نہیں جاتی۔

رفتم اندر تہِ خاک انس بتانم باقیست   عشق جانم بربود آفتِ جانم باقیست

سروسامان وجودم شررِ عشق بسوخت   زیرِ خاکسترِ دل سوزِ نہانم باقیست

(۵) ترجمہ۔ آنکھوں کے پانی (آنسوؤں) سے میری حرارت کو ٹھنڈا کر اور میری نبض دیکھ کہ کیا زندگی کا کوئی نشان باقی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میرے دل کا حال تیرے خال کی طرح ہے کہ آگ میں اس کا وطن ہے۔ اس لئے میرا جسم تیری آنکھوں کی طرح خستہ و ناتواں ہو گیا ہے۔

معشوق کے چہرہ کو بوجہ سرخی اور آب و تاب کے آگ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ لہٰذا رُخِ جاناں کا خال گویا آگ میں رہتا ہے ؎

خال بر روئے تو سحر لیست از آں چشم سیاہ   ورنہ ہرگز مگسے بر سرِ آتش ننشست

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرا دل بھی تیرے خال کی طرح آگ میں رہتا ہے یعنی جل رہا ہے چشم معشوق کو ہمیشہ بیمار کہتے ہیں۔ اس لئے کہا کہ میں تیری آنکھوں کی طرح ناتواں اور خستہ ہوں۔

(۷) ترجمہ۔ وہ جو ہمیشہ مجھے شیشہ شراب عیش کے لئے دیا کرتا تھا میرا قارورہ ہر وقت طبیب کے پاس کیوں لے جاتا ہے۔

شیشہ۔ (۱) شیشہ کی صراحی وغیرہ جس میں شراب یا گلاب رکھتے ہیں (۲) بول۔ شاش۔ پیشاب۔ قارورہ۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ تیرے شعروں نے مجھے آبِ حیات کا شربت دیا۔ طبیبوں کو چھوڑ اور اس شربت کا نسخہ میرے لئے پڑھ۔

مطلب یہ ہے کہ حافظ کے شعر آبِ حیات کا اثر رکھتے ہیں۔ اس لئے طبیبوں کے علاج کو چھوڑ کر مجھے حافظ کے شعر سُنا۔ میری بیماری کا علاج اسی نسخہ میں ہے۔

غزل (۱۸)

کرشمہ کن و بازار ساحری بشکن	۱	بغمزہ رونق بازار سامری بشکن
بباد دہ سر و دستار عالمی یعنی	۲	کلاہ گوشہ بآیین دلبری بشکن
بروں خرام و ببر گوی نیکی از ہمہ کس	۳	سزای حور دہ و رونق پری بشکن
بہ آہوان نظر شیر آفتاب بگیر	۴	بابروان دوتا قوس مشتری بشکن
چو عطر سای شود زلف سنبل از دم باد	۵	تو قیمتش ز سر زلف عنبری بشکن

(۶) چو عندلیب فصاحت فروش شد حافظ
تو رونقش بہ سخن گفتن دری بشکن (۶)

(۱) ترجمہ۔ کرشمہ دکھا اور جادوگری کے بازار کو بے رونق کردے۔ اور غمزہ سے سامری کے بازار کو بے رونق کردے۔
سامری مشہور جادوگر جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے وقت میں تھا۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے غمزہ و کرشمہ کے جادو کے مقابلہ میں جادوگری کی کچھ حقیقت نہیں۔

(۲) ترجمہ۔ تمام جہان کے سر اور دستار کو برباد کردے۔ یعنے دلبری کے طریقہ سے ٹوپی ٹیڑھی رکھ۔
کلاہ گوشہ شکستن۔ ٹوپی کو سر پر ناز و نخوت کی وجہ سے ٹیڑھا رکھنا مثلاً ؎

چو غنچہ ہر کہ بلخت جگر قناعت کرد کلاہ گوشہ تواند بروزگار شکست (صائب)

مطلب یہ ہے کہ ٹوپی ٹیڑھی رکھ اور تمام جہان کو مست و خراب کردے۔ تاکہ کسی کو سر اور دستار کی خبر نہ رہے۔

(۳) ترجمہ۔ باہر نکل کر چل اور سب سے خوبصورتی میں سبقت لیجا۔ حور کو سزا دے اور پری کے بازار کو بے رونق کردے
سزائے حور دہ۔ یعنے حور تیرے مقابلہ میں جس حیثیت کے لائق ہے۔ اسی حیثیت میں لے آ۔

(۴) ترجمہ۔ آہوان نظر یعنے آنکھوں سے شیر آفتاب کو گرفتار کرلے اور خمدار ابرؤں سے مشتری کی کمان کو توڑ دے۔
شیر آفتاب۔ شیر گردوں۔ شیر فلک یعنے برج اسد۔ قوس مشتری سے مراد برج قوس یا خود مشتری کی کمان (مشتری ستارہ کو بہرام فلک کہتے ہیں) آہو نظر سے مراد آنکھ معشوق کی

آنکھوں کو ہرن کی آنکھوں سے تشبیہ دیا کرتے ہیں۔ عام قاعدہ تو یہ ہے کہ شیر ہرن کا شکار کرتے ہیں۔ خواجہ صاحب معشوق کی چشمِ آہو کو شیر گیر بتاتے ہیں اور اس کے کمانِ ابرو کو اتنا طاقتور بتاتے ہیں کہ قوسِ فلک کی کمان کو توڑ دے۔

(۵) ترجمہ۔ سنبل کی زُلف جب ہوا کے دم سے خوشبودار ہو۔ تو اپنی زلفِ معنبر سے اس کی قیمت کم کردے۔

مطلب یہ ہے کہ زلفِ سنبل میں بادِ بہاری کی عنبر افشانی سے اتنی خوشبو پیدا نہیں ہو سکتی۔ جتنی تیری زلفِ مشکین میں ہے ؎

ہر پریشان نسخہ ہمسری کاکل را ۔۔۔ نکنم قافیہ اش بار دگر سنبل را (علی حزیں)

(۶) ترجمہ۔ اے حافظ جب عندلیب فصاحت کا اظہار کرنے لگی ہے تو فارسی شعر کہنے سے تو اس کے بازار کو بے رونق کر دے۔

مطلب یہ ہے کہ بلبلِ ہزار داستان ہزار فصیح ہوتا ہم حافظ کی شیریں گفتاری کو نہیں پہنچتی۔

غزل (۱۹)

۱ گلبرگ را ز سنبل مشکیں نقاب کن ۔۔۔ یعنی کہ رخ بپوش و جہانی خراب کن
۲ بکشا بعشوہ نرگس مست خراب را ۔۔۔ و ز رشک چشم نرگس رعنا بخواب کن
۳ بفشان عرق ز چہرہ و اطراف باغ را ۔۔۔ چون شیشہای دیدۂ ما پر گلاب کن
۴ بوی بنفشہ بشنو و زلف نگار گیر ۔۔۔ بنگر برنگ لالہ و عزم شراب کن
۵ زانجا کہ رسم و عادت عاشق کشی تست ۔۔۔ شمشیر کش بخون دل ما خضاب کن
۶ ما بخت خویش و خوی ترا آزمودہ ایم ۔۔۔ با دشمنان قدح کش و با ما عتاب کن

(۷) حافظ وصال می طلبد از رہ دعا ۔۔۔ یارب دعای خستہ دلان مستجاب کن (۷)

(۱) ترجمہ۔ پھول کی پنکھڑی پر سنبل مشکین کا نقاب ڈال یعنے چہرہ چھپا اور ایک جہان کو ویران کر۔
گلبرگ سے مراد رُخسار **سنبل** سے مراد زلف عنبرین۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اپنے پھول جیسے چہرہ پر زلف کا نقاب گرا۔ اور ایک جہان کو خراب کر۔

(۲) ترجمہ۔ اپنی مست بیمار آنکھ کو عشوہ سے کھول اور رشک سے نرگس رعنا کی آنکھ کو خواب آلودہ کر۔
یعنے نرگس کی آنکھ بھی تیری آنکھ کے رشک سے بیند ہو جائے گی۔

(۳) ترجمہ۔ چہرہ سے پسینہ گرا اور تمام باغ کو ہماری آنکھوں کے شیشہ کی طرح گلاب سے بھر دے۔
معشوق کے پسینہ کو گلاب کہا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ بنفشہ کی خوشبو سونگھ اور معشوق کی زُلف کو پکڑ۔ لالہ کے رنگ کو دیکھ اور شراب نوشی کا ارادہ کر۔

(۵) ترجمہ۔ چونکہ تجھ میں عاشق کے قتل کرنے کی عادت اور رسم ہے۔ غصہ کی تلوار کو ہمارے دل کے خون سے رنگین کر۔

(۶) ترجمہ۔ ہم نے اپنے نصیب اور تیری عادت کو آزما لیا ہے۔ دشمنوں کے ساتھ شراب پی اور ہم پر عتاب کر۔
یعنے ہمارے نصیب اور تمہاری عادت میں یہی ہے کہ تو دشمنوں کے ساتھ شراب نوشی کرے اور ہم پر عتاب۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ دعا کے ذریعہ وصال کا طالب ہے۔ اے خدا خستہ دلوں کی دُعا قبول کر۔

غزل (۲۰)

ما سر خوشیم بادہ ما در پیالہ کن	۱	بادمست را بغمزۂ ساقی حوالہ کن
در جام ماہ بادۂ چوں آفتاب ریز	۲	بر روی روز سنبل مشکیں کلالہ کن
ای پیر خانقہ بخرابات شو دمے	۳	غسلے بر آر و توبۂ ہفتاد سالہ کن
صوفی بگریہ چہرۂ مجلس بشو چو شمع	۴	آہنگ رقص با ہمہ از آہ و نالہ کن

(۵)
گر نو عروس عشق در آید بعقد تو
مہر دو کونش حافظا اندر قبالہ کن
(۵)

(۱) ترجمہ۔ ہم سرخوش ہیں۔ ہمیں پیالہ میں شراب ڈال دے اور بدست کو ساقی کے غمزہ کے حوالہ کردے۔

سرخوش اور بدمست مستی کے علی الترتیب حسب ذیل مراتب ہیں (۱) سرخوش یعنے جو شخص نشۂ شراب سے خوشحال ہو (۲) تردماغ (۳) بدمست (۴) خراب۔

(۲) ترجمہ۔ چاند کے پیالہ میں آفتاب جیسی شراب ڈال۔ اور دن کے چہرہ پر سنبلِ مشکیں کی زلف ڈال۔

مطلب یہ ہے کہ پیالہ میں شراب اور اپنے روشن رخسار پر زُلف ڈال۔

(۳) ترجمہ۔ اے خانقاہ کے پیر تھوڑی دیر کے لئے شراب خانہ میں جا غسل کر اور ستر سالہ توبہ کر۔

یعنے میخانے سے باہر جو ستر سال عمر تو نے گناہوں میں گزاری ہے اس سے توبہ کر۔

(۴) ترجمہ۔ اے صوفی شمع کی طرح مجلس کے چہرہ کو آنسوؤں سے دھو۔ آہ و نالہ سے ہمارے رقص کا ہم آہنگ ہو۔

شمع کا گریہ مشہور، مطلب یہ ہے کہ زہد خشک کو چھوڑ۔ عشق میں گریہ کر اور ہمارے ساتھ آہ و نالہ میں ہم آہنگ ہو جا۔

(۵) ترجمہ۔ اگر عشق کی نئی عروس تیرے نکاح میں آتے تو اے حافظ دونو جہاں کا مہر اسکو قبالہ کردے۔

یعنے عروسِ عشق کے حق مہر میں دو جہان لکھ دے۔

غزل (۲۱)

مرغ دلم طائریست قدسی عرش آشیان	۱	از قفس تن ملول سیر شدہ از جہان
از در این خاکدان چون بپرد مرغ ما	۲	باز نشیمن کند بر سر آن آشیان
چون بپرد زین جہان سدرہ بود جاے او	۳	تکیہ گہ باز ما کنگرۂ عرش دان
سایۂ دولت فتد بر سر عالم بسے	۴	گر بزند مرغ ما بال و پری در جہان
در دو جہانش مکان نیست بجز فوق عرش	۵	کان وی از معرفت ست جای وی از لامکان
عالم علوے بود جلوہ گہ مرغ ما	۶	آب خور او بود گلشن باغ جنان

(۷) چون دم وحدت زنی حافظ شوریدہ حال
خامۂ توحید کش بر ورق انس و جان (۷)

اِس غزل میں مضمون مسلسل ہے۔ روحِ انسانی کو عرش آشیان کہا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان عرش بریں کا رہنے والا گویا دُنیا کے قفس میں قید ہے اور ہر وقت اپنے اصلی وطن اور قدیمی مسکن کی طرف پرواز کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ وہ لوگ بہت خوش نصیب ہیں۔ جو اِس قفس کو اپنا آشیاں نہیں سمجھتے۔ اور ہمیشہ عالمِ بالا کی سیر کے مشتاق رہتے ہیں۔ دیکھو ت ۱/۵۰۵ م ۲۰/۲ م ۱۲/۸ م ۱۷/۱۴ م ۴۸/۲ م ۹۵/۳ ۔

(۱) ترجمہ میرے دل کا مرغ ایک عرش آشیان اور قدسی پرندہ ہے۔ اور جسم کے پنجرہ سے ملول ہو کر جہان سے پرواز کر جانے کا شائق ہے ؎

بدلِ شکستہ ازیں قفس زدہ ایم بالِ گذشتنی — کہ شتاب گر ہمہ خوں شود نرسد بگردِ درنگ ما

(۲) ترجمہ۔ اس خاکدان کے دروازہ سے جب ہمارا مرغ پرواز کر جائے گا۔ تو پھر اُس آشیاں پر جا کر اپنی جگہ بنائے گا۔

(۳) ترجمہ۔ جب اس جہان سے اُڑ جائے گا تو سدرہ اس کا مقام ہوگا۔ عرش کے کنگرہ کو ہمارے باز کا تکیہ گاہ سمجھ۔

(۴) ترجمہ۔ جہان پر دولت کا سایۂ بہت پڑے گا۔ اگر ہمارا پرندہ جہان میں بال و پر پھیلا کر اُڑے۔

مرغِ رُوح کو ہما سے تشبیہ دی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ دونوں جہان اس کا مقام نہیں ہیں سوائے عرش کی بلندی کے۔ اس کی کان معرفت ہے اور اس کا مقام لامکان ہے۔

یعنے ہمارے مرغِ روح کا اصلی مقام عرش کی بلندی پر ہے اور لامکان کا رہنے والا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ہمارے مرغ کی جلوہ گاہ عالمِ بالا ہے۔ اس کا آب خور باغِ بہشت کا گلشن ہے۔

آب خور۔ چرندہ پرندہ وغیرہ کے پانی پینے کا تالاب یا چشمہ۔

(۷) ترجمہ۔ اے شوریدہ حال حافظ جب تو وحدت کا دم مارتا ہے تو انس وجان کے ورق پر توحید کا قلم پھیر دے۔

انس وجان۔ یعنے جن و انسان۔

مطلب یہ ہے کہ اگر وحدت کا قائل ہے تو واحد مطلق کے بغیر تمام دُنیا کو نیست سمجھ۔

غزل (۲۲)

منم کہ شہرۂ شہرم بعشق ورزیدن	۱	منم کہ دیدہ نیالودہ ام بدو دیدن
وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم	۲	کہ در طریقت ما کافریست رنجیدن
بمی پرستی ازاں نقش خود برآب زدم	۳	کہ تا خراب کند نقش خود پرستیدن
بہ پیر میکدہ گفتم کہ چیست راہ نجات	۴	بخواست جام می و گفت بادہ نوشیدن
عنان بمیکدہ خواہیم تافت زیں مجلس	۵	کہ وعظ بی عملاں واجب ست نشنیدن
مراد ما ز تماشائے باغ عالم چیست	۶	بدست مردم چشم از رخ تو گل چیدن
برحمت سر زلف تو واثقم ورنہ	۷	کشش چو نبود از آں سو چہ سود کوشیدن
ز خط یار بیاموز مہر با رُخ خوب	۸	کہ گرد عارض خوباں خوش ست گردیدن

(۹) مبوس جز لب معشوق و جام می حافظ
کہ دست زہد فروشاں خطاست بوسیدن (۹)

(۱) ترجمہ - میں ہوں کہ تمام شہر میں عشق اختیار کرنے کے لئے مشہور ہوں - میں ہوں کہ اپنی آنکھوں کو دوبینی سے آلودہ نہیں کیا -

دودیدن - دوبینی - کثرت کا قائل ہونا - واحدِ مطلق کے بغیر اور کسی چیز کو بھی موجود سمجھنا -

(۲) ترجمہ - ہم وفا کرتے ہیں ملامت اُٹھاتے ہیں اور خوش رہتے ہیں - کیونکہ ہماری شریعت میں رنجیدہ ہونا کفر ہے -

جو شخص سب کچھ خدا کی طرف سے سمجھے وہ کبھی رنجیدہ ہو ہی نہیں سکتا ؎

از خدا داں خلافِ دشمن و دوست — کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست

آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن — کفرست در طریقت ما کینہ داشتن

(۳) ترجمہ - مے پرستی سے مَیں نے اس لئے اپنے آپ کو نقش برآب بنایا ہے تاکہ خود پرستی کا نقش خراب ہو جائے -

یعنے شراب پی کر اس لئے بیخود ہو جاتا ہوں کہ خود پرستی زائل ہو جائے -

(۴) ترجمہ۔ مینے پیر میکدہ سے پوچھا کہ نجات کی راہ کونسی ہے۔ اُس نے شراب کا پیالہ منگوایا اور کہا کہ شراب پینا۔

یعنے شراب نوشی نجات کا رستہ ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اِس مجلس سے شراب خانہ کی طرف جاؤں گا۔ کیونکہ بے عمل لوگوں کا وعظ نہ سُننا بہتر ہے۔

یعنے مجلسِ وعظ میں نہیں بیٹھنا چاہیئے کیونکہ واعظ خود عمل نہیں کرتے۔

(۶) ترجمہ۔ باغ جہاں کی سیر سے ہماری مراد صرف اتنی ہے کہ مردم چشم کے ہاتھ سے تیرے چہرہ سے پھُول چُنیں۔

یعنے آنکھوں سے تیرا دیدار کریں۔ مردم چشم۔ پتلی۔ لفظ مردم کے لحاظ سے پتلی کو ایک آدمی تصور کیا ہے۔ جو عارضِ جاناں کے باغ سے پھُول چنتا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تیری زُلف کی مہربانی کا واقف ہوں۔ ورنہ جب اس طرف سے کشش نہ ہو تو کوشش کرنے کا کیا فائدہ۔

مطلب یہ ہے کہ انسان صرف سعی اور کوشش سے تیرے پاس نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک کہ تیری طرف سے مہربانی اور کشش نہ ہو۔ کشش اور کوشیدن کی رعایت ظاہر۔

حقا کہ کوششِ تو بجائے نمیرسد گر نے کشش ز جانبِ او ہر زماں بود (معین الدینؒ)

(۸) ترجمہ۔ حسین چہرہ سے محبت کرنا معشوق کے سبزۂ خط سے سیکھ۔ کیونکہ حسینوں کے عارض کے گرد پھرنا بہت اچھا ہے۔

سبزہ خط بھی عارضِ معشوق کے گرد ہوتا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ جامِ مے اور لبِ معشوق کے بغیر اور کسی چیز کو نہ چوم۔ کیونکہ پرہیزگاری کی نمائش کرنے والوں کا ہاتھ چومنا غلطی ہے۔

یعنے زاہدانِ ریاکار اور صوفیانِ ظاہردار کا ہاتھ نہ چومنا چاہیئے۔

غزل (۲۳)

ہجران بلائے ما شد یارب بلا بگرداں	۱	میسوزم از فراقت رواز جفا بگرداں

مہ جلوہ مینماید بر سبز خنگ گردوں	۲	تا او بسر درآید بر رخش پا بگرداں
یغمای عقل و دیں را بیروں خرام سرمست	۳	بر سر کلاہ بشکن در بر قبا بگرداں
مرغولہ را بگرداں یعنی برغم سنبل	۴	گرد چمن بخوری ہمچوں صبا بگرداں
ای نور چشم مستاں در عین انتظارم	۵	چنگ حزین و جامی بنواز یا بگرداں
دوراں چو مینویسد بر عارض بتاں خط	۶	یارب نوشتہ بد از یار ما بگرداں

(۷) حافظ ز خوبرویاں قسمت جز این قدر نیست
گر نیستت رضائی حکم قضا بگرداں (۷)

(۱) ترجمہ - میں تیرے فراق میں جل رہا ہوں ظلم سے باز آ۔ ہجر ہمارے لئے مصیبت ہو گئی اے خدا یہ مصیبت دُور کر۔

(۲) ترجمہ - چاند آسمان کے سبز گھوڑے پر جلوہ نمائی کر رہا ہے تو گھوڑے پر سوار ہو تاکہ چاند سر کے بل گرے۔

یعنے جب تو سوار ہو کر نکلے گا تو چاند شرم سے چھپ جائے گا۔

(۳) ترجمہ - عقل و دین کی غارت کیلئے مست ہو کر باہر چل۔ سر پر ٹوپی ٹیڑھی رکھ اور قبا کو چست کر۔

قبا در بر بگردانیدن - قبا کو چست اور درست کرنا (بہار عجم)

(۴) ترجمہ - زُلف کو پریشان کر یعنے علی الرغم سنبل باغ کے گرد باد صبا کی طرح خوشبو پھیلا۔

مرغولہ - پیچدار بال - زُلف و خط وغیرہ۔ **بخور** بوزنِ صبور - ایک خوشبودار چیز۔ **بخوری** - مجازاً بمعنے مجمر - جس میں خوشبوئیں جلاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ سنبل کے مقابلہ میں تو اپنی زلفِ عنبریں کو پریشان کر اور باغ کو معطر کر۔

(۵) ترجمہ - اے مستوں کی آنکھوں کے نور! میں عین انتظار میں ہوں۔ چنگِ حزیں بجا اور پیالہ کو گردش دے۔

چنگ کو بوجہ خمیدہ قد ہونے کے حزیں کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آ اور سرود و گردشِ جام سے مجلس گرم کر۔

(۶) ترجمہ - زمانہ جب معشوقوں کے عارض پر خط پیدا کرتا ہے۔ اے خدا بُری تقدیر کو ہمارے یار سے دُور رکھ۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارے معشوق کے عارض پر خط نہ آئے۔ نوشتہ اور نویسد کی رعایت ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ حسینوں سے تیری قسمت میں اور کچھ نہیں لکھا۔ اگر تیری رضا نہیں تو قضا کے حکم کو تبدیل کر دے۔

یعنے تیری قسمت میں حسینوں کا جور و ستم لکھا ہے۔ مہر و وفا تیرے حصہ میں نہیں۔ اگر تجھے منظور نہیں۔ تو نوشتۂ قسمت کو مٹا دے۔ مطلب یہ ہے کہ چار و ناچار جور برداشت کرنے پڑیں گے۔

غزل (۲۴)

۱ بفگن بر صف رندان نظری بهتر ازین
بر در میکده میکن گذری بهتر ازین

۲ در حق من لبت آن لطف کہ می فرماید
گرچہ خوبست ولیکن قدری بهتر ازین

۳ آنکہ فکرش گره از کار جهان بکشاید
گو درین نکتہ بفرما نظری بهتر ازین

۴ دل بدان رود گرامی چہ کنم گر ندہم
مادر دهر ندارد پسری بهتر ازین

۵ ناصحم گفت کہ جز غم چہ هنر دارد عشق
گفتم ای خواجۂ عاقل هنری بهتر ازین

۶ گر بگویم کہ قدح گیر و لب ساغر بوس
بشنوالی جان کہ نگوید دگری بهتر ازین

(۷)
کلک حافظ شکرین شاخ نباتست بچین
کہ درین باغ نہ بینی ثمری بهتر ازین
(۷)

(۱) ترجمہ۔ رندوں کی صف پر اس سے اچھی نظر ڈال۔ شراب خانہ کے دروازہ پر اس سے اچھا گذر کر۔

(۲) ترجمہ۔ میرے حق میں تیرے لب جو مہربانی کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ بہت اچھی ہے۔ لیکن اس سے بھی قدرے زیادہ مہربانی چاہیئے۔

(۳) ترجمہ۔ اس کے فکر کا نکتہ جہان کے لئے مشکل کشائی کرتا ہے تاہم اُسے کہو کہ اس نکتہ میں اس سے بھی اچھی نظر کر۔

یعنے اس سے بھی زیادہ مشکل کشائی کرنی چاہیئے۔

(۴) ترجمہ۔ مَیں اُس عزیز لڑکے کو اگر دل نہ دوں تو اور کیا کروں۔ مادرِ دہر اس سے بہتر لڑکا نہیں رکھتی۔

رود۔ فرزند۔ پسر۔ لڑکا۔ علاوہ معانی معروف۔

(۵) ترجمہ۔ ناصح نے مجھے کہا کہ عشق میں سوائے غم کے اور کون سا ہُنر ہے۔ مَیں نے اسے کہا کہ اے عاقل صاحب! اس سے بہتر اور کون سا ہُنر ہے؟

مطلب یہ ہے کہ ناصح نے مجھے کہا کہ عشق میں سوائے غم کے اور کیا رکھا ہے۔ مَیں نے جواب دیا کہ بیشک لیکن غم سے بہتر اور کوئی چیز بھی تو نہیں۔

(۶) ترجمہ۔ اگر مَیں کہوں کہ پیالہ لے اور ساغر کے لب کو چوم۔ تو اے جان اس بات کو (غور سے) سُن کیونکہ کوئی شخص اس سے بہتر بات نہیں کہے گا۔

یعنے سب سے بہتر بات یہی ہے۔ جو مَیں تجھے کہتا ہوں۔ جام مے لے اور شراب پی۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ کا قلم ایک شیریں شاخ نبات ہے۔ توڑ لے کیونکہ اس باغ میں اس سے بہتر اور کوئی پھل نہیں۔

شاخ نبات۔ لکڑی کی شاخیں جو کوزہ ہائے مصری میں بنا بھی ہوتی ہیں۔ یا تاگے کے گرد مصری جو شاخ کی طرح نظر آتی ہے۔ شاخ قند۔ بچیں۔ امر از مصادر چیدن۔ چننا۔ جُدا کرنا۔ کاٹنا۔

خواجہ صاحب نے اپنے کلام میں جا بجا اپنے قلم کو شاخ نبات کہا ہے۔ مطلب یہ ہی کہ گلشن سخنوری میں کوئی میوہ اور کوئی شاخ حافظ کے قلم سے زیادہ شیریں نہیں ہے۔ اس لئے اس شاخ نبات کو توڑ لے اور اس سے اپنے مذاقِ جان کو شیریں کام کر۔

غزل (۲۵)

یارب آن آہوی مشکین بختن باز رسان	۱	وان سہی سرو روان را بچمن باز رسان
دل آزردۂ ما را بہ نسیمی بنواز	۲	یعنی آن جان ز تن رفتہ بتن باز رسان
ماہ و خورشید بامر تو بمنزل چو رسند	۳	یار مہ روی مرا نیز بمن باز رسان
سخن اینست کہ ما بیتو نخواہیم حیات	۴	بشنو ای پیک سخنگیر و سخن باز رسان
سنگ و گل گشت عقیق از اثر گریۂ من	۵	یارب آن گوہر رخشان بیمن باز رسان

بروای طائر میموں ہمایوں طلعت	۶	پیش عنقا سخن از زاغ و زغن باز رساں
(۷)	آنکه بودی وطنش دیده حافظ یارب بمرادش زغریبی بوطن باز رساں	(۷)

یہ غزل خواجہ صاحب نے کسی عزیز سفر کردہ کے متعلق لکھی ہے۔ یا معمولی اشتیاقِ دید کا فسانہ سمجھیے۔

(۱) ترجمہ۔ اے خدا اُس آہوئے مشکین کو ختن میں واپس لا۔ اور اُس سہی قد سروِ رواں کو باغ میں واپس لا۔

(۲) ترجمہ۔ ہمارے پژمردہ دل کو بادِ نسیم سے شگفتہ کر۔ یعنے اس جسم سے نکلی ہوئی جان کو جسم میں واپس لا۔

(۳) ترجمہ۔ جب چاند اور سورج تیرے حکم سے اپنی اپنی منزل پر جاتے ہیں تو ہمارے چاند جیسے معشوق کو بھی ہمارے پاس لے آ۔

(۴) ترجمہ۔ بات یہی کہ ہم کو تیرے بغیر زندگی بھی نہیں چاہیئے۔ اے سخنگیر قاصد یہ بات سُن اور (میرے معشوق کو) جاکر پہنچا۔

یعنے اے قاصد میرے محبوب کو جاکر کہدے کہ ہمیں تیرے بغیر جینا بھی پسند نہیں۔ قاصد کو سخن گیر کہنے کی وجہ ظاہر ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میرے رونے کے اثر سے پتھر اور کیچڑ بھی عقیق ہو گئے۔ یارب اُس رخشندہ گوہر کو یمن میں واپس لا۔

عقیق۔ سُرخ رنگ کا پتھر۔ فرماتے ہیں کہ میں اس قدر متواتر اور عرصۂ دراز تک لہو کے آنسو روتا رہا ہوں کہ شہر کی مٹی اور پتھر بھی اس سے سُرخ ہو گئے ہیں۔ اے خدا اب تو میرے معشوق کو وطن میں واپس لا۔ گوہر اور یمن کی نسبت ظاہر اور مشہور۔

(۶) ترجمہ۔ اے مُبارک اور بابرکت پرندے! عنقا کے پاس جاکر زاغ و زغن کا پیغام پہنچا۔

طائر سے مراد قاصد۔ عنقا سے مراد محبوب اور زاغ و زغن سے مراد عشاق۔

(۷) ترجمہ۔ اے خدا حافظ کی آنکھوں میں جس شخص کا وطن تھا۔ اس کو بامراد مسافری سے وطن میں واپس لے آ۔

غزل (۲۶)

خوشتر ز فکر می و جام چه خواهد بودن	۱	تا به بینیم سرانجام چه خواهد بودن
پیر میخانه همی خواند معمائی دوش	۲	از خط جام که فرجام چه خواهد بودن

بادہ خور غم مخور و پند مقلد مشنو	۳	اعتبار سخن عام چہ خواہد بودن
غم دل چند توان خورد کہ ایام نماند	۴	گو نہ دل باش و نہ ایام چہ خواہد بودن
مرغ کم حوصلہ را گو سر خود گیر و برو	۵	رحم آنکس کہ نہد دام چہ خواہد بودن
دست رنج تو ہماں بہ کہ شود صرف بکام	۶	دانی آخر کہ بنا کام چہ خواہد بودن

(۷)	بردم از رہ دل حافظ بدف و چنگ و غزل تا جزای من بدنام چہ خواہد بودن	(۷)

(۱) ترجمہ۔ شراب اور جام سے زیادہ اچھا اور کونسا خیال ہو سکتا ہے۔ دیکھئے سر انجام کیا ہوگا۔

(۲) ترجمہ۔ پیرِ میخانہ کل خط جام سے معما بیان کرتا تھا۔ کہ سر انجام کیا ہوگا۔

خطِ جام۔ جام جم کے خط۔ مجازاً ہر جام کے خط۔ مطلب یہ ہے کہ پیر میخانہ جامِ مے کے خط سے معلوم کرتا تھا کہ سر انجام کیا ہوگا۔ حاصل کلام یہ کہ شراب دُنیا کے انجام کا پتہ دیتی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ شراب پی۔ غم نہ کھا اور مقلد کی باتوں کو نہ سُن۔ عوام کی باتوں کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اس بات پر کب تک دل کو غمگین رکھیں گے کہ زمانہ نہیں رہا۔ کہو کہ نہ زمانہ رہی نہ دل رہی۔ کیا ہو جائیگا۔
مطلب یہ ہے کہ غمِ دل اور غمِ ایام سے کیا حاصل۔ خواہ دل اور زمانہ دونوں نہ رہیں۔ ہمیں کچھ پرواہ نہیں۔

(۵) ترجمہ۔ کم حوصلہ پرندے کو کہو کہ چلے اپنا کام کرے۔ جو شخص جال بچھاتا ہی۔ وہ کیا رحم کریگا۔
مطلب یہ ہے کہ جو پرندہ صیاد کے رحم کی اُمید رکھتا ہی وہ کم حوصلہ ہو اُسے چاہیئے کہ جال کے نزدیک ہی نہ آئے۔ جائے اور اپنا کام کرے۔ صیاد جو جال بچھا کر پرندوں کو گرفتار کرتا ہے۔ اس پر رحم کی اُمید بیفائدہ ہے
حاصل کلام یہ کہ عاشق کو معشوق کے رحم کی ہوس نہیں کرنی چاہیے بلکہ اسکے جور و ستم برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کرنا چاہیئے۔ جور پیشہ معشوق کیا رحم کریں گے۔ جفا کاروں سے وفا شعاری کی توقع خیالِ خام ہے۔

(۶) ترجمہ۔ تجھے چاہیئے کہ محنت حصولِ مقصود کے لئے صرف کرے۔ آخر تو جانتا ہے کہ ناکام ہونا کیسا ہوتا ہی۔
دست رنج کسب۔ پیشہ۔ مزد۔ اجرت۔ محنت۔ مزدوری وغیرہ سعی و عمل کی تعلیم ہے۔
مطلب یہ ہے کہ حصولِ مقصد کے لئے تجھے ہمیشہ کوشش کرنی چاہیئے اور محنت کرنی چاہیئے۔ تُو جانتا ہے کہ ناکام ہونا بہت بری بات ہے۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے حافظ کے دل کو دف وچنگ اور غزل سے گمراہ کر دیا۔ دیکھئے مجھ بدنام کی سزا کیا تجویز ہوتی ہے۔

غزل (۲۷)

دلبر جانان من بردہ دل وجان من	۱	بردہ دل وجان من دلبر جانان من
از لب جانان من زندہ شود جان من	۲	زندہ شود جان من از لب جانان من
روضۂ رضوان من خاک سرکوی دوست	۳	خاک سرکوی دوست روضۂ رضوان من
این دل حیران من والہ وشیدای تست	۴	والہ وشیدای تست این دل حیران من
یوسف کنعان من مصر ملاحت تراست	۵	مصر ملاحت تراست یوسف کنعان من
سرو گلستان من قامت دلجوی تست	۶	قامت دلجوی تست سرو گلستان من

(۷)
حافظ خوشخوان من نقد کمال غیاث
نقد کمال غیاث حافظ خوشخوان من
(۷)

اس تمام غزل میں خواجہ صاحب نے یہ صنعت رکھی ہے کہ دوسرے مصرعہ کو پہلے مصرعہ کا عکس بنایا ہے انہی الفاظ کو دوسری ترکیب دیدی ہے۔ یہ غزل اکثر پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ غالباً الحاقی ہے۔

(۱) ترجمہ۔ میرا دلبر جانان میرے دل وجان کو لے گیا۔ میرے دل و جان کو میرا دلبر جانان لے گیا۔

(۲) ترجمہ۔ میرے جانان کے لب سے میری جان زندہ ہوتی ہے۔ میری جان زندہ ہوجاتی ہے میرے جانان کے لب سے۔

(۳) ترجمہ۔ میرا باغ بہشت معشوق کے کوچہ کی خاک ہے۔ معشوق کے کوچہ کی خاک میرے لئے باغ بہشت ہے۔

(۴) ترجمہ۔ میرا حیران دل تجھ پر عاشق اور شیدا ہے۔ تجھ پر عاشق اور شیدا ہے میرا یہ حیران دل۔

(۵) ترجمہ۔ اے میرے یوسفِ کنعان مصرِ ملاحت تیرے قبضہ میں ہے۔ مصرِ ملاحت تیرے قبضہ میں ہے اے میرے یوسفِ کنعان!

(۶) ترجمہ۔ میرے لئے سرو گلستان تیرا دلکش قد ہے۔ تیرا دلکش قد میرے لئے سرو گلستان ہے۔

یہاں ظلم ہے

(۷) ترجمہ۔ میرا خوشخوان حافظ کمالِ فریاد کا نقد ہے۔ کمالِ فریاد کا نقد میرا خوشخوان حافظ ہے۔ غیاث

یعنے حافظِ خوشخوان کا کلام غیاث و فریاد اور نالہ ہائے حزیں کا نہایت اچھا مجموعہ ہے۔

غزل (۲۸)

۱ نکتۂ دلکش بگویم خال آن مہرو ببین — عقل و جان را بستۂ زنجیر آن گیسو ببین

۲ عیب دل کردم کہ وحشی طبع و ہرجائی مباش — گفت چشم نیم مست غنج آن آہو ببین

۳ عاشقان آفتاب از دلبر ما غافل اند — ای نصیحت گو خدارا رو ببین و رو ببین

۴ لرزہ بر اعضای مہر از رشک آن مہ رو نگر — نافہ را خون در جگر زان زلف عنبر بو ببین

۵ حلقۂ زلفش تماشا خانۂ باد صباست — جان صد صاحبدل آنجا بستۂ یک مو ببین

۶ زلف دلبندش صبا را بند در گردن نہد — با ہواداران رہرو حیلہ ہندو ببین

۷ آنکہ من در جستجویش از خرد بیرون شدم — کس ندیدست و نہ بیند مثلش از ہر سو ببین

۸ از مراد شاہ منصوری فلک رخ برمتاب — تیزی شمشیر بنگر نیروی بازو ببین

(۹) حافظ ار در گوشۂ محراب مینالد رواست — ای نصیحت گو خدارا آن خم ابرو ببین (۹)

(۱) ترجمہ۔ میں تجھے ایک دلچسپ نکتہ بتاتا ہوں کہ اس ماہرو کا خال دیکھ۔ عقل اور جان کو اُس زلف کی زنجیر میں باندھا ہوا دیکھ۔

نکتہ اور خال کی رعایت ظاہر۔ دلکش نکتہ یہی ہے کہ روئے محبوب کے خال کو دیکھ۔

(۲) ترجمہ۔ میں نے اپنے دل کو متہم کیا کہ وحشی طبع اور ہرجائی نہ بن۔ اُس نے جواب دیا کہ اُس آہو کی نیم مست غُنج (یا کرشمہ والی) آنکھ کو دیکھ۔

غُنج۔ بضم ناز و کرشمہ۔ بفتح۔ کرشمہ۔ ناز۔ آنکھ جھپکنا۔ گلگونہ۔ غنجاز۔ اہٹنا۔ گلگونہ۔ غازہ۔

مطلب یہ ہے کہ دل نے جواب دیا کیا کروں کہ اُس کی مست آنکھوں نے مجھے وحشی کر دیا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ آفتاب کے عاشق ہمارے دلبر سے غافل ہیں۔ اے ناصح خدا کیلئے اُس کا چہرہ بھی دیکھ اور اس کا چہرہ بھی دیکھ۔
یعنے آفتاب بھی میرے معشوق کے چہرہ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ دونوں کو دیکھ کر مقابلہ کر لو۔ اس لئے آفتاب پرست تو میں غلطی پر ہیں اور غافل ہیں اگر میرے محبوب کا چہرہ دیکھ لیں تو پھر آفتاب کی طرف کبھی نہ دیکھیں۔

(۴) ترجمہ۔ دیکھ کہ اُس ماہرو کے رشک سے آفتاب کے اعضا پر لرزہ پڑا ہے۔ اور دیکھ کہ اُس زلفِ عنبریں کی وجہ سے نافہ کا جگر خون ہو گیا ہے۔
اگر بغور دیکھیں تو قرص آفتاب میں لرزہ معلوم ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ میرے معشوق کے رشک سے آفتاب کانپ رہا ہے۔ حسن تعلیل ہے۔ اسی طرح نافہ بھی کہا جاتا ہے کہ آہو کے منجمد خون سے بنتا ہے۔ خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ زلفِ محبوب کی خوشبو کے رشک سے نافہ کا جگر خون ہو گیا ہے۔ یہاں بھی حسنِ تعلیل ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اُس کی زُلف کا حلقہ بادِ صبا کے لئے تماشا خانہ ہے۔ دیکھ کہ صدہا صاحبدلوں کی جانیں اس جگہ ایک بال سے باندھی ہوئی ہیں۔
زُلفِ معنبر کو بوجہ خوشبودار ہونے کے بادِ صبا کا تماشہ خانہ کہا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اس کی دلبند زُلف صبا کی گردن میں بھی پھندا ڈالتی ہے۔ رہرو ہواداروں کے ساتھ اس ہندو کا حیلہ دیکھ۔
ہندو سے مُراد زلف۔ ہواداراں رہرو یعنے بادِ صبا۔ مطلب یہ ہے کہ بادِ صبا باوجود اپنی نکہت کے زُلفِ محبُوب کی خوشبو پر عاشق ہے۔ دیکھ کہ اِس رہزن (زلف) سے رہروانِ ہوا بھی محفوظ نہیں ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ وہ (محبُوب) جس کی جستجو میں مَیں عقل سے بیگانہ ہو گیا۔ اس کی نظیر کسی نے نہیں دیکھی نہ کوئی دیکھے گا۔ ہر طرف دیکھ لو۔
یعنے شش جہات کو دیکھ لو۔ میرے محبُوب کی نظیر نہیں ملے گی۔

(۸) ترجمہ۔ اے آسمان شاہ منصور کی مراد برآری سے مُنہ نہ پھیر۔ اُس کی تلوار کی تیزی اور اس کے بازو کی قوت کو دیکھ۔
شاہ منصور کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اوّل صفحہ ۱۹۔۲۰ سوانح عمری۔ آسمان کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ شاہ منصور کی تلوار اور اس کی قوتِ بازو سے ڈرتا رہ اور اس کے حسب مراد گردش کر۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ اگر اُس کے گوشۂ محراب میں روتا ہے تو جائز ہے۔ اے ناصح خدا کے لئے اُس خم ابرو کو تو دیکھ۔
خمِ ابرو کو گوشۂ محراب کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ناصح بھی اگر اُس کے خم ابرو کو ایک دفعہ دیکھ لے تو مجھے اس محراب

یں گریہ وزاری سے کبھی منع نہ کرے ۔

غزل (۲۹)

ای لبت آب حیات و ای قدت سرو چمن	۱	ای رخت خورشید خاور ای خطت مشک ختن
ہمچو ابرویت بچشم من کم آید ماہ نو	۲	چون لب لعلت نمی باشد عقیق اندر یمن
تا رخت دیدست گل در باغ ای سرو روان	۳	بر تن خود چاک می سازد زخجلت پیرہن
رشتہ جان من ست آن یا سر موی بتان	۴	ذرہ خورشید یا درج درست آن یا دہن
بوسہ میخواہم ز تو لب را بدندان میگزی	۵	میکنی جانم جراحت بار دیگر جان من
عاشق روی توام ای شاہ خوبان جہان	۶	این حکایت را بدانند آشکارا مرد و زن

(۷) مرد حافظ در غمت در گردن تو خون من
دامن بستانند از تو روز محشر ذو المنن (۷)

(۱) ترجمہ ۔ اے معشوق کہ تیرے لب آب حیات اور تیرا قد سرو چمن ہے ۔ اے کہ تیرا چہرہ خورشیدِ خاوری اور تیرا خط مشک ختن ہے ۔

(۲) ترجمہ ۔ میری نظر میں ہلال تیرے ابرو جیسا نہیں ہے ۔ اور تیرے لب لعل جیسا کوئی عقیق یمن میں نہیں ۔

ہلالِ عید را مبلیست با ابروئے زیبائش — کہ بر بام فلک خم گشتہ از بہر تماشائش (بیخود)

الماس شد بسینۂ کوہِ یمن عقیق — لعل تو تا بر آمدہ رنگین زکانِ حسن (ریختا)

(۳) ترجمہ ۔ اے سروِ روان جب سے تیرے چہرہ کو پھول نے باغ میں دیکھا ہے ۔ شرمندگی سے اپنے تن پر پیراہن کو چاک کر رہا ہے ۔ پھول کا شگفتہ ہوکر پیراہن چاک کرنا ظاہر ہے ۔ خواجہ صاحب نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ رخسارِ معشوق سے شرمندہ ہوکر پھول نے پیراہن چاک کیا ہے ۔ حسن تعلیل ہے ؎

تا چہرۂ تو از مے گلرنگ آل شد — شبنم بروئے گل عرقِ انفعال شد (صائب)

(۴) ترجمہ ۔ میرا رشتۂ جان ہے یا معشوقوں کا بال ذرہ خورشید ہے یا موتیوں کی ڈبیہ یا دہن ۔

معشوق کے بال کو اپنا رشتۂ جان کہا ہے۔ اور اس کے دہن کو موتیوں کی ڈبیہ یا ذرہ خورشید سے نسبت دی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میں تجھ سے بوسہ مانگتا ہوں اور تو لبوں کو دانتوں سے کاٹتا ہے۔ اے میری جان تو دوبارہ میری جان کو زخمی کرتا ہے۔

لب را بدندان گزیدن یعنے غصہ سے انکار کرنا کسی کے سوال پر دانتوں سے ہونٹوں کو کاٹنا علامت اس بات کی ہے کہ خبردار پھر ایسا نہ کہنا۔ غضب۔ تعجب اور ندامت کی علامت ہے۔ مثلاً

فرو بست از سخن لبہائے خنداں ——— بخائید از غضب لبہا بدنداں

کسے کیں کرم دیدہ یا خود شنید ——— تعجب کناں لب بدنداں گزید

فتد ہر گہ بہ لعلش چشم خوباں ——— گزند از شرم لبہا را بدنداں

(۶) ترجمہ۔ اے جہان کے حسینوں کے بادشاہ میں تیرے چہرہ کا عاشق ہوں۔ تمام مرد و زن کو یہ بات علانیہ معلوم ہے۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ تیرے غم میں مر گیا۔ میرا خون تیری گردن پر ہے۔ خدائے ذوالمنن قیامت کے روز میرا انصاف تجھ سے لے گا۔

ذوالمنن۔ صاحبِ احسان۔ بخشش اور احسان کرنے والا۔

ردیف ۔ و

غزل (۱)

ای آفتاب آئینہ دار جمال تو	۱	مشکِ سیاہ مجمرہ گردان خال تو
صحن سرای دیدہ بشستم ولی چہ سود	۲	کایں گوشہ نیست درخور خیل خیال تو

مطبوع تر زروی تو صورت نہ بست ہیچ	۳	طغرانویس ابرو مشکین مثال تو
در اوج ناز و نعمتی ای پادشاہ حسن	۴	یارب مباد تا بقیامت زوال تو
تا پیشوای بخت روم تہنیت کنان	۵	کو مژدۂ زمقدم عید وصال تو
تا آسمان ز حلقہ بگوشان او شود	۶	کو عشوۂ زابرو ہمچون ہلال تو
در چین زلفش ای دل مسکین چگونۂ	۷	کاشفتہ گفت باد صبا شرح حال تو
برخاست بوی گل زدر آشتی درآئی	۸	ای نوبہار مالب فرخندہ فال تو
در صدر خواجہ عرض کدا بیں جفا کنم	۹	شرح نیازمندی دل یا ملال تو
(۱۰)	حافظ درین کمند سر سرکشاں بسی ست سودای کج مپز کہ نباشد مجال تو	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ اے محبوب کہ آفتاب بھی تیرے جمال کا آئینہ دار ہے۔ اور سیاہ کستوری تیرے خال کی مجمرہ گردان ہے۔

آئینہ دار وہ شخص جو کسی کے سامنے آئینہ رکھے۔ **مجمرہ گرداں** وہ شخص جو مجمر میں حرمل ڈال کر دفعِ نظرِ بد کے لئے امرا کے سامنے جاتا ہے مثلاً

سپہر مجمرہ گرداں برائے دفع گزند سپند پرتو خورشید و ماہ می سوزد (ظہوری)

مطلب یہ ہے کہ تیرے چہرہ کے سامنے آفتاب بھی ایک آئینہ دار کی حیثیت رکھتا ہے اور مشکِ سیاہ بھی تیرے خالِ سیاہ کی مجمرہ گردان ہے

(۲) ترجمہ۔ مَیں نے آنکھوں کے مکان کے صحن کو دھو دیا ہے لیکن کیا فائدہ جب یہ گوشہ تیرے خیال کے لشکر کے لائق نہیں۔

کسی عزیز کی تشریف آوری پر قاعدہ ہے کہ مکان اور صحن وغیرہ کو صاف کیا جاتا ہے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ مَیں نے تیرے خیال اور تیری تصویر کو جگہ دینے کے لئے اپنی آنکھوں کو رو رو کر دھو دیا ہے۔ اور صاف کر دیا ہے۔ لیکن کیا فائدہ جب میری آنکھیں اس قابل ہی نہیں کہ تیری تصویر اُن میں رہے۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے مشکین مثال ابرو کے طغرانویس نے تیری صورت سے زیادہ دلپذیر صورت کوئی نہیں بنائی۔

ابرو کو بوجہ سیاہی مشکیں مثال کہا ہے۔ **طغرا نویس** پیچیدہ خط لکھنے والا۔ ابرو کے بنانے والے کو طغرا نویس اس لئے کہا کہ ابرو پیچیدہ یعنے خمدار ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے مشکیں ابرو کے بنانے والے (یعنے خدا یا عاملانِ قضا و قدر) نے تیری صورت سے زیادہ دلپذیر صورت اور کوئی نہیں بنائی ؎

تیری صورت بنا کے بیٹھ رہے کارکن کارگاہِ قدرت کے

(۴) ترجمہ۔ اے حسن کے بادشاہ تجھے ناز و نعمت کا کمال حاصل ہے۔ خدا کرے کہ قیامت تک تجھے زوال نہ ہو۔

(۵) ترجمہ۔ تاکہ ہم بخت کی پیشوائی کے لئے خوشی کرتے ہوئے جائیں۔ تیرے وصال کی عید کے آنے کی خوشخبری کہاں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے وصال کی خوشخبری عین خوش نصیبی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ تاکہ آسمان اس کا حلقہ بگوش (مطیع) ہو جائے۔ تیرے ہلال جیسے ابرو کا عشوہ کہاں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے ابرو کے عشوہ کا آسمان بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کا مطیع ہو جائیگا۔

(۷) ترجمہ۔ اے مسکین دل اسکی زلف کے خم میں تیرا کیا حال ہے۔ کیونکہ بادِ صبا نے تیرے حال کی شرح پریشان بیان کی ہے۔

ہوا کی پریشان بیانی ظاہر معشوق کی زلفِ پریشان میں دل کا آشفتہ و پریشان ہونا معلوم۔ مطلب یہ ہے کہ میرا دل زلفِ محبوب میں آشفتہ و پریشان ہے۔

(۸) ترجمہ۔ پھول کی خوشبو اٹھی ہے اے معشوق از روے صلح آ۔ کیونکہ تیرے فرخندہ فال لب ہمارے لئے بمنزلہ بہار کے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ موسم بہار آگیا ہے ہماری بہار تو تو ہے۔ آ اور ہمارے مشام جان کو معطر کر۔

(۹) ترجمہ۔ خواجہ کے دربار میں کون کون سی جفا کا شکوہ کروں۔ اپنے دل کی نیازمندی کا بیان کروں یا تیری ملال کا۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے حافظ اس کمند میں بہت سے سرکشوں کے سر ہیں۔ بیہودہ خیال نہ پکا کہ تیری اتنی طاقت نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ زلفِ محبوب میں پہلے صدہا سرکش اسیر پڑے ہیں۔ تیری اتنی طاقت نہیں کہ تو اس سے عہدہ برآ ہو سکے۔

غزل (۲)

ای پیک راستان خبر سرو ما بگو	۱	احوال گل بہ بلبل دستان سرا بگو
ما محرمان خلوت انسیم غم مخور	۲	با یار آشنا سخن آشنا بگو
برہم چو می‌زند سر زلفین مشکبار	۳	با ما سر چہ داشت ز بہر خدا بگو
دلہا ز دام طرہ چو بر خاک می‌فشاند	۴	با آن غریب ما چہ گذشت اے صبا بگو
گر دیگرت بر آن در دولت گذر فتد	۵ ق	بعد از ادای خدمت و عرض دعا بگو
در راہ عشق فرق غنی و فقیر نیست	۶	ای پادشاہ حسن سخن با گدا بگو
ہر کس کہ گفت خاک در دوست توتیاست	۷	گو این سخن معاینہ در چشم ما بگو
مرغ چمن بموئیہ من دوش میگریست	۸	آخر تو واقفی کہ چہ رفت اے صبا بگو
آن می کہ در سبو دل صوفی بعشوہ برد	۹	کی در قدح کرشمہ کند ساقیا بگو
آنکس کہ منع ما ز خرابات میکند	۱۰	گو در حضور پیر من این ماجرا بگو
جان پرورست قصہ ارباب معرفت	۱۱	رمزی از و بپرس و حدیثی بیا بگو
ہر چند ما بدیم تو ما را بدان مگیر	۱۲	شاہانہ ماجرای گناہ گدا بگو
بر این فقیر نامہ آن محتشم بخوان	۱۳	با این گدا حکایت آن پادشا بگو

(۱۴) حافظ گرت بمجلس او راہ می‌دہند
می نوش و ترک زرق برای خدا بگو (۱۴)

(۱) ترجمہ۔ اے راست قدوں (یا راست بازوں) کے قاصد ہمارے سرو کی خبر سنا۔ پھول کا حال بلبل نغمہ سنج کو سنا۔

(۲) ترجمہ۔ ہم خلوتِ محبت کے محرم ہیں غم نہ کھا۔ آشنا دوست سے آشنائی کی باتیں کہہ۔

یعنے ہم بیگانے نہیں۔ محرم راز ہیں۔ ڈر نہیں اور ہمارے سامنے بیشک دوست کی باتیں بیان کر۔

(۳) ترجمہ۔ جب مشکین زلفیں پیچ وتاب میں آتی تھیں تو خدا کے لئے کہو کہ ہمارے متعلق اس کا خیال کیا تھا۔

(۴) ترجمہ۔ جب معشوق دلوں کو زلف کے جال سے زمین پر گراتا تھا۔ تو اے بادِ صبا کہو کہ ہمارے مسافر دل کے ساتھ کیا کیفیت گذری۔

(۵) ترجمہ۔ اگر پھر اُس درِ دولت پر تیرا گذر ہو تو سلام کہنے اور دُعا عرض کرنے کے بعد کہو۔

(۶) ترجمہ۔ کہ راہِ عشق میں امیر اور فقیر میں کچھ فرق نہیں۔ اے حسُن کے بادشاہ گداگر سے بھی بات کر۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ بادِ صبا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اگر محبُوب کے درِ دولت پر تُو حاضر ہو۔ تو ہمارا سلام اور دُعا عرض کرنے کے بعد کہنا کہ اے کشورِ حسُن کے بادشاہ راہ عشق میں فقیر اور غنی برابر ہوتے ہیں۔ ہم فقیروں سے بھی بات کر۔

(۷) ترجمہ۔ جس شخص نے کہا ہے کہ درِ دوست کی خاک سُرمہ ہے اسے کہو کہ یہ بات ہماری آنکھوں سے عیاں ہے علانیہ بیان کرے۔

یعنے ہماری آنکھیں اِس بات کی دلیل ہیں کہ درِ دوست کی خاک سُرمہ ہے۔ کیونکہ ہماری آنکھوں میں یہ سُرمہ موجود ہے۔

(۸) ترجمہ۔ کل بُلبل میری آہ وزاری پر رو رہی تھی۔ اے بادِ صبا آخر تو واقف ہے بتا کہ کیا معاملہ ہُوا۔

یعنے بُلبل کے رونے کی وجہ کیا تھی۔ ظاہر ہے کہ عاشق کی آہ وزاری کی طرح وہ بھی محبُوب کے جور وستم کے ہاتھ سے رو رہی تھی۔

(۹) ترجمہ۔ وہ شراب جس نے سبو میں ہی صُوفی کے دل کو عشوہ سے قابو کر لیا اے ساقی بتا کہ پیالہ میں وہ کب کرشمہ دکھائیگی۔

یعنے جس شراب نے صراحی میں ہی صوفی کو اپنا شیدا بنا لیا۔ جب پیالہ میں آئیگی تو خدا جانے کیا کرے گی ؎

پردہ میں ہو تو اس پہ یہ عالم ہے حسُن کا　　پردہ سے باہر ہو تو خدا جانے کیا کرے

(۱۰) ترجمہ۔ جو شخص ہم کو شراب خانہ سے منع کرتا ہے اسے کہو کہ ہمارے پیر کی خدمت میں جا کر یہ ماجرا بیان کرے۔

یعنے جب ہمارا پیر ہمیں شراب پینے کی ہدایت کرتا ہے تو اسے جا کر کہنا چاہئے۔ ہمیں منع کرنے سے کیا فائدہ۔ تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۱-۲-۳۔

(۱۱) ترجمہ۔ اربابِ معرفت کی باتیں جان پرور ہوتی ہیں۔ اُس سے رمز پوچھ اور ہم سے وہ بات بیان کر۔

یعنے صاحبِ معرفت سے اسرار و رموز جاکر پوچھ اور ہمیں آکر بتا۔

(۱۲) ترجمہ۔ ہرچند ہم بُرے ہیں۔ لیکن اس بات پر ہماری گرفت نہ کر۔ بادشاہوں کی طرح گداگر کے گناہ کا ماجرا بیان کر۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح بادشاہ فقیروں کے گناہ معاف کردیتے ہیں۔ اسی طرح تو بھی ہمارے گناہ معاف کر۔ ہم ہرچند بُرے ہیں۔ لیکن ہمارے گناہ تیری رحمت سے بڑھ کر نہیں۔ بد ہم اور بد آں میں صنعت تجنیس ہے ؎

بد ما نیک شد چو پز رفتی — بد شود نیکِ ما چو بگرفتی
آنکسے بدکند کہ بد کار است — از تو نیکی ہمہ سزاوار ست
(حکیم ثنائی)

(۱۳) ترجمہ۔ اس فقیر کے سامنے اُس صاحبِ حشمت کا خط پڑھ۔ اس گداگر کے ساتھ اُس بادشاہ کا قصہ بیان کر۔

اس شعر میں نامہ بر یعنے دیارِ محبوب کے قاصد سے خطاب ہے۔

(۱۴) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تجھے اُس کی مجلس میں جانے دیں۔ تو شراب پی اور خدا کے لئے ریاکاری کو چھوڑ دے۔

غزل (۳)

ای خونبهای نافہ چین خاک راه تو	۱	خورشید سایہ پرور طرف کلاه تو
نرگس کرشمہ می برد از حد برون خرام	۲	ای جان فدای شیوهٔ چشم سیاه تو
خونم بخور کہ ہیچ ملک با چنین جمال	۳	از دل نیایدش کہ نویسد گناه تو
آرام و خواب خلق جہاں را سبب توئی	۴	زاں شد کنار دیدهٔ دل تکیہ گاه تو
با ہر ستاره سر و کارست ہر شبم	۵	از حسرت فروغ رخ ہمچو ماه تو
یاران ہمنشین ہمہ از ہم جدا شدند	۶	مائیم و آستانهٔ دولت پناه تو

یار بدان مباش کہ مانند بخت نیک	۷	یار تو باد ہر کہ بود نیک خواہ تو	
فردای روز حشر کہ عرض خلائق است	۸	باشد دراں میاں بمن افتد نگاہ تو	

(۹)	حافظ طمع مبر ز عنایت کہ عاقبت آتش زند بخرمن غم دود آہ تو	(۹)

(۱) ترجمہ۔ اے محبوب کہ تیری خاکِ راہ نافہ چین کا خون بہا ہے اور آفتاب بھی تیری ٹوپی کے گوشہ کا سایہ پرور ہے۔

خون بہا۔ خون کا معاوضہ۔ خون کی قیمت۔ زرِ قصاص۔ **سایہ پرور**۔ (۱) نازو نعمت سے پلا ہوا (۲) مفت خوار۔ کسی کے زیر سایہ پلا ہوا۔ یہاں یہی دوسرے معنی ہیں کہتے ہیں کہ نافہ منجمد خون ہوتا ہے۔ لہٰذا نافہ اور خون بہا کی رعایت ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ نافہ کے خون کا معاوضہ درِ محبوب کی خاک ہے۔ یعنے نافہ کو جو خوشبو حاصل ہے وہ اُس کے خون کے بدلے درِ محبوب کی خاک سے اُسے بطور معاوضہ ملی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ نافہ کو درِ محبوب کی خاک سے خوشبو ملی ہے۔ دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ آفتاب باوجود اس قدر روشن اور منور ہونے کے بھی تیری ٹوپی کے زیر سایہ پلا ہے یعنے اُسے جس قدر روشنی حاصل ہے تجھ سے حاصل ہوئی ہے۔

خورشید اور سایہ کا مقابلہ ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ نرگس حد سے زیادہ کرشمے کرنے لگی ہے اے کہ جان تیری سیاہ آنکھ کے شیوہ پر قربان ہے تُو بھی خراماں ہو۔

مطلب یہ ہے کہ نرگس اب حد سے زیادہ شیوہ و کرشمہ دکھانے لگی ہے اے محبوب اُسے ذرا آنکھیں دکھا کہ وہ اپنی کرشمہ نمائی بند کرے ؎

کند شرمندہ نرگس را بگلشن دیدنِ چشمش   برآہو تنگ دارد دشت را گر دیدنِ چشمش   (جلال اسیر)

(۳) ترجمہ۔ تو میرا خون پیتا جا کیونکہ ایسے جمال کی موجودگی میں کسی فرشتے کا دل نہیں چاہیگا کہ تیرے گناہ لکھے۔

مطلب یہ ہے کہ فرشتوں کا دل کب مانے گا کہ تجھ جیسے پریرو حسین کے گناہوں کو لکھیں۔ تو بیشک خاطر جمعی سے میرا خون پیتا جا۔ تیرے گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔ خواجہ صاحب نے فرشتوں کو بھی

نہیں چھوڑا۔ اُن کا بھی اپنے محبوب پر مائل ہونا بیان کر دیا۔

(۴) ترجمہ۔ جہان کی خلقت کے آرام اور زینت کا باعث تو ہی ہے۔ اس لئے دل کی آنکھوں کی آغوش ہیں تیرا تکیہ گاہ ہے۔

یعنے چونکہ تو لوگوں کے آرام اور راحت کا باعث ہے اس لئے وہ تجھے اپنے دل کی آنکھوں میں جگہ دیتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ ہر رات میرا تمام ستاروں سے سروکار رہتا ہے۔ تیرے چاند جیسے چہرے کے نور کی حسرت سے۔

یعنے تیرے دیدار کی آرزو میں تمام رات تارے گنتا رہتا ہوں یعنے جاگتا رہتا ہوں۔ ماہ و ستارہ کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ ہمنشین یار سب ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ ہم ہیں اور تیرا آستانۂ دولت پناہ۔

یعنے صرف میں ہی ہوں کہ تیرے درِ دولت سے کبھی سر نہیں اُٹھایا۔

(۷) ترجمہ۔ بُروں کا بار نہ ہو کہ بختِ نیک کی طرح وہ شخص تیرا یار ہو جو تیرا نیک خواہ ہو۔

یعنے خوش نصیبی تیری خیر خواہ ہے اس لئے تیری یار ہے اسی طرح صرف وہی تیرا دوست ہونا چاہیئے۔ جو تیرا خیر خواہ ہو۔

(۸) ترجمہ۔ کل قیامت کے دن جب خلقت جمع ہو گی۔ خدا کرے کہ اُس وقت تیری نظر مجھ پر پڑ جائے

غالباً اس شعر میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے خطاب ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ عنایت سے ناامید نہ ہو کیونکہ آخر کار تیری آہوں کا دھواں خرمن غم کو آگ لگا دے گا۔

یعنے تیری آہیں موثر ہو کر تیرے غموں کو دور کریں گی اور تو محبوب حقیقی کا موردِ عنایات ہو جائے گا۔

غزل (۴)

ای قبای پادشاهی راست بر بالای تو	۱	زینت تاج و نگین از گوهر والای تو
آفتاب فتح را هر دم طلوعی میدهد	۲	از کلاه خسروی رخسار مه سیمای تو

جلوہ گاہ طائر اقبال گردد ہر کجا	۳	سایہ اندازد ہمای چتر گردون سای تو
از رسوم شرع و حکمت با ہزاران اختلاف	۴	نکتۂ ہرگز نشد فوت از دل دانای تو
آب حیوانش ز منقار بلاغت میچکد	۵	طوطی خوش لہجہ یعنی کلک شکرخای تو
گرچہ خورشید فلک چشم و چراغ عالم است	۶	روشنائی بخش چشم اوست خاک پای تو
آنچہ اسکندر طلب کرد و ندادش روزگار	۷	جرعۂ بود از زلال جام جان افزای تو
عرض حاجت در حریم حرمتت محتاج نیست	۸	راز کس مخفی نماند بر فروغ رای تو

(۹) خسروا پیرانہ سر حافظ جوانی میکند
برامید عفو جانبخش گنہ فرسائی تو (۹)

یہ غزل تمام ترمدحیہ ہے۔ کسی بادشاہِ وقت کی مدح میں لکھی ہے۔

(۱) ترجمہ۔ اے ممدوح کہ بادشاہی قبا تیرے قد پر موزون ہے اور تاج و نگین کی زینت تیری ذات والا سے ہے۔

گوہر۔ (۱) ذات اصل (۲) موتی۔ لہٰذا تاج اور نگین کے ساتھ لفظ گوہر کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ تیرا چاند جیسا چہرہ ہر وقت کلاہِ شاہی سے فتح کے آفتاب کو طلوع بخشتا ہے۔

کلاہِ خسروی کو مطلع اور رخسار کو آفتاب کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تیرا چہرہ ایک فتح کا آفتاب ہے جو مطلعِ کلاہ سے طلوع کرتا ہے

(۳) ترجمہ۔ وہ جگہ اقبال کے پرندے کی جلوہ گاہ ہو جاتی ہے۔ تیرے چترِ گردوں سا کا ہما جس جگہ سایہ ڈالے۔

یعنے جس جگہ تیرے تاج کا سایہ پڑ جاتا ہے۔ وہ جگہ مُبارک اور اقبال مند ہو جاتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ باوجود ہزار ہا اختلاف کے شرع و حکمت کے قواعد میں سے ایک نکتہ بھی ایسا نہیں جو تیرے دانا دل کو معلوم نہ ہو۔

یعنے شرع و حکمت کے آئین اور قواعد اگرچہ نہایت دقیق اور مختلف فیہ ہیں۔ لیکن تو سب پر حادی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ خوش لہجہ طوطی یعنے تیرے شکر خا قلم کی بلاغت کی چونچ سے آبِ حیات ٹپکتا ہے۔

ممدوح کے قلم کو طوطی خوش لہجہ کہا ہے جس کی منقار بلاغت آثار سے آب حیات ٹپکتا ہے مطلب یہ ہے کہ تو نہایت فصیح و بلیغ ہے ؂

(۶) ترجمہ۔ اگرچہ آسمان کا سورج جہاں کے لئے چشم و چراغ ہے لیکن تیرے پاؤں کی خاک اُسکی آنکھ کے لئے بھی روشنائی بخش ہے۔

یعنے تمام جہان کی روشنی کا منبع سورج ہے اور سورج کی روشنی کا منبع تیرے پاؤں کی خاک۔

(۷) ترجمہ۔ جو چیز سکندر نے مانگی اور زمانہ نے اسے نہ دی۔ وہ تیرے جان پرور پیالہ کے آب صاف کا ایک گھونٹ تھا۔

ظاہر ہے کہ جو چیز سکندر نے طلب کی اور زمانہ نے اسے نہ دی وہ آب حیات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چشمۂ آب حیات تیرے پیالہ کے آب صاف کا ایک گھونٹ ہے۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے حریم حرمت میں عرض کرنے کی حاجت نہیں ہے کسی شخص کا راز تیرے روشن ضمیر پر مخفی نہیں رہتا۔

چو کارساز رحاجات آگہی دارد　　برائے چیست دعا و چہ سود حرف سوال

(۹) ترجمہ۔ اے بادشاہ تیری جان بخش اور گناہوں کو مٹانیوالی معافی کی امید پر حافظ بڑھاپے میں جوانی کر رہا ہے۔
یعنے میں پیرانہ سری میں مئے و معشوق کے شغل میں ہوں اور امید ہے کہ تو میرے تمام گناہ بخشدیگا ؂

غزل (۵)

بجان پیر خرابات و حق صحبت او	۱	کہ نیست در سر من جز ہوای خدمت او
بہشت اگرچہ نہ جای گناہگارانست	۲	بیار بادہ کہ مستظہرم برحمت او
چراغ صاعقۂ آن شراب روشن باد	۳	کہ زد بخرمن من آتش محبّت او
برآستانۂ میخانہ گر سرے بینی	۴	مزن بپای کہ معلوم نیست نیت او
بیار بادہ کہ دوشم سروش عالم غیب	۵	نوید داد کہ عام ست فیض رحمت او
مکن بچشم حقارت نگاہ بر من مست	۶	کہ نیست معصیت و زہد بی مشیت او
نمیکند دل من میل زہد و توبہ ولی	۷	بنام خواجہ بکوشیم و فر دولت او

۸	مدام خرقۂ حافظ بباده در گرو ست مگر ز خاک خرابات بود فطرت او	۸

(۱) ترجمہ۔ پیر خرابات کی جان اور اُسکے حقِ صحبت کی قسم ہے۔ کہ میرے سر میں سوائے اُسکی خدمت کے خیال کے اور کوئی خیال نہیں

(۲) ترجمہ۔ اگرچہ بہشت گنہگاروں کی جگہ نہیں ہے۔ شراب لا کہ میں اُس کی رحمت کا امیدوار ہوں۔ یعنے اُس کی رحمت پر امید ہے کہ میرے تمام گناہ معاف کر دیئے جائینگے اور باوجود شراب نوشی کے بھی مجھے بہشت مل جائیگی۔

غم مخور مے خور کہ پیش ریزشِ ابرِ کرم　　　　نامۂ عصیانِ ما نقش بر آبے بیش نیست　　(اشرف)

(۳) ترجمہ۔ اس شراب کی بجلی کا چراغ ہمیشہ روشن رہے۔ جسنے میرے خرمن میں اسکی محبت کی آگ لگا دی۔ مطلب یہ ہے کہ جس شراب نے میرے وجود میں محبوب حقیقی کے عشق کی آگ لگائی ہے اُس کا نور خدا کرے ہمیشہ تک رہے۔ صاعقہ اور خرمن کی رعایت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ اگر تو شرابخانہ کے آستانہ پر کوئی سر دیکھے۔ تو اسے ٹھوکر نہ مار کیونکہ معلوم نہیں اس کی نیت کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر چند بظاہر تجھے کسی شخص کا فعل بُرا نظر آئے مگر چونکہ تجھے اسکی نیت معلوم نہیں اس لئے اُسے بُرا نہ کہے۔ کیونکہ ہر عمل کا مدار نیت پر ہے۔ الاعمال بالنیات۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر　　　　تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

(۵) ترجمہ۔ شراب لا کہ کل عالمِ غیب کے مژدہ سنانیوالے نے مجھے خوشخبری سُنائی کہ خدا کی رحمت کا فیض عام ہے۔ وہی مضمون ہے۔ جو شعر (۲) غزل ہذا میں گذرا۔ نیز دیکھو شعر د $\frac{106}{6}$

(۶) ترجمہ۔ مجھ مست کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھ۔ کیونکہ گنہگاری اور پرہیزگاری خدا کی مرضی کے بغیر نہیں۔ دیکھو شعر الف $\frac{32}{7}$ ت $\frac{18}{8}$ د $\frac{55}{4}$ ش $\frac{4}{5}$ ش $\frac{6}{7}$ ش $\frac{22}{5}$ م $\frac{12}{13}$

سہل بن عبداللہ رح فرماتے ہیں کہ جو لوگ اپنی حرکات و سکنات کو اپنے ساتھ نہیں بلکہ خدا کے ساتھ نسبت کرتے ہیں۔ دو قسم کے ہیں۔ اگر وہ اصولِ شریعت کی مراعات اور احکام عبودیت کی محافظت کے پابند ہوں تو وہ صدیقوں کے گروہ سے ہیں اور اگر وہ احکام شرع کی مخالفت میں مبالغہ کریں اور افعال ذمیمہ سے نہ ڈریں اور اس قسم کی باتیں صرف اپنے نفس سے ملامت دور کرنے کیلئے کریں تو وہ زندیق ہوتے ہیں۔ خواجہ صاحب کے

حالاتِ زندگی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت اعلےٰ پایہ کے متقی اور عابد تھے اِس لئے بقولِ سہل بن عبداللہؒ خواجہ صاحب صدیقوں میں سے ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ اگرچہ میرا دل زہد و توبہ کی طرف مائل نہیں ہوتا لیکن میں خواجہ اور اس کی حشمت و دولت کے نام پر کوشش کرتا ہوں۔

خواجہ صاحب ہر جگہ سعی و عمل کی تعلیم دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ دل نہیں مانتا تاہم کوشش کرتا ہوں۔ خواجہ سے مراد ممدوح۔

(۸) ترجمہ۔ حافظ کا خرقہ ہمیشہ رہن مے رہتا ہے۔ شاید اُس کی سرشت شراب خانہ کی مٹی سے ہے۔

دیکھو شعر د ۵۴

غزل (۶)

تاب بنفشه میدهد طرۂ مشکسای تو	۱	پردۂ غنچه میدرد خندۂ دلکشای تو
اے گل خوش نسیم من بلبل خویش را مسوز	۲	کز سر صدق میکند شب همه شب دعای تو
دشمن و دوست گو بگو هر غرضی که ممکن ست	۳	جور همه جهانیان میکشم از برای تو
خرقۂ زهد و جام می گرچه نه در خور من ست	۴	این همه نقش میزنم در طلب لقای تو
شور شراب و سوز عشق آن نفسم رود ز یاد	۵	کاین سر پر هوس شود خاک در سرای تو
منکه ملول گشتمی از نفس فرشتگان	۶	قال و مقال عالمی میکشم از برای تو
مهر رخت سرشت من خاکِ درت بهشت من	۷	عشق تو سرنوشت من راحت من رضای تو
دلق گدای عشق را گنج بود در آستین	۸	زود بسلطنت رسد هر که بود گدای تو
شاه نشین چشم من تکیه گه خیال تست	۹	جای دعاست شاه من بی تو مباد جای تو

(۱۰) خوش چمنیست عارضت خاصه که در بهار حُسن
حافظ خوش کلام شد مرغ سخن سرای تو (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ تیری مشکین زلف بنفشہ کو پیچ و تاب میں رکھتی ہے اور تیری دلکشا ہنسی غنچہ کا پردہ پھاڑتی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ تیری مشکین زلف کے رشک سے بنفشہ پیچ و تاب میں ہے اور تیرے غنچۂ دہن کے تبسم سے غنچہ کی آبرو ریزی ہو رہی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اے میرے خوشبودار پھول اپنی بلبل کو مت جلا۔ کیونکہ وہ تمام رات صدقِ دل سے تیرے لئے دعا کرتی ہے۔
پھول سے مراد معشوق۔ بلبل سے مراد عاشق۔ خود خواجہ صاحب۔

(۳) ترجمہ۔ دشمن و دوست کو کہو کہ جو عرض ممکن ہے کہے۔ میں تمام اہلِ جہان کا ظلم تیرے لئے برداشت کرتا ہوں۔
یعنے دوست و دشمن جو چاہیں کہیں اور جتنی طعنہ زنی ممکن ہو کریں۔ میں تیرے لئے سب کچھ سُننے اور برداشت کرنے کو تیار ہوں۔ یہ شعر اکثر پُرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اگرچہ پرہیزگاری کا خرقہ اور شراب کا پیالہ میرے لائق نہیں۔ لیکن یہ سب کچھ میں تیری (فاکی) طلب میں کر رہا ہوں)۔
مطلب یہ ہے کہ پرہیزگاری اور شراب خواری ہر دو باہم مناسب نہیں لیکن تیرے عشق میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں)۔

(۵) ترجمہ۔ شراب کا شور اور عشق کا سوز مجھے اُسوقت بھولیگا۔ جب کہ یہ میرا پُرہوس سر تیرے مکان کے دروازے کی خاک ہو جائیگا۔

(۶) ترجمہ۔ میں جو (دستور) کی بات سے بھی ناراض ہو جاتا تھا۔ تیرے لئے تمام جہان کی باتیں (طعنے) سُن رہا ہوں۔

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں (غالب)

(۷) ترجمہ۔ تیرے چہرہ کی محبت میری سرشت میں ہے تیرے دروازہ کی خاک میرے لئے بہشت ہے۔
تیرا عشق میری قسمت میں لکھا ہے میری خوشی تیری (رضا) میں ہے۔

(۸) ترجمہ۔ عشق کے گداگر کی گدڑی کی آستین میں خزانہ ہوتا ہے۔ جو شخص تیرا گداگر ہو وہ جلدی بادشاہی کو پہنچ جاتا ہے۔

کلید ہمہ دار ملک سلاطین بزیر گلیمے گدائے طلب کن (خاقانی)

(۹) ترجمہ۔ میری آنکھ کا منظر تیرے خیال کا تکیہ گاہ ہے۔ اے میرے بادشاہ دعا کا مقام ہے کہ تیری جگہ تجھ سے خالی نہ ہو۔

شاہ نشین۔ بادشاہ کے بیٹھنے کی جگہ۔ بادشاہ کا تکیہ گاہ۔ منظر مطلب یہ ہے۔ کہ میری آنکھ میں ہر وقت تیری تصویر رہتی ہے خدا کرے کہ میری آنکھ کبھی تیری تصویر سے خالی نہ ہو۔
(۱۰) ترجمہ۔ تیرا چہرہ ایک خوبصورت باغ ہے خاص کر جب کہ حُسن کی بہار میں خوش گفتار حافظ تیری نو بخ بلبل بن گیا ہے۔

غزل (۷)

خط عذار یار کہ بگرفت ماہ ازو	۱	خوش حلقہ ایست لیک بدر نیست راہ ازو
ابروی دوست گوشۂ محراب دولت ست	۲	آنجا بسای چہرہ و حاجت بخواہ ازو
ای جرعہ نوش مجلس جم سینہ پاک دار	۳	کائینہ ایست جام جہاں بین کہ آہ ازو
سلطان غم ہر انچہ تواند بگو بکن	۴	من بردہ ام بیادہ فروشان پناہ ازو
کردار اہل صومعہ ام کرد مے پرست	۵	این دود بین کہ نامہ من شد سیاہ ازو
ساقی چراغ می برہ آفتاب دار	۶	گو برفروز مشعلۂ صبحگاہ ازو
آبے بروز نامۂ اعمال ما فشان	۷	بتوان مگر سترد حروف گناہ ازو
آخر دریں خیال کہ دارد گدائے شہر	۸	روزی شود کہ یاد کند پادشاہ ازو

(۹) حافظ کہ ساز مجلس عشاق ساز کرد
خالی مباد عرصۂ ایں بزم گاہ ازو (۹)

(۱) ترجمہ۔ معشوق کے رُخسار کا خط جس سے چاند بھی منقبض ہو جاتا ہے۔ اچھا حلقہ ہے لیکن اس سے باہر نکلنے کا کوئی رستہ نہیں۔
گرفتن ماہ و آفتاب۔ چاند یا سورج کا راس و ذنب کے عقد میں آنا۔ تاریک ہونا۔ بند ہونا۔ گرفتن۔ تنگدل ہونا۔ منقبض ہونا۔ مطلب یہ ہے کہ معشوق کا سبزۂ خط چاند کو بھی بے رونق کر دیتا ہے یعنے چاند بھی ایسا منور اور خوشنما نہیں جیسا کہ معشوق کا سبزۂ خط۔ فرماتے ہیں کہ سبزۂ خط ایک خوشنما حلقہ ہے

لیکن اس حلقہ میں گرفتار ہو کر پھر رہائی مشکل ہے۔ حلقہ اور در کی رعایت ظاہر۔

زآفتابِ رخت ماہ تاب میگیرد		زماہ طلعت تو آفتاب میگیرد

(۲) ترجمہ۔ معشوق کا ابرو محرابِ دولت کا گوشہ ہے۔ اسی جگہ اپنا چہرہ رگڑ اور اُسی سے اپنی حاجت مانگ۔

مطلب یہ ہے کہ عاشق کے لئے معشوق کا ابرو ہی محراب ہے۔ وہیں سجدہ کرنا چاہئے اور اُسی جگہ سے اپنی مرادیں مانگنی چاہئیں۔

(۳) ترجمہ۔ اے جمشید کی مجلس کے جرعہ نوش سینہ کو پاک کر۔ کیونکہ جامِ جہاں بین ایک ایسا آئینہ ہے کہ واہ وا۔

آہ از وے۔ لفظ آہ اگرچہ عموماً اظہارِ افسوس و تاسف کیلئے استعمال کیا جاتا ہے مگر بعض جگہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ کمالِ تعجب اور کمالِ تحسین کے بیان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اس شعر میں آہ از وے سے مراد یہ نہیں کہ اُس پر افسوس یا اُس سے افسوس۔ بلکہ آئینہ کے کمالِ صفا کی تعریف مطلوب ہے مطلب یہ ہے کہ وہ آئینہ بدرجۂ کمال صاف ہے اور دوسری چیز کا عکس اس میں نہایت واضح طور سے نمایاں ہوتا ہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ جمشید کا جامِ جہاں بیں یعنے ساقیٔ شراب خانۂ عشق کا دل ایک نہایت صاف آئینہ ہے۔ اس میں نزدیک کی تمام چیزوں کا عکس آجاتا ہے اس لئے تجھے چاہئے کہ اگر ایسے ساقی کی مجلس میں بیٹھ کر شراب پیتا ہے تو ضرور اپنے دل کو صاف کر۔ کیونکہ تیرے دلمیں اگر ذرا بھر بھی کدورت ہوئی تو وہ ساقی کے آئینہ دل پر روشن اور ظاہر ہو جائیگی اور تجھے نادم ہونا پڑیگا۔ حاصل کلام یہ کہ عاشق کو اپنا دل بالکل صاف رکھنا چاہئے۔ کیونکہ محبوب اُس کے دل کے اندر کی تمام باتیں جانتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ سلطانِ غم کو کہو کہ جو کچھ کرسکتا ہے کرے۔ میں نے اس (کی دستبرد) سے مے فروشوں کے پاس جا کر پناہ لی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شراب غم ربا ہے اور اگر مے فروشوں کی پناہ مل جائے تو لشکرِ غم کی دستبرد سے آدمی بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔ مزید معلومات کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۱ الف ۱۳/۱ ت ۲۲/۳ ت ۴۱/۲ ت ۴۵/۹ ت ۵۰/۲ ت ۶۴/۳ ت ۸۲/۵ د ۶/۱۲۰۱ د ۲۹/۳ د ۵۸/۱ د ۶۲/۲ د ۱۲۱/۴ ن ۱۱/۲ م ۹/۳ م ۲/۳ م ۴۷/۱ ت ۴۵/۱۱ د ۸۶/۹

(۵) ترجمہ۔ عبادت گاہ والوں کے افعال و اطوار نے مجھے شراب نوش کر دیا۔ اس دھوئیں کو دیکھو کہ میرا نامۂ اعمال اس سے سیاہ ہوگیا۔

اہل صومعہ۔ سے مراد زاہدانِ ظاہر پرست اور عابدانِ ریاکار۔ مطلب یہ ہے کہ میں ان ریاکار زاہدوں کے اطوار سے ایسا متنفر ہوگیا ہوں کہ ایسی عبادت سے رندی کو بہتر سمجھتا ہوں۔ پس مجھے انہی لوگوں نے شراب نوش کر دیا ہے۔ اور ان کے دل کی کدورت نے میرے نامۂ اعمال کو بھی سیاہ کر دیا ہے۔ مرزا غالب نے اسی مضمون کو تیز تر الفاظ میں ادا کیا ہے۔

سخن کوتاہ مرا ہم دل بتقوی مائل است اما ز ننگِ زاہد افتادم بکافر ماجرائی ہا

(۶) ترجمہ۔ اے ساقی شراب کے چراغ کو آفتاب کی راہ میں رکھ اور اسے کہو کہ مشعلِ صبح کو اس سے روشن کرے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ آفتاب بھی مشعلِ صبح کو خود بخود روشن نہیں کر سکتا۔ بلکہ شراب کے چراغ سے اُسے روشن کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ شرابِ صبح کے بغیر مے نوش کی صبح روشن نہیں ہو سکتی۔

(۷) ترجمہ۔ ہمارے اعمال کے روزنامچہ پر پانی چھڑک۔ شاید کہ اس طرح گناہوں کے حروف اُس سے دھوئے جا سکیں۔

روزنامہ۔ وہ کاغذ جس پر روزانہ مداخل و مخارج کا حساب ہوتا ہے۔ روزنامچہ۔ روزنامۂ اعمال سے مراد اعمالنامہ۔ آب سے یہاں مراد شراب، یا بارانِ رحمت و مغفرت۔

(۸) ترجمہ۔ آخرکار اس خیال سے جو شہر کے گداگر کے دل میں ہے ایک دن ہوگا کہ بادشاہ اُسے یاد کریگا۔

مطلب یہ ہے کہ گدائے عشق کے دل میں ہمیشہ سلطانِ عشق کے دیدار کا خیال رہتا ہے شاید کبھی بادشاہ کو بھی اس گدا کا خیال آجائے۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ جس نے بزمِ عشاق کے ساز کو آمادہ و آراستہ کیا ہے خدا کرے کہ اس بزمگاہ کا میدان اس سے کبھی خالی نہ ہو۔

اپنے حق میں دعا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حافظ بزمِ عشاق کی رونق ہے۔ خدا کرے کہ یہ بزم اُس سے کبھی خالی نہ ہو۔

غزل (۸)

۱ گفتا برون شدی بتماشای ماہ نو — از ماہ ابروان منت شرم نیست رو

۲ عمریست تا دلم ز مقیمان زلف تست — غافل ز حفظ جانب یاران خود مشو

مفروش عطرِ عقل بہندوی زلفِ یار	۳	کانجا ہزار نافۂ مشکیں بہ نیم جو
تخم وفا و مہر دریں کشت زارِ عشق	۴	آنگہ عیاں شود کہ رسد موسمِ درو
ساقی بیار بادہ کہ رمزی بگویمت	۵	از اختر سیاہ تک و طرف کلاہ گو
شکلِ ہلال ہر سرِ مہ میدہد نشاں	۶	از سیرِ اختران کہن سالِ ماہ نو

(۷)	حافظ جناب پیرِ مغاں مامنِ وفاست درسِ وفا و مہر براو خوان و زو شنو	(۷)

(۱) ترجمہ۔ معشوق نے کہا کہ تو ہلال کو دیکھنے کے لئے باہر نکلا۔ کیا تجھے میرے ابرو کے ہلال سے شرم نہیں آتی۔ جا چلا جا۔

مطلب یہ ہے کہ معشوق کے ہلالِ ابرو کی موجودگی میں اور کسی ہلال کی کیا ضرورت تھی۔

اگر آں ہلال بر و بمیاں نشستہ باشد　　　مہِ نو بچشمِ مردم مژہ شکستہ باشد　　(فقرؔ)

(۲) ترجمہ۔ مدتوں سے میرا دل تیری زلف میں مقیم ہے۔ اپنے یاروں کی حفظِ اعانت سے غافل نہ ہو۔

جانب (۱) طرف و کنار (۲) اعانت۔ امداد۔ حمایت۔ حفظِ جانب یعنے مدد کرنا۔ اعانت کرنا حمایت کرنا۔ دلداری۔ دلنوازی۔ بعض نسخوں میں "حفظِ خاطر" ہے۔

(۳) ترجمہ۔ معشوق کی مشکیں زلف کے سامنے عقل کی خوشبو کا اظہار نہ کر۔ کیونکہ اس جگہ ہزار نافۂ مشکیں آدھے جو کی قیمت بھی نہیں رکھتے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ عشق میں اپنی دانائی اور عقلمندی کا اظہار نہ کر۔ راہِ عشق میں صرف شوق اور دیوانگی چاہئے۔ عقل یہاں کچھ نہیں کر سکتی۔ اس بازار میں عقل کی کچھ قیمت نہیں۔

عاشقی خود نہ کارِ فرزانہ است　　　عقل در راہِ عشق دیوانہ است

عقلِ مرد بیست خواجگی آموز　　　عشق در دلبیست بادشاہی سوز

مزید معلومات کے لئے دیکھو وت ۶/۲ د ۵/۶ د ۱۵/۲ ل ۸/۵ ر ۱/۲ س ۲/۴ ص ۱/۲ ل ۸/۵ ن ۱/۲

(۴) ترجمہ۔ عشق کی کھیتی ہیں مہر و وفا کا بیج۔ اسوقت ظاہر ہوتا ہے جب کہ فصل کاٹنے کا موسم آجاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ راہِ عشق میں ہزارہا مصائب برداشت کرنے کے بعد جب عاشق اپنی خودی کو بھی قربان کردیتا ہے۔ اسوقت منزلِ مہر و وفا کا جا کہیں پتہ ملتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے ساقی شراب لاکہ میں تجھ سے سیامک کے تاج اور گو کے طرفِ کلاہ کے راز بیان کروں

سیامک۔ کیومرث کے بیٹے کا نام ہے۔ گو شجاع۔ پہلوان۔

تشریح کیلئے دیکھو شعر الف ۳/۸ ت ۵۶/۴۴ حاصل کلام یہ کہ دنیا کی ناپائداری کا حال بتاؤں۔

(۶) ترجمہ۔ ہلال کی شکل ہر مہینے کے شروع میں پرانے ستاروں اور نئے چاند کی گردش کا پتہ دیتی ہے۔

سرِ مہ۔ سرِ ماہ۔ مہینہ کا شروع۔ مطلب یہ ہے کہ ہر مہینے نیا چاند نکلتا ہے اور پھر اوجِ کمال پر پہنچ کر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ جس سے گردشِ روزگار اور انقلاباتِ دہر کا پتہ ملتا ہے۔ بعض دیوانوں میں شعر ہذا کا مصرع ثانی شعر (۵) کا مصرعہ ثانی ہے اور شعر (۵) کا مصرعہ ثانی شعر ہذا کا مصرع ثانی ہے مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ پیرِ مغاں کی درگاہ وفا کا مقام ہے۔ مہر و وفا کا سبق اس کے پاس پڑھ اور اس سے سُن۔

غزل (۹)

گلبن عیش می‌دمد ساقی گلعذار کو ۱ باد بہار می‌وزد بادۂ خوشگوار کو

ہر گل نو ز گلرخے یاد ہمے دہد و لے ۲ گوش سخن شنو کجا دیدۂ اعتبار کو

مجلس بزم عیش را غالیۂ مراد نیست ۳ اے دم صبح خوش نفس نافۂ زلف یار کو

حُسن فروشی گلم نیست تحمل اے صبا ۴ دست زدم بخون دل بہر خدا نگار کو

شمع سحر بر نگہ لاف ز عارض تو زد ۵ خصم زبان دراز شد خنجر آبدار کو

گفت مگر ز لعل من بوسہ نداری آرزو ۶ مردم ازیں ہوس ولی قدرت و اختیار کو

(۷)	حافظ اگرچہ در سخن خازن گنج حکمت است از غم روزگار دون طبع سخن گذار کو	(۷)

(۱) ترجمہ۔ گلِ عیش کا پودا اُگ رہا ہے گلعذار ساقی کہاں ہے۔ بادِ بہاری چل رہی ہے خوشگوار شراب کہاں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ موسم بہار ہے اور عیش و طرب کا وقت ہے۔ ایسی صورت میں ساقی اور شراب کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

(۲) ترجمہ۔ ہر ایک نیا پھول کسی گُل رُخ کی یاد دلاتا ہے لیکن بات سُننے والے کان کہاں ہیں اور چشم عبرت کہاں۔

مطلب یہ ہے کہ دیدۂ عبرت اور گوشِ ہوش ہو تو ہر ایک پھول کسی حسین کی جو زیرِ زمین دفن ہیں یاد دلاتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ ہزاروں حسین دنیا میں آئے اور چلے گئے۔ اب ہر موسم بہار میں پھول اُن کی یاد دلاتے ہیں۔ یا درین گلہا جلوہ معشوق حقیقی معلوم میشود ولیکن گوش سخن شنو و دیدۂ اعتبار کجاست تا ببیند

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں　　خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگئیں　　(غالب)

اسی مضمون پر ہے۔

ہیچ دانی میوہ را تاثیرِ شیریں از کجاست　　زانکہ در زیرِ زمین شیریں لبان خسپیدہ اند

ہر آں گل کہ در گلستانے بود　　مہ عارضِ دلستانے بود

ہر آں شاخِ سروے کہ در گلشن ایست　　قد دلبرے زلفِ سیمیں تن ایست

در ہر دشتے کہ لالہ زارے بودست　　آں لالہ زخونِ شہریارے بودست

ہر برگ بنفشہ کز زمیں مے روید　　خالیست کہ بر رخ نگارے بودست　　عمر خیام

(۳) ترجمہ۔ بزم عیش کی مجلس میں مراد کی خوشبو نہیں۔ اے خوشبودار صبح کی ہوا! زلف یار کا نافہ کہاں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بزم عیش میں جب تک محبوب کی زلفِ عنبریں کی خوشبو نہ ہو۔ عاشقوں کی مراد پوری نہیں ہوتی۔ بزم عیش میں غالیہ وغیرہ خوشبودار اشیا کی ضرورت ظاہر۔ دم صبح کو اس لئے مخاطب کیا ہے کہ ہوا خوشبو کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہے۔ نسیم صبح سے التجا کرتے ہیں کہ

زُلفِ معشوق کی خوشبو لائے۔

(۴) ترجمہ۔ اے باد صبا پھول کی حُسن فروشی کو مَیں برداشت نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنے خونِ دل میں پنجہ مارا ہے۔ خدا کے لئے بتا میرا معشوق کہاں ہے۔

حُسن فروشی اپنے حُسن کا اظہار کرنا۔ اپنے حُسن پر نازاں ہونا۔ اپنی خوبصورتی پر غرور کرنا۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ پھول باغ میں اپنے حُسن کا اظہار کر رہے ہیں اور اپنی خوبصورتی پر نازاں ہیں میں اُن کی اِس حرکت کو پسند نہیں کرتا اور ان کے غرور اور تکبّر کو برداشت نہیں کر سکتا۔ میرا دل اِس افسوس میں خون ہو گیا کہ اگر میرا معشوق بھی یہاں موجود ہوتا۔ تو پھر پھول کبھی اپنے حسن پر نازاں نہ ہوتے بلکہ میرے معشوق کے چہرے کو دیکھ کر شرمندہ ہو جاتے۔

(۵) ترجمہ۔ شمع سحر نے مجلس میں تیرے چہرہ کی برابری کی لاف ماری۔ دشمن زبان دراز ہو گیا ہے آبدار تلوار کہاں ہے۔

تاکہ دشمن کا سر کاٹے۔ دشمن سے مراد شمع شمع۔ زبان اور خنجر کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ معشوق نے کہا کہ شاید تجھے میرے لبِ لعل کے بوسہ کی آرزو نہیں ہے۔ میں تو اسی آرزو میں مرگیا ہوں۔ لیکن طاقت اور اختیار کہاں ہے۔

دوسرا مصرعہ عاشق کا مقولہ ہے۔ جو پہلے مصرعہ کا جواب ہے۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ اگرچہ سُخن گوئی میں گنجِ حکمت کا خزانچی ہے۔ لیکن کمینہ زمانے کے غم کے ہاتھ سے سخن سنج طبیعت کہاں باقی ہے۔

غزل (۱۰)

۱ مرا چشمیست خوں افشاں ز چشم آں کماں ابرو — جہاں پُر فتنہ می بینم ازاں چشم و ازاں ابرو

۲ غلام چشم آں ترکم کہ در خواب خوش مستی — نگارین گلشنش روییست و مشکیں سائباں ابرو

۳ ہلالی شد تنم زیں غم کہ با طغرای مشکینش — کہ باشد مہ کہ بنماید ز طاقِ آسماں ابرو

۴ ہمیشہ چشم مستش را کماں حُسن در زہ باد — کہ از پشتی تیر او کشد بر مہ کماں ابرو

روان گوشہ گیران را جنبنش طرفہ گلزار است	۵	کہ بر طرف سمن زارش ہمیگردد چمان ابرو
رقیبان غافل و ما را ازاں چشم سیہ ہر دم	۶	ہزاراں گونہ پیغام ست و حاجب در میان ابرو
دگر حور و پری را کس نگوید باچنیں حسنی	۷	کہ این را اینچنیں چشم ست و آنرا آن چنان ابرو
تو کافر دل نمی بندی نقاب زلف و می ترسم	۸	کہ محرابم بگرداند خم آن دلستان ابرو

(۹)	اگرچہ مرغ زیرک بود حافظ در وفاداری بہ تیر غمزہ صیدش کرد چشم آن کمان ابرو	(۹)

(۱) ترجمہ۔ اُس کمان ابرو معشوق کی آنکھ نے میری آنکھوں کو خون افشاں کر دیا۔ میں اس آنکھ اور اس ابرو سے جہان کو فتنہ سے بھرا ہُوا دیکھتا ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ میں اُس ترک کی آنکھ کا غلام ہوں کہ مستی کی میٹھی نیند میں اُس کا چہرہ خوبصورت باغ اور اُس کا ابروِ مشکیں سائبان نظر آتا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میرا جسم اس غم سے جُھک گیا کہ اُس کے مشکین ابرو کی موجودگی میں۔ چاند کیا چیز ہے کہ طاقِ آسماں سے ابرو دکھائے۔

ہلالی یعنے ہلال کی طرح خمیدہ۔ جُھکا ہُوا **طغرا**۔ پیچیدہ خط۔ یہاں مراد ابرو۔ مطلب یہ ہے کہ میرے معشوق کے ابرو کے مقابلہ میں ہلال کی کیا حیثیت ہے۔ کہ اپنا ابرو دکھاتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اس کی مست آنکھ کے حسن کی کمان ہمیشہ چلّہ پر چڑھی رہے۔ کیونکہ اُس کے تیر کی طاقت کے بھروسہ پر ابرو چاند پر کمان کھینچتا ہے۔

پشتی۔ کسی دوسرے کی طاقت پر بھروسہ۔ کسی مربّی یا محسن کا سہارا۔

مطلب یہ ہے کہ معشوق کے ابرو تیر مژگان کے بھروسہ پر ہلال پر کمان چڑھائے رہتے ہیں۔ چنانچہ ہلال بھی اس ڈر سے کہ معشوق کے ابرو کی کمان سے تیر مژگان نکل کر اسے نہ آ لگے کبھی معشوق کے ابرو کی برابری کا دعوےٰ نہیں کرتا۔ پس خدا کرے کہ معشوق کی مست آنکھوں کا حسن ہمیشہ کمال پر رہے کہ اس کے تیر (یعنے تیر مژگاں) سے ہلالِ فلک بھی ڈرتا ہے۔

کمان حسن در زہ باد یعنے حسن بدرجہ کمال رہے۔ حسن کو اوج نصیب ہو۔

(۵) ترجمہ۔ گوشہ نشینوں کی جان کے لئے اس کی پیشانی ایک عجیب باغ ہے کہ اُس کے سمن زار کے کنارہ پر ابرو خراماں ہیں۔

چمان ۔خرامان ۔ لفظ چمان میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک حرکت ضروری نہیں ۔صرف ایک مقام پر کھڑے ہو کر جھومنے کو بھی چمیدن کہا جاتا ہے (لفظ خرامان کی بھی یہی کیفیت ہے) مثلاً

گرد بادے شدہ ترکیب ز اجزائے سموم آنکہ نامش بچمن ساختۂ سرو چماں

ظاہر ہے کہ سرو ایک جگہ سے چل کر دوسری جگہ نہیں جا سکتا۔ بایں ہمہ سروِ چماں کہا ہے۔ اسی طرح اس شعر میں بھی لفظ خراماں ابرو کے ساتھ انہی معنوں میں آیا ہے۔ خواجہ صاحب نے معشوق کی پیشانی کو ایک باغ قرار دیا ہے۔ جس کے سمن زار کے ایک کنارہ پر ابرو خرامان ہیں۔ گوشہ گیر سے یہاں مراد آنکھیں بھی ہو سکتی ہیں یعنے اس کی پیشانی آنکھوں کے لئے ایک باغ ہے۔ کہ ابرو (جنکا تعلق آنکھوں سے ہے) اس سمن زار میں خراماں ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ رقیب غافل ہیں اور ہمیں اُن سیاہ آنکھوں سے ہر دم ہزاروں پیغام پہنچ رہے ہیں اور ابرو درمیان میں پردہ دار ہے۔

حاجب (۱) پردہ دار (۲) ابرو لہذا رعایت حاجب و ابرو ظاہر

پیغام سے مراد یہاں آنکھ کے اشارے۔ غمزے۔ عشوے۔ حاجب درمیان ابرو سے مراد یہ ہے کہ ہمارے درمیان سوائے ابرو کے اور کوئی حاجب نہیں۔

(۷) ترجمہ۔ ایسے حُسن کی موجودگی میں حُور اور پری کو کوئی نہیں کہیگا کہ اس کی آنکھ ایسی ہے۔ اور اس کا ابرو ایسا ہے۔

یعنے میرے معشوق کی موجودگی میں کوئی شخص حُور اور پری کی چشم و ابرو کی تعریف نہیں کر سکتا۔

(۸) ترجمہ۔ اے کافر دل! تو زُلف کا نقاب نہیں ڈالتا اور مجھے ڈر ہے کہ اس دلکش ابرو کا خم میرے محراب کو پھیر دیگا۔

مطلب یہ ہے کہ اے بُتِ کافر! اگر تیرے ابرو اسی طرح میرے سامنے رہے اور نقابِ زُلف نے انہیں پوشیدہ نہ کیا تو میں مسجد کے محراب کو چھوڑ کر تیرے ابرو کو ہی محراب بنا لونگا۔

(۹) ترجمہ ۔ اگرچہ حافظ وفاداری میں دانا پرندہ تھا لیکن اس کمان ابرو کی آنکھ نے تیر غمزہ سے

اُسے شکار کر لیا۔

مُرغ زیرک ۔ ایک پرندہ جو درخت سے لٹک کر حق حق کہتا رہتا ہے +

غزل (۱۱)

۱ مزرع سبز فلک دیدم و داس مہ نو ۔۔ یادم از کشتۂ خویش آمد و ہنگام درو

۲ گفتم اے بخت بخسپیدی و خورشید دمید ۔۔ گفت با این ہمہ از سابقہ نومید مشو

۳ تکیہ بر اختر شب گرد مکن کاین عیار ۔۔ تاج کاؤس ربود و کمر کیخسرو

۴ گر روی پاک و مجرد چو مسیحا بہ فلک ۔۔ از فروغ تو بخورشید رسد صد پرتو

۵ آسماں گو مفروش این عظمت کاندر عشق ۔۔ خرمن مہ بجوی خوشۂ پروین بدو جو

۶ گوشوار در و لعل ارچہ گراں دارد گوش ۔۔ دور خوبی گذرانست نصیحت بشنو

۷ چشم بد دور ز خال تو کہ در عرصۂ حسن ۔۔ بیدقی راند کہ برد از مہ و خورشید گرد

۸ ہر کہ در مزرع دل تخم وفا سبز نکرد ۔۔ زرد روئی کشد از حاصل خود گاہ درو

۹ اندریں دائرہ میباش چو دف حلقہ بگوش ۔۔ ور قفائی خوری از دائرۂ خویش مرو

(۱۰) آتش زرق و ریا خرمن دیں خواہد سوخت ۔۔ حافظ این خرقۂ پشمینہ بینداز و برو (۱۰)

(۱) **ترجمہ** ۔ میں نے آسمان کی سبز کھیتی کو اور ہلال کی درانتی کو دیکھا تو مجھے اپنا بویا ہوا فصل اور اس کے کاٹنے کا وقت یاد آگیا۔

داس درانتی (پنجابی داتری) جس سے فصل کاٹا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب نے نیلگوں آسمان کو سبز کھیتی سے اور ہلال کو درانتی سے تشبیہ دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ آسمان کی اس کھیتی اور درانتی کو دیکھ کر مجھے بھی اپنی کشت اور درو کا وقت یاد آگیا۔ یعنے وہ وقت یاد آگیا جب کہ ہستی کا فصل کاٹا جائیگا یا اعمال کی سزا و جزا کا وقت یاد آگیا۔

(۲) ترجمہ۔ میں نے اپنے بخت کو کہا کہ تو سو گیا ہے اور سورج نکل آیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ باوجود اس کے سابقۂ ازل سے مایوس نہ ہو۔

سابقہ وہ امر جو پہلے ہی سے کسی کام کے سرانجام کا وسیلہ مقرر ہو۔ زمانہ سابق کی جان پہچان سابقہ جان پہچان کا حق۔

مطلب یہ ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ کچھ کر لیا جائے اور گوہر مراد سے دامن بھر لیا جائے مگر بدقسمتی اور خواب آلودہ بخت سے سوائے یاس و حرمان کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ لیکن ایسی حالت میں بھی خدا کی مہربانی سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔

(۳) ترجمہ۔ شبگرد ستارے پر بھروسہ نہ کر کیونکہ یہ عیار کاؤس کا تاج اور کیخسرو کا کمر بند لے چکا ہے۔

شبگرد۔ (۱) رات کے وقت چلنے والا (۲) چور۔ لہٰذا شبگرد اور عیار کی رعایت ظاہر۔

مطلب یہ ہے کہ ستاروں کی گردش یعنی گردش ایام پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس گردش نے کئی بادشاہوں کو تباہ کیا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اگر عیسیٰؑ کی طرح تو پاک اور مجرد آسمان پر جائے۔ تو تیرے نور سے آفتاب کو بھی بہت روشنی حاصل ہو۔

صد پرتو سو نور یعنے بہت روشنی۔ حضرت عیسیٰؑ کی پاکیزگی اور تجرد ظاہر۔ وہ چوتھے آسمان پر ہیں اور سورج بھی چوتھے آسمان پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان اگر پاک اور آزاد ہو۔ تو آفتاب بھی اس کے نورِ باطن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس سے نور حاصل کرتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ آسمان کو کہو کہ اتنی عظمت ظاہر نہ کرے۔ کیونکہ عشق میں چاند کا خرمن ایک جو کی قیمت کا ہے اور عقدِ پرویں دو جو کی قیمت کا۔

عَظَمَت۔ ہر سہ حروف اوّل مفتوح۔ عام استعمال میں بسکونِ ثانی پڑھا جاتا ہے مگر غلط ہے۔

خوشہ پرویں۔ چھ باریک ستارے جو باہم مجتمع ہیں اور سردی کے موسم میں شروع رات میں ظاہر ہوتے ہیں۔ عقد ثریا بھی کہتے ہیں۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ آسمان کو کہو کہ چاند اور سورج اور ستاروں پر اتنا نازاں نہ ہو عاشق کی نظر میں چاند اور پرویں کی کچھ حقیقت اور حیثیت نہیں۔

خرمن۔ خوشہ اور جو کی رعایت ظاہر

(۶) ترجمہ۔ اگرچہ لعل و گہر کا گوشوارہ کانوں کے لئے بھاری ہوتا ہے لیکن حُسن کا زمانہ جلد گزرنے والا ہے نصیحت سُن۔

گوشوار یا گوشوارہ۔ کانوں کا زیور۔ یہاں گوشوار در و لعل سے مراد قیمتی نصیحت۔ مطلب یہ ہے کہ نصیحت اگرچہ کانوں کو بُری معلوم ہوتی ہے۔ لیکن سُننی چاہیئے۔ کیونکہ دُنیا ناپائدار ہے اور حُسن و دولت بیوفا۔

(۷) ترجمہ۔ چشم بد دُور کہ تیرے خال نے حُسن کی بساط پر وہ چال چلی ہے کہ چاند اور خورشید کو مات کر دیا۔

عرصہ (۱) میدان (۲) بساط۔ شطرنج کھیلنے کا تختہ۔ بیذق شطرنج کا پیادہ از کسے گرو بردن کسی پر غالب آنا۔ اسے مات کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے چہرے کا خال چاند اور سُورج کو مات کرتا ہے۔ عرصہ اور بیذق کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ جس شخص نے دل کی کھیتی میں وفا کے بیج کو سرسبز نہ کیا۔ وہ فصل کاٹنے کے وقت اپنے حاصلات پر شرمندہ ہوگا۔

زردروی کشیدن شرمندہ ہونا۔ ضدِ سرخرو شدن۔ مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے دل میں وفا نہیں وہ آخرکار محروم اور مایوس ہوگا اور حساب کے دن اپنی کم بضاعتی پر شرمندہ ہوگا۔

(۹) ترجمہ۔ اس دائرہ میں دف کی طرح حلقہ بگوش رہ۔ اور اگر طپانچہ بھی لگے تو اپنے دائرہ سے باہر نہ جا۔

دف کے گرد اگر جھنکار زیادہ کرنے کے لئے عموماً پیتل کے حلقے ڈالدیئے جاتے ہیں۔ لہذا دف کا حلقہ بگوش ہونا ظاہر۔ دف ہاتھ سے بجاتے ہیں اس لئے قفا خوردن کہا۔ مطلب یہ ہے کہ دائرۂ عشق میں کامل اطاعت اختیار کر اور اگر معشوق کی طرف سے جور و ستم ہو تو کبھی دائرۂ عشق سے باہر نہ نکل۔ ظاہر ہے کہ دف باوجود طپانچے لگنے کے اپنے دائرہ سے باہر نہیں ہوتا۔

(۱۰) ترجمہ۔ مکر اور ریا کی آگ دین کے خرمن کو جلا دے گی۔ اے حافظ اس خرقۂ پشمینہ کو پھینک دے اور چلا جا۔

یعنے خرقۂ پشمینہ جو ریاکاری کا لباس ہے۔ اُتار کر پھینک دے ورنہ ایمان کا خطرہ ہے۔

غزل (۱۲)

۱	ای در چمن خوبی رویت چو گل خودرو	چین شکن زلفت چون نافہ چین خوشبو
۲	ماہ است رخت یا روز مشک ست خطت یا شب	سیم ست برت یا عاج سنگ ست دلت یا رو
۳	لعلت بدُر دنداں بشکست لب پستہ	زلفت بخم چوگان بربود دلم چوں گو
۴	آں رائحہ زُلف ست یا لخلخۂ عنبر	یا غالیہ می سایدہ در باغیچہ حسن او
۵	گفتے سخن خود را با یار بباید گفت	ای کاش توانستم گفتن سخنے با او
۶	بدگوئی تو آں باشد کز یار کنی منعت	گر یار نکو باشد مشنو سخن بدگو
۷	با ما بہ ازیں میباش تا راز نگردد فاش	نبود بد اگر باشی با دل شدگان نیکو
(۸)	اُستاد غزل سعدی ست پیش ہمہ کس اما	دارد سخن حافظ طرز سخن خواجو (۸)

(۱) ترجمہ - اے کہ حُسن کے باغ میں تیرا چہرہ گلِ خودرو کی طرح ہے - تیری زُلف کے شکن کے خم نافۂ چین کی طرح خوشبودار ہیں -

چین اور چین میں صنعت تجنیس ہے - خوشبو اچھی بو والے یعنے خوشبودار -

(۲) ترجمہ - تیرا چہرہ چاند ہے یا دن - تیرا خط کستوری ہے یا رات - تیرا پہلو چاندی ہے یا ہاتھی دانت - تیرا دل پتھر ہے یا کانسی -

رو - (رویں) کانسی یا پیتل - مراد سخت چیز -

(۳) ترجمہ - تیرے لبِ لعل نے دانتوں کے موتیوں سے پستہ کے لب کو شکست دیدی - تیری زلف چوگان کے خم سے گیند کی طرح میرے دل کو لے گئی -

مطلب یہ ہے کہ پستہ تیرے لب و دہن کے سامنے ایک حقیر چیز ہے - اور تیری زُلف نے میرے دل کو اسیر کیا -

(۴) ترجمہ - وہ زُلف کی خوشبو ہی یا عنبر کا لخلخہ - یا وہ حسن کے باغ میں غالیہ مل رہا ہے -

(۵) ترجمہ۔ تو نے کہا ہے کہ اپنی بات یار سے بیان کرنی چاہیئے۔ افسوس کہ میں کبھی اس سے بات کر سکتا۔
دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کا جواب ہے۔

(۶) ترجمہ۔ تیرا دشمن وہ ہے جو تجھے یار سے منع کرے۔ اگر یار اچھا ہو تو دشمن کی بات نہ سُن۔

(۷) ترجمہ۔ ہمارے ساتھ اس سے بہتر سلوک کر تاکہ راز فاش نہ ہو۔ اگر تو دلشدہ عاشقوں کے ساتھ نیک سلوک کرے تو کچھ بُری بات نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ سب کے نزدیک غزل کا اُستاد سعدی ہے لیکن حافظ کا کلام خواجو کے کلام کی طرز پر ہے۔
تشریح کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۸ - ۹ سوانح عمری۔

غزل (۱۳۰)

مطرب خوشنوا بگو تازہ بتازہ نو بنو	۱	بادۂ دلکشا بجو تازہ بتازہ نو بنو
با صنمی چو لعبتی خوش بنشیں بخلوتی	۲	بوسہ ستان بکام ازو تازہ بتازہ نو بنو
ساقی سیم ساق من نیست نسیم بیار پیش	۳	زود کہ پر کنم سبو تازہ بتازہ نو بنو
بر ز حیات کی خوری گر نہ مدام می خوری	۴	بادہ بخور بیاد او تازہ بتازہ نو بنو
شاہد دلبر ہای من میکند از برای من	۵	نقش و نگار و رنگ و بو تازہ بتازہ نو بنو

(۹) باد صبا چو بگذری بر سر کوی آں پری
قصۂ حافظش بگو تازہ بتازہ نو بنو (۹)

یہ تازہ بتازہ نو بنو کی طرز ہندوستان میں بہت مشہور ہوئی ہے

(۱) ترجمہ۔ اے خوش آواز مطرب تازہ بتازہ اور نو بنو (سرود) سنا۔ دل کو خوش کرنیوالی تازہ بتازہ اور نو بنو شراب طلب کر۔

(۲) ترجمہ۔ لعبت جیسے صنم کے ساتھ خلوت میں خوشی سے بیٹھ۔ اس سے حسب مراد تازہ بتازہ اور نو بنو بوسے لے۔
لعبت۔ گڑیا۔ تصویر۔ پتلی۔ کھیلنے کی چیز۔

(۳) ترجمہ - اے میرے سیم ساق ساقی میرے پاس شراب نہیں - جلد شراب سامنے لا کہ میں تازہ بتازہ نو بنو صراحیاں پر کروں -

سیم ساق - چاندی جیسی پنڈلی والا - سفید جسم والا - گورا -

(۴) ترجمہ - اگر تو ہمیشہ شراب نہیں پیئے گا تو زندگی سے کیا فائدہ اٹھائے گا - اس کی یاد میں تازہ بتازہ اور نو بنو شراب پی -

(۵) ترجمہ - میرا دلربا معشوق میرے لئے تازہ بتازہ اور نو بنو رنگ و بو اور ہار سنگار کرتا ہے -

(۶) ترجمہ - اے بادِ صبا اگر تو اُس پری کے کوچے سے گذرے تو اُس کے سامنے حافظ کا قصہ تازہ بتازہ اور نو بنو بیان کر -

---

ردیف - ہ

غزل (۱)

از خون دل نوشتم نزدیک یار نامہ	۱	انی رایت دہراً من ہجرک القیامہ
ہر چند کازمودم از وی نبود سودم	۲	من جرب المجرب حلت بہ الندامہ
دارم من از فراقت در دیدہ صد علامت	۳	لیس الدموع عینی ہذا لنا العلامہ
پرسیدم از طبیبے احوال دوست گفتا	۴	فی بعدہا عذاب فی قربہا الندامہ
گفتم ملامت آرد گر گرد دوست گردم	۵	واللہ ما رأینا حباً بلا ملامہ
حال درون ریشم محتاج شرح نبود	۶	خود میشود محقق از آب چشم خامہ
باد صبا ز ماہم ناگہ نقاب برداشت	۷	کالشمس فی ضحاہا تطلع من الغمامہ

حافظ چو طالب آید جامی و جان شیریں
حتیٰ یذوق منہ کاساً من الکرامہ

(۱) ترجمہ۔ میں نے خونِ دل کیساتھ معشوق کی طرف خط لکھا کہ تیرے ہجر میں مجھے زمانہ قیامت کی طرح نظر آتا ہے۔
(۲) ترجمہ۔ ہر چند کہ میں نے اُسے آزمایا اس سے کچھ فایدہ نہ اُٹھایا۔ جو شخص آزمائی ہوئی چیز کو آزمائے اسے ندامت حاصل ہوتی ہے۔

دوسرا مصرعہ ایک مشہور ضرب المثل ہے۔

دیدہ بودم روئے تو دانستہ بودم خوئے تو ۔ دیدہ و دانستہ خود را در بلا انداختم

(۳) ترجمہ۔ تیرے فراق کی میری آنکھوں میں کئی علامتیں ہیں میری آنکھ میں آنسو نہیں ایک تو یہ علامت ہے۔
دموع دمع کی جمع۔ آنسو۔ ماء العین من حُزنٍ او سرورٍ یعنے خوشی یا غم کے آنسو (قاموس)
یعنے رو رو کر اب آنکھوں میں آنسو باقی نہیں رہے۔ یہ تیرے فراق کی نشانی ہے۔
(۴) ترجمہ۔ میں نے ایک طبیب سے دوست کا حال پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ اس کی دوری میں عذاب ہے اور اس کی نزدیکی میں ندامت۔

غرض دوگونہ عذاب ست جانِ مجنوں را ۔ بلائے صحبت لیلیٰ و فرقتِ لیلےٰ

بعض دیوانوں میں دوسرا مصرعہ اس طرح ہے ع فی قربہا عذاب فی بعدہا سلامہ۔
یعنے اس کے قرب میں عذاب ہے اور اس کی دوری میں سلامتی۔
(۵) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ اگر دوست کے گرد پھروں تو ملامت حاصل ہوتی ہے۔ (جواب دیا کہ) واللہ ملامت کے بغیر ہم نے محبت نہیں دیکھی۔
یعنے عشق میں ملامت ضروری ہے
(۶) ترجمہ۔ میرے زخمی دل کا حال تشریح کا محتاج نہیں قلم کے آنسوؤں سے کیفیت ظاہر ہو رہی ہے۔
(۷) ترجمہ۔ بادِ صبا نے اچانک میرے معشوق (کے چہرہ) سے نقاب الٹا۔ (ایسا معلوم ہوا) کہ چاشت گاہ کے وقت بادل سے سورج نکل آیا۔
(۸) ترجمہ۔ حافظ جب جانِ شیریں کے بدلے میں۔ ایک جام کا طالب ہے (تو اسے شراب دے تا کہ

وہ اس سے بزرگی کا پیالہ پی لے۔

غزل (۲)

۱ ای از فروغ رویت روشن چراغ دیده — مانند چشم مستت چشم جہاں ندیده
۲ ہمچوں تو نازنینی سر تا بپا لطافت — گیتی نشان ندادہ ایزد دنیا فریده
۳ ہر زاہدی کہ دیدہ یاقوت میفروشت — سجادہ ترک دادہ پیمانہ در کشیده
۴ در قصد خون عاشق ابرو و چشم شوخت — گہ این کمین کشادہ گہ آں کمان کشیده
۵ تا کے کبوتر دل چوں مرغ نیم بسمل — باشد ز تیر ہجرت در خاک و خون طپیده
۶ تا کے فرو گذاری چوں زلف خود دلم را — سرگشتہ و پریشان ای نور ہر دو دیده
۷ میلے اگر ندارد با عارض تو ابرو — پیوستہ از چہ باشد چوں قدِ من خمیده
۸ گر بر لبم نہی لب یابم حیات باقی — آں دم کہ جان شیریں باشد بہ لب رسیده
۹ از سوز سینہ ہر دم دود دم بسر برآید — چوں عود چند باشم در آتش آرمیده

(۱۰) گر دست من نگیری با خواجہ باز گویم — کز عشوہ دل ز حافظ چوں برد او بدیده (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ تیرے چہرہ کے نور سے آنکھوں کا چراغ روشن ہے۔ تیری مست آنکھ جیسی جہان کی آنکھ نے کوئی آنکھ نہیں دیکھی۔

(۲) ترجمہ۔ تجھ جیسا سرتاپا پُر از لطافت نازنین جہان میں کوئی نہیں اور نہ خدا نے کوئی پیدا کیا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ جس زاہد نے تیرے میفروش لب کو دیکھا۔ سجادہ کو ترک کر دیا اور شراب پینے لگ گیا۔

لب کو میفروش اس لئے کہا کہ بوسہ لب سے عاشق کو شراب کی مستی حاصل ہوتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ عاشق کے خون کے ارادہ پر تیرے ابرو اور شوخ آنکھوں نے۔ کبھی اس نے گھات لگائی اور کبھی اس نے کمان کھینچی۔

این سے مراد چشم اور آں سے مراد ابرو۔ لف ونشر غیر مرتب ہے

(۵) ترجمہ۔ دل کا کبوتر مرغ نیم بسمل کی طرح کب تک تیری ہجر کے تیر سے خاک و خون میں تڑپتا رہے۔

(۶) ترجمہ۔ اے دونو آنکھوں کے نور اپنی زلف کی طرح میرے دل کو کب تک سرگشتہ اور پریشان رکھے گا۔

(۷) ترجمہ۔ اگر تیرے ابرو کو تیرے چہرے کے ساتھ محبت نہیں تو ہمیشہ کس لئے میرے قد کی طرح جھکا رہتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ جب میری جان شیریں لبوں پر ہوگی اس وقت اگر تو میرے لب پر لب رکھے تو مجھے حیاتِ جاوید مل جائے گی۔

(۹) ترجمہ۔ سینہ کے سوز سے ہر وقت میرے اندر سے دھواں نکلتا رہتا ہے۔ عود کی طرح میں کب تک آگ میں پڑا رہوں گا۔

(۱۰) ترجمہ۔ اگر تو میری دستگیری نہیں کرے گا تو میں بادشاہ کو کہوں گا کہ وہ (یعنے معشوق) حافظ کے دل کو آنکھوں کے عشوہ سے کس طرح لے گیا۔

غزل (۳)

از من جدا مشو که توام نور دیده	۱	آرام جان و مونس قلب رمیده
از دامن تو دست ندارند عاشقان	۲	پیراهن صبوری ایشان دریده
از چشم زخم دهر مبادت گزند از انکه	۳	در دلبری بغایت خوبی رسیده
منعم کنی ز عشق وی ای مفتی زمان	۴	معذور دارمت که تو او را ندیده
چشم بد از تو دور که در طرز دلبری	۵	خط بر جمال یوسف کنعان کشیده
پایم نمیرسد به زمین دیگر از نشاط	۶	تا سوی من بلطف و عنایت تو دیده
داری خیال پرسش عشاق بینوا	۷	گویا که بوی صدق از ایشان شنیده

(۸) زین سرزنش که کرد ترا دوست حافظا
بنشین از گلیم خویش مگر پا کشیده (۸)

(۱) ترجمہ۔ مجھ سے جدا نہ ہو کہ تو میری آنکھوں کا نور ہے۔ میری جان کا آرام اور میرے بھاگے ہوئے دل کا مونس ہے۔

(۲) ترجمہ۔ عاشق تیرے دامن سے ہاتھ نہیں اُٹھائیں گے۔ کیونکہ تو نے اُن کے صبر کا جامہ پھاڑ دیا ہے۔

دامن اور پیراہن کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ زمانہ کی چشم زخم (نظرِ بد) سے تجھے نقصان نہ پہنچے کیونکہ تو دلبری میں خوبی کے کمال کو پہنچ گیا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اے وقت کے مفتی تو مجھے اُس کے عشق سے منع کرتا ہے۔ میں تجھے معذور سمجھتا ہوں۔ کیونکہ تو نے اسے دیکھا نہیں۔

یعنے تو اگر اسے دیکھ لے تو پھر کبھی منع نہ کرے۔

مردمان در من و بیہوشی من حیرانند　　من در آنکس کہ ترا بیند و حیران نشود　(امیر خسروؒ)

(۵) ترجمہ۔ چشم بد تجھ سے دور رہے۔ کہ دلبری کی طرز میں۔ تو نے یوسفِ کنعان کے جمال کو بھی مات کر دیا ہے۔

وہی مضمون ہے جو شعر (۳) میں بیان ہوا۔

(۶) ترجمہ۔ جب سے تو نے مجھے لطف و عنایت سے دیکھا ہے۔ خوشی سے میرا پاؤں زمین پر نہیں لگتا۔

(۷) ترجمہ۔ بینوا عاشقوں کی پرسشِ حال کا تجھے خیال آیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے ان سے وفا کی بُو سونگھی ہے۔

یعنے یہ طرزِ وفا تو نے عاشقوں سے ہی سیکھا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ دوست نے جو تجھے یہ سرزنش کی ہے۔ شاید کہ تو نے اپنی چادر سے زیادہ پاؤں پھیلاتے ہیں۔

یعنے تو نے اپنی حدِ بساط سے بڑھ کر کچھ دلیری کی ہے کہ معشوق نے تجھے سرزنش کی ہے۔

دھول دھپا اُس سراپا ناز کا شیوہ نہیں　　ہم ہی کر بیٹھے تھے غالبؔ پیش دستی ایک دن

غزل (۴)

ای کہ با سلسلۂ زلف دراز آمدۂ	۱	فرصتت باد کہ دیوانہ نواز آمدۂ
آب و آتش بہم آمیختۂ از لب لعل	۲	چشم بد دور کہ خوش شعبدہ باز آمدۂ

چشم تو گرچہ بہر غمزہ دلم بر باید	۳	لیک صد حیف کہ بیگانہ نواز آمدۂ
ساعتی ناز مفرما و بگرداں عادت	۴	چوں بپرسیدن ارباب نیاز آمدۂ
آفریں بر دل نرم تو کہ از بہر ثواب	۵	کشتۂ غمزہ خود را بنماز آمدۂ
زہد من با تو چہ سنجد کہ بیغمائے دلم	۶	مست و آشفتہ بخلوتگہ راز آمدۂ
پیش بالای تو میرم چہ بصلح و چہ بجنگ	۷	کہ بہر حال برازندۂ ناز آمدۂ
(۸)	گفت حافظ دگرت خرقہ شراب آلودہ است مگر از مذہب ایں طائفہ باز آمدۂ	(۸)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ تو زلفِ دراز کے سلسلہ کے ساتھ آیا ہے۔ خدا تجھے لمبی عمر دے کہ تو دیوانہ نواز ہے۔

زلفِ دراز کی دیوانہ نوازی یہی ہے کہ عاشق کے دیوانہ دل کو اسیر کر لیتی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تو نے لبِ لعل سے پانی اور آگ کو اکٹھا کر دیا ہے۔ چشم بد دور کہ تو بہت اچھا شعبدہ باز ہے۔

آگ پانی کو اکٹھا کرنا گویا اجتماعِ ضدین ہے جو ناممکن ہے اگر کوئی ایسا کرے تو بیشک بہت اچھا شعبدہ باز ہے۔ لبِ لعل کو بوجہ سرخی اور تر و تازگی کے آگ اور پانی کا مجموعہ کہا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اگرچہ تیری آنکھ ہر ایک غمزہ کے ساتھ میرا دل لے جاتی ہے لیکن صد افسوس کہ تو اغیار پر مہربانی کرتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تھوڑی دیر کے لئے ناز نہ کر اور عادت بدل دے۔ عجب کہ تو نیازمندوں کی پرسشِ حال کے لئے آیا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے نرم دل پر آفرین! کہ ثواب کیلئے اپنے غمزہ کے شہید کے جنازہ کے لئے آیا ہے۔

آنکس کہ مرا بکشت و باز آمد پیش ... مانا کہ دلش بسوخت بر کشتۂ خویش (سعدی)

"دل نرم" طنزاً کہا ہے۔ ورنہ قتل کرنے کے بعد جنازہ پر آنا کونسی رحمدلی ہے۔

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ ... ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

(۶) ترجمہ۔ میری پرہیزگاری تیرا کیا مقابلہ کریگی جب میرے دل کو غارت کرنے کے لئے تو خلوتگاہِ راز میں مست اور آشفتہ ہو کر آیا ہے۔

حریفِ جوششِ دریا نہیں خودداریِ ساحل ... جہاں ساقی ہو تو دعویٰ ہے باطل ہوشیاری کا

(۷) ترجمہ۔ میں تیرے قد کے سامنے مرتا ہوں کیا صلح سے اور کیا جنگ سے۔ کیونکہ ہر حالت میں تو ناز کے اندازہ سے آتا ہے۔

یعنے صلح ہو یا جنگ۔ تو ہمیشہ ناز کے اندازہ سے آتا ہے۔ اس لئے تیرے مقابلہ میں زندہ بچنا محال ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اس نے کہا کہ اے حافظ پھر تیرا خرقہ شراب آلود ہے۔ شاید تو اس گروہ کے مذہب سے ہٹ گیا ہے۔

اس طائفہ سے مراد طائفہ زاہدان ظاہر دار۔

غزل (۵)

چراغ روی ترا شمع گشت پروانہ	۱	مرا بہ عشق تو از جان خویش پروا نہ
خرد کہ پند مجانین عشق می فرمود	۲	ببوی حلقۂ زلف تو گشت دیوانہ
بمژدہ جان بصبا داد شمع در نفسی	۳	ز شمع روی تواش چوں رسید پروانہ
ببوی زلف تو گر جان بباد رفت چہ شد	۴	ہزار جان گرامی فدای جانانہ
بر آتش رخ زیبای تو بجای سپند	۵	بغیر خال سیاہت کہ دید بہ دانہ
چہ نقشہا کہ بر انگیختیم و سود نداشت	۶	فسون ما بر او گشتہ است افسانہ
مرا بدور لب دوست ہست پیمانی	۷	کہ بر زبان نبرم جز حدیث پیمانہ
من غریب ز غیرت فتادم از پا دوش	۸	نگار خویش چو دیدم بدست بیگانہ

(۹) حدیث مدرسہ و خانقہ مگوی کہ باز
فتادہ در سر حافظ ہوای میخانہ (۹)

(۱) ترجمہ۔ تیرے چہرہ کے چراغ پر شمع بھی عاشق ہوگئی ہے۔ مجھے تیرے عشق میں اپنی جان کی بھی پروا نہیں۔

پروانہ اور پروانہ میں صنعت تجنیس تام ہے۔

(۲) ترجمہ۔ عقل جو عشق کے دیوانوں کو نصیحت فرمایا کرتی تھی۔ تیری زلف کے خم کی خوشبو سے خود

دیوانہ ہوگئی ہے۔

مجانین۔ مجنوں کی جمع ہے۔

(۳) ترجمہ۔ شمع نے ایک دم میں خوشخبری پر جان بادِ صبا کے حوالہ کر دی جبکہ تیرے چہرہ کی شمع سے اس کے پاس پروانہ پہنچا۔

شمع اور پروانہ میں صنعتِ ایہام۔ شمع کا بادِ صبا سے بجھ جانا ظاہر۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اچھا جو معشوق کی قاصد ہے۔ جب شمع کے پاس پہنچی تو شمع نے اس خوشی میں جان دیدی۔ حسن تعلیل ہے

(۴) ترجمہ۔ تیری زلف کی خوشبو پر اگر جان برباد ہوگئی تو کیا ہوا۔ ہزار عزیز جانیں معشوق پر فدا کی جاسکتی ہیں

(۵) ترجمہ۔ تیرے خوبصورت چہرہ کی آگ پر حرمل کی بجائے تیرے سیاہ تل کے بغیر اور کون سا اچھا دانہ ہو سکتا ہے۔

قاعدہ ہے کہ چشم بد کے آسیب کو دور کرنے کے لئے حرمل کے دانے آگ میں جلائے جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ معشوق کو چشم زخم کے گزند سے محفوظ رکھنے کے لئے عاملانِ قضا و قدر نے اس کے چہرہ کی آگ پر بجائے سپند کے خال کے دانے رکھے ہیں۔ چہرہ کو بوجہ غایت سرخی کے آگ اور خال کو بوجہ سیاہی کے سپند کہا ہے۔

خالِ رخسارش سپند آتش رنگ گل است   چین زلفش از نزاکت موج بوئے سنبل است (شوکت)

چشم بد دور خال بر رخ او   چوں سپند یست بر آتش افتادہ است

(۶) ترجمہ۔ میں نے کیا کیا طلسم کئے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ہمارا جادو اس کے نزدیک ایک افسانہ ہے۔ یعنی میرے جادو کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔

(۷) ترجمہ۔ معشوق کے لب کے دور سے میرا وعدہ ہے۔ کہ جام مے کی بات کے سوا اور کوئی بات زبان پر نہ لاؤں گا۔

پیمان اور پیمانہ میں صنعت تجنیس۔ دور اور پیمانہ کی رعایت ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ میں غریب کل غیرت کی وجہ سے (پاؤں سے) گر پڑا۔ جب اپنے معشوق کو غیر کے ہاتھ میں دیکھا۔

از پا افتادن گر پڑنا۔ دوش (۱) کل (۲) کندھا۔ لہذا پا اور دوش اور دست کی رعایت ظاہر

(۹) ترجمہ۔ مدرسہ اور خانقاہ کی باتیں نہ کر کہ پھر حافظ کے سر میں شراب خانہ کی آرزو پیدا ہوگئی ہے۔

غزل (۶)

خنک نسیم معنبر شمامۂ دل خواه	۱	کہ در ہوای تو برخاست بامداد پگاہ
دلیل راہ شوای طائر خجستہ لقا	۲	کہ دیدہ آب شد از شوق خاک آن درگاہ
منم کہ بی تو نفس میزنم زہی خجلت	۳	مگر تو عفو کنی ورنہ چیست عذر گناہ
بہ بین بشخص نزارم کہ غرق خون دل ست	۴	ہلال را ز کنار شفق کنند نگاہ
ز دوستان تو آموخت این طریقہ مہر	۵	سپیدہ دم کہ ہوا چاک زد شعار سیاہ
بعشق روی تو روزی کہ از جہاں بروم	۶	ز تربتم بدمد سرخ گل بجاے گیاہ

(۷) مدہ بخاطر نازک ملالت از من راہ
کہ حافظ تو ہمیں لحظہ گفت بسم اللہ (۷)

(۱) ترجمہ۔ دلکش عنبر کی خوشبو والی ٹھنڈی لطیف ہوا۔ جو تیری آرزو میں صبح کے وقت چلی۔

(۲) ترجمہ۔ اے مبارک صورت پرندے میرا رہنما بن کہ اس درگاہ کی خاک کے شوق میں آنکھیں پانی ہوگئیں یعنے درِ محبوب کی خاکبوسی کے لئے ہمیشہ روتا رہتا ہوں۔ اے دیارِ محبوب کے قاصد میرا رہنما بن تاکہ وہاں پہنچ جاؤں۔

(۳) ترجمہ۔ میں ہی ہوں جو تیرے بغیر جیتا ہوں اور بہت شرمندہ ہوں۔ تو ہی معاف کرے تو کرے ورنہ گناہ کے لئے کوئی عذر نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے بغیر مجھے ایک دم بھی زندہ نہیں رہنا چاہیئے تھا۔ میں بہت نادم ہوں کہ کیوں زندہ ہوں۔ کوئی عذر اور حیلہ نہیں۔ تو ہی معاف کرے۔ تو کرے۔

(۴) ترجمہ۔ میرے نحیف بدن کو دیکھ کہ دل کے خون میں غرق ہے۔ ہلال کو ہمیشہ شفق کے کنارے دیکھا کرتے ہیں۔

اپنے نحیف اور خمیدہ جسم کو ہلال سے اور خون دل کو شفق سے تشبیہ دی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح شفق میں ہلال کو دیکھتے ہیں اسی طرح میرے خونِ دل میں میرے قدِ خمیدہ کو دیکھ۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے عاشقوں سے یہ محبت کا طریقہ سیکھا ہے۔ صبح کے وقت جو ہوا نے سیاہ جامہ کو پھاڑ ڈالا۔

صبح کاذب دور ہو کر جب صبح صادق کا آغاز ہوتا ہے تو گویا ہوا اُس وقت اپنے سیاہ کپڑوں کو چاک کر دیتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ جامہ چاک کرنا شاید ہوا نے عاشقوں سے سیکھا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ تیرے چہرہ کے عشق میں جس دن میں جہان سے گذر جاؤں گا۔ میری قبر سے گھاس کی بجائے سُرخ پھُول اُگے گا۔

یعنے چونکہ تیرے پھُول جیسے چہرہ کا عشق میرے دل میں ہے اس لئے میری قبر پر بھی گلاب کے پھُول اُگیں گے۔

خیالِ روئے تو بردم بخاک نیست عجب دماد اگر گلِ خورشید بہ مزار مرا۔ (مخلص کاشی)

(۷) ترجمہ۔ اپنے نازک دل میں میری طرف سے ملال پیدا نہ ہونے دے۔ کیونکہ تیرے حافظ نے ابھی بسم اللہ کہہ دی۔

بسم اللہ کہہ دی۔ یعنے تجھ سے رُخصت ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ ناراض نہ ہو اگر میرے یہاں ٹھیرنے پر تو خوش نہیں تو یہ لو! میں ابھی جاتا ہوں۔

غزل (۷)

دامنکشاں ہمی شد در شرب زر کشیدہ	۱	صد ماہرو ز رشکش جیب قصب دریدہ
از تاب آتش می بر گرد عارضش خوی	۲	چوں قطرہ ہائے شبنم بر برگ گل چکیدہ
یاقوت جانفزایش از آب لطف زادہ	۳	شمشاد خوشخرامش از ناز پروریدہ
لفظ فصیح شیریں قد بلند چابک	۴	روئے لطیف نازک چشم خوشش کشیدہ
آن لعل دلکشش بین وان خندۂ پر آشوب	۵	وآن رفتن خوشش بین وآن گام آرمیدہ
آن آہوئے سیہ چشم از دام ما بروں شد	۶	یاران چہ چارہ سازم بااین دل رمیدہ

۷	تاکی کشم عتابت از چشم نیم خوابت	روزی کرشمهٔ کن ای نور هر دو دیده
۸	زنهار تا توانی اهل نظر میازار	دنیا وفا ندارد اے یار برگزیده
۹	بس شکر باز گویم در بندگی خواجه	گر او فتد بدستم آن میوهٔ رسیده
۱۰	هر بار که گفت دشمن در حق ما شنیدی	یارب که مدعی را باد ازبان بریده
(۱۱)	گر خاطر شریفت رنجیده شد ز حافظ باز آکه توبه کردیم از گفته و شنیده	(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ زرتار لباس پہنے ناز سے جاتا تھا۔ صدہا ماہرو اس کے رشک سے جامہ کا گریبان چاک کرتے تھے۔

دامن کشاں رفتن۔ ناز و تبختر کے ساتھ چلنا جیساکہ رعنا معشوقوں کا شیوہ ہے (بہارعجم)

شرب۔ بفتح۔ کتان تنگ و باریک۔ **جیب** گریبان۔ **قصب** کتان وابریشم کا جامہ۔ معرب کسب۔ کہتے ہیں کہ کتان کا جامہ چاندنی میں پھٹ جاتا ہے۔ لہذا ماہ اور قصب دریدن کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ آتش شراب کی گرمی سے اس کے چہرہ پر پسینہ (اس طرح نظر آتا تھا) جیسے شبنم کے قطرے پھول کی پنکھڑی پر پڑے ہوں۔

ژاله بر لاله فرود آمده هنگام سحر راست چون عارض گلگون عرق کردهٔ یار۔ (سعدی)

(۳) ترجمہ۔ اس کے جانفزا لب لطافت کے پانی سے بنے ہوئے تھے۔ اور اس کا خوش رفتار قد ناز سے پلا ہوا تھا۔

(۴) ترجمہ۔ اس کے الفاظ فصیح اور شیریں اور اس کا قد بلند او چست اس کا چہرہ لطیف اور نازک اور اس کی خوبصورت آنکھ کھینچی ہوئی۔

(۵) ترجمہ۔ اس کے دلکش لب دیکھ اور وہ فتنہ انگیز ہنسی اس کی وہ اچھی چال دیکھ اور ناز و انداز کے قدم۔

(۶) ترجمہ۔ وہ سیاہ چشم ہرن ہمارے جال سے نکل گیا۔ اے یارو اس بھاگے ہوتے دل کا میں کیا علاج کروں۔

(۷) ترجمہ۔ میں تیری مست آنکھ سے کب تک تیرے عتاب اٹھاؤں۔ اے دونو آنکھوں کے نور! کسی دن کرشمہ دکھا۔

(۸) ترجمہ۔ خبردار! جہاں تک ہو سکے اہل نظر کو تکلیف نہ دے۔ اے برگزیدہ دوست دنیا ناپائدار ہے

(۹) ترجمہ۔ خواجہ کی بندگی میں مَیں بہت ہی شکریہ ادا کروں گا۔ اگر وہ پکا ہوا میوہ میرے ہاتھ لگ جائے۔

میوۂ رسیدہ سے مراد معشوق۔

(۱۰) ترجمہ۔ دشمن نے میرے حق میں جو کچھ برا بھلا کہا۔ تو نے سن لیا۔ اے خدا دشمن کی زبان کٹ جائے۔

(۱۱) ترجمہ۔ اگر تیری طبیعتِ شریف حافظ سے رنجیدہ ہو گئی ہے۔ تو مَیں اپنے کہے سے توبہ کرتا ہوں۔ تو واپس آجا۔

غزل (۸)

نشستہ پیر و صلائی بہ شیخ و شاب زدہ	۱	در سرای مغاں رفتہ بود و آب زدہ
ولے ز طرف کلہ خیمہ بر سحاب زدہ	۲	سبوکشان ہمہ در بندگیش بستہ کمر
عذار مغبچگاں راہ آفتاب زدہ	۳	فروغ جام و قدح نور ماہ پوشیدہ
ز جرعہ بر رخ حور و پری گلاب زدہ	۴	گرفتہ ساغر عشرت فرشتۂ رحمت
شکر شکستہ سمن ریختہ رباب زدہ	۵	ز شور و عربدۂ شاہدان شیرین کار
کشیدہ وسمہ ویر برگ گل گلاب زدہ	۶	عروس بخت دران حجلہ با ہزاران ناز
کہ ای خمارکش مفلس شراب زدہ	۷ ق	سلام کردم و بامن بروی خنداں گفت
ز کنج خانہ شدہ خیمہ بر خراب زدہ	۸ ق	کہ این کند کہ تو کردی بضعف ہمت و رای
کہ خفتہ تو در آغوش بخت خواب زدہ	۹	وصال دولت بیدار ترسمت ندہند
بیا ببیں فلکش دست در رکاب زدہ	۱۰	فلک جنیبہ کش شاہ نصرة الدین یاد
ز بام عرش صدش بوسہ بر تراب زدہ	۱۱	ہلال تا کہ مگر نعل مرکبش گردد
ز روی صدق صدش بوسہ بر جناب زدہ	۱۲	خرد کہ ملہم غیب است بہر کسب شرف

(۱۳) بیا بمیکدہ حافظ کہ بر تو عرضہ کنم (۱۳)

ہزار صف ز دعاہای مستجاب زدہ

یہ غزل مدحیہ ہے۔ پہلے نو شعر صرف تمہیدی ہیں۔ بزم طرب کا نقشہ کھینچ کر اپنی حرمان نصیبی کا ذکر ہے۔ اور مدح ممدوح کی طرف گریز کیا ہے۔ شعر (۹) میں اپنی بدقسمتی کا اظہار کرنا گویا ایک گونہ اپنے ممدوح سے انعام واکرام کی درخواست کرنا ہے۔

(۱) ترجمہ۔ مغون کے مکان کا دروازہ جھاڑو دیا ہوُا اور چھڑکاؤ کیا ہوُا تھا۔ پیرِ مغاں بیٹھا ہوُا تھا۔ اور بوڑھوں اور نوجوانوں کو بلا رہا تھا۔

(۲) ترجمہ۔ صراحی کش تمام اس کی بندگی میں کمربستہ کھڑے تھے۔ لیکن ٹوپی کے گوشہ سے بادل پر سایہ کئے تھے۔

یعنے پیرِ مغاں کے تو نوکر تھے۔ لیکن بڑے عظیم الشان تھے۔

(۳) ترجمہ۔ جام اور قدح کی روشنی نے چاند کی روشنی کو چھپا دیا تھا۔ اور مغبچوں کے چہرے آفتاب کو مات کر رہے تھے۔

(۴) ترجمہ۔ رحمت کے فرشتہ نے عشرت کا پیالہ اٹھایا تھا۔ اور شراب کے گھونٹ سے حور و پری کے چہرہ پر گلاب چھڑک رہا تھا۔

(۵) ترجمہ۔ شیریں کار معشوقوں کے شور اور فساد سے۔ شکر بکھری ہوئی پھول گرے ہوئے تھے اور رباب ٹوٹی پڑی تھی۔

(۶) ترجمہ۔ بخت کی عروس نے اُس مکان میں ہزار ناز و ادا سے وسمہ لگایا ہوُا اور چہرہ پر گلاب چھڑکا ہوُا تھا۔

(۷) ترجمہ۔ مینے سلام کیا اور اُس نے ہنس کر مجھے کہا کہ اے خمار کش مفلس اور شراب زدہ آدمی!

شراب زدہ۔ وہ شخص جسے شراب نہ ملی ہو۔ یا جو حالتِ خمار میں ہو۔

(۸) ترجمہ۔ ضعفِ ہمت و رائے کے باوجود جو کچھ تو نے کیا ہے اور کون کرتا ہے کہ گھر کے گوشہ کو چھوڑ کر خرابات میں آکر ڈیرا جمایا ہے۔

یعنے کوئی آدمی ایسی بیوقوفی نہیں کرتا جیسی تو نے کی ہے کہ ضعیف ہمت اور ضعیف رائے ہونے کے باوجود خرابات میں آیا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ مجھے ڈر ہے کہ بخت بیدار کا وصال تجھے حاصل نہیں ہوگا۔ کیونکہ تو خواب آلودہ بخت کی گود میں سویا ہے۔

یہ تینوں شعر قطعہ بند ہیں۔ خواجہ صاحب اپنے بخت کے خواب آلودہ ہونے کا ذکر کرکے اب

ممدوح کی تعریف شروع کرتے ہیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ آسمان نصرت الدین بادشاہ کا خدمت گذار ہو۔ آ دیکھ کہ آسمان نے اس کی رکاب میں ہاتھ ڈالا ہے۔

نصرت الدین سے مراد شاہ یحییٰ نصرت الدین دیکھو شعر د ۱۵۳ اور لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۹ سوانح عمری۔ جنیبہ کش یا جنیبت بردار۔ وہ شخص جس کے حوالہ کوتل گھوڑا ہو۔ سائیس یہ شعر بھی عروسِ بخت کا ہی مقولہ ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ ہلال اس خیال سے کہ اس کے گھوڑے کا نعل بن جائے۔ بام عرش سے سینکڑوں بوسے اس کی خاک پر دیتا ہے۔

ہلال نعل کا ہم شکل ہوتا ہے۔ یہ شعر بھی عروسِ بخت کا مقولہ ہے۔

(۱۲) ترجمہ۔ عقل جو غیب کی ملہم ہے۔ شرف حاصل کرنے کیواسطے صدقِ دل سے اس کی درگاہ پر سو بوسے دیتی ہے

ملہم۔ جسے الہام ہوتا ہو۔ جسے اسرارِ غیب کا علم دیا جاتا ہو۔ یہ شعر بھی عروسِ بخت کا مقولہ ہے۔ گویا تمام مدحیہ اشعار عروسِ بخت کی زبانی ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ خوش نصیبی خود شاہ نصرت الدین کی تعریف کر رہی ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ اے حافظ شراب خانہ میں آ تاکہ تجھے دکھاؤں۔ ہزار صفیں جو قبول شدہ دعاؤں کی ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ میکدہ میں تمام دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔

غزل (۹)

دوش رفتم بدرِ میکدہ خواب آلودہ	۱	خرقہ تردامن وسجادہ شراب آلودہ
آمد افسوس کنان مغبچۂ بادہ فروش	۲	گفت بیدار شو ای رہرو خواب آلودہ
شست وشوئی کن وآنگہ بخرابات خرام	۳	تا نگردد زتو این دیر خراب آلودہ
بہوای لب شیریں دہناں چند کنی	۴	جوہر روح بیاقوت مذاب آلودہ

بطہارت گذران منزل پیری و مکن	۵	خلعت شیب تشریف شباب آلودہ
آشنایان رہِ عشق درین بحر عمیق	۶	غرقہ گشتند و نگشتند باب آلودہ
پاک و صافی شو و از چاہ طبیعت بدرآئے	۷	کہ صفائی ندہد آب تراب آلودہ
گفتم ای جان جہان دفتر گل عیبی نیست	۸	کہ شود وقت بہار از مئی ناب آلودہ
(۹)	گفت حافظ برو و نکتہ بیاران مفروش آہ ازین لطف بانواع عتاب آلودہ	(۹)

اس غزل کا مضمون بھی گذشتہ غزل کی طرح مسلسل ہے - اپنے خیالات کو واقعہ کی صورت میں بیان کیا ہے - شعر ۳ - ۴ - ۵ - ۶ - ۷ مغبچہ مے فروش کا مقولہ ہیں -

(۱) ترجمہ - کل میں شرابخانہ کے دروازہ پر خواب آلودہ چلا گیا - خرقہ تردامن تھا اور سجادہ شراب آلودہ تھا -

(۲) ترجمہ - ایک مغبچہ بادہ فروش طعن و تشنیع کرتا ہوا آیا اور کہا کہ اے خواب آلودہ مسافر جاگ -

(۳) ترجمہ - ہاتھ منہ دھو - اور پھر میکدہ کی طرف جا - تاکہ یہ دیرِ خرابات تجھ سے ناپاک نہ ہو جائے -

مطلب یہ ہے کہ میکدہ میں پاک صاف ہو کر آنا چاہئے تاکہ میکدہ بھی تمہاری ناپاکی سے آلودہ نہ ہو جائے -

(۴) ترجمہ - شیریں دہن معشوقوں کے لب کی آرزو میں کب تک - روح کے جوہر کو لہو کے آنسوؤں سے آلودہ کرتا رہیگا -

مذاب - گلا ہوا - پگھلا ہوا - گداختہ - **یاقوتِ مذاب** سے مراد (۱) سرخ شراب (۲) لہو کے آنسو (۳) لہو - مطلب یہ ہے کہ کب تک لہو کے آنسو روتا رہیگا - جوہر اور یاقوت کی رعایت ظاہر -

(۴) ترجمہ - بڑھاپے کی منزل کو پاکیزگی سے گذار اور بڑھاپے کی خلعت کو جوانی کے لباس سے آلودہ مت کیجے

مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے میں جوانی کی باتوں کو چھوڑ دے کب تک شیریں دہن معشوقوں کے عشق میں لہو کے آنسو روتا رہیگا -

پیری و شاہد پرستی ناخوش است خسروا تا کے پریشانی ہنوز

خواجہ صاحب نے جس مضمون کو عاشقانہ انداز میں بیان کیا ہے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اسی

خیال کو ناصحانہ طرز میں ادا کرتے ہیں

چہل سال عمر عزیزت گذشت — مزاج تو از حالِ طفلی نگشت

مرزا صائب نے بھی اسی مضمون پر کہا ہے۔

چوں سیاہی شد ز مو ہشیار مے باید بدن — صبح چوں روشن شود بیدار مے باید شدن

اسی مضمون پر ہے۔

پیر لیست نہ کافری ست نہاں نتواں کرد — چوں پیر شدی کارِ جواں نتواں کرد

در ظلمتِ شب ہر آنچہ کردی کردی — در روشنئ روز ہماں نتواں کرد

اس شعر میں بھی یہی خیال ہے۔

وقتِ پیری شباب کی باتیں — ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

(۶) ترجمہ۔ راہِ عشق کے آشنا (یا تیراک) اس گہرے سمندر میں غرق ہو گئے لیکن پانی میں تر نہ ہوئے۔

مطلب یہ ہے کہ ہر چند دنیا ایک بحرِ عمیق ہے اور اسکے تیراک کا دامن تر ہو جانا ضروری ہے لیکن عاشق اس بحر میں غرق ہونے کے باوجود بھی دامن کو پانی سے تر نہیں ہونے دیتے یعنی دنیا میں رہ کر بھی دنیا کے قیود اور تعلقات سے آزاد رہتے ہیں۔ اور کمال جوانمردی بھی یہی ہے کہ دنیا میں رہ کر انسان دنیا سے آزاد رہے اور خدا کو نہ بھولے۔ ترکِ دنیا کر کے راہب ہو جانا کوئی مشکل کام نہیں اسلام نے اسی لئے یہ تعلیم دی ہے کہ انسان دنیا میں رہ کر نیک انسان بننے کی کوشش کرے۔ اللہ جلشانہٗ نے اپنی کلام پاک میں ایسے ہی لوگوں کے حق میں فرمایا ہے کہ رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ

خواجہ صاحب کا یہ شعر مندرجہ ذیل شعر کا اچھا جواب ہے۔

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ ای — باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ قعرِ دریا میں تختہ بند ہونے کے باوجود دامن کو تر نہ ہونے دے۔

(۷) ترجمہ۔ پاک اور صاف ہو جا اور طبیعت کے کنوئیں سے باہر نکل۔ کیونکہ خاک آلود پانی صفائی نہیں کرتا۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ طبیعت کے کنوئیں سے باہر نکل آ کیونکہ اس کنوئیں کا پانی گدلا ہے اور گدلے پانی میں نہانے سے آدمی پاک صاف نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ انسانی خمیر میں پانی کے ساتھ مٹی بھی ہے اسلئے چاہِ طبیعت کے پانی کو گدلا اور خاک آلود کہا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص خواہشاتِ طبیعت کا پابند ہو

اس کا دل کبھی صاف نہیں ہو سکتا۔

(۸) ترجمہ۔ میں نے کہا کہ اے جانِ جہاں! یہ تو کوئی عیب کی بات نہیں کہ دفترِ گل موسمِ بہار میں شرابِ ناب سے آلودہ ہو جائے۔

خواجہ صاحب مُغبچہ کی یہ تمام باتیں سن کر اُسے کہتے ہیں کہ اگر موسمِ بہار میں شراب پی لی جائے تو کوئی عیب نہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اس نے جواب دیا کہ اے حافظ جا اور ہم پر اپنی نکتہ دانی کا اظہار نہ کر۔ ہائے یہ لطف جس کے ساتھ طرح طرح کے عتاب ملے ہوئے ہیں۔

پہلا مصرعہ مغبچہ کا مقولہ ہے اور دوسرا مصرعہ خود خواجہ صاحب کا مغبچہ کا جواب سن کر پشیمان ہوتے ہیں اور اس کے لطفِ قہر آمیز پر حسرت کا اظہار کرتے ہیں۔

مغبچہ کی باتیں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں ناظرین خود انصاف کریں کہ خواجہ صاحب کی مغبچہ اور خرابات سے کیا مراد ہوتی ہے۔

غزل (۱۰)

سحرگاہاں کہ مخمورِ شبانہ	۱	گرفتم بادہ با چنگ و چغانہ
نہادم عقل را زادِ رہ از می	۲	ز شہرِ ہستیش کردم روانہ
نگاری می فروشم عشوۂ داد	۳	کہ ایمن گشتم از مکرِ زمانہ
ز ساقی کمان ابرو شنیدم	۴	کہ اے تیرِ ملامت را نشانہ
چہ بندی زان میان طرفی کمروار	۵	اگر خود را نہ بینے درمیانہ
برو ایں دام بر مرغِ دگر نہ	۶	کہ عنقا را بلند است آشیانہ
ندیم و مطرب و ساقی ہمہ اوست	۷	خیالِ آب و گل در رہ بہانہ
کہ بندد طرفِ وصل از حسنِ شاہی	۸	کہ با خود عشق ورزد جاودانہ
بدہ کشتیِ می تا خوش برآئیم	۹	ازیں دریائے ناپیدا کرانہ
سرا خالیست از بیگانہ می نوش	۱۰	کہ نبود جز تو اے مرد یگانہ

	وجود ما معمائیست حافظ کہ تحقیقش فسون ست و فسانہ	

(۱) ترجمہ۔ صبح کے وقت کہ میں رات بھر کا مخمور تھا۔ چنگ و چغانہ کے ساتھ پینے جام شراب لیا۔
چغانہ۔ ایک ساز کا نام ہے۔
(۲) ترجمہ۔ عقل کو میں نے زادِ راہ کے طور پر شراب دی۔ اور ہستی کے شہر سے اُسے روانہ کر دیا۔
یعنے شراب پی کر مست ہو گیا اور عقل کو خیر باد کہدی۔
(۳) ترجمہ۔ میفروش معشوق نے میرے ساتھ ایسا عشوہ کیا کہ میں زمانہ کے مکر سے بے فکر ہو گیا۔
(۴) ترجمہ۔ کمان ابرو ساقی سے میں نے سُنا کہ اے تیر ملامت کے نشانے!
(۵) ترجمہ۔ تو اس کمر سے اسی وقت مستفیض ہو گا جب کمر کی طرح تو اپنے آپکو درمیان میں نہیں دیکھے گا۔
طرف بستن۔ فائدہ اُٹھانا مستفیض ہونا تحقیق کے لئے دیکھو شعر الف ۲/۴ مطلب یہ ہے کہ معشوق کی کمر تک صرف اسی وقت رسائی ہو سکتی ہے۔ کہ عاشق اپنے آپ کو مٹا دے۔ کمر وار اس لئے کہا کہ معشوق کی کمر کو بھی معدوم کہا کرتے ہیں۔ کمر دار دوسرے مصرعہ سے متعلق ہے۔ یہ شعر ساقی کا مقولہ ہے۔
(۶) ترجمہ۔ جا یہ جال کسی اور پرندہ پر ڈال۔ کیونکہ عنقا کا گھونسلہ بہت بلند ہے۔
اور تیری رسائی وہاں تک نہیں ہو سکتی (تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۹/۱)
(۷) ترجمہ۔ ندیم۔ مطرب۔ ساقی تمام وہ خود ہی ہے۔ آب و گل کا خیال رستہ میں بہانہ ہے۔
"ہمہ اوست" کی تعلیم ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ ایک بہانہ ہے کہ آدمی آب و گل سے بنا ہے حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ وہ آپ ہی ہے۔ ساقی بھی خود ہے۔ مطرب بھی خود اور ندیم بھی خود۔ خود ہی میفروش اور خود ہی مے نوش۔ خود ہی عاشق ہے اور خود ہی معشوق۔ عالم کثرت اور تعینات ایک بہانہ ہیں۔
(۸) ترجمہ۔ ایسے بادشاہ کے حُسن سے کوئی کیونکر وصل حاصل کر سکتا ہے۔ جو اپنے آپ پر ہمیشہ عاشق ہے۔
مطلب یہ ہے کہ جو حسین اپنے آپ پر عاشق ہو۔ دوسرے عاشق اس سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے: کیونکہ وہ خود اُن کا رقیب ہوتا ہے۔ اور ایک عاشق دوسرے عاشق کو ہمیشہ محروم رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ وہ خود ہی معشوق اور خود ہی عاشق ہے۔

الا تا در غلط نا فتی کہ گوئی | کہ از ما عاشقی و زوی نکوئی
توئی آئینہ + و آئینہ آرا | توئی پوشیدہ واو آشکارا
چو نیکو بنگری آئینہ ہم اوست | نہ تنہا گنج بل گنجینہ ہم اوست
من و تو درمیان کالئے ندا ریم | بجز بیہودہ پندارے ندا ریم (جامی)

(۹) ترجمہ۔ شراب کی کشتی دے تاکہ اس دریائے ناپیداکنار سے صحیح سلامت باہر نکل آئیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ مکان بیگانہ سے خالی ہے شراب پیتا جا۔ کیونکہ اے یکتا آدمی تیرے بغیر اور کوئی نہیں۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے حافظ ہمارا وجود ایک معمّا ہے کہ اُس کی تحقیق ایک افسانہ وافسوں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہمیں اپنے وجود کی حقیقت کا کچھ پتہ نہیں۔ کہ یہ کیا ہے۔ ہماری ہستی ایک لاینحل معمّا ہے اور اس کے متعلق جسقدر بحث و گفتگو ہے وہ سب افسانہ وافسوں ہے۔

غزل (۱۱)

عیدست و موسم گل ساقی بیار بادہ	۱	ہنگام گل کہ دیدہ است بے می قدح نہادہ
زین زہد و پارسائی بگرفت خاطر من	۲	ساقی پیالۂ دہ تا دل شود کشادہ
واعظ کہ دے نصیحت میکرد عاشقاں را	۳	امروز دیدمش مست تقوی بباد دادہ
این یک دو روز دیگر گل را غنیمتے داں	۴	گر عاشقی طرب کن با ساقیان سادہ
در مجلس صبوحی دانی چہ خوش نماید	۵	عکس عذار ساقی بر جام می فتادہ
گل رفت اے حریفاں غافل چرا نشینید	۶	بی بانگ رود و چنگ و بے یار و جام بادہ

(۷) مطرب چہ پردہ سازد شاید اگر نخواند
از طرز شعر حافظ در بزم شاہزادہ (۷)

(۱) ترجمہ۔ عید ہے اور موسم بہار ہے۔ اے ساقی شراب لا۔ موسم بہار میں بغیر شراب کے پیالہ کس نے دیکھا۔
یعنے موسم بہار میں پیالہ ہمیشہ شراب سے پُر رہتا ہے۔ اس موسم میں خالی پیالہ کسی نے نہیں دیکھا۔

(۲) ترجمہ۔ اس زہد اور پارسائی سے میرا دل تنگ آ گیا ہے۔ اے ساقی پیالہ دے تاکہ دل کو کشائش حاصل ہو۔

سودائے زہد خشکم برباد دادہ حاصل　　مطرب بزن ترانہ ساقی بیار بادہ
مائیم بستہ دل را در لعل دلکشا بیت　　آں لب بہ خندہ بکشا تا دل شود کشادہ　(خواجو)

(۳) ترجمہ۔ واعظ جو کل عاشقوں کو نصیحت کرتا تھا۔ آج میں نے دیکھا کہ وہ مست پڑا ہے اور تقویٰ کو برباد کر دیا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ موسم بہار ایک دو دن کا ہے اسے غنیمت سمجھ۔ اگر تو عاشق ہے تو ساقیانِ سادہ رو کے ساتھ عیش کر۔

(۵) ترجمہ۔ شراب صبح کی مجلس میں تو جانتا ہے کہ ساقی کے چہرہ کا عکس شراب کے پیالہ میں کیا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

یعنے ساقی کے چہرہ کا عکس شراب کے پیالہ میں اچھا معلوم ہوتا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اے دوستو موسم بہار جا رہا ہے۔ رود و چنگ کی آواز اور شاہد و شراب کے بغیر کیوں غافل بیٹھے ہو۔

(۷) ترجمہ۔ مطرب جب ساز درست کرے تو اُسے چاہئے کہ شاہزادہ کی مجلس میں حافظ کے شعر کی طرح کی نغمہ سرائی شروع کرے۔

شاہزادہ سے یہاں مراد ممدوح۔ کسی شاہزادۂ وقت کی طرف اشارہ ہوگا۔

غزل ۱۲

عیشم مدام ست از لعل دلخواہ	۱	کارم بکام ست الحمد للہ
اے بخت سرکش تنگش ببر کش	۲	گہ جام زر کش گہ لعل دلخواہ
مارا بمستی افسانہ کردند	۳	پیران جاہل شیخان گمراہ
از قول زاہد کردیم توبہ	۴	وز فعل عابد استغفر اللہ
جاناں چہ گویم شرح فراقت	۵	چشمے و صد نم جانی و صد آہ
کافر مبیناد ایں غم کہ دیدہ است	۶	از قامتت سرو از عارضت ماہ

روبر نتابم از راہ خدمت	۷	سر بر ندارم از خاکِ درگاہ
از صبر عاشق خوشتر نباشد	۸	صبر از خدا خواہ صبر از خدا خواہ
دلق ملمّع زنار راہ است	۹	صوفی نداند این رسم و این راہ
دی شب بر رویش خوش بود وقتم	۱۰	از وصل جاناں صد لوحش اللہ

(۱۱) شوقِ رخت برد از یاد حافظ
وردِ شبانہ درسِ سحرگاہ (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ لبِ دلپذیر سے مجھے ہمیشہ عیش حاصل ہے۔ میرا کام حسبِ مراد ہے خدا کا شکر ہے۔

(۲) ترجمہ۔ اے سرکش بخت اسے زور سے بغل میں بھینچ۔ کبھی جامِ زر (سے شراب پی) اور کبھی لبِ دلکش (سے بوسہ لے)۔

(۳) ترجمہ۔ جاہل پیروں اور گمراہ شیخوں نے ہم کو مست مشہور کر دیا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ زاہد کی باتوں سے ہم نے توبہ کی ہے اور عابد کے فعل سے خدا بچائے۔

فعلِ عابد سے مرادُ "آں کار دیگر"

(۵) ترجمہ۔ اے جاناں! تیرے فراق کا حال کیا بیان کروں۔ آنکھ ہے اور سو نہریں جان ہے اور سو آہیں۔

یعنے تیرے فراق میں رو رہا ہوں اور آہیں بھر رہا ہوں۔

(۶) ترجمہ۔ جو غم تیرے قد سے سرو کو اور تیرے چہرہ سے چاند کو ہوا ہے خدا کافر کو بھی نہ دکھائے۔

یعنے سرو تیرے قد کے رشک سے اور چاند تیرے چہرہ کے رشک سے ایسے غم میں مبتلا ہے کہ خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے۔

کسے از راستیٔ خویش نبودہ است خجل — سرو پیش قدش از راستی خود خجل است (شوکت)

مگر از حسرتِ خورشید رخت رنجور است — ماہ از بہرِ چرا شاں بگروں دارد

(۷) ترجمہ۔ میں راہ خدمت سے منہ نہیں پھیروں گا۔ اور خاکِ درگاہ سے سر نہیں اُٹھاؤں گا۔

(۸) ترجمہ۔ عاشق کے صبر سے اور کوئی چیز اچھی نہیں۔ خدا سے صبر مانگ خدا سے صبر مانگ

یہ شعر پُرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۹) ترجمہ۔ دلقِ ریائی زنارِ راہ ہے۔ صوفی اِس رسم و راہ سے واقف نہیں۔
یہ شعر بھی پُرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔
(۱۰) ترجمہ۔ کل رات اسکے چہرہ کے سامنے میرا وقت خوشی سے گذرا۔ جاناں کے وصل سے صد لوحش اللہ۔
لوحش اللہ۔ تحقیق کے لئے دیکھو شعر ش ۱/۲ یہ شعر بھی پُرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔
(۱۱) ترجمہ۔ تیرے چہرہ کے شوق نے حافظ کو رات کا ورد اور صبح کا درس بھلادیا۔

غزل (۱۳)

گر تیغ بارد در کوئے آں ماہ	۱	گردن نہادیم الحکم للہ
من رند و عاشق انگاہ توبہ	۲	استغفر اللہ استغفر اللہ
آئین تقویٰ ما نیز دانیم	۳	اما چہ چارہ با بخت گمراہ
ما شیخ و زاہد کمتر شناسیم	۴	یا جام بادہ یا قصہ کوتاہ
مہر تو عکسے بر ما نیفگند	۵	آئینہ رویا آہ از دلت آہ
الصبر مر و العمر فان	۶	یا لیت شعری حتام القاہ
عاشق مخور غم گر وصل خواہی	۷	خون باید خورد در گاہ و بیگاہ

(۸) حافظ نبودی زینگونہ بیدل
گر می شنیدی پند نکوخواہ (۸)

(۱) ترجمہ۔ اگر اس ماہوش کے کوچہ میں تلواریں بھی چلیں۔ تو ہم نے گردن رکھی ہے۔ حکم خدا کا ہے۔
(۲) ترجمہ۔ میں رند اور عاشق ہو کر توبہ کروں۔ استغفر اللہ استغفر اللہ۔
یعنے ہرگز توبہ نہیں کرونگا۔
(۳) ترجمہ۔ ہم بھی زہد و تقویٰ کی طرز جانتے ہیں۔ لیکن بختِ گمراہ کا کیا چارہ کریں۔
یعنے قسمت میں رندی لکھی ہے۔ ورنہ زاہد بننا ہم بھی جانتے ہیں۔

(۴) ترجمہ۔ ہم شیخ اور زاہد کو نہیں پہچانتے۔ یا شراب کا پیالہ ہو یا پھر کچھ بھی نہ ہو۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے آفتاب (یا تیری محبت) نے ہم پر عکس نہ ڈالا۔ اے آئینہ رو تیرے (پتھر جیسے) دل پر افسوس ہے۔

(۶) ترجمہ۔ صبر تلخ ہے اور عمر فانی ہے۔ کاشکے مجھے معلوم ہوتا کہ کب اُس کی مُلاقات ہوگی۔

خنام دراصل خناما تھا۔ ضرورت شعری کے لئے الف محذوف کر کے خنام کہا ہے۔

تیرے وعدہ پر ستم گر ابھی اور صبر کرتے ہمیں اپنی زندگی کا اگر اعتبار ہوتا

(۷) ترجمہ۔ اے عاشق اگر وصل چاہتا ہے تو غم نہ کر۔ گاہ و بیگاہ خونِ دل پیتے رہنا چاہیئے۔

(۸) ترجمہ۔ حافظ کبھی اس طرح بیدل نہ ہوتا۔ اگر نیک خواہ کی نصیحت سُنتا۔

یعنے اگر نصیحت سُنتا اور عشق اختیار نہ کرتا تو یہ نوبت نہ پہنچتی۔

غزل (۱۴)

ماہ من پردہ برانداختہ یعنی چہ	۱	مست از خانہ بروں تاختہ یعنی چہ
شاہ خوبانے و منظور گدایاں شدۂ	۲	قدر ایں مرتبہ نشناختہ یعنی چہ
زلف در دست صبا گوش بہ پیغام رقیب	۳	ایں چنیں با ہمہ در ساختہ یعنی چہ
نہ سر زلف خود اوّل تو بدستم دادی	۴	بازم از پائے در انداختہ یعنی چہ
سخنت رمز دہان گفت و کمر سر میاں	۵	درمیان تیغ بما آختہ یعنی چہ
ہر کس از مہرہ مہر تو بنقشے مشغول	۶	عاقبت با ہمہ در باختہ یعنی چہ

(۷) حافظا در دل تنگت چہ فرود آمد یار
خانہ از غیر نپرداختہ یعنی چہ (۷)

(۱) ترجمہ۔ اے میرے ماہوش معشوق تو نے پردہ کس لئے اُٹھا دیا ہے۔ گھر سے تو مست ہو کر باہر نکلا ہے اس کی کیا وجہ ہے

(۲) ترجمہ۔ تو حسینوں کا بادشاہ ہو کر فقیروں کا منظورِ نظر ہو گیا ہے۔ تو نے اپنے مرتبہ کی قدر نہیں پہچانی اس کا کیا سبب ہے۔

(۳) ترجمہ۔ زُلف بادِ صبا کے ہاتھ میں ہے اور رقیب کے پیغام پر کان رکھا ہے۔ اس طرح تمام کے ساتھ کس لئے تو نے موافقت پیدا کر لی ہے۔

یعنے اغیار کے ساتھ تو نے کیوں موافقت پیدا کی۔

(۴) ترجمہ۔ کیا تو نے خود ہی پہلے اپنی زلف میرے ہاتھ میں نہیں دی تھی؟ پھر تو نے مجھے گرا دیا ہے اس کا کیا سبب ہے۔

یعنے پہلے خود لطف وکرم کی امید دلا کر اب مجھے اس طرح بیکسی میں ڈال دیا ہے اس کا کیا باعث ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تیری گفتگو نے تیرے دہن کا راز ظاہر کر دیا اور کمر بند نے تیری کمر کا پتہ بتا دیا۔ لیکن درمیان میں تلوار تو نے مجھ پر کھینچی ہے اس کے کیا معنے۔

مطلب یہ ہے کہ پہلے کسی کو تیرے دہن کا علم نہ تھا کہ ہے یا نہیں۔ جب تو نے بات کی تو سب کو معلوم ہوگیا کہ ہاں تیرا دہن ہے۔ اسی طرح تیری کمر کسی نے نہیں دیکھی تھی۔ کمر بند لگانے پر لوگوں نے معلوم کر لیا ہے کہ تیری کمر کہاں ہے۔ گویا تیرا راز تو تیری باتوں نے اور تیرے کمر بند نے ظاہر کیا۔ مَیں نے کیا گناہ کیا ہے کہ مجھ پر تلوار کھینچی ہے۔ قصور کس کا اور سزا کس کو۔

چو راز خویشتن کردند خود فاش عراقی را چرا بدنام کردند

(۶) ترجمہ۔ ہر شخص تیرے عشق کے مہرہ سے کھیل میں مشغول ہے۔ آخر کار تو نے سب کو کیوں ہرا دیا۔

باختن۔ کھیلنا۔ ہارنا۔ ہرانا۔ یہ مصدر لازم اور متعدی ہر دو معنوں میں آتا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ جب تیرے تنگ دل میں معشوق آگیا ہے۔ تو گھر کو تو نے اغیار سے خالی کیوں نہیں کیا۔

مطلب یہ ہے کہ جب دل میں معشوق کا خیال ہو تو پھر اور کسی چیز کا خیال دل میں نہیں رکھنا چاہیئے۔ دل کو خیالاتِ ماسوا سے بالکل پاک کر دینا چاہیے۔

یعنی چیز کا اس سے بہتر استعمال اور کون کرے گا۔

غزل (۱۵)

نصیب من چو خرابات کردہ است آلہ	۱	دریں میانہ بگو زاہدا مرا چہ گناہ

کسے کہ در ازلش جام می نصیب افتاد	۲	چرا بحشر کنند این گناہ را درخواہ
بگو بزاہد سالوس خرقہ پوش دو روے	۳ ق	کہ دست زرق درازست و آستین کوتاہ
تو خرقہ را ز برای ہوا ہمی پوشے	۴	کہ تا بزرق بری بندگان حق از راہ
غلام ہمت رندان بی سر و پایم	۵	کہ ہر دو کون نیرزد بہ پیش شان یک کاہ
مرادمن زخرابات چونکہ حاصل شد	۶	دلم ز مدرسہ خانقاہ گشت سیاہ
(۷)	برو گدای در ہر گدای شو حافظ تو این مراد نیابی مگر بشئی للہ	(۷)

(۱) ترجمہ۔ جب خدا نے میری قسمت میں شراب خانہ لکھا ہے تو اے زاہد کہو میرا اس میں کیا گناہ ہے۔

(۲) ترجمہ۔ جس شخص کی قسمت میں روزِ ازل سے ہی جام مے آیا۔ تو پھر روزِ قیامت اس گناہ کی بازپرس اُس سے کیوں کریں گے۔

مطلب یہ ہے کہ جب قسامِ ازل نے خود ایک شخص کے حصہ میں جام شراب لکھا ہے۔ تو پھر شراب خوری پر اس کی پرسش کیوں ہوگی۔

(۳) ترجمہ۔ مکار خرقہ پوش اور منافق زاہد کو کہو (تیرا) مکر کا ہاتھ لمبا ہے اور آستین چھوٹی۔

دورو ی۔ منافق۔ وہی مضمون ہے جو شعر ن ۱۵/۲ میں گذرا۔

(۴) ترجمہ۔ تو خرقہ ہوس کے لئے پہنتا ہے تاکہ مکر سے بندگانِ خدا کو گمراہ کرے۔

پچھلے شعر سے قطعہ بند ہے۔

نیست از عزلت غرض زہاد را جز صیدِ خلق (صائب) عنکبوتان را مگس در غار دارد گوشہ گیر

(۵) ترجمہ۔ میں بے سروسامان رندوں کی عالی ہمتی کا غلام ہوں۔ کہ دونوں جہاں ان کے نزدیک ایک تنکے کی قیمت کے نہیں۔

(۶) ترجمہ۔ جب میری مراد شراب خانہ سے حاصل ہوئی تو میرا دل مدرسہ اور خانقاہ سے بیزار ہو گیا۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ جا اور ہر گداگر کے دروازہ کا گداگر بن۔ تجھ کو یہ مراد نہیں ملیگی مگر شیئ للہ سے۔

شیئ للہ۔ یعنے للہ کچھ دیدو۔ گداگری۔ مطلب یہ ہے کہ درویشوں کے فیض سے تجھے مراد حاصل

ہو گی۔

غزل (۱۶)

وصال او ز عمر جاودان به	۱	خداوندا مرا آن ده که آن به
به شمشیرم زد و با کس نگفتم	۲	که راز دوست از دشمن نهان به
شبے میگفت چشم کس ندیده است	۳	ز مروارید گوشم در جهان به
دلا دائم گداے کوے او باش	۴	بحکم آنکه دولت جاودان به
بخلدم زاهدا دعوت مفرمائی	۵	که این سیب زنخ زان بوستان به
بداغ بندگے مردن بدین در	۶	بجان او که از ملک جهان به
گلے کان پایمالِ سرو ما گشت	۷	بود خاکش ز خون ارغوان به
خدا را از طبیب من بپرسید	۸	که آخر کے شود این ناتوان به
جوانا سر متاب از پند پیران	۹	که راے پیر از بخت جوان به
اگرچه زنده رود آب حیات ست	۱۰	ولے شیراز ما از اصفهان به

(۱۱) سخن اندر دهان دوست گوهر
ولیکن گفتهٔ حافظ ازان به (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ اُس کا وصل عمر جاویدسے بہتر ہے۔ اے خدا مجھے وہ چیز دے جو بہتر ہے۔
یعنے وصالِ معشوق۔

(۲) ترجمہ۔ اس نے مجھے تلوار سے مارا اور میں نے کسی سے ذکر تک نہ کیا۔ کیونکہ دوست کا بھید۔ دشمن سے پوشیدہ کرنا ہی اچھا ہے

(۳) ترجمہ۔ ایک رات وہ کہتا تھا کہ کسی شخص کی آنکھ نے میرے کان کے مروارید سے جہان میں اچھا مروارید نہیں دیکھا۔

(۴) ترجمہ - اے دل ہمیشہ اس کے کوچہ کا گدا گر بنا رہ - کیونکہ دولتِ جاوید اچھی ہوتی ہے -

دولتِ جاوداں - میں فکِ اضافت ہے یعنے دولتِ جاوداں ہے - معشوق کے کوچہ کی فقیری کو دولتِ جاوید کہا ہے -

(۵) ترجمہ - اے زاہد مجھے بہشت کی طرف نہ بلا - کیونکہ معشوق کا سیب زنخدان باغِ جنت سے بہتر ہے -

چشمِ ما چوں زاہدان بر میوۂ فردوس نیست ؎ تشنۂ بوئے ازاں سیب زنخدانیم ما

(۶) ترجمہ - اس دروازہ پر غلامی کا داغ لیکر مرنا - اس کی جان کی قسم ہے کہ ملکِ جہان سے بہتر ہے -

(۷) ترجمہ - وہ پھول (یا وہ مٹی) جو میرے سرو قد معشوق کے پاؤں کے نیچے آئے - اُس کی خاک خون ارغوان سے بہتر ہے -

یعنے وہ مٹی ارغوان سے بہتر ہے - خون بوجہ سرخیٔ ارغوان کہا ہے -

(۸) ترجمہ - خدا کے لئے میرے طبیب سے پوچھو کہ یہ ناتواں کب تندرست ہوگا -

(۹) ترجمہ - اے جوان بوڑھوں کی نصیحت سے سر نہ پھیر - کیونکہ بوڑھے کی رائے بختِ جوان سے بہتر ہے -

یعنے بوڑھے کی نصیحت کو اعلٰے خوش نصیبی سمجھنا چاہیئے - دیکھو شعر الف ۶/۲

(۱۰) ترجمہ - اگرچہ زندہ رود آبِ حیات ہے - لیکن ہمارا شیراز اصفہان سے اچھا ہے -

زندہ رود - اصفہان کی ایک نہر کا نام ہے -

(۱۱) ترجمہ - دوست کے منہ کی بات موتی کے برابر ہے - لیکن حافظ کا کلام اس سے بھی بہتر ہے -

ردیف ی

غزل (۱)

خوشنود از وی — در نوشتی - یلشنا

آں غالیہ خط گر سوئے ما نامہ نوشتی	گردوں ورقِ ہستیِ ما در ننوشتی
ہر چند کہ ہجراں ثمرِ وصل بر آرد	دہقانِ ازل کاش کہ ایں تخم نکشتی

آمرزش نقد است کسی را کہ دریں جا	۳	یاریست چو حوری و سرائی چو بہشتی
مفروش بباغ ارم و نخوت شداد	۴	یک شیشۂ می صاف لبی و لب کشتی
تنہا نہ منم کعبۂ دل بتکدہ کردہ	۵	در ہر قدمے صومعۂ ہست و کنشتی
در مصطبۂ عشق تنعم نتواں کرد	۶	چوں بالش زر نیست بسازیم بخشتی
کلکت کہ مریزاد زبان شکر نیش	۷	مہر از تو ندیدار نہ جوابے بنوشتی
معمار وجود ارنہ زدی رنگ تو از عشق	۸	در آب محبت گل آدم نہ سرشتی
تاکی غم دنیای دنی اے دل ناداں	۹	حیف است ز خوبی کہ شود عاشق زشتی
آلودگی خرقہ خرابے جہاں ست	۱۰	کو راہروے پاک دلی خوب سرشتی

(۱۱)	از دست چرا ہشت سر زلف تو حافظ تقدیر چنیں بود چہ کردے کہ نہ ہشتی	(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ وہ غالیہ خط اگر ہماری طرف خط لکھتا۔ تو زمانہ ہماری زندگی کے ورق کو نہ لپیٹتا۔

یعنے اگر وہ خوشبودار خطِ سبز والا معشوق ہماری طرف خط لکھتا تو ہم دردِ فراق سے مر نہ جاتے۔

(۲) ترجمہ۔ ہرچند کہ فراق کا پھل وصال ہوتا ہے۔ لیکن بہتر یہی تھا کہ ازل کا دہقان یہ بیج نہ بوتا۔

یعنے اگرچہ ہجر کے بعد وصال ہوتا ہے۔ لیکن بہتر یہی تھا کہ ہجر دُنیا میں مطلق نہ ہوتا۔

(۳) ترجمہ۔ اس شخص کو نقد آمرزش حاصل ہے جو اس جگہ حور کی طرح یار اور بہشت کی طرح مکان رکھتا ہے۔

یعنے اوروں کو تو دوسرے جہان میں حور و قصور ملیں گے۔ ایسے شخص کو دُنیا میں ہی حور و قصور مل جاتے ہیں۔ گویا اوروں کے لئے نسیہ اور اس کے لئے نقد ہے۔

(۴) ترجمہ۔ باغ ارم اور نخوتِ شداد کے بدلے نہ بیچ۔ شراب کا صاف لب شیشہ اور سبزہ زار کا کنارہ۔

شداد کا باغ ارم مشہور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شداد کی عیش و عشرت اور اس کے باغ ارم سے شراب کا پیالہ اور سبزہ زار کا کنارہ بدرجہا بہتر ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ صرف میں نے ہی دل کے کعبہ کو بت خانہ نہیں بنایا۔ قدم قدم پر ایک صومعہ اور ایک کنشت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ صرف میں ہی صنم پرست نہیں ہوں۔ بلکہ چپہ چپہ پر صنم پرست اور صنم کدے موجود ہیں۔

میں ہی تصویر نہیں دیکھتا تیری اکثر حضرتِ شیخ بھی مانوس ہیں مخفی مخفی

اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۱۰۱/۲ د ۹۶/۲ ۔

(۶) ترجمہ ۔ عشق کے شرابخانہ میں ناز و تنعم نہیں کر سکتے ۔ اگر زریں تکیہ نہیں تو اینٹ کا ہی تکیہ بنالیں گے ۔

(۷) ترجمہ ۔ تیرے قلم نے کہ خدا اس کی شیریں زبان کو کبھی نہ توڑے ۔ تجھ میں محبت نہ دیکھی ورنہ جواب لکھتا ۔

یعنے ہمارے خط کا جواب نہ آنے سے معلوم ہوگیا ۔ کہ تجھے ہماری محبت نہیں ۔

(۸) ترجمہ ۔ وجود کا معمار اگر تیرا رنگ عشق سے نہ بناتا ۔ تو آدم کی مٹی کو محبت کے پانی میں گوندھتا ۔

مطلب یہ ہے کہ عاملانِ قضا و قدر نے خاکِ آدم کو آبِ محبت سے گوندھکر گویا انسان کی خمیر میں ہی عشق رکھدیا ہے ۔

(۹) ترجمہ ۔ اے نادان دل تو دنیائے دوں کا غم کب تک کرے گا افسوس ہے کہ ایک خوبصورت بدصورت پر عاشق ہو جائے ۔

مطلب یہ ہے کہ اے انسان تو عالی سرشت اور پاک طینت ہے ۔ کمینہ دنیا پر عاشق نہ ہو کوئی خوبصورت کسی بدصورت پر عاشق نہیں ہوتا ۔

(۱۰) ترجمہ ۔ خرقہ کی آلودگی جہان کی خرابی ہے پاک دل اور نیک طینت سالک کہاں ہے ۔

(۱۱) ترجمہ ۔ حافظ نے تیری زلف کو ہاتھ سے کیوں چھوڑا ۔ تقدیر میں یہی تھا اگر نہ چھوڑتا تو کیا کرتا ۔

دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کا جواب ہے

غزل (۲) +

اتت روائح رند الحمیٰ و زاد غرامی	۱	من المبلغ عنی الی سعاد سلامی
پیام دوست شنیدن سعادت و سلامت	۲	فدای خاک در دوست باد جان گرامی
بیا بشام غریبان و آب دیدۂ من بیں	۳	بسان بادۂ صافی در آبگینۂ شامی
اذا تقرب عن ذی الاراک طائر خیر	۴	فلا تفرد عن روضھا انین حمامی

خوشادمی که درآئی وگوییت بسلامت	۵	قدمت خیر قدوم نزلت خیر مقامی
بسے نماند که روز فراق ما بسرآید	۶	رایت من بضات الحمی قباب خیامی
من ارچہ ہیچ ندارم سزای خدمت شاہاں	۷	زہر کار صوابم قبول کن بغلامی
امید ہست کہ زودت بکام خویش بہ بینم	۸	تو شاد گشتہ بفرماندہی و من بغلامی
بعدت منک و قد صرت ذائبا کہلال	۹	اگرچہ روی چو ماہت ندیدہ ام بتمامی
وان وعیت بلحد وصرت ناقص عہد	۱۰	فما تطیب نفسی و ما استطاب منامی
(۱۱)	چو سلک در خوشابست شعر نظم تو حافظ کہ گاہ لطف سبق می برد ز نظم نظامی	(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ سبزہ زار کے درختوں سے خوشبو آئی اور میرے شوق کو زیادہ کیا۔ کون ہے جو میری طرف سے سعاد کو سلام پہنچاتے۔

رند بفتح۔ خوشبودار درخت۔ عود (ناموس) حمی چراگاہ۔ سبزہ زار۔ غرام شوق۔ مبلغ پہنچانے والا۔ قاصد سعاد نام معشوق۔

(۲) ترجمہ۔ دوست کا پیغام سُننا سعادت مندی اور سلامتی ہے۔ معشوق کے دروازہ کی خاک پر عزیز جان قربان ہو۔

(۳) ترجمہ۔ آ غریبوں کی شام کو اور میرے آنسوؤں کو دیکھ کہ شامی شیشہ میں صاف شراب کی طرح ہیں۔

شام غریبان۔ مشہور۔ مسافر کی شام ہر طرح تکلیف دہ ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میری آنکھوں میں لہو کے آنسو بھرے ہیں۔ جیسے صراحی میں شراب۔

(۴) ترجمہ۔ جب ذی الاراک سے طائر خیز نزدیک پہنچے۔ تو اس کے باغوں سے میرے کبوتروں کے نالے دُور نہ رہیں۔

ذی الاراک۔ اراک قطعہ زمین۔ ایک درخت کا نام۔ ذی الاراک وادیٔ پُر درخت۔ یہاں مراد مقام محبوب۔ مطلب یہ ہے کہ جب دیارِ معشوق کا پرندہ اس طرف آئے تو خدا کرے کبوتروں کو خبر ہوجائے تاکہ اُن کی آواز سے میں خبردار ہوکر اس پرندہ سے اپنے محبوب کے حالات دریافت کرسکوں۔

(۵) ترجمہ۔ وہ وقت اچھا ہوگا جب تو آئے گا اور مَیں تجھے کہوں گا "سلامتی سے آئے۔ تیرا آنا مبارک ہو اور تو بہترین مقام میں آیا"۔

بسلامت یعنے سلامتی سے آئے۔ اگر بسلامے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ سلام کہہ کر کہوں گا۔

(۶) ترجمہ۔ بہت زمانہ نہیں رہا کہ ہمارے ہجر کا خاتمہ ہو جائیگا۔ کیونکہ مَیں نے چراگاہ کے میدان میں خیمے کھڑے دیکھے ہیں۔

یعنے میرا محبوب آگیا ہے اور سبزہ زار میں خیمہ انداز ہوگیا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ مَیں اگرچہ بادشاہوں کی خدمت کے لائق نہیں ہوں صرف صواب کے لئے مجھے اپنی غلامی میں قبول کرلے

(۸) ترجمہ۔ امید ہے کہ مَیں جلدی تجھے اپنے حسبِ مراد دیکھونگا۔ تو بادشاہی پر خوش ہوگا۔ اور مَیں تیری غلامی پر۔

(۹) ترجمہ۔ مَیں تجھ سے دُور ہوگیا اور ہلال کی طرح ضعیف و لاغر ہوگیا۔ اگرچہ میں نے ابھی تیرے چاند جیسے چہرہ کو پُورا دیکھا بھی نہیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ اگر مجھے قبر میں لے جائیں بحالیکہ مَیں دعارہ شکن ہوں۔ تو میرا نفس پاک نہیں ہوگا۔ اور میری نیند اچھی نہیں ہوگی۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے حافظ تیرے شعر خوش آب موتیوں کی لڑی کی طرح ہیں۔ کہ لطافت میں نظمِ نظامی سے بڑھے ہوئے ہیں۔

غزل (۳)

اکنون کہ زگل باز چمن شد چو بہشتی	۱	ساقی می گلگون بطلب بر لب کشتی
زنگ غمت از دل می گلرنگ زداید	۲	بشنو کہ چنین گفت مرا پاک سرشتی
گر محتسبت بر کدو بادہ زند سنگ	۳	بشکن تو کدوئی سراو نیز بخشتی
جہل من و علم تو فلک راچہ تفاوت	۴	آن راکہ بصر نیست چہ خوبی و چہ زشتی
زاہد نکنم نسیہ حکایت کہ بنقدم	۵	ترکیست چو حوری و سرائی چو بہشتی
برخاک رہ خواجہ کہ ایوان کمال ست	۶	گر بالش زر نیست بسازیم بخشتی

(۷)	ترسا بچۂ دوش ہمیگفت کہ حافظ حیف ست کہ ہر دم کند آہنگ کنشتی	(۷)

(۱) ترجمہ۔ اب جبکہ پھولوں سے باغ پھر بہشت کی طرح ہو گیا ہے اے ساقی سبزہ زار کے کنارے پر شراب سرخ طلب کر۔

(۲) ترجمہ۔ تیرے دل سے غم کا زنگ سرخ شراب دور کرے گی۔ سُن کہ یہ بات ایک پاک طینت آدمی نے مجھ کہی ہے۔

غم اور شراب کے لئے دیکھو الف ۱/۱ الف ۳/۱ ت ۲۲/۳ ت ۲۱/۷ ت ۷۵/۹ ت ۴۵/۱۱ ت ۵۰/۷ ت ۶۲/۳ ت
۸۲/۵ د ۶/۱-۲-۳ د ۲۹/۱۳ د ۵۵/۱ د ۶۸/۷ د ۸۶/۹ د ۱۲۸/۴ ن ۱۱/۷ م ۹/۳ م ۴/۲ م ۴۷/۱ و ۷/۴ -

(۳) ترجمہ۔ اگر محتسب شراب کے کدو پر پتھر مارے تو اس کے سر کے کدو کو تو بھی اینٹ سے توڑ ڈال۔

وہی مضمون ہے جو شعر ص ۱/۲ میں ہے۔

(۴) ترجمہ۔ آسمان کے نزدیک میرے جہل اور تیرے علم میں کیا فرق ہے۔ جس کی بینائی نہ ہو اس کے لئے کیا خوبصورت اور کیا بدصورت۔

مطلب یہ ہے کہ آسمان اندھا ہے خوبصورت بدصورت نہیں پہچانتا۔ حاصل کلام یہ کہ آسمان ناقدر شناس ہے۔ عالم اور جاہل میں فرق نہیں کرتا۔ آسمان کی سفلہ پروری کی شکایت ہے۔ جہل کو اپنی طرف اور علم کو مخاطب کی طرف نسبت صرف کسر نفسی کی وجہ سے ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے زاہد میں نسیہ کی حکایت نہیں کرتا کہ مجھے نقد حور کی طرح معشوق اور بہشت کی طرح مکان ملا ہے۔

نقد اور نسیہ کے لئے دیکھو الف ۹/۲ ت ۴۲/۹ ت ۹۰/۲ م ۴/۱۱ -

(۶) ترجمہ۔ خواجہ کے رستہ کی خاک پر جو ایوان کمال ہے۔ اگر زریں تکیہ نہیں تو اینٹ پر ہی گذارہ کر لیں گے

(۷) ترجمہ۔ کل ایک ترسا لڑکا کہتا تھا کہ افسوس ہے کہ حافظ ہر وقت ایک نئے کنشت کی طرف رخ کرتا ہے۔

یعنے مستقل مزاج نہیں۔ ہرجائی ہے۔

غزل (۴)

-	زان نفحۂ مشکبار داری	۱	ای باد نسیم یار داری

زنہار مکن دراز دستی	۲	باطرۂ او چہ کار داری
ای گل تو کجا و روی زیباش	۳	او مشک تر و تو خار داری
ریحان تو کجا و خط سبزش	۴	او تازہ و تو غبار داری
نرگس تو کجا و چشم مستش	۵	او سرخوش و تو خمار داری
ای سرو تو با قد بلندش	۶	در باغ چہ اعتبار داری
ای عقل تو با وجود عشقش	۷	در دست چہ اختیار داری

(۸) روزی برسی بوصل حافظ
گر طاقت انتظار داری (۸)

(۱) ترجمہ۔ اے بادِ نسیم تو بھی یار رکھتی ہے اور اس سے مشکبار خوشبو حاصل کرتی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ خبردار دراز دستی نہ کر۔ اس کی زلف سے تیرا کیا کام۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے بادِ نسیم تیرا اپنا معشوق یعنے پھول موجود ہے۔ تو اس سے خوشبو لے سکتی ہے۔ خبردار میرے معشوق کی زُلفِ عنبرین سے تیرا کچھ واسطہ نہیں۔

(۳) ترجمہ۔ اے پھُول تو کہاں اور اس کا خوبصورت چہرہ کہاں۔ وہ مشکِ تر رکھتا ہے اور تو کانٹے۔

مشکِ تر سے مراد سبزہ خط۔ یعنے میرے معشوق کے چہرہ پر سبزہ خط ہے اور پھُول کے ساتھ کانٹے اِس لئے پھُول کو معشوق کے چہرہ سے کیا نسبت۔

(۴) ترجمہ۔ اے ریحان تو کہاں اور اس کا سبزہ خط کہاں۔ وہ تازہ ہے اور تو غبار آلود۔

(۵) ترجمہ۔ اے نرگس تو کہاں اور اس کی آنکھ کہاں۔ وہ سرخوش ہے اور تو حالتِ خمار میں۔

(۶) ترجمہ۔ اے سرو تو اس کے بلند قد کے مقابلہ میں باغ میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔

سرو اور قدِ یار۔ سرو اور قدِ یار کے مقابلہ میں مختلف شعرا کی خیال آفرینی ملاحظہ فرمایئے۔

(۱)	طوق ہر فاختہ حلقہ ماتم مے شد	سرو میدید اگر قامتِ رعنائے ترا	(غالب)
(۲)	حلقہا در گوش سرو از طوق قمری میکشد	گر بگلشن رہ فتد سرو خراماں ترا	"
(۳)	بگلشنے کہ درآمد بجلوہ نخلِ قدش	جو ابر از سرِ سرو آب انفعال گذشت	"

(۴)	اگر بگلشن زناز گردد قدِ بلند تو جلوه فرما		زبسکه سرو موج خجلت شود نمایان چو می زمینا	(بیدل)
(۵)	در چمن تا قدِ او شیفتهٔ جولان است		سرو بر صفحهٔ گلزار خطِ بطلان است	(قاسم دیوانه)
(۶)	سرو را با قدِ رعنای تو بوئے نسبت		گر ز گل عارض و از غنچه دهانے میداشت	(جامی)
(۷)	کسے از راستیٔ خویش نبوده است خجل ٭		سرو پیشِ قدش از راستیٔ خود خجل است	(شوکت)
(۸)	سرو را قدِ یار میگویند		سرو چو بیست نا تراشیده	
(۹)	هیچ نخلے بے ثمر در گلشن ایجاد نیست		سرو را بارِ خجالت از قدِ او داده اند	(مخلص)
(۱۰)	در چمن یار چو با آن قد و قامت برخاست		سرو بنشست زدعویٰ و قیامت برخاست	(عرفی)
(۱۱)	قدِ موزون ترا با سرو نسبت چوں کنم		این قدر خود فرق در موزون و ناموزون کنم	〃
(۱۲)	سرو چوں دید آں سهی بالا		گفت سبحان ربی الاعلے	✓
(۱۳)	دراں چمن که نهالِ تو جلوه گر گردد		ز طوقِ فاخته پا در رکاب گردد سرو	
(۱۴)	چوں نهالِ تو قد از گلشنِ تقدیر کشید		سرو را فاخته از طوق بزنجیر کشید	
(۱۵)	قامتِ او چوں شود در بوستان همدوشِ سرو		حلقها از طوقِ قمری میکشد در گوشِ سرو	
(۱۶)	بر گلستانی که آں شمشاد قامت بگذرد		سرو را انگشتِ حیرت بر لب جو میکند	
(۱۷)	ز سایه سرو صنوبر الف کشد بر خاک		بهر چمن که کند جلوه قدِ رعنائیش	
(۱۸)	کشیده قامتے چوں تازه شمشاد		بآزادی غلامش سروِ آزاد	
(۱۹)	سروِ سهی که خاسته بود از چمن بناز		چوں دید شکلِ قدِ ترا بر زمیں نشست	
(۲۰)	گر پئے بالانشینی ها در آئی در چمن ٭		باغبان رو بد بگلیمِ ابر با جاروب سرو	(ملا قاسم مشهدی)
(۲۱)	گر بصد تکلیف بکشایم نظر بر سروِ باغ		میلِ حسرت بے تو در چشمِ تماشائی کشم	(فیاضی لاہجی)
(۲۲)	سرو پیاده خوش بود اندر چمن و لے		آں سروِ من پیاده خوش است و سوار خوش	(امیر خسرو)
(۲۳)	شرمنده است پیشِ قدش در نشست و خواست		باغ از گل پیاده و سرو سواره اش	(صائب)
(۲۴)	ز قمری کے توانا سرو قدم زد پیشِ بالائیش		که از بال پری قد میکشد سرو دل آرائیش	(ملا قاسم مشهدی)
(۲۵)	قامتت شیوهٔ رفتار چو بنیاد کند		سرو را بنده خود سازد و آزاد کند	(ملا زیبائی)
(۲۶)	چو سرو بوستانستے جمالِ مجلس آرایت		اگر در بوستاں سروے سخن گوئی روانستی	(سعدی)

(۷) ترجمہ ۔ اے عقل تو باوجود اس کے عشق کے ہاتھ میں کیا اختیار رکھتی ہے ۔

عقل وعشق کے لئے دیکھو ت $\frac{۶}{۷}$ د $\frac{۵}{۹}$ د $\frac{۱۵}{۷}$ ل $\frac{۸}{۵}$ ر $\frac{۱}{۷}$ س $\frac{۲}{۹}$ ص $\frac{۱}{۵}$ ل $\frac{۸}{۵}$ ن $\frac{۱}{۹}$ ہ $\frac{۸}{۳}$ ۔

(۸) ترجمہ ۔ اے حافظ تو ایک دن اس کا وصال پائے گا ۔ بشرطیکہ تجھ میں انتظار کی طاقت ہوئی ۔

غزل (۵)

ای بیخبر بکوش کہ صاحب خبر شوی	۱	تا راہ بین نباشی کے راہبر شوی
در مکتب حقایق پیش ادیب عشق	۲	ہاں ای پسر بکوش کہ روزی پدر شوی
دست از مس وجود چو مردان رہ بشوی	۳	تا کیمیای عشق بیابی و زر شوی
خواب و خورت ز مرتبہ عشق دور کرد	۴	آن دم رسی بدوست کہ بیخواب و خور شوی
گر نور عشق حق بدل و جانت اوفتد	۵	باللہ کز آفتاب فلک خوبتر شوی
از پای تا سرت ہمہ نور خدا شود	۶	در راہ ذوالجلال چو بی پا و سر شوی
بنیاد ہستی تو چو زیر و زبر شود	۷	در دل مدار ہیچ کہ زیر و زبر شوی

(۸)　گر در سرت ہوای وصالست حافظا　(۸)
باید کہ خاک درگہ اہل بصر شوی

(۱) ترجمہ ۔ اے بیخبر کوشش کر کہ تو صاحب خبر ہو جائے جبتک تو خود راہ نہیں دیکھیگا رہبر کس طرح بنے گا ۔

رہبران قوم و مذہب کے لئے یہ ایک نہایت زرین اصول ہے ۔

(۲) ترجمہ ۔ ادیب عشق کے سامنے حقایق و معارف کے مدرسہ میں ۔ اے لڑکے کوشش کر کہ ایک دن تو بھی اُستاد بن جائے ۔

(۳) ترجمہ ۔ مردان راہ کی طرح وجود کی کھوٹی دھات سے ہاتھ دھو دے تاکہ تجھے کیمیائے عشق ملجائے اور تو سونا ہو جائے ۔

یعنے حیوانی شہوات کو ترک کر کہ روحانی ترقی حاصل ہو ۔

(۴) ترجمہ۔ سونے اور کھانے نے تجھے عشق کے مرتبہ سے دور کر دیا ہے۔ معشوق کے پاس تو اس وقت پُہنچے گا۔ جب تو کھانا اور سونا چھوڑ دے گا۔

(۵) ترجمہ۔ اگر خدا کے عشق کا نور تیرے دل اور جان میں آ جائے۔ تو خدا کی قسم کہ آسمان کے آفتاب سے تو زیادہ روشن ہو جائے۔

(۶) ترجمہ۔ تیرے پاؤں سے لیکر سر تک تمام خدا کا نور ہو جاتے۔ اگر خدائے ذوالجلال کی راہ میں تو بے سر و پا ہو جائے۔

(۷) ترجمہ۔ اگر تیری ہستی کی بنیاد زیر و زبر ہو جائے۔ تو بھی دل میں نہ ڈر کہ تو زیر و زبر ہو جائے گا یعنے بنیادِ ہستی کے زیر و زبر ہونے سے تو زیر و زبر نہیں ہو سکتا۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تیرے سر میں وصال کی آرزو ہے۔ تو تجھے چاہیئے کہ اہلِ بصر کی درگاہ کی خاک ہو جائے۔

غزل (۶)

۱	ای پادشہ خوبان داد از غم تنہائی	دل بی تو بجان آمد وقت ست کہ باز آئی
۲	ای درد توام درمان در بستر ناکامی	وی یاد توام مونس در گوشۂ تنہائی
۳	مشتاقی و مہجوری دور از تو چنانم کرد	کز دست بخواہد شد۔ دامان شکیبائی
۴	دائم گل این بستان شاداب نمی ماند	دریاب ضعیفان را در وقت توانائی
۵	در دائرہ قسمت ما نقطۂ پرگاریم	لطف آنچہ تو اندیشی حکم آنچہ تو فرمائی
۶	فکر خود و رای خود در عالم رندی نیست	کفرست درین مذہب خود بینی و خود رائی
۷	یارب بکہ بتوان گفت این نکتہ کہ در عالم	رخسارہ بکس ننمود آن شاہد ہرجائی
۸	دی شب گلۂ زلفت با باد صبا گفتم	گفتا غلطی بگذر زین فکرت سودائی
۹	صد باد صبا اینجا بی سلسلہ می رقصند	اینست حریف ای دل تا باد نہ پیمائی
۱۰	ساقی چمن گل را بی روی تو رنگی نیست	شمشاد خراماں کن تا باغ بیارائی
۱۱	زین دائرۂ مینا خونین جگرم می دہ	تا حل کنم این مشکل زین ساغر مینائی

(۱۲)	حافظ شب ہجران شد بوی خوش صبح آمد شادیت مبارکباد ای عاشق شیدائی	(۱۲)

(۱) ترجمہ۔ اے حسینوں کے بادشاہ غمِ ہجر سے فریاد ہے۔ دل تیرے بغیر تنگ آگیا ہے وقت ہی کہ تو واپس آئے۔

(۲) ترجمہ۔ اے کہ بسترِ ناکامی میں تیرا درد ہی میرا علاج ہے۔ اے گوشۂ تنہائی میں تیری یاد میری مونس ہے۔

(۳) نصیب اعدا۔ اشتیاق اور ہجر نے میری یہ حالت کردی ہے کہ صبر کا دامن میرے ہاتھ سے چھوٹ جائیگا۔

راز تو۔ دعا ہے۔ یعنے تجھ سے دور رہے۔ نصیب اعدا۔

(۴) ترجمہ۔ اس باغ کا پھول ہمیشہ شاداب نہیں رہتا۔ طاقت کے وقت کمزوروں کی دلجوئی کرلے۔

یہی دن ہیں دعا لے لو کسی کے قلبِ مضطر کی — جوانی آ نہیں سکتی مری جاں پھر نئے سر سے

(۵) ترجمہ۔ قسمت کے دائرہ میں ہم پرکار کے نقطہ کی طرح ہیں جو تو خیال کرے وہ مہربانی ہے جو تو فرمائیے وہی حکم ہے۔

یعنے ہم بے اختیار ہیں سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے۔

(۶) ترجمہ۔ عالمِ رندی میں اپنا فکر اور اپنی رائے نہیں ہوتی۔ اس مذہب میں خود بینی اور خود رائی کفر ہے۔

یعنے رندی میں خود بینی اور خود رائی جائز نہیں۔ رند کو خود بین نہیں بلکہ خدا بین ہونا چاہیئے۔

(۷) ترجمہ۔ اے خدا یہ نکتہ کس کو بتائیں کہ جہاں میں اِس معشوقِ ہرجائی نے کسی کو اپنا چہرہ نہیں دکھایا۔

معشوقِ ہرجائی سے مراد خدائے تعالےٰ جو ہر جگہ موجود ہے۔ لیکن باوجود ہر جگہ موجود ہونے کے

کسی کو نظر نہیں آتا۔ اور یہ بیشک ایک نکتہ ہے اور حیرانی کی بات ہے۔

(۸) ترجمہ۔ کل رات یعنے بادِ صبا سے تیری زُلف کی شکایت کی۔ اس نے جواب دیا کہ تو غلطی پر ہے اِس مجنونانہ خیال کو چھوڑ دے۔

(۹) ترجمہ۔ سو بادِ صبائیں اِس جگہ بغیر زنجیر کے رقص کر رہی ہیں۔ اے دل حریف تو یہ ہی خبردار بادپیمائی نہ کر۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے معشوق کی زلف کی شکایت بادِ صبا سے کی کہ میرے

دل کو اُس نے گرفتار کیا ہوا ہے۔ بادِ صبا نے جواب دیا کہ ہوائیں بھی اُس کی زُلف میں رقص کر رہی ہیں۔

حالانکہ ہوا کسی زنجیر میں گرفتار نہیں ہو سکتی۔ پھر تو شکایت کیوں کرتا ہے۔ اس حریف سے عہدہ برآئی

مشکل ہے۔ فضول باتیں نہ کر۔

- اگر اِن دو شعروں کو قطعہ بند نہ سمجھا جائے اور "بادہ پیمائی" کی بجائے "بادیہ پیمائی" پڑھا جائے جیسا کہ

بعض نسخوں میں ہے تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ اے دل اِس جگہ ہوائیں آزادانہ اور مجنونانہ رقص کر رہی ہیں۔ اگر تو بھی بادیہ پیمائی کا شائق ہے تو آ اور اِن حریفوں سے ملکر یعنے ہواؤں سے مل کر دشت نوردی کر۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے ساقی پھول کے چمن کو تیرے چہرہ کے بغیر رنگ و رونق نہیں ہے اپنے قد کو خرامان کر تاکہ باغ کو رونق بخشے۔

(۱۱) ترجمہ۔ میں اِس دائرۂ مینائی سے خونین جگر ہوں۔ شراب دے تاکہ اِس مشکل کو اِس ساغرِ مینائی سے حل کروں۔

دائرۂ مینائی سے مراد آسمان۔ ساغرِ مینائی سے مراد شراب کا پیالہ۔ مطلب یہ ہے کہ دورِ فلک نے مجھے غم زدہ کیا ہوا ہے۔ شراب دے کہ غم دور کروں۔

(۱۲) ترجمہ۔ اے حافظ ہجر کی رات گذر گئی۔ صبح کی خوشبو آئی۔ اے عاشقِ شیدا تجھے یہ خوشی مبارک ہو۔

صبح سے مراد صبحِ وصال۔ شادی مبارک۔ مشہور کلمہ تہنیت ہے۔

غزل (۷)

۱	ای در رخ تو پیدا انوار پادشاہی	در فکرت تو پنہاں صد حکمت آلہی
۲	کلک تو بارک اللہ در ملک و دین کشادہ	صد چشمہ آب حیواں از قطرۂ سیاہی
۳	بر اہرمن نتابد انوار اسم اعظم	ملک آن تست و خاتم فرما ہر انچہ خواہی
۴	در حشمت سلیمان ہر کس کہ شک نماید	بر عقل و دانش او خندند مرغ و ماہی
۵	تیغی کہ آسمانش از فیض خود دہد آب	تنہا جہاں بگیرد بی منت سپاہی
۶	گر پر تو ی ز تیغت بر کان و معدن افتد	یاقوت سرخ رو را بخشند رنگ کاہی
۷	دانم دلت ببخشد بر عجز شب نشیناں	گر حال ما بپرسی از باد صبحگاہی
۸	ساقی بیار آبی از چشمہ خرابات	تا خرقہ ہا بشوئیم از عجب خانقاہی
۹	باز ارچہ گاہ گاہی بر سر نہد کلاہی	مرغان قاف دانند آئین پادشاہی
۱۰	در دودمان آدم تا وضع سلطنت ہست	مثل تو کس ندیدہ است این علم را کماہی
۱۱	کلک تو خوش نویسد در شان یار و اغیار	تعویذ جانفزائے و افسون عمر کاہی

عمریت پادشاها کز می تهیست جامم	۱۲	اینک زبند دعوی وز محتسب گواهی
ای عنصر تو مخلوق از کیمیای عزت	۱۳	وای دولت تو ایمن از صدمت تباهی
جائیکه برق عصیان بر آدم صفی زد	۱۴	مارا چگونه زیبد دعوی بے گناہی
یا ملجأ البرایا یا واہب العطایا	۱۵	عطفاً علے مقل حلت به الدواہی
جور از فلک نیاید تا تو ملک صفاتی	۱۶	ظلم از جہان بروں شد تا تو جہاں پناہی
(۱۷)	حافظ چو دوست از تو گہ گاہ میبرد نام رنجش ز بخت منما باز آ بعذر خواہی	(۱۷)

یہ غزل مدحیہ ہے۔ غالباً منصور بادشاہ کے متعلق ہے۔

(۱) ترجمہ۔ اے کہ تیرے چہرہ سے بادشاہی کے نور ظاہر ہیں۔ تیرے فکر میں صدہا خدائی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ بارک اللہ! تیرے قلم نے ملک و دین میں سیاہی کے قطرے سے سو چشمے آبِ حیات کے جاری کئے ہیں۔

بارک اللہ کلمہ تحسین و تعجب۔

(۳) ترجمہ۔ دیو پر اسمِ اعظم کے انوار روشن نہیں ہوتے۔ ملک تیرا ہے اور حکومت کی انگشتری تیری ہے جو چاہتا ہے حکم دے۔

اہرمن۔ اسمِ اعظم۔ خاتم کی رعایت ظاہر۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کی تلمیح ہے۔

(۴) ترجمہ۔ سلیمان کی حشمت میں جو شخص شک لائے۔ اُسکی عقل اور دانائی پر مرغ و ماہی بھی ہنستے ہیں۔

سلیمان سے مراد خود ممدوح۔

(۵) ترجمہ۔ وہ تلوار جس کو آسمان اپنے فیض سے آب دے۔ وہ سپاہی کی احسان مند ہوئے بغیر بھی اکیلی جہان کو فتح کر سکتی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ اگر تیری تلوار کا پرتو کان اور معدن پر پڑے۔ تو سرخ رو یاقوت بھی کاہی رنگ ہو جائے۔

یعنے تیری تلوار کے ڈر سے سیاہی مائل ہو جائے۔

(۷) ترجمہ۔ اگر تو صبح کی ہوا سے ہمارا حال پوچھے تو مجھے یقین ہے کہ تیرا دل شب بیداروں کی عاجزی پر رحم

کھلائے گا۔

شب نشین سے مراد خود خواجہ صاحب۔

(۸) ترجمہ۔ اے ساقی میخانہ کے چشمہ سے پانی لا تاکہ خرقہ سے خانقاہ کا غرور دھو ڈالوں۔
یعنے خانقاہ نشین مغرور اور متکبر ہوتے ہیں میرے خرقہ پر بھی خانقاہ نشینی سے غرور کے داغ پڑ گئے ہیں چشمۂ خرابات سے پانی لا کہ اسے دھو ڈالوں حاصل کلام یہ کہ خانقاہ نشینی سے میرے دل میں کبر آگیا ہے شراب دے کہ پی کر بے خود ہو جاؤں۔ کبر دور ہو کر عجز و نیاز آجائے۔

(۹) ترجمہ۔ باز بھی اگرچہ کبھی کبھی سر پر تاج رکھتا ہے۔ لیکن کوہ قاف کے پرندے ہی بادشاہی کا طریقہ جانتے ہیں۔
مرغ قاف سے مراد عقاب جو ایک مشہور شکاری پرندہ ہے رہا ہما، مطلب یہ ہے کہ اگرچہ باز کے سر پر بھی گاہ بگاہ ٹوپی ہوتی ہے۔ لیکن بادشاہی عقاب کا ہی کام ہے۔ عقاب سے یہاں مراد منصور بادشاہ اور باز سے مراد امیر تیمور یا شاہ یحییٰ۔

(۱۰) ترجمہ۔ آدم کے خاندان میں جب سے سلطنت کی بنیاد پڑی ہے۔ اس علم کو تیری طرح کماحقہٗ کسی نے نہیں پہچانا۔
علم سے مراد علم سلطنت۔ کماہی کماحقہٗ۔ پوری طرح سے۔ کامل طور سے۔ (جیسا کہ وہ ہے)

(۱۱) ترجمہ۔ تیرا قلم دوستوں اور دشمنوں کے حق میں جانفزا تعویذ اور غم کم کرنے والا افسون خوب لکھتا ہے۔
یار و اغیار اور تعویذ و افسون میں لف و نشر مرتب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تیرا قلم دوستوں کے حق میں جانفزا تعویذ اور دشمنوں کے لئے جانکاہ افسون لکھتا ہے

(۱۲) ترجمہ۔ اے بادشاہ ایک زمانہ گذر گیا کہ میرا پیالہ شراب سے خالی ہے۔ یہ میرا دعویٰ ہے اور محتسب گواہ ہے۔
یعنے محتسب سے پوچھ لے کہ مدت ہوئی مجھے شراب نہیں ملی۔ اس شعر میں جیب کے خالی ہونے کا اظہار ہے اور صلہ و انعام کا ہلکا سا تقاضا ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ اے کہ تیرا عنصر عزت کے کیمیا سے پیدا ہوا ہے۔ اے کہ تیری سلطنت تباہی کے صدمہ سے محفوظ ہو۔
مطلب یہ ہے کہ تیری ذات اور سرشت عزت و شرافت سے مملو ہے

(۱۴) ترجمہ۔ جب گناہ کی بجلی آدم صفی اللہ پر بھی گر چکی۔ تو ہمارے لئے بیگناہی کا دعویٰ کس طرح جائز ہے۔
یہی مضمون ہے جو شعر ۷ میں ہے۔

(۱۵) ترجمہ۔ اے خلقت کے ملجا و ماوا اے عطا بخشنے والے اس مفلس پر بھی رحم کر کہ اس پر سختیاں آئی ہیں۔

(۱۶) ترجمہ۔ جب تک تو فرشتہ صفات ہے آسمان ظلم نہیں کر سکتا۔ جب سے تو جہاں پناہ بنا ہے جہاں سے ظلم دُور ہو گیا ہے۔

(۱۷) ترجمہ۔ اے حافظ جب دوست گاہ بیگاہ تیرا نام لیتا ہے۔ تو بخت سے ناراض نہ ہو اور عذرخواہی کے لئے واپس آ۔

غزل (۸)

ای دل آن بہ کہ خراب از میٔ گلگون باشی	۱	بی زر و گنج بصد حشمت قارون باشی
در مقامی کہ صدارت بفقیران بخشند	۲	چشم دارم کہ بجاہ از ہمہ افزون باشی
تاج شاہی طلبی گوہر ذاتی بنما	۳	ور خود از گوہر جمشید و فریدون باشی
در رہ منزل لیلی کہ خطرہاست بجان	۴	شرط اوّل قدم آنست کہ مجنون باشی
کاروان رفت و تو در خواب و بیابان در پیش	۵	کی روی رہ ز کہ پرسی چہ کنی چون باشی
نقطۂ عشق نمودم بتو ہان سہو مکن	۶	ورنہ چون بنگری از دائرہ بیرون باشی
ساغری نوش کن و جرعہ بر افلاک فشان	۷	تا بچند از غم ایام جگر خون باشی

(۸) حافظ از فقر مکن نالہ کہ گر شعر اینست
ہیچ خوشدل نپسندد کہ تو محزون باشی (۸)

(۱) ترجمہ۔ اے دل اچھی بات یہ ہے کہ تو شراب سرخ سے مست رہے۔ زر اور خزانے کے بغیر ہی سو قارون کی حشمت رکھے۔

(۲) ترجمہ۔ اس مقام میں جہاں صدارت فقیروں کو دیتے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ تو مرتبہ میں سب سے بڑا ہوگا۔

مقام سے مراد مقام عشق جہاں کے صدر نشین بادشاہ نہیں بلکہ گدا ہوتے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ تو بادشاہی تاج چاہتا ہے تو ذاتی جوہر دکھا۔ اگرچہ تو جمشید اور فریدوں کی نسل سے بھی ہو۔

مطلب یہ ہے کہ خاندانی اوصاف پر نہیں بلکہ ذاتی صفات پر بھروسہ رکھنا چاہیئے ۔ باپ دادا کو کوئی نہیں پوچھتا۔ اپنے اندر کمال ہونا چاہیئے ۔ اسی مضمون پر امیر خسرو فرماتے ہیں ۔

ور تو بمیراث ز آبائے خویش — از ہمہ بر تر طلبی جائے خویش
وانکہ بود وارث پیغمبراں — جاش کدام است چہ گوی دراں
از ہنر خویش کشا سینہ را — مایہ مکن نسبت دیرینہ را
از پدر مردہ ملاف اے جواں — گر نہ سگی چوں خوشی از استخواں

(۴) ترجمہ ۔ منزل لیلی کی راہ میں جہاں جان کے خطرے ہیں ۔ پہلے ہی قدم پر شرط یہ ہے کہ تو دیوانہ ہو۔
مطلب یہ ہے کہ راہ عشق میں جب تک تو شوق میں دیوانہ ہو جائے منزل مقصود تک پہنچنا محال ہے ۔
زیادہ تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۴ لیلی اور مجنوں میں صنعت ایہام ہے ۔

تا مست نباشی نبری بار غم یار — آرے شتر مست کشد بار گراں را ۔ (سعدی)

(۵) ترجمہ ۔ قافلہ چلا گیا ہے تو سوتا ہے اور بیابان در پیش ہے ۔ تو کب چلیگا ؟ راہ کس سے پوچھے گا ؟ کیا کرے گا ؟ کس طرح ہوگا ؟

سعی و عمل کی تعلیم ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے ہمراہی چلے گئے ہیں ۔ تو ابھی سو رہا ہے بتا انجام کیا ہوگا ؟ حاصل کلام یہ ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ غفلت کو ترک کرے اور منزل دنیا میں نہایت سرگرمی سے طے مسافت کرے ۔

(۶) ترجمہ ۔ میں نے تجھے عشق کا نقطہ بتا دیا ہے خبردار غلطی نہ کرنا ۔ ورنہ اگر تو نہیں دیکھے گا تو دائرہ سے نکل جائیگا ۔
یعنے اگر اس نقطہ پر قائم نہیں رہے گا تو دائرہ عشق سے نکلنا پڑے گا ۔ حاصل کلام یہ کہ دائرۂ عشق میں نقطۂ مرکز پر قائم رہنا چاہیئے ۔ جا و بیجا سرگردان نہیں پھرنا چاہیئے

(۷) ترجمہ ۔ ایک پیالہ پی اور آسمان پر ایک گھونٹ چھڑک ۔ غم ایام سے کب تک تو جگر کو خون کرے گا ۔

(۸) ترجمہ ۔ اے حافظ ناداری پر نالہ و فریاد نہ کر کیونکہ اگر شعر یہی ہے تو کوئی خوش دل یہ بات پسند نہیں کرے گا ۔ کہ تو غمگین رہے ۔
یعنے ایسے عمدہ شعر کہنے والے کو کوئی شخص غمگین دیکھنا نہیں چاہتا ۔ در اصل اپنے ممدوح سے تقاضائے صلہ ہے ۔

غزل (۹)

ای دل بکوی عشق گذاری نمیکنی	۱	اسباب جمع داری و کاری نمیکنی
چوگان کام در کف و گوئی نمیزنی	۲	بازے چنیں بدست و شکاری نمیکنی
این خون که موج میزند اندر جگر چرا	۳	در کار رنگ و بوی نگاری نمیکنی
مشکیں ازاں نشد دم خلقت که چوں صبا	۴	برخاک کوی دوست گزاری نمیکنی
گردیگراں بجاں غم جاناں خریده اند	۵	ای دل تو این معامله باری نمیکنی
ترسم کزیں چمن نبری آستین گل	۶	کز گلبنش تحمل خاری نمیکنی
درآستین کام تو صد نافه مندرج	۷	آں را فدای طرۀ یاری نمیکنی
ساغر لطیف و دلکش و می افگنی بخاک	۸	واندیشه از بلاے خماری نمیکنی

(۹) **حافظ** برو که بندگی بارگاه دوست
گر جمله می کنند تو باری نمیکنی (۹)

یہ تمام غزل سعی وعمل کی تعلیم میں ہے۔ ہر ایک شعر خوابِ غفلت سے بیدار کرنیوالا ہے۔ اور سونے والوں کے چہرے پر گلاب پاشی کر رہا ہے انداز وہی عاشقانہ ہے۔ جس سے غزل گو شاعر کو گریز نہیں۔ لیکن نصیحتیں زندگی کے ہر پہلو میں کارآمد ہیں۔

(۱) ترجمہ۔ اے دل تو عشق کے کوچہ میں کیوں نہیں جاتا اسباب جمع رکھتا ہے اور کوئی کام نہیں کرتا۔

(۲) ترجمہ۔ مراد کا بلا ہاتھ میں ہے اور گیند نہیں مارتا۔ ایسا باز تیرے ہاتھ میں ہے اور تو شکار نہیں کرتا۔

باز سے مراد قوائے جسمانی اور روحانی۔

(۳) ترجمہ۔ یہ خون جو جگر میں موجیں مار رہا ہے اسے کیوں کسی معشوق کے رنگ و بو میں صرف نہیں کرتا۔

(۴) ترجمہ۔ تیرے خلق کا سانس اس لئے خوشبودار نہیں ہوا کہ تو معشوق کے کوچہ کی خاک پر گذار نہیں کرتا۔

(۵) ترجمہ۔ دوسروں نے تو معشوق کے غم کو جان کے عوض خریدا ہے۔ اے دل تو یہ معاملہ بالکل ہی نہیں کرتا۔

معاملہ اور خرید کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ مجھے ڈر ہے کہ تو اس باغ سے آستین پھولوں سے بھر کر نہیں لے جائیگا۔ کیونکہ تو اُس کے پھول کے پیڑ سے کانٹے کی برداشت نہیں کرتا۔

ظاہر ہے کہ جو شخص کانٹوں سے ڈرے پھول نہیں چُن سکتا۔ ماحصل کلام یہ ہے کہ دُنیا میں تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ اگر تو مصائب کو برداشت نہیں کرتا۔ ہر ایک کام میں راحت سے پہلے رنج۔ خوشی سے پہلے غم۔ سود سے پہلے زیاں ضروری ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تیری مراد کی آستین میں سونا فے موجود ہیں۔ لیکن اُسے تو کسی معشوق کی زُلف پر قربان نہیں کرتا۔

مطلب یہ ہے کہ تو اپنے قویٰ کو استعمال نہیں کرتا۔ اسباب جمع ہیں ان سے کام نہیں لیتا۔

(۸) ترجمہ۔ لطیف اور دلکش شراب کا پیالہ ہے اور اُسے تو خاک پر گرا رہا ہے۔ اور خمار کی تکلیف کا بھی کچھ اندیشہ نہیں ہے یعنے اس وقت تو اپنے سرمایہ اسباب قویٰ کو ضائع کر رہا ہے کیا تجھے یہ ڈر بھی نہیں کہ ناداری کے وقت تو کیا کرے گا۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ جا کہ تمام لوگ بارگاہِ دوست کی بندگی کرتے ہیں اور تو بالکل نہیں کرتا۔

غزل (۱۰)

۱	ای دل اگر از چاہ زنخدان بدر آئی	ہر جا کہ روی زود پشیمان بدر آئی
۲	ہشدار کہ گر وسوسۂ عقل کنی گوش	آدم صفت از روضۂ رضوان بدر آئی
۳	تا کے چو صبا بر تو گمارم دم ہمت	کز غنچہ چو گل خرم و خندان بدر آئی
۴	در تیرہ شب ہجر تو جانم بہ لب آمد	وقت ست کہ ہمچوں مہ تابان بدر آئی
۵	جان میدہم از حسرت آں لعل رواں بخش	باشد کہ چو خورشید درخشاں بدر آئی
۶	شاید کہ بآبی فلکت دست بگیرد	گر تشنہ لب از چشمۂ حیواں بدر آئی
۷	در خانۂ غم چند نشینی بملامت	وقت ست کہ از دولت سلطاں بدر آئی
۸	بر خاک درت بستہ ام از دیدہ دو صد جوی	باشد کہ تو چوں سرو خراماں بدر آئی

۱ (۹)	حافظ مکن اندیشہ کہ آں یوسف مصری باز آید و از کلبۂ احزاں بدر آئے	(۹)

(۱) ترجمہ۔ اے دل اگر چاہِ زنخدان سے باہر نکل آئے گا جس جگہ بھی جائے گا جلدی پشیمان ہو کر واپس ہوگا۔

یعنے عشق چھوڑ کر تجھے صرف پشیمانی حاصل ہوگی۔

(۲) ترجمہ۔ خبردار! اگر تو عقل کے وسوسہ کو سنے گا۔ تو آدم کی طرح باغ بہشت سے نکلنا پڑے گا۔

مطلب یہ ہے کہ راہِ عشق میں اپنی عقل کو رہنما نہیں بنانا چاہیئے۔ بلکہ اپنے محبوب کے احکام کی پابندی کرنی چاہیئے۔ خواہ اس کے احکام تیری عقل کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں شیطان کے دلائل کو خدا کے حکم پر ترجیح دینے سے حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت چھوڑنا پڑا۔

(۳) ترجمہ۔ کب تک صبا کی طرح تجھ پر ہمت کا دم پھونکتا رہوں گا۔ تاکہ تو غنچہ سے پھول کی طرح خوش و خرم باہر آئے

بادِ صبا کے دم ہمت سے غنچہ کا پھول ہو جانا ظاہر۔ اس شعر میں خطاب دل کی طرف ہے۔ یا اگر معشوق کو مخاطب سمجھا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ میں کب تک انتظار کروں کہ تو پردہ سے باہر آئے۔

(۴) ترجمہ۔ تیرے ہجر کی اندھیری رات میں میری جان لبوں پر آگئی۔ اب وقت ہے کہ تو روشن چاند کی طرح باہر آئے۔

مہ اور بدر میں صنعت ایہام ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اس جان بخش لب لعل کی حسرت میں میں جان دیتا ہوں۔ آرزو ہے کہ خورشید درخشان کی طرح باہر آئے۔

(۶) ترجمہ۔ ممکن ہے کہ آسمان اسوقت پانی ہی تیری مدد کرے اگر تو چشمۂ آب حیات سے پیاسہ واپس آجائے۔

مطلب یہ ہے کہ ارضی مایوسیوں کے بعد بعض دفعہ سماوی امداد حاصل ہو جاتی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ غم کے گھر میں کب تک تو ملامت سے بیٹھا رہے گا۔ اب وقت ہے کہ بادشاہ کی دولت کی برکت سے تو باہر آجائے۔

یعنے غمگین نہ ہو محبوب مطلق کے الطاف پر بھروسہ کر اور دل کو خوش رکھ۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے دروازہ کی خاک پر میں نے آنکھوں سے دو سو نہریں جاری کی ہیں۔ چاہئے کہ تو سروِ خراماں کی طرح باہر آجائے۔

اشتیاقِ دیدار میں کثرتِ گریہ کا ذکر ہے۔ جوی اور سرو کی رعایت ظاہر۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ فکر نہ کر کیونکہ وہ یوسفِ مصری واپس آجائیگا۔ اور تو غمکدہ سے باہر نکلے گا۔

کلبۂ احزاں یا بیت الاحزاں وہ گھر جس میں حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں رویا کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ آخر کار تجھے محبوب کا وصال نصیب ہوگا۔

غزل (۱۱)

ای قصۂ بہشت ز کویت حکایتی	۱	وآبِ خضر ز نوش لبانت کنایتی
انفاس عیسیٰ از لبِ لعلت لطیفۂ	۲	شرحِ جمالِ حور ز رویت روایتی
کی عطرسای مجلس روحانیاں شدی	۳	گل را اگر نہ بوئے تو کردی رعایتی
در آرزوی خاکِ درِ دوست سوختیم	۴	یاد آور ای صبا کہ نکردی حمایتی
در آتش از خیالِ رخش دست میدہد	۵	ساقی بیا کہ نیست ز دوزخ شکایتی
بوئی دل کبابِ من آفاق را گرفت	۶	وین آتش اندرون بکند ہم سرایتی
ای دل بہرزہ دانش و دولت ز دست رفت	۷	صد مایہ داشتی و نکردی کفایتی
ہر پارہ از دلِ من و از غصہ قصۂ	۸	ہر سطری از خیالِ تو وز رحمت آیتی

(۹) دانی مراد حافظ ازین آہ و نالہ چیست (۹)
از تو کرشمۂ وز خسرو عنایتی

(۱) ترجمہ۔ اے کہ بہشت کا قصہ تیرے کوچہ کی ایک حکایت ہے۔ اور آبِ حیات تیرے لب کے آبِ حیات کی طرف ایک اشارہ ہے۔

معشوق کے کوچہ کو بہشت اور اس کے لب کو چشمۂ آبِ حیات کہا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ دمِ عیسےٰ تیرے لبِ لعل کا ایک لطیفہ ہے۔ اور حور کے جمال کی شرح تیرے چہرہ کی ایک روایت ہے۔

انفاسِ عیسیٰ یعنے دمِ عیسےٰ۔ قم باذن اللہ کہہ کر حضرتِ عیسےٰ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ تیرے لبوں میں دمِ عیسےٰ کا خاصہ ہے اور جمالِ حور سے اور کچھ نہیں صرف تیرا چہرہ مراد ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اگر پھول کو تیری خوشبو سے حصّہ ملتا تو روحانیوں کی مجلس میں وہ کب عطر سائی کرسکتا۔

سنبل بتابؔ لالہ سیہ مست وگل بناز یک جلوہ زاں جمال بگلزار آمدہ

(۴) ترجمہ۔ ہم درِ دوست کی خاک کی آرزو میں جل گئے۔ اے صبا یاد رکھ کہ تونے ہماری کچھ مدد نہ کی۔

یعنے درِ دوست کی خاک کی خوشبو ہی ہم تک نہ پہنچائی۔

(۵) ترجمہ۔ آگ میں اگر اس کے چہرہ کا خیال میسر ہو جائے تو اے ساقی آکر دوزخ سے کچھ شکایت نہیں

حاصل کلام یہ کہ اگر دوزخ میں بھی جمالِ محبوب کا نقشہ آنکھوں میں رہا تو ہمارے لئے دوزخ بھی بہشت ہی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میرے کباب شدہ دل کی بُو تمام جہان میں پھیل گئی ہے۔ شاید یہ آگ معشوق میں بھی سرایت کر جائے

(۷) ترجمہ۔ اے دل عقل اور دین بیفائدہ تیرے ہاتھ سے چلے گئے۔ تیرے پاس بہت سرمایہ تھا۔ لیکن تونے کفایت شعاری نہ کی۔

یعنے سرمایۂ دل و دین کو فضول لُٹا دیا اور کچھ بچا کر نہ رکھا دیکھو شعر (ی ۹/۹)

(۸) ترجمہ۔ میرے دل کے ہر ایک ٹکڑے کے ساتھ غم و رنج کا ایک قصہ ہے۔ اور تیرے خیال کی ہر ایک سطر آیت رحمت ہے۔

سطر اور آیت کی رعایت ظاہر۔

(۹) ترجمہ۔ تو جانتا ہے؟ کہ اس آہ و نالہ سے حافظ کی کیا مراد ہے۔ تجھ سے ایک کرشمہ کی درخواست ہے اور بادشاہ سے عنایت کی۔

دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کے سوال کا جواب ہے محبوب کی نظرِ عنایت کے ساتھ بادشاہ کی عنایت کی درخواست بھی کی ہے۔ غالباً اپنے ممدوح سے صلہ و انعام کی عرضداشت ہے۔

غزل (۱۲)

ای زشرم عارضت گل کردہ خوے	۱	در عرق پیش عقیقت جام مے
ژالہ بر لالہ است یا بر گل گلاب	۲	یا بر آتش آب یا بر روت خوے
پیش از چشم آن کماں ابرو و دل	۳	از پیش میرفت و گم میکرد پے
امشب از زلفش نخواہم داشت دست	۴	رو موذن بانگ بر میزن کہ حے
چوں بنے عامر بسے مجنوں شوند	۵	گر بروں آید یکے لیلے ز حے
نے وے لب بر لب مطرب نہاد	۶	چنگ را در زیر ناخن کرد نے
آنکہ بر ہر جرعۂ جاں میدہد	۷	جان از و بستان و جامی دہ بہ وے
عود بر آتش نہ و منقل بسوز	۸	غم مدار از کثرت سرمای دے
با تو زیں پس گر فلک خواری کند	۹	باز گو در حضرت دارای رے
خسرو آفاق بخشش کر سخا	۱۰	نامہ حاتم ز نامش گشت طے
چنگ را بر دست مطرب نہ دمے	۱۱	گو رگش بخراش و بخروشم ز وے

(۱۲) جام می پیش آر و چوں حافظ مخور
غم کہ جم کے بود یا کاؤس کے (۱۲)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ تیرے چہرہ کی شرم سے پھول کو پسینہ آگیا ہے اور شراب کا پیالہ تیرے عقیق لب کے سامنے پسینہ پسینہ ہوگیا ہے۔

خوے پسینہ خے پڑھا جائے گا۔

(۲) ترجمہ۔ گل لالہ پر شبنم کے قطرے ہیں یا پھول پر گلاب کے قطرے۔ یا آگ پر پانی ہے یا تیرے چہرہ پر پسینہ۔ معشوق کے چہرہ پر پسینے کے قطرے دیکھ کر فرماتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گل لالہ پر شبنم پڑی ہے۔ یا پھول پر گلاب چھڑکا ہوا ہے یا آگ پر پانی کے قطرے پڑے ہیں۔ معشوق کے عرق ناک چہرہ

کی تشبیہات دیکھئے۔

(۱)	ژالہ بر لالہ فرود آمدہ ہنگامِ سحر	راست چوں عارضِ گلگونِ عرق کردۂ یار	(سعدی)
(۲)	عرق بہ چہرہ نشست است آں پری وش را	کہ دیدہ است بدیں آبداری آتش را	(کلیم)
(۳)	صائب نظر بروے عرقناک یار کن	در آفتاب ابر گہر بار را بہ بیں	
(۴)	کن عرق رخت ای نازنین زتاب نگاہ	بدورِ حسنِ تو از آتش آب مے آید	(محمد سعید)
(۵)	عرق زردئی تو ہر لحظہ چوں گلاب چکد	کسے ندید کہ شبنم ز آفتاب چکد	
(۶)	ز چہرۂ عرق آلودِ یار حیرانم	کہ کردہ است بہم جمع آب و آتش را	
(۷)	از رخش چوں دانۂ یاقوت رنگین شد عرق	چوں زمیں افتادہ قابلِ دانہ گوہرے شود	

(۳) ترجمہ۔ وہ کمان ابرو آنکھوں سے غائب ہوا دل اس کے پیچھے گیا اور راستہ بھول گیا۔

(۴) ترجمہ۔ آج رات میں اس کی زُلف کو ہاتھ سے نہیں چھوڑونگا۔ موذن جائے اور بانگ دیتا رہے کہ حیّ علی الصلوٰۃ۔

یعنے موذن حیّ علے الصلوٰۃ کہہ کر ہر چند جاگنے اور نماز کے لئے اُٹھنے کی تاکید کرتا رہے میں اُس کی زُلف کو ہاتھ سے نہیں چھوڑونگا اور نہیں اٹھوں گا۔

صبح کا سونا جو ہاتھ آتا امیر　　بھیجتے تحفہ موذن کے لئے

(۵) ترجمہ۔ بنی عامر کی طرح بہت مجنوں بن جائیں گے بشرطیکہ کوئی لیلیٰ حے سے پیدا ہو جائے۔

بنی عامر قیسِ عامری یعنے مجنوں کے قبیلہ کا نام۔ حے۔ عرب کے ایک قبیلہ کا نام لیلیٰ اسی قبیلہ سے تھی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی حسین ہو تو عاشق ہزاروں ہیں۔

ہوں میں پروانہ مگر شمع تو ہو رات تو ہو	جان دینے کو ہوں موجود کوئی بات تو ہو
دل بھی حاضر سرِ تسلیم بھی خم کو موجود	کوئی مرکز ہو کوئی قبلۂ حاجات تو ہو
وعدے بھی یاد دلاتے ہیں گلے بھی ہیں بہت	وہ دکھائی بھی تو دیں اُن سے ملاقات تو ہو
گفتنی ہے دلِ پُر درد کی حالت لیکن	کس سے کہیئے کوئی مستفسرِ حالات تو ہو
عادمِ نشو و نما سے نہ کہو تخم کو بد	وقتِ بالیدگئ نخل و نباتات تو ہو
دل کشا بادہ صافی کا ہے نشہ لیکن	باطن افروز کوئی پیرِ خرابات تو ہو
نظر اللہ پہ رکھ ہو نہ پریشان اکبر	لے مصلے کو ذرا صرف مناجات تو ہو

(۶) ترجمہ۔ نے نے تھوڑی دیر کے لیے مطرب کے لب پر لب رکھا چنگ کو ناخن کے نیچے نے بنا دیا۔

ظاہر ہے کہ نے منہ سے اور چنگ ناخن سے بجائی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس حسرت سے کہ نے کو بوسۂ لب مطرب نصیب ہؤا ہے اور اسے ناخن کی خراش۔

چنگ نے کی طرح نزار و نحیف ہوگئی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ جو ایک گھونٹ کے بدلے جان دیتا ہے۔ اس سے جان لے لے اور اسے ایک پیالہ دیدے۔

یعنے عاشق کو ایک جام مے دے کر اس کے بدلے بیشک اس کی جان لے لے۔

(۸) ترجمہ۔ عود کو آگ پر رکھ اور انگیٹھی جلا اور دسمبر کی سردی کی کثرت سے نہ ڈر۔

دے۔ شمسی مہینوں میں دسویں مہینے کا نام۔ جب کہ آفتاب برج جدی میں ہوتا ہے۔ مطابق نومبر۔ دسمبر۔

(۹) ترجمہ۔ اس کے بعد اگر آسمان تجھے تکلیف دے تو بادشاہِ رے کے دربار میں جاکر عرض کر۔

یہ شعر مدحیہ ہے۔ بادشاہ رے کے متعلق ہے۔ رے عراق عجم میں ایک شہر کا نام ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ جہاں بخشنے والا بادشاہ جس کے نام نے سخاوت میں حاتم کے قصہ کو مٹا دیا ہے۔

یہ شعر بھی بادشاہِ رے کی مدح میں ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ چنگ کو تھوڑی دیر کے لئے مطرب کے ہاتھ پر رکھ اور اُسے کہو کہ اس کی تاروں کو چھیڑ تاکہ میں شور و خروش کروں۔

یعنے آوازِ چنگ پر وجد میں آؤں۔ رگ سے مراد چنگ کی تار۔

(۱۲) ترجمہ۔ شراب کا پیالہ سامنے لا اور حافظ کی طرح یہ غم نہ کر کہ جمشید کب تھا اور کاؤس کے کب۔

یعنے شراب پی اور دُنیا کی ناپائداری کا غم نہ کھا۔

غزل (۱۳)

ای کہ بر ماہ از خط مشکین نقاب انداختی	۱	لطف کردی سایۂ بر آفتاب انداختی
تا چہ خواہد کرد با ما تاب زلف و عارضت	۲	حالیا نیرنگ نقش خوش بر آب انداختی

۳	گوی خوبی بروی از خوبان عالم شاد باش	جام کیخسرو طلب کافراسیاب انداختی
۴	گرچه از مستی خرابم طاعت من رد مکن	کاندریں شغلم بامیدِ ثواب انداختی
۵	گنجِ عشق خود نهادی در دلِ ویران من	سایۂ دولت بریں کنج خراب انداختی
۶	خواب بیداراں ببستی وانگہ از نقش خیال	تہمتے بر شبروان خیل خواب انداختی
۷	پردہ از رخ بر فگندی یک نظر در جلوہ گاہ	وز حیا حور و پری را در حجاب انداختی
۸	از برای صید دل در گردنم زنجیر زلف	چون کمندِ خسرو مالک رقاب انداختی
۹	نصرة الدین شاہ یحییٰ ای کہ تاج آفتاب	از سر تعظیم و قدرت در تراب انداختی
۱۰	زینہار از آب شمشیرت کہ شیران را ازاں	تشنہ میکردی و گردان را در آب انداختی
۱۱	بادہ نوش از جام عالم بین کہ بر اورنگ جم	شاہدِ مقصود را از رخ نقاب انداختی
۱۲	ہر کسے با شمع رخسارت بنوعی عشق داشت	زیں میان پروانہ را در اضطراب انداختی

(۱۳) از فریب نرگس مخمور چشم می پرست
حافظ خلوت نشین را در شراب انداختی (۱۳)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ چاند پر تُو نے خطِ مشکیں کا نقاب ڈالا ہے۔ تو نے مہربانی کی کہ آفتاب پر سایۂ ڈالا۔

معشوق کے چہرہ کو چاند اور آفتاب سے اور خطِ سبز کو نقاب اور سایۂ سے تشبیہ دی ہے۔

زخط عذار تو تا عنبریں نقاب شدہ   زہالہ خوبیٔ ماہ پای در رکاب شدہ

(۲) ترجمہ۔ تیرے عارض پر کی زلف دیکھئے ہمارا کیا حال کرتی ہے۔ فی الحال تو تُو نے عجیب نقش کا نیرنگ پانی پر ڈالا ہے۔

نیرنگ (۱) جادو۔ طلسم سحر۔ (۲) نقش۔ **نقش برآب انداختن**۔ ظاہر ہے کہ پانی پر نقش قائم نہیں رہ سکتا۔ پس پانی پر نقش بنانا ایک محال کام سرانجام دینا ہے جو بمنزلہ سحر و طلسم کے ہے عارضِ معشوق کو پانی سے اور اس پر زلف کو نقش سے تشبیہ دی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ عجیب نیرنگ ہے کہ تو نے عارض پر زلف کو ڈال کر گویا پانی پر نقش بنایا ہے۔ دیکھئے یہ سحر و نیرنگ ہمارے ساتھ کیا کرتا ہے۔

نز ندچوں خط مشکین تو نقشے بر آب　　　مو بر آید ز کف دست اگر مانی را

(۳) ترجمہ۔ تمام جہان کے حسینوں سے تو حسن میں سبقت لے گیا خوش رہ ۔ جام کیخسرو طلب کر کیونکہ تو نے افراسیاب کو شکست دے دی ہے۔

افراسیاب۔ توران کے ایک عظیم الشان بہادر بادشاہ کا نام ہے۔ جو ایران کے کیانی بادشاہوں کے ساتھ مدتوں لڑتا رہا۔ اور آخر کار کیخسرو ابن سیاوش کے زمانے میں جو اس کا دوہتا تھا مارا گیا۔

(۴) ترجمہ۔ اگرچہ میں مستی سے خراب ہوں لیکن میری بندگی کو رد نہ کر۔ کیونکہ اس شغل میں تو نے مجھے ثواب کی امید میں ڈالا ہے۔

یعنے شراب نے مجھے مغفرت کا امیدوار بنا دیا ہے۔

(۵) ترجمہ میرے ویران دل میں تو نے اپنے عشق کا خزانہ رکھا ہے۔ اس ویران گوشہ پر تو نے دولت کا سایہ ڈالا ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ ویران دل ہی عشق کی منزل ہو سکتا ہے۔ معمور اور خوش و خرم دل میں عشق کی جگہ نہیں۔

بتانِ مہوش اجڑی ہوئی منزل میں رہتے ہیں　　　کہ جس کی جان جاتی ہے اسی کے دل میں رہتے ہیں

(۶) ترجمہ۔ بیداروں کی نیند تو نے بند کر دی اور پھر نقش خیال سے۔ نیند کے لشکر کے شیروں پر تو نے تہمت لگا دی۔

مطلب یہ ہے کہ عاشقوں کی نیند تو نے خود بند کر دی چنانچہ رات بھر وہ جاگتے ہیں اور تیری تصویر کا نقشہ ان کی آنکھوں میں رہتا ہے اور تہمت تو نے ان کی نیند پر لگائی ہے۔ کہ تیرے خیال میں ان کے پاس نہیں آتی۔

(۷) ترجمہ۔ جلوہ گاہ میں تھوڑی دیر کے لئے تو نے چہرہ سے پردہ اُٹھایا اور حور و پری کو شرم کی وجہ سے حجاب میں کر دیا۔

یک نظر۔ تھوڑی دیر کے لئے۔ مطلب یہ ہے کہ حور و پری تجھے دیکھکر شرم کے مارے پردہ میں ہو گئیں۔

(۸) ترجمہ۔ دل کو شکار کرنے کے لئے تو نے میری گردن میں زلف کی زنجیر گردنوں کے مالک بادشاہ کے کمند کی طرح ڈال دی۔

مالک رقاب۔ گردنوں کا مالک۔ رقاب جمع ہے رقبہ کی بمعنے گردن ۔ خسرو مالک رقاب سے مراد شاہ یحییٰ ممدوح خواجہ صاحب جس کا ذکر اگلے شعر میں آئے گا۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ شاہ یحییٰ کی کمند کی طرح تو نے میری گردن میں زلف کی زنجیر مجھے اسیر کرنے کے لئے ڈالی ہے۔

اِس شعر میں گریز ہے مدح کی طرف۔

(۹) ترجمہ۔ اے نصرت الدین شاہ یحیی! کہ تو نے آفتاب کے تاج کو تعظیم اور قدرت کی وجہ سے خاک میں گرادیا۔
(۱۰) ترجمہ۔ تیری تلوار کی آب سے خدا کی پناہ! کہ شیروں کو تو اس سے تشنہ لب کرتا ہے اور پہلوانوں کو پانی میں غرق کرتا ہے۔
(۱۱) ترجمہ۔ جام جہاں بین سے شراب پی کر جمشید کے تخت پر تو نے شاہدِ مقصود کے چہرہ سے نقاب الٹ دیا ہے۔
یعنے تختِ جم پر تو شاہدِ مقصود کے ہم آغوش ہے۔ اس شعر میں بھی خطاب شاہ یحیی سے ہے۔
(۱۲) ترجمہ۔ ہر ایک شخص تیرے شمع رخسار کے ساتھ ایک قسم کا عشق رکھتا تھا۔ ان سب میں سے تو نے پروانہ کو اضطراب میں ڈال دیا۔
(۱۳) ترجمہ۔ تو نے نرگسِ مخمور یعنے مے پرست آنکھ کے فریب سے خلوت نشین حافظ کو شراب خوار بنا دیا۔

غزل (۱۴)

ای کہ دائم بخویش مغروری	۱	گر ترا عشق نیست معذوری
گرد دیوانگانِ عشق مگرد	۲	کہ بعقل و عقیلہ مشہوری
مستی عشق نیست در سر تو	۳	رو کہ تو مست آب انگوری
روی زرد است و آہ دردآلود	۴	عاشقان را گواہِ رنجوری

بہاری

(۵) بگذر از ننگ و نام خود حافظ (۵)
ساغرِ مے طلب کہ مخموری

(۱) ترجمہ۔ اے وہ شخص جو ہمیشہ اپنے آپ پر مغرور ہے اگر تجھ میں عشق نہیں تو تُو معذور ہے۔
حاصل کلام یہ کہ جب تک تو اپنے آپ پر مغرور ہے۔ عاشق نہیں ہو سکتا۔
(۲) ترجمہ۔ عشق کے دیوانوں کے گرد نہ پھر۔ کیونکہ تو عقل میں اور عقیلہ ہونے میں مشہور ہے۔
عقیلہ۔ سردارِ قوم۔ بہترین ہر چیز۔ برگزیدہ تریں۔ مطلب یہ ہے کہ عاقل کو دیوانگانِ عشق سے کیا کام۔
(۳) ترجمہ۔ تیرے سر میں عشق کی مستی نہیں ہے۔ چلا جا کہ تو شرابِ انگوری سے مست ہے۔
خواجہ صاحب نے پھر بتا دیا ہے کہ ان کی شراب شراب انگور نہیں بلکہ شراب عشق ہے۔

(۴) ترجمہ۔ زرد چہرہ اور درد آلود آہ عاشقوں کی بیماری کے گواہ ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ اے حافظ ننگ و ناموس کو چھوڑ۔ شراب کا پیالہ مانگ کہ تو خمار کی حالت میں ہے۔

غزل (۱۵)

ای کہ در کشتن ما ہیچ مدارا نکنی	۱	سود و سرمایہ بسوزی و محابا نکنی
دردمندان غمت زہر ہلاہل نوشند	۲	قصد این قوم خطا باشد ہاں تا نکنی
رنج ما را کہ تواں برد بیک گوشۂ چشم	۳	شرط انصاف نباشد کہ مداوا نکنی
دیدۂ ما کہ بامید تو دریاست چرا	۴	بتفرج گذرے برلب دریا نکنی
نقل ہر جور کہ از خلق کریمت گویند	۵	قول صاحب غرضانست تو اینہا نکنی
بر تو گر جلوہ کند شاہد ما ای زاہد	۶	از خدا جز می و معشوق تمنا نکنی

(۷) حافظا سجدہ بمحراب دو ابرویش کن
کہ دعائی ز سر صدق جز آنجا نکنی (۷)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ تو ہمارے قتل کرنے میں بالکل کوئی رعایت نہیں کرتا۔ اصل اور سود تمام جلا دیتا ہے اور کچھ لحاظ نہیں کرتا۔

محابا۔ دراصل محابات ہے۔ چھوڑنا۔ معاف کرنا۔ مروت۔ رعایت۔ صلح۔ نگہداشت۔ لحاظ۔

(۲) ترجمہ۔ تیرے عشق کے دردمند۔ زہر قاتل پیتے ہیں۔ اِن لوگوں کو ایذا دینے کا ارادہ کرنا غلطی ہے خبردار ایسا نہ کرنا۔

ہلاہل۔ بفتح ہائے اول و کسر ہائے دوم۔ زہر قاتل جو کسی دوا اور تریاق سے علاج پذیر نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ ہلاہل ایک پہاڑ کا نام ہے جو حدودِ چین میں واقع ہے۔ اِس پہاڑ پر ایک درخت کی جڑ ہے جسے پہاڑ کے نام پر ہلاہل کہتے ہیں اور وہ زہر قاتل ہے۔ ہاں کلمہ تنبیہ۔ خبردار! ہوشیار!

بعض دیوانوں میں پہلا مصرعہ اس طرح ہے۔ ع دردمندان بلا زہر ہلاہل دانند۔

(۳) ترجمہ۔ ہماری بیماری کو تو ایک گوشہ چشم سے دور کر سکتا ہے۔ یہ کوئی انصاف نہیں کہ پھر بھی (تو علاج نہ کرے۔

(۴) ترجمہ۔ ہماری آنکھ تیرے انتظار میں دریا بنی ہوئی ہے۔ تو سیر کے لئے کیوں دریا کے کنارے پر نہیں آتا۔

لبِ دریا سیر کے لئے جانا ظاہر۔ خواجہ صاحب نے کثرت گریہ سے اپنی آنکھوں سے دریا بہا دیا ہے اور معشوق کو کہتے ہیں کہ کبھی تفریح کے لئے اس دریا کے کنارے پر بھی آؤ۔

سرشکم رفتہ رفتہ بے تو دریا شد تماشا کن بیا در کشتی چشمم نشیں و سیر دریا کن (صائب)

(۵) ترجمہ۔ تیرے کریمانہ اخلاق کے متعلق ظلم کے جتنے قصے بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ صاحب غرض لوگوں کی باتیں ہیں۔ تو تو ظلم نہیں کرتا۔

(۶) ترجمہ۔ اے زاہد اگر ہمارا معشوق تجھے جلوہ دکھائے تو پھر خدا سے تو شراب و شاہد کے بغیر اور کچھ تمنا نہ کرے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ تو اس کے دو ابروؤں کے محراب میں سجدہ کر۔ کیونکہ اس جگہ کے بغیر صدق سے تو اور کہیں دعا نہیں کر سکتا ہے۔

غزل (۱۶)

ای کہ در کوی خرابات مقامی داری	۱	جم وقت خودی ار دست بجامی داری
ای کہ با زلف و رخ یار گذاری شب و روز	۲	فرصتت باد کہ خوش صبحی و شامی داری
ای صبا سوختگان بر سرِ رہ منتظر اند	۳	اگر از یار سفر کردہ پیامی داری
بوی جان از لبِ خندان قدح می شنوم	۴	بشنو ای خواجہ تو گر زانکہ مشامی داری
کامی ار می طلبد از تو غریبے چہ شود	۵	تو ئی امروز دریں شہر کہ نامی داری
خال سر سبز تو خوش دانۂ عیش ست ولے	۶	بر کنار چمنش وہ کہ چہ دامی داری
گو بہنگام وفا گرچہ ثباتت نبود	۷	میکنم شکر کہ بر جور دوامی داری

مہربان شد فلک و ترکِ جفا کاری کرد	۸	تو ئی ای جان کہ دریں شیوۂ خرامے داری
(۹)	بس دعای سحرت حافظ جان خواہد بود تو کہ چوں حافظ شب خیز غلامی داری	(۹)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ میخانہ کے کوچہ میں تیرا مقام ہے۔ اگر تیرے ہاتھ میں پیالہ ہو تو تُو اپنے وقت کا بادشاہ ہے۔

جام اور جم کی رعایت ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ اے کہ تُو معشوق کے چہرہ اور زُلف کے ساتھ دن رات گذارتا ہے۔ تجھے یہ موقع دیر تک ملتا رہے کہ تو اچھی صبح اور شام رکھتا ہے۔

خوش صبحے و شامے داری یعنے تیرا وقت بہت اچھا گذر رہا ہے۔ زُلف و رُخ شب و روز اور صبح و شام کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ اے صبا سوختہ دل عاشق راہ میں منتظر بیٹھے ہیں۔ اگر تیرے پاس سفر کردہ معشوق کا کوئی پیغام ہو۔ (تو سُنا دے)

(۴) ترجمہ۔ مَیں پیالہ کے لبِ خنداں سے جان کی خوشبو سونگھتا ہوں۔ اے خواجہ اگر تیرا دماغ ہی تو تُو بھی سُونگھ۔

(۵) ترجمہ۔ اگر کوئی غریب تجھ سے مقصد مانگتا ہے تو کیا ہرج ہے۔ آج اِس شہر میں تو ہی تو ہے۔ جس کا نام مشہور ہے۔

(۶) ترجمہ۔ تیرا سر سبز خال اچھا دانہ ہے لیکن اس کے چمن کے کنارہ پر واہ واہ تو نے کیا اچھا جال پھیلایا ہے۔

خال کو دانہ اور زُلف یا خطِ مشکین کو دام کہا ہے۔ چمن سے مراد چہرہ۔

خالِ تو دانہ دانہ وزُلفِ تو دام دام — مرغیکہ دانہ چید گرفتار دام شد

حُسنِ سبزت بخطِ سبز مرا کرد اسیر — دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم (غنی)

(۷) ترجمہ۔ اُسے کہو کہ اگرچہ وفا کے وقت تجھے استحکام نہیں۔ مَیں اسی بات پر شکر گذار ہوں کہ تو ظلم پر تو ہمیشہ قائم رہتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ آسمان مہربان ہو گیا اور ظلم کرنا چھوڑ دیا۔ اے جان تو ہی ہے کہ ظلم کے شیوہ پر قائم ہے۔

خرام۔ استواری۔ حزم۔

(۹) ترجمہ۔ بہت سی صبح کی دُعائیں تیری جان کی محافظ ہونگی۔ کیونکہ تو حافظ جیسا شب خیز غلام رکھتا ہے

غزل (۱۷)

ای کہ مہجوری عشاق روا میداری	۱	بندگان را ز بر خویش جدا میداری
تشنۂ بادیہ را ہم بزلالی دریاب	۲	بامیدی کہ درین رہ بخدا میداری
دل ربودی و بحل کردمت ای جان لیکن	۳	بہ ازین دار نگاہش کہ مرا میداری
ساغر ما کہ حریفان دگرے نوشند	۴	ما تحمل نکنیم ار تو روا میداری
ای مگس عرصۂ سیمرغ نہ جولانگہ تست	۵	عرض خود می بری و زحمت ما میداری
تو بتقصیر خود افتادی ازین در محروم	۶	از کہ می نالی و فریاد چرا میداری
ای دل خام طمع شرمی ازین قصہ بدار	۷	کار ناکردہ چہ امید عطا میداری

(۸) **حافظ** عادت خوباں ہمہ جورست و جفا
تو کہ زین طائفہ امید وفا میداری (۸)

(۱) ترجمہ۔ اے کہ تو عاشقوں کی مہجوری کو روا رکھتا ہے اور غلاموں کو اپنے پاس سے جدا رکھتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ ٹھنڈا پانی دیکر جنگل کے پیاسہ کی دلجوئی کر۔ اس اُمید میں جو خدا سے تو اس راہ میں رکھتا ہے۔

یعنے اگر روزِ قیامت خدا سے آبِ کوثر کی اُمید رکھتا ہے تو تشنگانِ عشق کو پانی پلا۔

(۳) ترجمہ۔ اے جان تو میرا دل لے گیا اور میں نے تجھے معاف کیا لیکن اس کی اس سے زیادہ نگاہداشت کر جتنی کہ تو میری کرتا ہے۔

یعنے مجھے تو بہت خواری میں رکھا ہے لیکن میرے دل کو اتنا خوار نہ کرنا۔

(۴) ترجمہ۔ ہمارا پیالہ جو دوسرے حریف پی رہے ہیں۔ اگر تو اس بات کو جائز ٹھیراتا ہی تو ہم تو اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے۔

(۵) ترجمہ۔ اے مکھی سیمرغ کا میدان تیری جولانگاہ نہیں ہے۔ تو اپنی آبرو برباد کرتی ہی اور ہمیں تکلیف دیتی ہے

نگس سے مراد عاشقانِ خام۔ بلہوس لوگ۔

(۶) ترجمہ۔ تو اپنے قصور سے اِس دروازہ سے محروم رہا۔ کس کے ہاتھ سے روتا ہے اور فریاد کیوں کرتا ہے۔

یعنے اس کا فیض تو عام ہے۔ اگر محروم رہا ہے تو تیرا اپنا قصور ہے۔ فریاد کیوں کرتا ہے دیکھوت ۱۳/۸

فیض منعم با تنگ ظرفان چہ سازد چوں حباب (نعمت خان عالی) کاسہ اش خالی ست گر ہم صحبت دریا شود

(۷) ترجمہ۔ اے خام طمع دل اِس بات سے شرم کر۔ کام تو کیا نہیں عطا کی اُمید کس طرح رکھتا ہے۔

یعنے بغیر سعی و عمل کے عطا کی اُمید فضول ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ حسینوں کی عادت تو تمام تر جور و جفا کی ہے۔ تو اِس طائفہ سے وفا کی امید رکھتا ہے۔

غزل ۱۸

این خرقہ کہ من دارم در رہن شراب اولیٰ	۱	وین دفتر بی معنی غرق مَی ناب اولیٰ
چون عمر تبہ کردم چندانکہ نگہ کردم	۲	در کنج خراباتی افتادہ خراب اولیٰ
من حال دل خستہ با خلق نخواہم گفت	۳	کاین قصہ اگر گویم با چنگ و رباب اولیٰ
تا بی سر و پا باشد اوضاع فلک زینسان	۴	در سر ہوس ساقی در دست شراب اولیٰ
از ہمچو تو دلداری دل بر نکنم آری	۵	گر تاب کشم باری زان زلف بتاب اولیٰ

(۶)	چون پیر شدی حافظ از میکدہ بیرون رو رندی و ہوسناکی در عہد شباب اولیٰ	(۶)

(۱) ترجمہ۔ یہ خرقہ جو میں رکھتا ہوں رہن شراب ہو تو اچھا ہے۔ اور یہ بے معنی دفتر شرابِ خالص میں غرق کر دیا جائے تو اچھا ہے۔

یعنے خرقہ زہدِ ظاہری اور مدرسہ کی درس و تدریس سے مستیٔ عشق بہتر ہے۔

(۲) ترجمہ۔ جب میں عمر تباہ کر چکا جتنا غور کیا (معلوم ہوا) کہ شراب خانہ کے گوشہ میں مست پڑے رہنا بہتر ہے۔

(۳) ترجمہ ۔ مَیں اپنے خستہ دل کا حال لوگوں سے بیان نہیں کرونگا ۔ کیونکہ اگر یہ قصہ بیان کرنا ہو تو چنگ و رباب سے بیان کرنا اچھا ہے ۔

یعنے عوام محرم راز نہیں اُن سے دلِ پُر درد کا قصہ بیان نہیں کرنا چاہیئے ۔ چنگ و رباب لے کر خلوت میں دردِ دل کا حال بیان کیا جا سکتا ہے ۔

(۴) ترجمہ ۔ جبتک آسمان کے طریقے اسی طرح بے سر و پا رہیں گے ۔ بہتر یہی ہے کہ سر میں ساقی کی ہوس ہو اور ہاتھ میں شراب ۔

یعنے فلکِ غدار کے نیچے مے و معشوق کا شغل ہی اچھا ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ تجھ جیسے دلدار سے مَیں دل نہیں ہٹا سکتا ہاں اگر اُس پر تاب زلف سے رنج پُہنچے تو اچھا ہے ۔

(۶) ترجمہ ۔ اے حافظ جب تو بڑھا ہو گیا ہے تو شرابخانہ سے نکل جا کیونکہ رندی اور ہوسناکی جوانی میں ہی اچھی ہے ۔

اسی مضمون کے لئے دیکھو ۹ ۔

شوخی و طفل مزاجی ز سر دو در پیری ــ صبح نشناختن از شام چہ معنی دارد ۔ (نعمت خاں عالی)

غزل (۱۹)

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی	۱	تا بیخبر بمیرد در رنج خود پرستی
با ضعف و ناتوانی ہمچون نسیم خوش باش	۲	بیماری اندرین رہ خوشتر ز تندرستی
تا فضل و علم بینی بے معرفت نشینی	۳	یک نکتہ ات بگویم خود را مبین کہ رستی
در آستان جانان از آسمان میندیش	۴	کز اوج سر بلندی افتی بخاک پستی
عاشق شو ار نہ روزی کار جہان سر آید	۵	ناخواندہ نقش مقصود از کارگاہ ہستی
آن روز دیدہ بودم این فتنہا کہ برخاست	۶	کز سرکشی زمانے با ما نمی نشستی
خار ار چہ جان بکاہد گل عذر آن بخواہد	۷	سہل ست تلخی می در جنب ذوق مستی
صوفی پیالہ پیما ساقی قرابہ پر کن	۸	ای کوتہ آستینان تا کی دراز دستی
در حلقہ مغانم دوش آن پسر چہ خوش گفت	۹	با کافران چہ کارت گر بت نمی پرستی
در مذہب طریقت خامی نشان کفرست	۱۰	آری طریق رندان چالاکیست و چستی

سلطان ماخدارا از زلفت شکست مارا	۱۱	تا کی کند سیاہی چندین دراز دستی
گر خرقہ بہ بینی مشغول کار خود باش	۱۲	ہر قبلہ گاہ باشد مشغول خود پرستی
در گوشۂ سلامت مستور چوں تواں بود	۱۳	تا نرگس تو گوید با ما رموز مستی
عشقت بدست طوفان خواہد سپرد ای جان	۱۴	چوں برق ازیں کشاکش پنداشتی کہ رستی

(۱۵) از راہ دیدۂ حافظ تا دیدہ زلف پستت
با جملہ سربلندی شد پایمال پستی (۱۵)

(۱) ترجمہ۔ مدعی کو عشق اور مستی کے اسرار نہ بتاؤ۔ تاکہ وہ خود پرستی کے رنج میں ہی بے خبر مر جائے۔
یعنے مدعی کو خود پرستی میں ہی مرنے دو۔ عشق و مستی کے اسرار اُسے نہ بتاؤ۔

(۲) ترجمہ۔ نسیم کی طرح ضعف و ناتوانی کے باوجود خوش رہ۔ اس غم میں بیمار رہنا تندرستی سے بہتر ہے
نسیم کا ضعیف اور ناتوان ہونا اور باوجود ناتواں ہونے کے خوش رہنا ظاہر ہے۔

(۳) ترجمہ۔ جب تک تو اپنے علم و فضل کو دیکھتا رہے گا معرفت سے خالی بیٹھا رہے گا۔ میں تجھے ایک ہی نکتہ بتاتا ہوں۔ اپنے آپ کو نہ دیکھ پھر نجات حاصل ہوگی۔

حاصل کلام یہ کہ اپنے علم و فضل پر مغرور بیٹھے رہنے سے معرفت نزدیک نہیں آتی۔ خود بینی اور خود رائی کو چھوڑ تاکہ تجھ پر معرفت کے دروازے کھول دیئے جائیں اور نجات ملے۔

تو خود را گماں بردہ پُر خرد — انائے کہ پرشد دگر چوں برد
زدعوی تہی آی تا پر شوی — تو از خود پری زاں تہی میروی
ز ہستی در آفاق سعدی صفت — تہی گرد و باز آ پُر معرفت

(۴) ترجمہ۔ معشوق کے آستانہ پر آسمان کا خیال نہ کر ورنہ سربلندی کے اوج سے تو خاک پستی پر گر جائیگا۔

(۵) ترجمہ۔ عاشق بن ورنہ ایک روز جہان کا خاتمہ ہو جائیگا اور تو نے کارگاہِ ہستی سے نقشِ مقصود بالکل نہ پڑھا ہوگا۔

یعنے اگر عشق اختیار نہیں کریگا تو دُنیا سے محروم جائیگا اور گوہرِ مقصود ہاتھ نہیں آئیگا۔

(۶) ترجمہ۔ مینے اسی روز دیکھ لیا تھا کہ یہ فتنے اُٹھیں گے۔ جب کہ سرکشی کی وجہ سے تو ہمارے پاس تھوڑی

دیر بھی نہیں بیٹھا تھا۔

یعنے تیری سرکشی سے اسی وقت معلوم ہوگیا۔کہ تو کئی فتنے اُٹھائے گا۔

(۷) ترجمہ۔ کانٹا اگرچہ جان خراش ہے۔لیکن پھُول عذر خواہی کر دیتا ہے (اسی طرح) ذوقِ مستی کے پہلو میں شراب کی تلخی آسان معلوم ہوتی ہے۔

یعنے قاعدہ ہے کہ بغیر رنج کے راحت نہیں۔کانٹا تکلیف دہ ہے۔لیکن پھول کے لئے کانٹے کی تکلیف برداشت کر لی جاتی ہے۔اسی طرح ہر چند شراب تلخ ہے۔لیکن اس کی تلخی اس کی مستی کے مقابلہ میں کچھ چیز نہیں۔

(۸) ترجمہ۔اے صوفی پیالہ لے اور اے ساقی صراحی بھر دے۔اے کوتاہ آستینو کب تک دراز دستی کرو گے۔کوتاہ آستین سے مراد زاہدانِ ظاہر دار دیکھو شعر ن ۵/۴

(۹) ترجمہ۔مغوں کے حلقہ میں کل اس لڑکے نے مجھے کیا اچھا کہا کہ اگر تو بُت پرستی نہیں کرتا تو (ہم) کافروں سے تیرا کیا کام ہے۔

بعض دیوانوں میں پہلا مصرعہ اس طرح ہے ع درحلقۂ مغانم دی شب بطنز گفتن۔

(۱۰) ترجمہ۔مذہبِ طریقت میں خامی کفر کا نشان ہے۔بیشک رندوں کا طریقہ چالاکی اور چستی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ مذہبِ طریقت میں پختگی چاہیئے۔

(۱۱) ترجمہ۔اے ہمارے بادشاہ! خدا را (مدد کر) کہ تیری زُلف نے ہمیں مار ڈالا۔یہ حبشی غلام کب تک ہمارے ساتھ اتنی دراز دستی کرے گا۔

سیاہ۔حبشی غلام یہاں مراد زلف۔سلطان سے مراد معشوق۔سلطان و سیاہ کی رعایت ظاہر۔

(۱۲) ترجمہ۔اگر تو کوئی خرقہ دیکھے تو اپنے کام میں مشغول ہو جا۔تمام قبلہ گاہ خود پرستی میں مشغول ہیں۔

قبلہ گاہ مجازاً ہر بزرگ آدمی کو کہتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ اگر تو کسی خرقہ پوش بزرگ کو دیکھے تو اس کی طرف توجہ نہ کر اپنے کام میں مصروف ہو جا۔کیونکہ یہ بزرگ تمام خود پرست ہوتے ہیں۔

(۱۳) ترجمہ۔سلامتی کے گوشہ میں ہم کس طرح مستور رہ سکتے ہیں۔جب کہ تیری مست آنکھ مستی کے اسرار ہمیں بتاتی ہے۔

دیکھو شعر الف ۲/۴ ۔

(۱۴) ترجمہ۔ اے جان عشق تجھے طوفان کے حوالے کرے گا۔ تو نے سمجھا ہے کہ اس کشایش سے بجلی کی طرح تو نکل گئی۔

جان سے مراد اپنی جان۔ مطلب یہ ہے کہ عشق سے رہائی مشکل ہے

(۱۵) ترجمہ۔ حافظ نے جب سے آنکھوں سے تیری پست زُلف کو دیکھا ہے۔ باوجود تمام سربلندی کے پستی کا پامال ہو گا۔

زلفِ پست سے مراد زلفِ دراز جو لٹک کر نیچے تک پہنچ جائے۔

غزل (۲۰)

بجان او کہ گرم دسترس بجان بودے	۱	کمینہ پیشکش بندگانش آں بودے
اگر دلم نشدے پای بند طرۂ او	۲	کیم قرار دریں تیرہ خاکداں بودے
بگفتمے کہ بہا چیست خاک پای ترا	۳	اگر حیات گرانمایہ جاوداں بودے
بخواب نیز نمی بینمش چہ جای وصال	۴	چو ایں نبود و ندیدیم بارے آں بودے
بہ بندگی قدش سرو معترف گشتی	۵	اگر چو سوسن آزادہ دہ زباں بودے

(۶) ز پردہ نالۂ حافظ بروں کی افتادی
اگر نہ ہمدم مرغان صبح خواں بودے (۶)

(۱) ترجمہ۔ اس کی جان کی قسم ہے کہ اگر جان میرے قابو میں ہوتی۔ تو اسے میں اُس کے غلاموں کے سامنے ادنیٰ پیشکش بناتا۔

یعنے اگر جان میرے اختیار میں ہوتی تو ضرور اسے اپنے معشوق پر قربان کرتا۔

(۲) ترجمہ۔ اگر میرا دل اس کی زلف میں گرفتار نہ ہوتا۔ تو اس تیرہ خاکدان میں مجھے کب قرار ہوتا۔

تیرہ خاکدان سے مراد دُنیا۔

(۳) ترجمہ۔ میں بتا دیتا کہ تیری خاکِ پا کی قیمت کیا ہے۔ اگر قیمتی زندگی جاودانی ہوتی۔

مطلب یہ ہے کہ زندگی ہر چند قیمتی ہے لیکن چونکہ چند روزہ ہے اس لئے یہ تیرے پاؤں کی خاک کی قیمت نہیں ہوسکتی۔ البتہ اگر زندگی جاودانی ہوتی تو تیرے پاؤں کی خاک کی قیمت کی ہوتی۔

(۴) ترجمہ۔ وصال کا تو کیا ذکر ہے میں خواب میں بھی اُسے نہیں دیکھتا۔ اگر یہ نہیں تھا اور ہم نے اُسے (بیداری میں) نہ دیکھا تھا تو کاش کہ (خواب میں تو) دیکھتے۔

(۵) ترجمہ۔ سرو اس کے قد کی غلامی کا اعتراف کرتا۔ اگر سوسنِ آزاد کی طرح اس کی دس زبانیں ہوتیں۔

سرو اور قدِ یار کے لئے دیکھو شعر ۴/۲ -

(۶) ترجمہ۔ حافظ کی فریاد پردہ سے کب باہر ہوتی۔ اگر وہ مرغانِ صبح خوان کا ہمدم نہ ہوتا۔

مرغانِ صبح خوان سے مراد بلبلیں۔

غزل (۲۱)

بچشم کرده ام ابروی ماه سیمائی	۱	خیال سرو قدی نقش بسته ام جائی
زمام دل بکسی داده ام من مسکین	۲	که نیستش بکس از تاج و تخت پروائی
سرم زدست شد و چشم از انتظار بسوخت	۳	در آرزوی سرو چشم مجلس آرائی
زهی کمال که منشور عشقبازی من	۴	از آن کمانچهٔ ابرو رسد بطغرائی
مرا که از رخ تو ماه در شبستان ست	۵	کجا بود بفروغ ستاره پروائی
مگر رست دل آتش بجز قدح خواهم زد	۶	بیا ببین تو اگر میکنی تماشائی
بروز واقعه تابوت ما ز سرو کنید	۷	که مرده ایم ز داغ بلند بالائی
دران مقام که خوبان بغمزه تیغ زنند	۸	عجب مکن زسری کو فتاده در پائی
فراق و وصل چه باشد رضای دوست طلب	۹	که حیف باشد ازو غیر او تمنائی

(۱۰) زشوق سر بدر آرند ماهیان از آب (۱۰)
اگر سفینهٔ حافظ رسد بدریائی

(۱) ترجمہ۔ ایک ماہ سیما کی ابرو آنکھ میں سمائی ہے۔ ایک سرو قد کے خیال کا کسی جگہ نقشہ بنایا ہے۔

جائے سے مراد یہ ہے کہ دل میں نقشہ بنایا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ مجھ مسکین نے دل کی باگ ایک ایسے شخص کو دی ہے کہ اسے کسی سے تاج و تخت کی پرواہ بھی نہیں ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میرا سر ہاتھ سے چلا گیا اور آنکھ انتظار میں چل گئی کسی مجلس آرا (معشوق) کے سروچشم کی آرزو میں۔

(۴) ترجمہ۔ بہت کمال ہوگا۔ اگر میری عشقبازی کا منشور۔ اُس کمان ابرو سے طغرا تک پہنچ جائے۔

منشور پراگندہ۔ پھیلا ہوا۔ پریشان۔ فرمان شاہی۔ پروانہ۔ مجازاً مشہور۔ طغرا۔ پیچدار خط جس میں بادشاہوں کا نام اور القاب فرمان پر لکھا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بڑے کمال کی بات ہوگی اگر میری عشقبازی کے پروانہ پر طغرا لکھا جائے۔ یعنی میری عشقبازی کے دفتر کے عنوان پر اس ملکِ حسن کے بادشاہ کا نام لکھا جائے۔ یا میری عشقبازی اس سے منسوب ہو جائے۔

ابرو (بوجہ خم) اور طغرا کی رعایت ظاہر۔

(۵) ترجمہ۔ میرے شبستان میں تیرے چہرہ کا چاند ہے۔ مجھے ستارہ کی روشنی کی کیا پرواہ ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میرا دل مکدر ہے میں خرقہ کو آگ لگا دوں گا۔ اگر تماشا دیکھنا ہے تو آ اور دیکھ۔

(۷) ترجمہ۔ میرے مرنے پر میرا تابوت سرو کی لکڑی کا بناؤ۔ کیونکہ میں ایک سرو قد کے داغ میں مرتا ہوں۔

(۸) ترجمہ۔ جس جگہ حسین غمزہ کی تلواریں چلائیں۔ وہاں کوئی عجیب نہیں کہ سر کٹ کر پاؤں میں گریں۔

(۹) ترجمہ۔ فراق اور وصال کیا چیز ہے معشوق کی رضا طلب کر۔ کیونکہ معشوق سے سوائے معشوق کی تمنا کے اور کچھ تمنا رکھنی افسوس کی بات ہوگی۔

نہ جنت جویم و نے حور نے انہار میخواہم 		زتو ارزانی اے زاہد ہمہ من یار میخواہم

(۱۰) ترجمہ۔ شوق کی وجہ سے مچھلیاں پانی سے سر باہر نکالیں گی۔ اگر حافظ کا دیوان کسی دریا کے نزدیک جائے۔

سفینہ (۱) کتاب غزلیات (۲) کشتی۔

لہٰذا سفینہ۔ اور دریا کی رعایت ظاہر۔

غزل (۲۲)

پدید آمد رسوم بے وفائی	۱	نماند از کس نشان آشنائی
بہ نار از فاقہ پیش ہر خسیسی	۲	کنوں اہل ہنر دست گدائی
کسی کو فاضل ست امروز در دہر	۳	نمی بیند ز غم یکدم رہائی
کسی کو جاہل ست اندر تنعم	۴	متاع او بود ہر دم بہائی
اگر شاعر بخواند شعر چوں آب	۵ ق	کہ دل را زو فزاید روشنائی
نہ بخشندش جوی از بخل و امساک	۶	اگر خود فی المثل باشد سنائی
خرد در گوش ہوشم دوش مگفت	۷	بر و صبرے بکن در بی نوائی

(۸) بیا حافظ بجاں این پند بنوش
کہ گر از پا بیفتے بر سر آئی (۸)

(۱) ترجمہ۔ بیوفائی کے طریقے ظاہر ہو گئے ہیں۔ اور کسی میں آشنائی کا نشان باقی نہیں رہا۔

(۲) ترجمہ۔ اب تمام اہل ہنر فاقہ کی وجہ سے ہر ایک خسیس کے سامنے دستِ گدائی پھیلاتے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ آج زمانہ میں جو شخص فاضل ہے وہ غم سے ایک دم رہائی نہیں پاتا۔

مرد تا کسب ہنر کرد بلا حاصل کرد   قطرہ گوہر چو شود بیم شکستن دارد

(۴) ترجمہ۔ اور جو کوئی جاہل ہے ناز و نعمت میں اُس کی متاع ہر وقت قیمتی ہے۔

جورِ فلک بر اہل کمال است منحصر   غم نیست از خسوف مہ ناتمام را

(۵) ترجمہ۔ اگر شاعر پانی کی طرح ایسے روان شعر پڑھے کہ جن سے دل کی روشنائی بڑھے۔

(۶) ترجمہ۔ تو بخل اور امساک سے اسے ایک جو کا دانہ بھی نہیں دینگے اگر وہ مثلاً سُنائی بھی ہو۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں سنائی سے مراد حکیم سنائی مصنفِ حدیقہ مشہور شاعر گذرے ہیں۔

گذشتہ تمام شعر اہل زمانہ کی ناقدر شناسی اور آسمان کی سفلہ پروری پر ہیں۔ دیکھو شعر د ۱۲۶/۲ د ۱۲۱/۳

د ۱۲/۸ م ۳۱/۴ م ۶۲/۵ ت ۴۱/۳ د ۱۲/۹ م ۷۵/۳-۴ -

(۷) ترجمہ ۔ کل عقل نے میرے ہوش کے کانوں میں کہا کہ جا بینوائی پر صبر کر۔

(۸) ترجمہ ۔ اے حافظ آ اور جان سے یہ نصیحت سُن ۔ کہ اگر تو کرے گا تو آخر سر بلند ہوگا۔

غزل (۲۲۳)

برو زاهد بامیدی که داری	۱	که دارم همچنان امیدواری
بجز ساغر که دارد لاله در دست	۲	بیا ساقی بیاور آنچه داری
مرا در رشتهٔ دیوانگان کش	۳	که مستی خوشتر است از هوشیاری
بپرهیز از من ای صوفی بپرهیز	۴	که کردم توبه از پرهیزگاری
بیا دل در خم گیسوی او بند	۵	اگر خواهی خلاص و رستگاری
بوقت گل خدا را توبه بشکن	۶	که عهد گل ندارد استواری
عزیزا نو بهار عمر بگذشت	۷	چو بر طرف چمن باد بهاری

(۸) بیا حافظ به پند تلخ کن گوش
چرا عمری بغفلت میگذاری (۸)

(۱) ترجمہ ۔ اے زاہد اس امید کے ساتھ جو تو رکھتا ہے جا ۔ کیونکہ میں بھی ایسی ہی امیدوار رکھتا ہوں۔

یعنے اگر تجھے خدا کے لطف و کرم پر امید ہے تو مجھے بھی ہے ۔ جا اپنا کام کر۔

(۲) ترجمہ ۔ سوائے اس پیالہ کے جو لالہ کے ہاتھ میں ہے اے ساقی جو کچھ تیرے پاس ہو لا۔

(۳) ترجمہ ۔ مجھے دیوانوں کے سلسلہ میں شامل کر دے کیونکہ مستی ہشیاری سے بہتر ہے۔

(۴) ترجمہ ۔ اے صوفی مجھ سے پرہیز کر پرہیز کر کیونکہ میں نے پرہیزگاری سے توبہ کر لی ہے۔

دیکھو شعر د ۲/۹ -

(۵) ترجمہ ۔ آ اور اس کی زلف کے خم میں دل کو باندھ دے اگر تو خلاصی اور نجات چاہتا ہے۔

بیشک عشق کی قید. باقی تمام قیود سے رہا کر دیتی ہے۔

بندِ معشوق چوں بہ بست بہ پا　　از ہمہ بندہا رہا بودن

(۶) ترجمہ۔ موسمِ بہار میں خدا کے لئے توبہ توڑ دے۔ کیونکہ موسمِ بہار کو قیام نہیں ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے عزیز عمر کی نو بہار گذر گئی۔ جس طرح کہ باغ سے بادِ بہاری۔

یعنے بادِ بہاری کی طرح زمانہ شباب جلد گذر جاتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ آ اور کڑوی نصیحت سن۔ عمر کو غفلت میں کیوں گذارتا ہے۔

غزل (۲۴)

بشنو این نکتہ کہ خود را ز غم آزادہ کنی	۱	خون خوری گر طلب روزی ننہادہ کنی
آخر الامر گل کوزہ گران خواہی شد	۲	حالیا فکر سبو کن کہ پر از بادہ کنی
جہد بنما کہ در ایام گل و عہد شباب	۳	عیش با آدمی چند پریزادہ کنی
تکیہ بر جای بزرگان نتوان زد بگزاف	۴	مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی
اجرہا باشدت ای خسرو شیریں حرکات	۵	گر نگاہے سوئے فرہاد دل افتادہ کنی
خاطرت کی رقم فیض پذیرد ہیہات	۶	مگر از نقش پراگندہ ورق سادہ کنی
ای صبا بندگی خواجہ جلال الدین کن	۷	کہ جہاں پر سمن و سوسن آزادہ کنی

(۸) کار خود گر بخدا باز گزاری حافظ
ای بسا عیش کہ با بخت خدادادہ کنی (۸)

(۱) ترجمہ۔ یہ نکتہ سن تاکہ تو اپنے آپ کو غم سے آزاد کرے۔ اگر تو نامقرر شدہ روزی کی طلب کرے گا۔ تو خونِ جگر پئے گا۔

روزی ننہادہ۔ یعنے روزی جو تیری قسمت میں نہیں لکھی گئی۔ خواجہ صاحب نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ جو کچھ تیری قسمت میں ہے مل جائیگا۔ زیادہ کیلئے سعی و کوشش بیفائدہ ہے اور اپنے دل کو خون کرنا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ آخر کار تو کوزہ گروں کی مٹی ہو جائیگا۔ اب سبو کی فکر کر کہ اُسے شراب سے بھرے۔
مطلب یہ ہے کہ پیشتر اس کے کہ کوزہ گر تیری خاک سے کوزی بنائیں تو کوزے کو شراب سے بھر اور پی۔

خوش باش کہ غصہ بیکراں خواہد بود | بر چرخ قراں ز اختراں خواہد بود
خشتے کہ ز قالب تو خواہند زدن | ایواں و سرائے دگراں خواہد بود

(۳) ترجمہ۔ کوشش کر کہ موسم بہار اور عہدِ شباب میں چند پریزادہ آدمیوں کے ساتھ تو عیش کرلے۔
(۴) ترجمہ۔ بزرگوں کی جگہ پر لاف و گزاف سے تکیہ نہیں لگا سکتے۔ بلکہ بزرگی کے تمام اسباب آمادہ کرنے چاہئیں۔
یعنی ذاتی قابلیت کے بغیر صرف لاف و گزاف سے تو بزرگ نہیں بن سکتا۔ لیاقت پیدا کر
دیکھو شعر (ی ۶/۳)
(۵) ترجمہ۔ اے شیریں حرکات معشوق تجھے بڑا اجر ہوگا۔ اگر افتادہ دل عاشق کی طرف نگاہ کرے گا۔
خسرو اور فرہاد کی رعایت ظاہر۔ حرکات حرف اول و دوم مفتوح۔
(۶) ترجمہ۔ افسوس تیرے دل پر فیض کی تحریک ہو سکتی ہے سوائے اسکے کہ تو اپنے ورق کو پراگندہ نقشوں سے صاف کردے۔
ورق۔ سے مراد ورقِ دل۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک تیرے دل میں پراگندہ خیالات اور خیالاتِ ماسوا موجود ہوں گے محبوبِ مطلق کا خیال تیرے دل میں نہیں سما سکتا اور توفیض یاب نہیں ہوسکتا۔ دل کو غیر سے خالی کر تاکہ دوست اس میں جاگزیں ہو۔
(۷) ترجمہ۔ اے صبا خواجہ جلال الدین کی بندگی کر تا کہ تو تمام جہان کو سمن اور سوسن آزادہ سے بھر دے۔
خواجہ جلال الدین سے مراد جلال الدین شاہ وزیر شاہ شجاع دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۸ سوانح عمری۔ مدحیہ شعر ہے۔
(۸) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تو اپنے کام خدا پر چھوڑے گا۔ تو خدا داد بخت کی بدولت بہت عیش و عشرت کرے گا۔

غزل (۲۵)

بصوت بلبل و قمری اگر ننوشی مے	۱	علاج کے کنمت آخر الدواء الکے

ذخیرہ بنہ از رنگ و بوی فصل بہار	۲	کہ میرسند ز رہ رہزنان بہمن و دے
زمانہ ہیچ نبخشد کہ باز نستاند	۳	مجو ز سفلہ مروت مجو ز ناکس شے
چو گل نقاب برافکند و مرغ زد ہو ہو	۴	منہ ز دست پیالہ چہ میکنی ہی ہے
خزینہ داری میراث خوارگان کفرست	۵	بقول مطرب و ساقی بفتوی دف و نے
چو ہست آب حیاتت بدست تشنہ ممیر	۶	فلا تمت و من الماء کل شیء حی
نوشتہ اند بر ایوان جنت الماویٰ	۷	کہ ہر کہ عشوۂ دنیا خرید وای بوے
سخا نماند سخن طے کنم بیا ساقی	۸	بدہ بشادی روح روان حاتم طے
شکوہ سلطنت و حکم کی ثباتی داشت	۹	ز تخت جم سخنے ماندہ است و افسر کے

(۱۰) بخیل بوی خدا نشنود بیا حافظ
پیالہ گیر و کرم کن کہ الضمان علی (۱۰)

(۱) ترجمہ۔ بلبل اور قمری کی آواز پر اگر تو شراب نہیں پیتا تو میں تیرا علاج کب کر سکتا ہوں۔ آخری علاج داغ ہے۔ کے۔ در اصل ی مشدد ہے یہاں بہ تخفیف پڑھی جائیگی۔ گرم لوہے سے اعضا پر داغ دینا ظاہر ہے کہ جب اور کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی تو بیمار عضو پر گرم لوہے سے داغ لگاتے ہیں۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر بلبل اور قمری کی آواز بھی تجھے شراب پینے کی رغبت نہ دلائے تو سمجھ کہ تیری بیماری لاعلاج ہے۔

(۲) ترجمہ۔ موسم بہار کے رنگ و بو سے ذخیرہ جمع کر۔ کیونکہ بہمن و دے کے رہزن راہ سے آ رہے ہیں۔
یعنے بہار سے فائدہ اٹھالے۔ خزاں آ رہی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ زمانہ کوئی ایسی چیز نہیں دیتا جو پھر واپس نہ لے لیتا ہو کمینوں سے مروت اور ناکس سے کچھ چیز نہ مانگ
زمانہ کو سفلہ اور ناکس کہا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جب پھول نے نقاب اٹھا اور پرندوں نے ہو ہو کی آواز کی۔ ہاتھ سے پیالہ نہ چھوڑ ہے ہے کیا کرتا ہے۔
یعنے موسم بہار ہے بلبلیں چہچہا رہی ہیں۔ تو ایسے وقت شراب نہیں پیتا۔ بڑا افسوس ہے تو کیا کرتا ہے

ہے ہے کلمہ تاسف۔ ہو ہو اور ہے ہے کی رعایت ظاہر۔

(۵) ترجمہ۔ مطرب و ساقی کے قول اور دف و نے کے فتویٰ کے مطابق میراث خواروں کا خزانہ جمع کرنا بمنزلہ کفر کے ہے۔

میراث خوار وہ لوگ جن کو ورثہ میں مال ملا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ مال خرچ کرنا چاہیئے نہ کہ جمع۔

(۶) ترجمہ۔ جب تیرے ہاتھ میں آبِ حیات ہے تو پیاسہ نہ مر۔ کیونکہ تمام چیزیں پانی سے زندہ ہیں۔

آبِ حیات سے مراد یہاں شراب ہے۔ قرآن کریم میں بھی پانی کو تمام اشیا کی زندگی کہا گیا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ جنت الماویٰ کے ایوان پر لکھا ہے کہ جو شخص دُنیا کے فریب میں آیا اس پر افسوس!

(۸) ترجمہ۔ قصہ کوتاہ سخاوت نہیں رہی۔ اے ساقی آ اور حاتم طائی کی روح رواں کی خوشی میں شراب دے۔

(۹) ترجمہ۔ سلطنت اور حکمرانی کے دبدبہ کو کب قیام ہے تختِ جمشید اور تاج کیخسرو کا نام ہی نام رہ گیا ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ بخیل نفس الرحمٰن کی خوشبو کبھی نہیں سونگھ سکتا۔ اے حافظ آ پیالہ لے اور بخشش کر۔ ہم ذمہ دار ہیں۔

غزل (۲۶)

بفراغ دل زمانی نظرے بماہروئی	۱	بہ از آنکہ چترِ شاہی ہمہ روز ہای و ہوئی
بخدا کہ رشکم آید بدو چشم روشن خود	۲	کہ نظر دریغ باشد بچنین لطیف روئی
دل من شد و ندانم چہ شد آن غریب مارا	۳	کہ گذشت عمر و ما را خبری ز ہیچ سوئی
نفسم بآخر آمد نظرم نہ بہ یار صورت	۴	بجز این نماند ما را ہوسی و آرزوئی

(۵) مکن ای صبا مشوش سرِ زلفِ آن پری را
کہ ہزار جان حافظ بفدائے تار موئی (۵)

(۱) ترجمہ۔ دلجمعی کے ساتھ کسی ماہرو پر ایک نظر کرنا۔ بادشاہی تاج اور روزانہ ہائے و ہوئے سے بہتر ہے۔

(۲) ترجمہ۔ خدا کی قسم کہ مجھے اپنی دو روشن آنکھوں پر افسوس آتا ہے کہ ایسے لطیف چہرہ پر ایک نظر بھی کی جا سکے۔

(۳) ترجمہ۔ میرا دل چلا گیا اور میں نہیں جانتا کہ ہمارے اس مسافر کا کیا حال ہوا۔ کیونکہ مدت ہوئی اور کسی طرف سے

اس کی خبر نہیں آئی۔

غریب سے مراد دلِ رمیدہ۔

(۴) ترجمہ۔ میری زندگی خاتمہ پر ہے اور میری نظر نے (وہ) صورت نہ دیکھی۔ اس کے بغیر ہماری کوئی آرزو اور ہوس باقی نہیں۔

(۵) ترجمہ۔ اے صبا اُس پری کی زُلف کو پریشان نہ کر۔ حافظ کی ہزار جانیں اُس کے ایک بال پر قربان ہوں۔

غزل ۲۷

بگرفت کارِ حُسنت چوں عشقِ من کمالی	۱	خوش باش ازانکہ نبود ایں ہر دو را زوالی
در وہم می نگنجد کاندر تصورِ عقل	۲	آید بہیچ معنی زیں خوبتر مثالی
شد حظِ عمر حاصل گر زانکہ با تو ما را	۳	یکدم بعمر روزی روزی شود وصالی
آں دم کہ با تو باشم یک سال ہست روزی	۴	وانِ دم کہ بی تو باشم یک روز ہست سالی
من چوں خیالِ رویت جانا بخواب بینم	۵	کز خواب می نہ بیند چشمم بجز خیالی
رحم آر بر دلِ من کز مہرِ روی خوبت	۶	شد شخصِ ناتوانم باریک چوں ہلالی

(۷) حافظ مکن شکایت گر وصلِ یار خواہی
زیں بیشتر ببایدِ بر ہجر احتمالی (۷)

(۱) ترجمہ۔ میرے عشق کی طرح تیرا حُسن بھی کمال پر پہنچ گیا ہے۔ خوش رہ کیونکہ اِن دونوں کو کبھی زوال نہیں۔

(۲) ترجمہ۔ یہ بات قیاس میں نہیں آتی کہ عقل کے تصور میں کسی طرح اس سے زیادہ خوبصورت شکل پیدا ہو سکے۔ یعنے یہ بات قیاس میں نہیں آسکتی کہ میرے معشوق کی شکل سے زیادہ خوبصورت شکل کبھی عقل کے تصور میں بھی آئے۔ بعض پُرانے قلمی دیوانوں میں شعر اس طرح ہے۔

در وہم مے نگنجد و اندر تصورِ عقل   ناید بہ ہیچ معنے زیں خوبتر مثالے

(۳) ترجمہ۔ تمام عمر کی خوشی حاصل ہو جائے اگر تیرے ساتھ تمام عمر میں ایک دن تھوڑی دیر کیلئے وصال حاصل ہو جائے

شمار۔ ہوگئی۔ سمجھو کر ہوگئی۔ ہوجائے گی۔ **روزی شود** حاصل ہوجائے گی۔ مل جائے۔

(۴) ترجمہ۔ جس وقت میں تیرے ساتھ ہوں ایک سال ایک دن نظر آتا ہے اور جس وقت تجھ سے دور ہوتا ہوں ایک دن ایک سال نظر آتا ہے۔

ظاہر ہے کہ خوشی کے دن چھوٹے اور غم کے دن بڑے معلوم ہوتے ہیں۔ روزانہ زندگی کی تجربہ کی بات ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے معشوق میں تیرے چہرہ کی تصویر کس طرح خواب میں دیکھوں۔ کیونکہ میری آنکھ صرف خیال میں نیند دیکھتی ہے۔ یعنے جب میری آنکھوں میں نیند ہی نہیں تو تجھے خواب میں کس طرح دیکھوں۔ مجھے فی الواقعہ کبھی نیند نہیں آئی۔ صرف خیال ہے کہ نیند بھی ایک چیز ہوتی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ میرے دل پر رحم کر کہ تیرے خوبصورت چہرہ کی محبت سے۔ میرا ناتوان جوہ ہلال کی طرح باریک ہوگیا ہے۔

مہر اور ہلال میں صنعت ایہام ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ اگر معشوق کا وصل چاہتا ہے تو شکایت نہ کر۔ اس سے بھی زیادہ ہجر برداشت کرنا ہوگا۔

احتمال (۱) برداشت کرنا۔ بوجھ اٹھانا۔ بات کا سہنا (۲) گمان کرنا۔ گمان۔

غزل (۲۸)

مطلع بلبل ز شاخ سرو بگلبانگ پهلوی — میخواند دوش درس مقامات معنوی

۲ یعنی بیا که آتش موسیٰ نمود گل — تا از درخت نکته تحقیق بشنوی

۳ مرغان باغ قافیه سنجند و بذله گو — تا خواجه می خورد بغزلهای پهلوی

۴ جمشید جز حکایت جام از جهان نبرد — زنهار دل مبند بر اسباب دنیوی

۵ خوش فرش بوریا و گدائی و خواب امن — کاین عیش نیست درخور اورنگ خسروی

۶ درویشم و گدا و برابر نمی کنم — پشمین کلاه خویش بصد تاج خسروی

۷ این قصه عجب شنو از بخت واژگون — ما را بکشت یار بانفاس عیسوی

۸ چشمت بغمزه خانه مردم خراب کرد — مخموریت مباد که خوش مست میروی

۹ دهقان سالخورده چه خوش گفت باپسر — کای نور چشم من بجز از کشته ندروی

می خور بشعر بندہ کہ دل تنگیت مباد	۱۰	بعد از تو خاک بر سر اسباب دنیوی
	ساقی مگر وظیفۂ حافظ زیادہ داد کاشفتہ گشت طرۂ دستار مولوی	

(۱) ترجمہ۔ بُلبل سرو کی شاخ سے پہلوی (فارسی) زبان میں کل مقامات معنوی کا درس پڑھ رہی تھی۔

(۲) ترجمہ۔ یعنی آکہ پھول نے آتشِ موسےٰ دکھائی ہے۔ تاکہ تو درخت سے نکتۂ تحقیق سُنے۔

یہ دونوں شعر قطعہ بند ہیں۔ دوسرا شعر بُلبل کا مقولہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بُلبل کل باغ میں یہ اسرارِ باطنی بیان کر رہی تھی کہ اگر جلوۂ طور دیکھنا ہے تو آؤ اور درخت سے نکتۂ تحقیق سنو۔ آتشِ موسیٰ سے مراد وہ آگ جو حضرت موسےٰ علیہ السّلام کو کوہ طور سے نظر آئی اور نزدیک جانے پر درخت سے "اِنّی انا اللّٰہ" کی آواز سُنی۔ ظاہر ہے کہ گل سُرخ سبز پتوں میں آگ کی طرح نظر آتا ہے۔ درختِ گل کو شجرِ طور اور گل کو آتشِ طور سے تشبیہ دی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ موسمِ بہار میں باغ میں جا کر صنعتِ پروردگار کا نظارہ کر۔

گو نظر باز کن و خلعتِ نارنج ببیں　　ایکہ باور نکنی فی الشجر الاخضر نار۔　(سعدی)

(۳) ترجمہ۔ باغ کے پرندے قافیہ سنج اور بذلہ گو ہیں۔ تاکہ خواجہ فارسی غزلوں کے ساتھ شراب پیئے۔

(۴) ترجمہ۔ جمشید جام کی حکایت کے بغیر جہاں سے کچھ نہ لے گیا۔ خبردار دُنیاوی اسباب پر دل نہ لگا۔

(۵) ترجمہ۔ فرشِ بوریا، گدائی اور امن کی نیند اچھی ہے۔ کیونکہ یہ عیش بادشاہی تاج کے ساتھ بھی نہیں ہوتی۔

ظاہر ہے کہ امن کی نیند اور آرام بادشاہوں کے نصیب میں نہیں۔

(۶) ترجمہ۔ مَیں درویش ہوں اور گداہوں اور سو بادشاہی تاجوں کو اپنی پشمینہ کی ٹوپی کے برابر نہیں سمجھتا۔

حباب آسا اگر بیروں کنی عالی ہوا از سر　　نمیدارد کلاہِ فقر تاجِ سلطنت فرقے

(۷) ترجمہ۔ یہ عجیب بات سُن کہ بخت وا ژگوں کی وجہ سے۔ ہم کو یار نے انفاسِ عیسوی سے قتل کر دیا۔

نفسِ عیسےٰ یا دمِ عیسےٰ سے مردے بھی زندہ ہوتے تھے۔ میرا یار بھی دمِ عیسےٰ رکھتا ہے۔ لیکن میری بدبختی دیکھئے کہ مجھے الٹا بجائے زندہ کرنے کے معشوق نے قتل کر دیا۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر ف ۹/۹ اور ۱۸/۱۳۔

(۸) ترجمہ۔ تیری آنکھ نے عشوہ سے لوگوں کے گھروں کو ویران کر دیا تجھے خمار نہ ہو کہ تو اچھا مست (جاتا) ہے۔

چشم اور مردم کی رعایت ظاہر۔ خانۂ مردم سے مراد آنکھ بھی ہو سکتی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ بوڑھے دہقان نے اپنے لڑکے کو کیا اچھا کہا کہ اے میری آنکھوں کے نور بونے کے بغیر تو کچھ نہیں کاٹے گا۔

سعی و عمل کی تعلیم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محنت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

(۱۰) ترجمہ۔ میرے شعروں کے ساتھ شراب پی خدا تجھے کبھی دل تنگی نہ دے۔ تیرے بعد اسباب دُنیا کے سر پر خاک۔
مطلب یہ ہے کہ جب تو ہی نہیں ہو گا یہ جاہ و مال کس کام آئیگا۔ دل کو تکلیف میں نہ رکھ میرے شعر پڑھ اور شراب پی۔

(۱۱) ترجمہ۔ ساقی نے شاید حافظ کو شراب کا وظیفہ دیا ہے۔ کیونکہ مولوی کی دستار کا طرہ آشفتہ ہو گیا ہے۔

مولوی سے یہاں مراد خود خواجہ صاحب۔

غزل (۲۹)

بیا با ما گذار ایں کینہ داری	۱	کہ حق صحبت دیرینہ داری
نصیحت گوش کن کایں دُر بسی بہ	۲	ازاں گوہر کہ در گنجینہ داری
بفریاد خمار مفلساں رس	۳	خدارا گر می دوشینہ داری
ولیکن کی نمائی رخ برنداں	۴	تو کز خورشید و مہ آئینہ داری
بد رنداں مگوای شیخ ہشدار	۵	کہ با حکم خدائی کینہ داری
نمی ترسی ز آہ آتشینم	۶	تو دانی خرقہ پشمینہ داری

(۷) ندیدم خوشتر از شعر تو حافظ
بہ قرآنی کہ اندر سینہ داری (۷)

(۱) ترجمہ۔ آ اور ہمارے ساتھ یہ کینہ داری چھوڑ دے کیونکہ تو دیرینہ صحبت کا حق رکھتا ہے۔

یعنے ہمارے درمیان دیرینہ صحبت کا حق ہے۔

(۲) ترجمہ۔ نصیحت سُن کیونکہ یہ موتی بہت اچھا ہے اُس موتی سے جو تُو خزانہ میں رکھتا ہے۔

دُر سے مراد یہاں نصیحت ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اگر تیرے پاس شراب دوشینہ ہے تو خدا کے لئے مفلسوں کے خمار کی فریاد سُن۔

مئے دوشینہ۔ گزشتہ رات کی بچی ہوئی شراب۔

(۴) ترجمہ۔ لیکن تو رندوں کو کب چہرہ دکھاتا ہے۔ جب کہ تو خورشید اور چاند کا آئینہ رکھتا ہے۔

یعنے خورشید اور ماہتاب بھی تیرے چہرہ کا آئینہ ہیں۔ جب تو اتنا حسین ہے تو رندوں کیونکر چہرہ دکھائے گا۔

(۵) ترجمہ۔ اے شیخ رندوں کی بُرائی نہ کر خبردار کہ تو خدا کے حکم کے ساتھ کینہ رکھتا ہے۔

یعنے ہم خود بخود رند نہیں بنے خدا نے بنایا ہے۔ کیا تجھے خدا کے فعل پر اعتراض ہے؟

(۶) ترجمہ۔ کیا تو میری آہِ آتشیں سے نہیں ڈرتا۔ تو جانتا ہے کہ تیرا خرقہ پشمینہ کا ہے۔

اور خرقہ پشمینہ میں آگ جلدی لگتی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ اُس قرآن کی قسم جو تیرے سینہ میں ہے تیرے شعروں سے اچھے شعر مَیں نے کبھی نہیں دیکھے۔

خواجہ صاحب کے اِس دعویٰ کو تمام علمی دنیا مانتی ہے۔

غزل (۳۰)

بیار بادہ و بازم رہاں زرنجوری	۱	کہ ہم بہ بادہ تواں کرد دفع مخموری
بہیچ وجہ نباشد فروغ مجلس انس	۲	مگر بروی نگار و شراب انگوری
زسحر غمزۂ فتان خویش غرہ مباش	۳	کہ آزمودم و سودی نداشت مغروری
بیک فریب بباد ادم صلاح خویش ازدست	۴	دریغ آن ہمہ زہد و صلاح و مستوری
ادیب چند نصیحت کنی کہ عشق مباز	۵	اگرچہ نیست ادب این سخن چہ دستوری

بعشق زنده بود جان مرد صاحبدل ۶ اگر تو عشق نداری برو که معذوری

رسید دولت وصل و گذشت محنت ہجر ۷ نہاد کشور دل باز رہ بہ معموری

(٨) بہر کسی نتوان گفت راز دل حافظ (٨)

مگر بدانکہ کشیدہ است محنت دوری

(١) ترجمہ۔ شراب لا اور مجھے رنج سے رہائی دے۔ کیونکہ خمار شراب سے ہی دور ہو سکتا ہے۔

(٢) ترجمہ۔ سوائے معشوق کے چہرہ اور انگوری شراب کے مجلسِ محبت میں کسی طرح رونق نہیں ہو سکتی۔

(٣) ترجمہ۔ اپنے فتنہ انگیز غمزہ کے جادو پر مغرور نہ ہو۔ کیونکہ میں نے آزمایا ہے کہ مغروری میں کچھ فائدہ نہیں۔

(٤) ترجمہ۔ مَیں نے ایک ہی فریب میں اپنی صلاحیت کو ہاتھ سے دیدیا۔ اس تمام زہد۔ صلاحیت اور مستوری (کے چلے جانے) پر افسوس!

فریب سے مراد فریبِ معشوق۔ غمزہ۔ کرشمہ وغیرہ۔

(٥) ترجمہ۔ اے ادیب تو کب تک نصیحت کرتا رہے گا کہ عشق نہ کر۔ اگرچہ یہ بات ادب میں داخل نہیں ہے۔ لیکن تو کس طرح کا آدمی ہے۔

چہ دستوری۔ تو کیسا آدمی ہے۔ کس طرح کا آدمی ہے۔ کس عقل کا آدمی ہے۔ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ کیسا احمق آدمی ہے۔ خواجہ صاحب معافی بھی مانگ گئے ہیں اور ادیب کو احمق بھی کہہ گئے ہیں۔

(٦) ترجمہ۔ صاحب دل آدمی کی جان عشق سے زندہ ہوتی ہے۔ اگر تو عشق نہیں رکھتا تو جا کہ تو معذور ہے۔

ممکن ہے یہ شعر پچھلے شعر سے قطعہ بند ہو اور خطاب ادیب سے ہو۔

(٧) ترجمہ۔ وصل کی دولت پہنچی اور ہجر کی تکلیف گذر گئی۔ ملکِ دل اب پھر آباد ہونے کو ہے۔

(٨) ترجمہ۔ اے حافظ ہر کسی کو دل کا راز نہیں بتا سکتے۔ البتہ اُسے بتا سکتے ہیں۔ جس نے ہجر کی تکلیف برداشت کی ہو۔

غزل (۳۱)

۱	ترا که هرچه مرادست در جهان داری	چه غم ز حال من زار ناتوان داری
۲	بخواه جان و دل از بنده و روان بستان	که حکم بر سر آزادگان روان داری
۳	بنوش می که سبکروحی و لطیف اندام	علی الخصوص درین دم که سر گران داری
۴	بیاض روی ترا نیست نقش درخور از آنکه	سوادی از خط مشکین در ارغوان داری
۵	میان نداری و دارم عجب که هر ساعت	میان مجمع خوبان کنی میان داری
۶	مکن عتاب ازین بیش و جور بر دل من	بکن هر آنچه توانی که جای آن داری
۷	باختیار اگرت صد هزار تیر جفاست	بقصد جان من خسته در کمان داری
۸	بکش جفای رقیبان مدام و دل خوشدار	که سهل باشد اگر یار مهربان داری
۹	وصال دوست گرت دست مید هد روزی	برو که هرچه مرادست در جهان داری
۱۰	چو ذکر لعل لبت میکنم خرد گوید	حدیث با شکرست اینکه در دهان داری

(۱۱)

چو گل بدامن ازین باغ می بری حافظ
چه غم ز ناله و فریاد باغبان داری

(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ جتنی مرادیں جہاں میں ہیں۔ جب تجھے حاصل ہیں تو مجھ زار و ناتواں کے حال کا تجھے کیا فکر ہے۔

(۲) ترجمہ۔ مجھ سے جان اور دل مانگ اور جلدی لے لے۔ کیونکہ آزاد لوگوں (عاشقوں) کے سر پر تیرا حکم جاری ہے۔

روان جلد۔ فوراً۔ روان جاری۔

(۳) ترجمہ۔ شراب پی کہ تو سبکروح اور لطیف اندام ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ تو حالتِ خمار میں ہے

(۴) ترجمہ۔ تیرے چہرے کے بیاض کو نقش کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ تو ارغواں میں خط مشکیں کی سیاہی رکھتا ہے۔

ارغوان سے مراد سُرخ چہرہ۔ خطِ مشکیں یعنے خطِ سبز۔ مطلب یہ ہے کہ خط سبز کے علاوہ تیرے چہرے پر اور کسی نقش و نگار کی ضرورت نہیں۔

(۵) ترجمہ۔ تیری کمر نہیں ہے۔ اور میں حیران ہوں کہ ہر وقت حسینوں کے مجمع میں تو سرداری کرتا ہے۔

میاندار سردار۔ دو کشتی گیروں کے ساتھ تیسرا آدمی جو اُن کو علیحدہ علیحدہ کرے۔

میاں۔ میاں اور میانداری کی رعایت ظاہر۔

(۶) ترجمہ۔ اس سے زیادہ عتاب اور جور میرے دل پر نہ کر۔ (اس کے علاوہ) جو کچھ تو کر سکتا ہے کر کہ تیرا اختیار ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اگر لاکھ تیر جفا بھی تیرے قبضہ میں ہوں۔ تو ان تمام کو تو مجھ ناتوان کے قصد پر کمان میں رکھتا ہے۔

یعنے جتنے ظلم ہیں تو مجھ پر ہی کرتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ ہمیشہ رقیبوں کے ظلم کو برداشت کر اور دل کو خوش رکھ۔ کیونکہ تیرا یار مہربان ہو تو یہ باتیں آسان ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اگر کسی روز معشوق کا وصال تجھے حاصل ہو جائے۔ تو جا کہ دُنیا میں جتنی مرادیں ہیں تجھے حاصل ہو گئیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ جب میں تیرے لبِ لعل کا ذکر کرتا ہوں تو عقل کہتی ہے کہ تیرے مُنہ میں یہ بات ہے یا شکر ہے۔

یعنے تیرے لب لعل کے ذکر سے مُنہ بھی شیریں ہو جاتا ہے گویا منہ میں شکر ڈالی ہے۔

الٰہی میری زبان پر یہ کس کا نام آیا — کہ میری نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

(۱۱) ترجمہ۔ اے حافظ جب اس باغ سے تو دامن پھولوں سے بھر کر لے جا رہا ہے۔ تو باغبان کے نالہ و فریاد کا کیا غم ہے۔

غزل (۳۲)

تو نگر بر لب جوئی ز ہوس بنشینی	۱	ورنہ ہر فتنہ کہ بینی ہمہ از خود بینی

۲ بخدائی کہ توئی بندۂ بگزیدۂ او — کہ بجای من بیدل دگری نگزینی
۳ صبر بر جور رقیباں چہ کنم گر نہ کنم — عاشقاں را نبود چارہ بجز مسکینی
۴ ادب و شرم ترا خسرو مہرویاں کرد — آفرین بر تو کہ شایستۂ صد تحسینی
۵ عجب از لطف تو ای گل کہ نشینی با خار — ظاہرا مصلحت وقت دراں می بینی
۶ حیفم آید کہ خرامے بتماشای چمن — کہ تو خوشتر ز گل و تازہ تر از نسرینی
۷ گر امانت بسلامت ببرم باکی نیست — بیدلے سہل بود گر نبود بے دینی
۸ باد صبحی بہوایت ز گلستان برخاست — کہ تو خوشبو چو گل سوری و چوں نسرینی
۹ سخن بی غرض از بندۂ مخلص بشنو — ای کہ منظور بزرگان حقیقت بینی
۱۰ نازنینی چو تو پاکیزہ رخ و پاک نہاد — بہتر آنست کہ با مردم بد ننشینی
۱۱ شیشہ بازی سرشکم نگری از چپ و راست — گر بدیں منظر بینش نفسی بنشینی
۱۲ بعد ازیں ما و گدائی بسر منزل عشق — راہرو را نبود چارہ بجز مسکینی
۱۳ تو بدیں دلکشی و نازکی ای مایۂ حسن — لائق بزمگہ خواجہ جلال الدینی

(۱۴) سیل ایں اشک رواں صبر دل حافظ برد
بلغ الطاقۃ یا مدمع عینی بینی (۱۴)

(۱) ترجمہ۔ تو شاید ہوس کی وجہ سے نہر کے کنارے پر بیٹھا ہے ورنہ جو فتنے تو دیکھتا ہے سب تیرے ہی برپا کئے ہوئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ تجھے لبِ جو بیٹھ کر سرو اور سبزہ زار کے نظارہ کی کچھ ضرورت نہیں۔ کیونکہ تیرا قد خود ایک سرو ہے اور دُنیا میں جتنے فتنے ہیں سب تیرے قدِ بالا کے برپا کئے ہوئے ہیں۔ تیرا نہر کے کنارے پر بیٹھنا صرف ہوس کی وجہ سے ہے ورنہ سب نظارے تو اپنے اندر رکھتا ہے۔

ستمست گر ہوست کشد کہ بہ سیر سرو و سمن درآ — تو ز غنچہ کم ندمیدۂ درِ دل کشا بہ چمن درآ

اس شعر کی حاشیہ نویسوں اور شارحین نے مختلف شرحیں کی ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ تجھے اس خدا کی قسم ہے جس کا تو برگزیدہ بندہ ہے۔ کہ مجھ بیدل کی بجائے تو کسی غیر کو قبول نہ کریگا۔

یعنے مجھے چھوڑ کر اغیار کو اپنا دوست نہ بنا۔

(۳) ترجمہ۔ رقیبوں کے جور پر اگر صبر نہ کروں تو کیا کروں۔ عاشقوں کو مسکینی کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں۔

(۴) ترجمہ۔ ادب اور شرم نے تجھے حسینوں کا بادشاہ کر دیا۔ تجھ پر شاباش کہ تو بہت تعریف کے قابل ہے

(۵) ترجمہ۔ اے پھول تیری مہربانی پر تعجب ہے کہ تو کانٹے کے ساتھ بیٹھا ہے۔ بظاہر (معلوم ہوتا ہی کہ) تو نے مصلحتِ وقت اسی میں دیکھی ہے۔

گُل سے مراد معشوق اور خار سے مراد رقیب ہے۔

(۶) ترجمہ۔ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ تو باغ کی سیر کے لئے جائے۔ جب کہ تو خود پھول سے زیادہ خوبصورت اور نسرین سے زیادہ تر و تازہ ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اگر میں امانت کو سلامت لیجاؤں تو پھر کچھ ڈر نہیں۔ بیدلی تو معمولی بات ہے مگر بیدینی نہ ہونی چاہئے۔

امانت سے مراد وہ امانت جس کی تشریح شعر ۲/۵۵ میں گزری۔ مطلب یہ ہے کہ ہم بیشک عاشق ہیں اور بیدل۔ لیکن بیدلی جائز ہے البتہ زاہدانِ ریاکار کی بیدینی بُری ہے خدا اس سے بچائے۔

امانت جو ہمارے سپرد کی گئی ہے۔ اسے بسلامت لے جانا چاہیئے پھر کسی بات کا ڈر نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ صبح کی ہوا تیری آرزو میں باغ سے چلی کیونکہ تو گلِ سرخ اور نسرین کی طرح خوشبودار ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے کہ تو حقیقت میں بزرگوں کا منظورِ نظر ہے۔ اِس مخلص غلام کی بے غرض بات سُن۔

(۱۰) ترجمہ۔ تجھ جیسا پاکیزہ چہرے والا اور پاک طینت والا نازنین بہتر ہے کہ بُرے آدمیوں کے ساتھ نہ بیٹھے۔

(۱۱) ترجمہ۔ دائیں بائیں سے سب آنسوؤں کی شیشہ بازی دیکھے گا۔ اگر تو اس بینائی کے منظر میں تھوڑی دیر کے لئے بیٹھے۔

شیشہ بازی رقاصی کا ایک فن جس میں ناچنے والا شیشہ و صراحی گلاب سے بھر کر سر پر رکھتا ہے۔ اور ناچتا ہے اور باوجود حرکاتِ رقص کے شیشہ سر سے نہیں گرتا۔ اگر سر سے گر جائے تو اصُولی حرکات سے اُسے بازو یا گردن پر روک لیتا ہے۔ گرنے نہیں دیتا۔ (بہارِ عجم)

منظرِ بینش سے مراد آنکھ۔ مطلب صرف یہ ہے کہ میری آنکھوں میں بیٹھ کر مردمِ دیدہ

کی شیشہ بازی دیکھ یعنے میری اشکباری کا نظارہ کر۔

(۱۲) ترجمہ۔ اس کے بعد ہم ہونگے اور منزلِ عشق کی گداگری۔ راہرو کو مسکینی کے بغیر اور کچُھ چارہ نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ راہروِ عشق کو خواہ مخواہ مسکینی اختیار کرنی پڑتی ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ اے مایۂ حُسن تو اِس دلکشی اور نازکی کے ساتھ۔ خواجہ جلال الدین کی مجلس کے لائق ہے۔

جلال الدین۔ دیکھو شعری ۱۲/۲۴ مدح کی طرف گریز کیا ہے۔

(۱۴) ترجمہ۔ اِس اشکِ رواں کا سیلاب حافظ کے دل کا صبر لے گیا۔ اے آنکھ کی پُتلی دیکھ کہ طاقت کمال کو پُہنچ چکی ہے۔

بلغ۔ فعل ماضی۔ پُہنچ گئی۔ کمال کو پُہنچ گئی۔ انتہا کو پُہنچ گئی۔ **دمع** گوشۂ چشم یا مردمِ چشم مردمِ چشم کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ تیرے آنسوؤں کے سیلاب نے خانۂ صبر کو برباد کر دیا ہے اب صبر کی طاقت نہیں رہی۔ تاب و طاقت کی انتہا ہو چکی ہے۔

غزل (۳۳)

جان فدای تو کہ ہم جانی و ہم جانانی	۱	ہر کہ شد خاک درت رست ز سرگردانی
سرسری از سر کوی تو نیارم برخاست	۲	کار دشوار نگیرند بدین آسانی
خام را طاقت پروانۂ پرسوختہ نیست	۳	نازکان را نرسد شیوۂ جان افشانی
بی تو آرام گرفتن بود از ناکامی	۴	با تو گستاخ نشستن بود از حیرانی
فاش کردند رقیبان تو سر دل من	۵	چند پوشیدہ بماند خبر پنہانی
تا بماند تر و شاداب نہالِ قد تو	۶	واجب آنست کہ بر دیدۂ ما بنشانی
در خم زلف تو دیدم دل خود را روزی	۷	گفتمش چونی و چون می رہی ای زندانی
گفت آری چہ کنی گر نبری رشک بمن	۸	ہر گدا را نبود مرتبہ سلطانی

(۹) راستی حد تو حافظ نبود صحبت ما
بس اگر بر سر این کوی کنی سگبانی (۹)

(۱) ترجمہ۔ جان تجھ پر فدا ہو کہ تو جان بھی ہے جاناں بھی ہے۔ جو شخص تیرے دروازہ کی خاک ہو گیا سرگردانی سے چھوٹ گیا۔

(۲) ترجمہ۔ تیرے کوچہ سے میں آسانی سے نہیں اٹھ سکتا۔ ایسا مشکل کام اتنی آسانی سے نہیں ہو سکتا۔

(۳) ترجمہ۔ خام طبع آدمی کو پر سوختہ پروانے کی سی طاقت نہیں ہوتی۔ نازک مزاجوں میں جان افشانی کا شیوہ نہیں ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ جان دینا پختگانِ عشق کا کام ہے۔ خام طبع لوگ پروانہ کی طرح جان نہیں دے سکتے۔

(۴) ترجمہ۔ تیرے بغیر آرام کرنا ناکامی کی بات ہے اور تیرے ساتھ گستاخ بیٹھنا حیرانی کی بات ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے رقیبوں (دربانوں) نے میرے دل کا راز فاش کر دیا۔ پوشیدہ خبر کب تک چھپی رہ سکتی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ تاکہ تیرے قد کا درخت تر و تازہ رہے واجب ہے کہ تو اسے ہماری آنکھوں پر لگائے۔

قدِ معشوق کو سرو سے اور اپنی آنکھ کو نہر سے تشبیہ دی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ ایک دن میں نے اپنے دل کو تیری زلف کے خم میں دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ اے قیدی تو کیسا ہے اور کس طرح رہا ہو سکتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں اگر تو مجھ پر رشک نہ کرے تو کیا کرے۔ ہر ایک گداگر کو بادشاہی کا مرتبہ نہیں مل سکتا۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ خواجہ صاحب کے سوال پر دل نے جواب دیا کہ میں تو زلفِ محبوب میں گرفتار ہو کر بادشاہ ہو گیا تو کیوں رشک کرتا ہے۔ تجھے یہ مرتبہ کہاں نصیب ہو سکتا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ سچ تو یہ ہے کہ ہماری صحبت تیرے منصب کے کب لائق ہے۔ یہی کافی ہے کہ تو ہمارے کوچہ میں سگبانی کرے۔

یہ شعر معشوق کا مقولہ ہے۔

غزل (۳۴)

جای حضور و گلشن امن است این سرای	۱	زین در بشادمانی عیش و طرب در آی

ای کاخ دولتی تو چه کاخی که مدرجست	۲	در شاخسار گلشن تو سایهٔ همائے
هر صبح در هوای درت میکند صبوح	۳	جمشید تخت چرخ بجام جهان نمائے
باد تو همچو آتش موسیٰ خجسته پے	۴	خاک تو همچو آب خضر زندگی فزائے
فرخنده نو گل تو چمن را حیات ده	۵	جعد بنفشهٔ تو صبا را گره کشائے
مرغول سنبل از دم کوی تو خوش نسیم	۶	زلف صبا ز خاک جناب تو مشکسائے
خورشید در هوائے تو چوں ذره پای کوب	۷	جمشید در حریم تو چوں بندگان بپائے

(۸)	حافظ مقیم در گه او باش و عیش کن کاندر بهشت بهتر ازیں گوشه نیست جائے	(۸)

(۱) ترجمہ ۔ یہ مکان جائے حضور اور گلشنِ امن ہے ۔ اس دروازہ سے عیش وطرب کی خوشی میں داخل ہو
سرا سے مراد سرائے محبوب ۔

(۲) ترجمہ ۔ اے محلِ دولت تو کیا محل ہے کہ تیرے باغ کی ٹہنیوں میں ہما کا سایہ گذرتا ہے ۔
مدرج ۔ جائے رفتن وگذشتن ۔ راہ ۔ مطلب یہ ہے کہ اے معشوق کے محل تیرا رُتبہ کتنا بلند ہے کہ تیرے ساتھ جو پائیں باغ ہے اس کے درختوں کی ٹہنیوں میں ہما کا سایہ ہے ۔ یعنے جو تیرے باغ کے درختوں کے سایہ کے نیچے بیٹھا وہ گویا بادشاہ بن گیا ۔

(۳) ترجمہ ۔ ہر صبح تیرے دروازہ کی آرزو میں تختِ فلک کا جمشید جامِ جہان نما سے شرابِ صبح پیتا ہے ۔
مطلب یہ ہے کہ ہر صبح تیری آرزو میں آفتاب جامِ صبوحی پیتا ہے ۔

(۴) ترجمہ ۔ تیری ہوا آتشِ طور کی طرح مُبارک قدم ہے اور تیری خاک آبِ حیات کی طرح جان بخش ہے ۔
آتشِ موسےٰ سے مراد وہ نور جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کو کوہِ طور سے نظر آیا ۔ اس شعر میں چہار عناصر آب و آتش ۔ خاک ۔ باد کی رعایت قابلِ داد ہے ۔

(۵) ترجمہ ۔ تیرا نیا مُبارک پھُول باغ کو زندگی بخشتا ہے ۔ اور تیری زُلف کا پیچ وخم بادِ صبا کی گرہ کشائی کرتا ہے ۔
فرخندہ نوگل سے مرادِ گلِ رُخسار ۔

(۶) ترجمہ۔ سنبل کے پیچدار بال تیرے کوچہ کی ہوا سے خوشبودار ہو گئے ہیں۔ اور صبا کی زُلف تیرے دربار کی خاک سے معنبر ہو گئی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ آفتاب تیری آرزو میں ذرہ کی طرح ناچ رہا ہے اور جمشید تیرے دربار میں غلاموں کی طرح کھڑا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ اس کی درگاہ میں مقیم ہو اور عیش کر کیونکہ اس گوشہ سے بہتر بہشت میں بھی کوئی جگہ نہیں ہے۔

غزل (۳۵)

چو سرو گر بخرامی دمے بگلزارے	۱	خورد ز غیرت روی تو ہر گلے خارے
ز کفر زلف تو ہر حلقۂ و آشوبے	۲	ز سحر چشم تو ہر گوشۂ و بیمارے
نثار خاک رہت نقد جان ما ہرچند	۳	کہ نیست نقد روان را بر تو مقدارے
مرو چو بخت من ای چشم مست یار بخواب	۴	کہ در پی ست ز ہر سوت آہ بیدارے
دلا ہمیشہ مزن لاف زلف دلبندان	۵	چو تیرہ رای شدی کی کشایدت کارے
سرم برفت و زمانی بسر نرفت ایں کار	۶	دلم گرفت و نبودت سر گرفتارے

(۷)	چو نقطہ گفتمش اندر میان دائرہ آی بخندہ گفت کہ حافظ برو چہ پرکارے	(۷)

(۱) ترجمہ۔ اگر سرو کی طرح تھوڑی دیر کے لئے تو باغ میں خراماں ہو۔ تو تیرے چہرہ کی غیرت سے ہر ایک پھول خار کھائے۔

	رشکِ قدِ تو اے چمن آرا شکستہ است		از سرو ہا بسینۂ گلشن خدنگہا	(بینش)
	از اسیر اے باغباں گلہای رعنا را بگو		خارِ خجلت در جگر لافِ نزاکت مشکل ست	(جلال اسیر)

(۲) ترجمہ۔ تیری زلف کے کفر سے ہر حلقہ میں آشوب ہے۔ تیری آنکھ کے جادو سے ہر گوشہ میں ایک بیمار پڑا ہے۔

زُلف و حلقہ و آشوب اور چشم و گوشہ و بیمار کی رعایت قابلِ صد تحسین و آفرین ہے

(۳) ترجمہ۔ ہماری جان کی نقدی تیرے راستہ کی خاک پر قربان ہو۔ اگرچہ جان کی نقدی کی تیرے سامنے کچھ قدر و قیمت نہیں

نقد رواں۔ مروجہ سکہ کو بھی کہتے ہیں لہذا نقد جان اور نقد رواں کی رعایت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ اے معشوق کی مست آنکھ میرے بخت کی طرح سو نہ جا۔ کیونکہ ہر طرف سے بیداروں (عاشقوں) کی آہیں تیرے درپے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ اے دل ہمیشہ معشوقوں کی زلف کی لاف نہ مار۔ جب تو تیرہ رای ہوگیا تو کشایش کار کب ہو سکتی ہے۔

زلف اور تیرہ کی رعایت ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ اگر زلف کا سودا ہوگیا تو پھر کشایش کار مشکل ہو جائیگی۔

(۶) ترجمہ۔ میرا سر چلا گیا اور کام تھوڑی دیر کے لئے بھی سرانجام نہ ہوا۔ میرا دل منقبض ہوگیا اور تجھے کسی اسیر کا خیال تک بھی نہیں۔

گرفتار سے مراد خود خواجہ صاحب۔

(۷) ترجمہ۔ میں نے اسے کہا کہ نقطہ کی طرح دائرہ کے اندر آجا۔ اس نے ہنس کر جواب دیا کہ اے حافظ پرکار کی طرح باہر چلا جا۔

سوال و جواب بہت اچھا ہے۔ احباب کا حلقہ ہے خواجہ صاحب معشوق کو کہتے ہیں کہ نقطہ مرکز کی طرح اس دائرہ میں آجا۔ جواب ملتا ہے کہ آپ خط محیط کی طرح دائرہ سے باہر ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ دائرہ مرکز عین درمیان اور خط محیط عین باہر ہوتا ہے۔ پرکار کا بھی ایک پاؤں مرکز پر اور دوسرا محیط پر ہوتا ہے۔

غزل (۳۷۶)

چون در جہاں خوبی امروز کامگاری	۱	شاید کہ عاشقان را کامی ز لب برآری
با عاشقان بیدل تا چند ناز و عشوہ	۲	بر بیدلان مسکین تا کی جفا و خواری
تا چند ہمچو چشمت در عین ناتوانی	۳	تا چند ہمچو زلفت در تاب و بیقراری
جوریکہ از تو دیدم دردی کہ از تو بردم	۴	گر شمۂ بدانی شاید کہ رحمت آری
از بادہ وصالت گر جرعۂ بنوشم	۵	تا زندہ ام نورزم آیین ہوشیاری
در ہجر ماندہ بودم باد صبا رسانید	۶	از بوستان وصلت بوی امیدواری

ما بندہ ایم و عاجز تو خواجہ و قادر	۷	گر میکشی بزورم ور میکشی بزاری
دکان عاشقی را بسیار مایہ باید	۸	دلہای ہمچو آتش چشمان رود باری
گرچہ ببوی وصلت در حشر زندہ گردم	۹	سر بر نیارم از خاک از روی شرمساری
(۱۰)	آخر ترحمی کن بر حال زار حافظ تا چند ناامیدی تا چند خاکساری	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ چونکہ حسن کے جہاں میں تو آج کامیاب ہے۔ اس لیے چاہیئے کہ تو لب سے عاشقوں کی مطلب برای بھی کرے۔

(۲) ترجمہ۔ بیدل عاشقوں کے ساتھ کب تک ناز و عشوہ کریگا۔ مسکین بیدلوں پر کب تک ظلم اور خواری کریگا۔

(۳) ترجمہ۔ تیری آنکھ کی طرح ہم کب تک عین ناتوانی میں رہیں گے۔ اور تیری زُلف کی طرح کب تک پیچ و تاب اور بیقراری میں رہیں گے۔

چشم اور عین میں صنعت ایہام ہے چشم بیمار کی ناتوانی ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ جو ظلم میں نے تجھ سے دیکھا ہے اور جو درد میں نے تجھ سے اُٹھایا ہے اگر تجھے اس کا تھوڑا سا علم بھی ہوجائے تو شاید تو ہم پر رحم کرے۔

(۵) ترجمہ۔ اگر تیرے وصال کی شراب میں ایک گھونٹ پی لوں تو جب تک زندہ ہوں ہوشیاری کی طرز اختیار نہ کروں۔

(۶) ترجمہ۔ میں ہجر میں ناتواں ہوگیا تھا کہ بادِ صبا تیرے وصل کے باغ سے اُمید کی بو لائی۔

(۷) ترجمہ۔ ہم غلام ہیں اور عاجز تو مالک ہے اور قادر۔ اگر تو زور سے مجھ کھینچ لے یا زاری سے مجھی قتل کردے۔ (تیرا اختیار ہے)

(۸) ترجمہ۔ عاشقی کی دکان میں بہت سا سرمایہ چاہیئے۔ آگ کی طرح دل اور نہر کی طرح آنکھیں۔

مطلب یہ ہے کہ عشق میں دلِ سوزاں اور چشم گریاں ضروری ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اگرچہ میں تیرے وصل کی اُمید پر حشر کے روز زندہ ہوجاؤں گا۔ لیکن شرمساری کی وجہ سے خاک سے سر نہیں اُٹھاؤں گا۔

شرمساری بوجہ کم بضاعتیِ سرمایۂ اعمال۔

(۱۰) ترجمہ۔ حافظ کے حالِ زار پر آخر رحم کر۔ یہ ناامیدی اور یہ خاکساری کب تک ہوگی۔

غزل (۳۷)

auspicious

چہ بودی ار دلِ آن ماہ مہربان بودے	۱	کہ کار ما نہ چنین بودی ار چنان بودے
بگفتمے بچہ ارزد نسیم طرۂ دوست	۲	گرم بہر سرِ موئی ہزار جان بودے
براتِ خوشدلی ما چہ کم شدی یارب	۳	گرش نشان امان از بد زمان بودے
گرم زمانہ سرافراز داشتی و عزیز	۴	سریرِ عزتم آن خاک آستان بودے
خیال اگر نشدی سد آب دیدۂ من	۵	ہزار چشمہ بہر گوشۂ روان بودے
کسی بکوی ویم کاشکے نشان دادے	۶	کہ تا فراغتی از باغ و بوستان بودے
برخ چو مہر فلک بی نظیر آفاق ست	۷	بدل دریغ کہ یک ذرہ مہربان بودے
ز پردہ کاش برون آمدی چو قطرۂ اشک	۸	کہ بر دو دیدۂ ما حکم او روان بودے

(۹) اگر نہ دائرۂ عشق راہ بربستی
چو نقطہ حافظ بیدل دران میان بودے (۹)

(۱) ترجمہ۔ اس ماہوش کا دل اگر مہربان ہوتا تو کیا ہوتا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہمارا حال اس طرح (ابتر) نہ ہوتا۔

(۲) ترجمہ۔ اگر میرے ہر ایک بال کے ساتھ ہزار ہزار جانیں ہوتیں۔ تو میں بتاتا کہ معشوق کی زلف کی خوشبو کی کیا قیمت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میں صرف ایک جان رکھتا ہوں۔ لیکن یہ ایک جان زلفِ محبوب کی خوشبو کی ہم قیمت نہیں ہوسکتی البتہ اگر میرے ہر ایک بال کے ساتھ ہزار ہزار جانیں ہوتیں تو وہ تمام مل کر البتہ زلفِ یار کی نسیم کی ہم قیمت ہوسکتیں۔ دیکھو شعر (ی ۲/۳)

(۳) ترجمہ۔ اے خدا کیا کمی ہوجاتی اگر ہماری خوشدلی کی برات کو زمانہ کے ہاتھ سے امان کا پروانہ مل جاتا۔

برات۔ حصہ۔ ہنڈی۔ چک۔ "برات خوشدلی ما" کا "چہ کم شدے" کے ساتھ کوئی نحوی تعلق نہیں۔ **نشان امان**۔ امان کا پروانہ۔ قتل عام کے موقعہ پر جس شخص کو نشان امان دیا جائے وہ ہر قسم کے تعارض سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر حوادثِ زمانہ سے ہماری خوشدلی کو امان مل جائے تو خدا کے خزانہ میں کیا کمی واقع ہو سکتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اگر زمانہ مجھے سرفراز اور مغرور رکھتا۔ تو اُس آستانہ کی مٹی میری عزت کا تخت ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ آستانِ محبوب کی خاک میرے لئے عزت کا تخت ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اگر (تیرا) خیال میرے آنسوؤں کے سدِ راہ نہ ہوتا۔ تو ہر طرف ہزاروں چشمے جاری ہو جاتے۔

(۶) ترجمہ۔ افسوس کہ کوئی شخص مجھے اِس کوچہ کی راہ بتاتا۔ تاکہ مجھے باغ و بوستان کی ضرورت نہ رہتی۔

یعنے اُس کا کوچہ ہی میرے لئے باغ و بوستان ہو جاتا۔

(۷) ترجمہ۔ چہرے کے لحاظ سے تو وہ آفتابِ فلک کی طرح تمام جہاں میں بے نظیر ہے۔ افسوس کہ دل میں بھی وہ ذرہ بھر مہربان ہوتا۔

مہر و ذرہ اور مہربان کی رعایت ظاہر۔ دیکھو شعر الف ۱/۲

(۸) ترجمہ۔ افسوس کہ وہ کبھی آنسو کے قطرہ کی طرح پردہ سے باہر نکلتا۔ تاکہ ہماری دونوں آنکھوں پر اس کا حکم جاری ہوتا۔

(۹) ترجمہ۔ اگر عشق کا دائرہ رستہ بند نہ کر دیتا۔ تو بیدل حافظ نقطہ (مرکز) کی طرح اس کے درمیان ہوتا۔

غزل (۳۸)

چہ قامتی کہ ز سر تا قدم ہمہ جانی	۱	چہ صورتی کہ بہیچ آدمی نمی مانی
نہ صورتی کہ گل گلستان فردوسی	۲	نہ قامتی کہ سہی سرو باغ و بستانی
بسی حکایت حسنت شنیدہ ام جاناں	۳	کنون کہ دیدمت الحق ہزار چندانی
تنم چو چشم تو دارد نشان بیماران	۴	دلم چو زلف تو دارد سر پریشانی
ز جستجوی تو ننشینم ار چہ ہر نفسم	۵	میان خون دل و آب دیدہ بنشانی
ز خاک پای عزیز تو سر نگر دانم	۶	گرم ز دست فراقت بسر بگردانی
تو چون سپہر جفا پیشہ وا عوا لم ہٗ	۷	چو روزگار نہادہ است رو بویرانی

(۸)	زروی لطف وترحم چرانہ بخشائی چو درد و محنت حافظ یقین ہمیدانی	(۸)

(۱) ترجمہ۔ تیرا قد کیا ہے کہ سر سے قدم تک تو عین جان ہے۔ تیری صورت کیسی ہے کہ کسی آدمی سے مشابہ نہیں۔

یعنے تمام دُنیا سے زیادہ حسین ہے۔ کوئی آدمی تیرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(۲) ترجمہ۔ تیری صورت کیا ہے باغ بہشت کا ایک پھول ہے۔ تیرا قد کیا ہی باغ و بستان کا سروسہی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اے جانان میں نے تیرے حسن کی بہت حکائیتیں سُنی ہیں۔ اب کہ میں نے تجھے دیکھا ہے۔ فی الحقیقت تو اس سے ہزار چند حسین ہے

یعنے جیسا سُنا تھا اس سے ہزار چند زیادہ پایا۔

(۴) ترجمہ۔ میرا جسم تیری آنکھ کی طرح بیماری کی نشانی رکھتا ہے۔ میرا دل تیری زُلف کی طرح پریشان ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میں تیری جستجو نہیں چھوڑونگا اگرچہ ہر دم تو مجھے دل کے خون اور آنکھوں کے پانی کے درمیان بٹھائے۔

یعنے ہرچند میرا دل خون ہو اور آنکھیں اشکبار لیکن تیری طلب سے باز نہیں آؤنگا۔

(۶) ترجمہ۔ میں تیری گرامی قدر خاکِ پا سے سر نہیں اُٹھاؤنگا۔ اگرچہ تو مجھے فراق کے ہاتھ سے سرگردان رکھے۔ (یا قربان کردے)

بسر گردیدن یا بسر کسے گردیدن۔ کسی پر قربان ہو جانا۔

(۷) ترجمہ۔ تو آسمان کی طرح ستم پیشہ ہے اور میری حالت زمانہ کی طرح رُو بویرانی ہے۔

(۸) ترجمہ۔ لُطف و ترحم سے تو کیوں مہربانی نہیں کرتا۔ جب کہ حافظ کے درد اور محنت کو یقینی جانتا ہے۔

غزل (۳۹)

گر بہ پیرانہ سرم دست دہد ماوائی	۱	خوشتر از کوی خرابات نباشد جائی
شیشۂ بادہ و کنجے و رُخ زیبائی	۲	آرزو میکنم واز تو چہ پنہان دارم

جای من دیر مغانست و مروج وطنی	۳	رای من روی بتانست و مبارک رائی
چہ کنی گوش کہ در دہر چو من شیدا نیست	۴	نیست این جز سخن بوالہوس خود رائی
صنما غیر تو در خاطر ما کے گنجد	۵	کہ مرا نیست بغیر از تو زکس پروائی
بادب باش کہ ہرگز نتواند گفتن	۶	سخن دیر مگر برہمنے دانائی
(۷)	رحم کن بر دل مجروح خراب حافظ زانکہ ہست از پی امروز یقین فردائی	(۷)

(۱) ترجمہ۔ کوئے خرابات سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگر پیرانہ سری میں مجھے کوئی ایسا ٹھکانا مل جائے۔

(۲) ترجمہ۔ تجھ سے کیا چھپاؤں کہ مجھے شیشۂ شراب۔ گوشۂ خلوت اور ایک حسین کے چہرہ کی آرزو ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میری جگہ دیر مغان ہے اور یہ ایک مروجہ وطن ہے۔ میری رائے معشوقوں کا چہرہ ہے اور یہ ایک مبارک رائے ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تو کیا سنتا ہے کہ زمانہ میں مجھ جیسا کوئی شیدا نہیں۔ یہ صرف کسی بوالہوس خود رائے آدمی کی بات ہے۔

یعنے اگر تجھے کوئی کہے کہ مجھ جیسا کوئی شیدا نہیں تو اس کی بات پر توجہ نہ کر کیونکہ وہ بوالہوس اور خود رائے ہے۔ تجھ پر ہزاروں شیدا ہیں۔ جو ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ اے معشوق تیرے بغیر اور کوئی ہمارے دل میں کب سما سکتا ہے۔ کیونکہ مجھے تیرے بغیر اور کسی کی پرواہ نہیں ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ادب سے رہ کیونکہ دیر کی باتیں کسی دانا برہمن کے بغیر اور کون بتا سکتا ہے۔

برہمنوں کی دانائی ضرب المثل ہے۔ اور خاص کر دیر کے معاملات میں۔ یہاں برہمن سے مراد پیرِ مغاں۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ کے خراب مجروح دل پر رحم کر۔ کیونکہ آج کے بعد یقیناً کل بھی آئیگا۔

فردا سے مراد فردائے قیامت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت یقینی ہے۔ جہاں اپنے افعال و اعمال کا جواب دینا ہوگا۔ اس لئے تجھے چاہیئے کہ ہمارے مجروح دل پر رحم کرے ورنہ روزِ قیامت کیا جواب دے گا۔

غزل (۴۰)

خوش کرد یاوری فلکت روز داوری	۱	تا شکر چون کنی و چه شکرانه آوری
در کوی عشق شوکت شاهی نمے خرند	۲	اقرار بندگے کن و دعوی چاکری
آنکس کہ او فتاد خدایش گرفت دست	۳	پس بر تو باد تا غم افتادگان خوری
ساقی بمژدگانی عیش از درم درآ	۴	تا یک دم از دلم غم دنیا بدر بری
در شاہراه جاه و بزرگی خطر بسے ست	۵	آن بہ کزین کریوه سبکسار بگذری
سلطان و فکر لشکر و سودای تاج و گنج	۶	درویش و امن خاطر و کنج قلندری
نیل مراد بر حسب فکر و ہمت ست	۷	از شاه نذر خیر و ز توفیق یاوری
یک حرف صوفیانہ بگویم اجازت ست	۸	ای نور دیده صلح بہ از جنگ داوری

(۹)	حافظ غبار فقر و قناعت ز رخ مشوے کاین خاک بہتر از عمل کیمیاگرے	(۹)

(۱) ترجمہ۔ آسمان نے انصاف کے دن تیری خوب مدد کی۔ دیکھئے تو شکر کس طرح کرتا ہے اور کیا شکرانہ لاتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ عشق کے کوچہ میں بادشاہی شوکت کو کوئی نہیں پوچھتا۔ بندگی کا اقرار کر اور نوکری کا دعویٰ۔

(۳) ترجمہ۔ جو شخص گرتا ہے خدا اُس کا ہاتھ پکڑتا ہے۔ پس تجھ پر لازم ہے۔ کہ تو گرے ہوؤں کی غمخواری کرے۔

(۴) ترجمہ۔ اے ساقی عیش کی خوشخبری کے انعام میں تو میرے دروازے کے اندر آ۔ تاکہ تھوڑی دیر کے لئے میرے دل سے تو دُنیا کا غم دور کر دے۔

(۵) ترجمہ۔ جاه و بزرگی کے رستے میں بہت خطرے ہیں۔ یہی بہتر ہے کہ اِس ٹیلہ سے تو سبکسار ہی گذر جائے۔

کریوه۔ ٹیلہ۔

حق آنیست وصاحبدلاں بشنوند سبکسار مردم سبکتر روند

(۶) ترجمہ۔ بادشاہی کے ساتھ لشکر کا فکر اور تاج و گنج کا سودا لگا ہے۔ اور درویش کو دلجمعی اور گوشۂ قلندری نصیب ہے۔

چہ آزادند درویشاں ز آسیب گرانباری چہ محتاجند سلطانان باسباب جہانبانی

بدا سلطانیا کو را بود رنج دل آشوبی خوشا درویشیا کو را بود گنج تن آسانی

پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی کہ سلطانیست درویشی و درویشی ست سلطانی

(۷) ترجمہ۔ فکر و ہمت کے مطابق مراد حاصل ہے۔ بادشاہ سے نذرِ خیر ہے اور توفیق سے مددگاری (حاصل ہے)

نیل پانا۔ حاصل کرنا۔ پہنچنا۔

(۸) ترجمہ۔ اگر اجازت ہو تو میں ایک صوفیانہ بات کہتا ہوں کہ اے آنکھوں کے نور! بادشاہی جنگ سے صلح بہتر ہے۔

(۹) ترجمہ۔ اے حافظ فقر اور قناعت کے غبار کو دل سے نہ دھو۔ کیونکہ یہ خاک عمل کیمیاگری سے بہتر ہے۔

غزل (۴۱)

۱ در ہمہ دیر مغان نیست چو من شیدائی خرقہ جائے گرو بادہ و دفتر جائی

۲ دل کہ آئینۂ شاہی ست غباری دارد از خدا می طلبم صحبت روشن رائی

۳ کردہ ام توبہ بدست صنمی بادہ فروش کہ دگر مے نخورم بی رخ بزم آرائی

۴ جو ہیا بستہ ام از دیدہ بدامان کہ مگر در کنارم بنشانند سہی بالائی

۵ سِر این نکتہ مگر شمع برآرد بزبان ورنہ پروانہ ندارد ز سخن پروائی

۶ کشتی بادہ بیاور کہ مرا بی رخ دوست گشتہ ہر گوشۂ چشم از غم دل دریائی

۷ سخن غیر مگو با من معشوقہ پرست کز وی و جام میم نیست بکس پروائی

۸ نرگس ار لاف زد از شیوہ چشم تو مرنج نروند اہل نظر از پے نابینائی

۹ق این حدیثم چہ خوش آمد کہ سحرگہ میگفت بر در میکدۂ با دف و نی ترسائی

گر مسلمانی ہمیں است کہ حافظ دارد
آہ اگر از پئے امروز بود فردائی

(۱) ترجمہ۔ تمام دیرِ مغاں میں مجھ جیسا اور کوئی شیدائی نہیں۔ خرقہ ایک جگہ رہن شراب پڑا ہے۔ اور کتاب ایک جگہ۔

(۲) ترجمہ۔ دل جو شاہی آئینہ ہے غبار آلود ہے میں خدا سے کسی روشن رائے والے شخص کی صحبت طلب کرتا ہوں۔ تاکہ وہ میرے آئینۂ دل کو غبار سے صاف کر دے

(۳) ترجمہ۔ میں نے ایک شراب فروش کے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ کہ آئندہ کبھی معشوقِ مجلس آرا کی موجودگی کے بغیر شراب نہیں پیوں گا۔

(۴) ترجمہ۔ میں نے آنکھوں سے اپنے دامن میں کئی نہریں جاری کی ہیں تاکہ شاید میرے پہلو میں کسی معشوقِ سرو قد کو بٹھا دیں۔
سرو کا برلبِ جو ہونا ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ اشکباری کر رہا ہوں۔ شاید معشوق مل جائے۔

(۵) ترجمہ۔ اس نکتہ کا بھید شاید شمع ہی زبان سے نکالے۔ ورنہ پروانہ کو بات کرنے کی کچھ پرواہ نہیں۔
سرِ این نکتہ سے مراد اسرارِ عشق و سوز۔

(۶) ترجمہ۔ شراب کی کشتی لاکہ معشوق کے فراق میں غم کی وجہ سے آنکھوں کے ہر گوشہ سے دریا جاری ہیں۔
کثرتِ گریہ کا اظہار کر کے طلبِ شراب کی ہے۔ دریا کے لئے کشتی کی ضرورت ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ مجھ معشوق پرست کے ساتھ اغیار کی باتیں نہ کر۔ کیونکہ مجھے معشوق اور جامِ شراب کے سوا اور کسی کی پرواہ نہیں۔

(۸) ترجمہ۔ نرگس نے اگر تیری آنکھ کے شیوہ کی برابری کا دعویٰ کیا ہے تو ناراض نہ ہو کیونکہ اہلِ نظر اندھوں کی بات کی پرواہ نہیں کرتے۔
چشمِ نرگس کا نابینا ہونا ظاہر ہے۔

(۹) ترجمہ۔ یہ بات مجھے بہت پسند آئی کہ صبح کے وقت ایک ترسا دف و نے کے ساتھ شراب خانہ کے دروازہ پر کہہ رہا تھا۔

(۱۰) ترجمہ سکہ اگر مسلمانی یہی ہے جو حافظ رکھتا ہے۔ تو افسوس کہ آج کے بعد فردائے قیامت بھی ہو۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ دوسرا شعر ترسا کا مقولہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمانی یہی ہے۔ جو حافظ کی ہے تو اگر فی الحقیقت قیامت نمودار ہوئی تو کیا بنے گا اور حافظ جیسے مسلمان کیا جواب دیں گے۔ اِن دونو شعروں کے متعلق ایک واقعہ مشہور ہے۔ جو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۱۶ تا ۱۸ سوانحعمری پر درج ہے۔

غزل (۴۲)

۱ دو یار زیرک و از بادہ کہن دومنی　فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنی
۲ زتند باد حوادث نمیتواں دیدن　درین چمن کہ گلے بودہ است یا سمنی
۳ من ایں مقام بدنیا و آخرت ندہم　اگرچہ در پیم افتند خلق انجمنی
۴ ہر آنکہ کنج قناعت بگنج دنیا داد　فروخت یوسف مصری بکمترین ثمنی
۵ بیا کہ رونق ایں کارخانہ کم نشود　ز زہد ہمچو توئے یا ز فسق ہمچو منی
۶ نگار خویش بدست خساں ہمی بینم　چنیں شناخت فلک حق خدمت چو منی
۷ ببیں در آئینہ نقشبند صورت غیب　گرت ز ملک قناعت ہوس کند وطنی
۸ ازیں سموم کہ بر طرف بوستاں بگذشت　عجب کہ رنگ گلے ماند و بوی یاسمنی
۹ بصبر کوش تو ای دل کہ حق رہا نکند　چنیں عزیز نگینے بدست اہرمنی
۱۰ بگوشۂ بنشیں سرخوش و تماشا کن　زحادثات زمانی رخ شکر دہنی
۱۱ بروز واقعہ غم با شراب باید گفت　کہ اعتماد بکس نیست در چنیں زمنی
۱۲ مزاج دہر بتر شد دریں بلا آرے　کجاست فکر حکیمے و رای برہمنی

(۱۳) شنیدہ ام کہ سگاں را قلادہ می بندی　چرا بگردن حافظ نمی نہی رسنی (۱۳)

(۱) ترجمہ۔ دو عقلمند دوست ہوں اور پرانی شراب کے دو من۔ فراغت ہو۔ کتاب ہو اور باغ کا گوشہ ہو۔

مطلب یہ ہے کہ اگر یہ نعمتیں موجود ہوں تو پھر اور کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔ من۔ ایک معین وزن ہے۔ جو دو رطل کے برابر ہوتا ہے۔ یا ۲۸۰ درم کے برابر اور ایک درم ۳½ ماشہ کا ہوتا ہے اس حساب سے من گویا ایک سیر بارہ چھٹانک مروجہ کے برابر ہوا۔

(۲) ترجمہ۔ حوادث کی تند ہوا کی وجہ سے نہیں معلوم کر سکتے کہ اس باغ میں کوئی پھول ہوا ہے یا سمن۔

یعنے بادِ حوادث نے اس تمام باغ کو ویران کر دیا۔ دُنیا کی ناپائداری کا ذکر ہے۔

میرے آشیاں کے تو تھے چار تنکے — چمن اُڑ گیا آندھیاں آتے آتے (داغ)

(۳) ترجمہ۔ میں اس مقام کو دُنیا اور آخرت کے بدلے نہیں دیتا۔ اگرچہ لوگ گروہ در گروہ میرے پیچھے پڑ جائیں۔

اس مقام سے مراد مقامِ عشق۔

(۴) ترجمہ۔ جس شخص نے قناعت کے گوشہ کو دُنیا کے خزانہ کے بدلے دیدیا۔ اس نے گویا یوسفِ مصری کو بہت تھوڑی قیمت پر بیچ دیا۔

گنجِ قناعت کو یوسفِ مصری اور گنجِ دُنیا کو کمتر بن یمن کہا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اگر تجھ جیسوں کے زُہد یا مجھ جیسوں کے فسق سے اس کارخانہ کی رونق کم نہیں ہوتی۔

مطلب یہ ہے کہ آکر شراب پئیں کیونکہ دُنیا کے کارخانہ کی رونق نہ میرے فسق سے کچھ کم ہوتی اور نہ تیرے زہد سے کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر د ۱۲/۵)

(۶) ترجمہ۔ میں اپنے معشوق کو ناچیز لوگوں کے ہاتھ میں دیکھتا ہوں۔ آسمان نے مجھ جیسے (عاشقِ صادق) کی خدمت کا حق اچھا پہچانا ہے)

آسمان کی ناقدر شناسی کا شکوہ ہے۔ کہ ایک عاشقِ صادق کو محروم کر کے معشوق کو نااہل اغیار کے ہاتھ میں دیدیا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ نقش بنانے والے کے آئینہ میں صورتِ غیب کو دیکھ۔ اگر ہوس ملکِ قناعت میں تیرے لئے کوئی وطن بنائے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر ہوا و ہوس تجھے ملکِ قناعت میں جاگزیں ہونے دیں تو تیرا آئینۂ دل اس قدر

روشن اور صاف ہو جائیگا کہ غیب کی صورتیں بھی تجھے نظر آنے لگ جائیں گی۔ نقشبند سے مراد خدا۔ آئینہ نقشبند سے مراد دل۔

(۸) ترجمہ۔ اس سموم کی وجہ سے جو باغ میں سے ہو کر گذری۔ تعجب ہے اگر پھول کا رنگ اور یاسمن کی خوشبو باقی رہی ہو۔

مطلب یہ ہے کہ بادِ سموم نے تمام باغ کو ویران کر دیا۔ دیکھو شعر (۲) غزل ہذا

(۹) ترجمہ۔ اے دل صبر کرنے کی کوشش کر کیونکہ خدا ایسی قیمتی مہر کو دیو کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتا۔

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ فی الحال معشوق اغیار کے ہاتھ میں ہے لیکن خدا ایسی قیمتی چیز کو ایسے نااہل لوگوں کے پاس نہیں چھوڑتا آخر تیرا معشوق تیرے پاس آجائیگا۔ یہ شعر غزل ہذا کے شعر (۶) کا جواب ہے۔ اہرمن اور نگین میں حضرت سلیمان علیہ السّلام کے قصّہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ ایک گوشہ میں مست ہو کر بیٹھ اور حادثاتِ زمانہ سے (بے فکر ہو کر) کسی شیریں دہن معشوق کا چہرہ دیکھ۔

(۱۱) ترجمہ۔ تکلیف کے دن اپنا غم شراب سے بیان کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسے زمانہ میں کسی پر اعتبار نہیں۔

یعنے شراب کے بغیر اور کوئی محرم راز نہیں۔

(۱۲) ترجمہ۔ اس بلا میں دُنیا کا مزاج بگڑ گیا ہے ہاں کسی حکیم کی فکر اور کسی برہمن کی رائے کہاں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اہلِ دُنیا کے مزاج بگڑ چکے ہیں کوئی عارف ہو تو اِن کو درست کرے۔ برہمنوں کی دانائی ضرب المثل ہو گئی ہے اور فی الحقیقت اس قوم کے لوگ کسی زمانہ میں اعلےٰ درجہ کے حکیم تھے۔

(۱۳) ترجمہ۔ مَیں نے سُنا ہے کہ تو کتوں کو پٹے سے باندھتا ہے۔ پھر حافظ کی گردن میں کیوں رسّی نہیں ڈالتا۔

قلادہ۔ کتے یا اونٹ وغیرہ کے گلے کا پٹکا۔ گردن بندِ سگ و شتر۔

غزل (۱۴۳)

دیدم بخواب دوش کہ ماہی برآمدے	تا	کز عکس روی او شب ہجراں سرآمدے

۲ تعبیر رفت یار سفر کرده میرسد — ای کاش ہرچه زود ترانز در درآمدے
۳ ذکرش بخیر ساقی فرخنده فال من — کز در مدام با قدح و ساغر آمدے
۴ فیض ازل بزور و زر ار آمدی بدست — آب خضر نصیبۂ اسکندر آمدے
۵ آن عہد یاد باد که از بام و در مرا — ہر دم پیام یار و خط دلبر آمدے
۶ خوش بودی ار بخواب بدیدی دیار خویش — تا یاد صحبتش سوی ما رہبر آمدے
۷ آنکو ترا بسنگدلی گشت رہنموں — ای کاشکے که پاش بسنگی بر آمدے
۸ کی یافتی رقیب تو چندان مجال ظلم — مظلومی ار شبے بدر داور آمدے
۹ خامان ره نرفته چه دانند ذوق عشق — دریا دلی بجوے که دلبر بر آمدے
۱۰ جانہا نثار کردمے آن دلنواز را — گر ہمچو روح جلوه کنان در بر آمدے

(۱۱) گر دیگری بشیوهٔ حافظ زدی رقم — مقبول طبع شاه سخن پرور آمدے (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ کل رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک چاند نکلا۔ جس کے چہرہ کے عکس سے شب ہجر ختم ہوگئی۔

(۲) ترجمہ۔ (اس خواب کی) تعبیر یہ ہوئی کہ سفر پر گیا ہوا یار آتا ہے۔ اے کاش کہ وہ بہت جلد میرے دروازے سے اندر آجائے۔

یہ دونو شعر قطعہ بند ہیں۔ ہرچہ زود تر بمعنے بغایت زود تر۔ بہت جلدی نہایت جلدی۔

ہرچہ۔ بعض جگہ بمعنے بسیار استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً

گفتار تلخ زاں لب شیریں نہ در خور ست — خوش کن عبارتے کہ خطت ہرچہ خوشتر است (ظہیر فاریابی)

(۳) ترجمہ۔ ذکرش بخیر۔ میرا فرخندہ فال ساقی جو ہمیشہ دروازہ سے قدح و جام لے کر آتا تھا۔

(۴) ترجمہ۔ فیض ازل اگر زور اور زر سے ہاتھ آتا۔ تو آب حیات سکندر کی قسمت میں ہوتا۔

ظاہر ہے کہ اسکندر اعظم زور اور زر کے لحاظ سے خواجہ خضر علیہ السلام سے زیادہ تھا لیکن آبحیات سکندر کو نہیں بلکہ خضر کو ملا۔ زور و زر پر کچھ منحصر نہیں۔ خدا کا فضل چاہیئے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسی مضمون پر ہے۔

تہی دستانِ قسمت راچہ سود از رہبرِ کامل — کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

اسی مضمون پر نظامی گنجوی فرماتے ہیں۔

یکے ہاتف از غیب آواز داد — کہ روزی بہر کس خطے باز داد
سکندر کہ جُست آبِ حیواں ندید — بجستہ بخضر آبِ حیواں رسید
سکندر بتاریکی آرد شتاب — رہ روشنی خضر یابد بر آب
دویدن از پئے آنچہ روزی نبود — چو روزی نباشد دویدن چہ سود

(۵) ترجمہ۔ اس زمانہ کی یاد بخیر ہو کہ بام و در سے مجھے ہر وقت معشوق کا پیغام اور دلبر کا خط آتا تھا۔

(۶) ترجمہ۔ اچھا ہوتا اگر وہ خواب میں اپنا وطن دیکھتا۔ تاکہ صحبت کی یاد اسے ہماری طرف لے آتی۔

(۷) ترجمہ۔ وہ شخص جو سنگدلی سے تیرا رہنما بنا۔ کاش کہ اس کا پاؤں پتھر پر آتا۔

یعنے وہ شخص جو سنگدلی کی وجہ سے تجھے سفر میں لے جانے کے لئے تیرا رہنما بنایا۔ جس شخص نے تجھے سنگدلی کا رستہ دکھایا۔ کاش کہ وہ تکلیف اور مصیبت میں گرفتار ہوتا۔

پابسنگ برآمدن۔ بلا اور مصیبت میں گرفتار ہونا۔ محاورہ ہے۔

(۸) ترجمہ۔ تیرے رقیب کو ظلم کی کب اتنی مجال ہوتی۔ اگر کوئی مظلوم ایک رات بادشاہ یا خدا کے دروازہ پر جاتا۔

یعنے تیرا رقیب اتنا ظلم نہ کر سکتا اگر مظلوموں کو شکایت کا موقعہ مل جاتا۔

(۹) ترجمہ۔ رستہ نہ چلے ہوئے خام طبع لوگ عشق کی لذت کیا جانیں۔ دریا دلی ڈھونڈیئے تاکہ معشوق مل جائے۔

مطلب یہ ہے کہ معشوق کا وصال صرف اُن عاشقوں کو نصیب ہوتا ہے جو دریا دل ہوتے ہیں۔ خام طبع لوگوں کو جنہوں نے منازلِ عشق کی دشواریوں کو دیکھا بھی نہیں۔ وصال حاصل نہیں ہو سکتا۔

(۱۰) ترجمہ۔ میں اس دلنواز پر کئی جانیں قربان کرتا۔ اگر وہ روح کی طرح جلوہ دکھاتا ہوا میرے پہلو میں آتا۔

(۱۱) ترجمہ۔ اگر کوئی دوسرا شخص بھی حافظ کے شیوہ پر شعر کہہ سکتا تو سخن پرور بادشاہ کے مقبولِ طبع ہو جاتا۔

یہاں اپنی قادر الکلامی اور بادشاہ کی سخن شناسی کی تعریف کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سخن پرور بادشاہ

اس لئے میری قدر دانی کرتا ہے کہ میرے شعر بلند پایہ کے ہوتے ہیں اگر اور کوئی شخص بھی ایسے شعر لکھ سکتا تو بادشاہ اس کی قدر بھی کرتا۔

غزل (۴۴)

رفتم بباغ تا کہ بچینم سحر گلے	۱	آمد بگوش ناگہم آواز بلبلے
مسکین چو من بعشق گلی گشتہ مبتلا	۲	واندر چمن فگندہ بفریاد غلغلے
میگشتم اندراں چمن و باغ دمبدم	۳	میکردم اندراں گل و بلبل تأملے
چون کرد در دلم اثر آواز عندلیب	۴	گشتم چنانکہ ہیچ نماندم تحملے
بس گل شگفتہ میشود این باغ را ولے	۵	کس بے جفائے خار نچیدست ازو گلے
گل یار خار گشتہ و بلبل قرین عشق	۶	آں را تغیری نہ و این را تبدلے

(۷)	حافظ مدار امید فرح از مدار چرخ دارد ہزار عیب و ندارد تفضلے	(۷)

اس غزل کا مضمون مسلسل ہے۔ باغ میں جاکر گل و بلبل کے عشق سے عبرت حاصل کی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس فلکِ ناہنجار کے نیچے بلبل جیسے عاشق محروم اور کانٹے صحبتِ گل سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اہل کمال تکلیف میں ہیں اور جہال ناز و نعم سے بسر کرتے ہیں۔

(۱) ترجمہ۔ میں باغ میں گیا تاکہ صبح کے وقت پھول چنوں۔ ناگاہ ایک بلبل کی آواز میرے کانوں میں آئی۔

(۲) ترجمہ۔ وہ بیچاری میری طرح پھول کے عشق میں مبتلا تھی اور باغ میں نالہ و فریاد سے غلغلہ ڈالا تھا۔

(۳) ترجمہ۔ میں اس چمن اور باغ میں پھرتا تھا اور دمبدم اس بلبل اور پھول کے حالات پر غور کرتا تھا۔

(۴) ترجمہ۔ میرے دل پر جب عندلیب کی آواز نے اثر کیا۔ میں ایسا (بیقرار) ہوگیا کہ مجھ میں بالکل تاب و طاقت نہ رہی

(۵) ترجمہ۔ اس باغ میں بہت پھول کھلتے ہیں۔ لیکن کوئی شخص کانٹے کا ظلم برداشت کئے بغیر اس سے پھول نہیں چن سکتا۔

یعنی دُنیا میں بغیر تکلیف برداشت کرنے کی راحت نصیب نہیں ہوتی

(۶) ترجمہ۔ پھُول تو کانٹے کا دوست بنا ہے اور بلبل عشق میں مبتلا ہے نہ اس میں کوئی تبدیلی ہے نہ اس میں کچھ تغیر۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ آسمان کے دور سے فرحت کی اُمید نہ رکھ۔ کیونکہ اس میں ہزار عیب ہیں اور ایک ہُنر نہیں دارد کا فاعل چرخ۔ دورِ چرخ کے مظالم کا شکوہ ہے۔

غزل (۴۵)

روزگاریست کہ ما را نگران میداری	۱	مخلصان را نہ بوضع دگران میداری
گوشۂ چشم رضائی بمنت باز نشد	۲	اینچنیں عزت صاحب نظران میداری
نہ گل از داغ غمت رست نہ بلبل در باغ	۳	ہمہ را نعرہ زنان جامہ دران میداری
پدر تجربہ آخر توئی ای دل زچہ روے	۴	طمع مہر و وفا زیں پسران میداری
گرچہ رندی و خرابی گنہ ماست ولے	۵	عاشقی گفت کہ ما را تو بران میداری
جوہر جام جم از کان جہان دگرست	۶	تو تمنا زگل کوزہ گران میداری
کیسۂ سیم و زرت نیک ببایدپرداخت	۷	زیں تمنا کہ تو از سیمبران میداری
ای کہ در دلق ملمع طلبی ذوق حضور	۸	چشم سیری عجب از بی بصران میداری
چون توئی نرگس باغ نظرای چشم و چراغ	۹	سرچرا بر من دلخستہ گران میداری
دین و دل رفت ولی راست نمی آرم گفت	۱۰	کہ من سوختہ دل را تو بران میداری
تا صبا بر گل و بلبل ورق حسن تو خواند	۱۱	ہمہ را شیفتہ و دل نگران میداری
ساعد آن بہ کہ بپوشی چو تو از بہر نگار	۱۲	دست در خون دل پرہنران میداری

(۱۳)	مگذران روز سلامت بملامت حافظ چہ توقع زجہان گذران میداری	(۱۳)

(۱) ترجمہ۔ ایک زمانہ گذرا ہے کہ تو نے ہمیں انتظار میں رکھا ہے مخلصوں کو اغیار کی طرز میں بھی تو نہیں رکھتا۔

یعنے جتنی اغیار پر مہربانی ہے اتنی بھی ہم پر نہیں۔ یا یہ کہ ہمیں اغیار کی طرح نہیں رکھنا چاہیئے۔

(۲) ترجمہ۔ تو نے کبھی چشمِ رضا مجھ پر نہ کھولی۔ کیا تو صاحبِ نظر لوگوں کی یہی عزت کرتا ہے ؟۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے غم سے باغ میں نہ پھول چھوٹا ہے نہ بلبل۔ سب کو تو نے نعرہ زن اور جامہ در بنایا ہے۔

نعرہ زن کی نسبت بلبل سے اور جامہ دری کی نسبت گل سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گل و بلبل سب تجھ پر عاشق ہیں۔

زہجر او نہ ہمیں عندلیب نالاں است گل از فراق بہ جیبِ دریدہ میماند۔ (نعمت خاں عالی)

(۴) ترجمہ۔ اے دل تو بڑا تجربہ کار ہے۔ اِن لڑکوں سے مہر و فا کی امید کس طرح رکھتا ہے۔

پدر تجربہ۔ صاحب تجربہ۔ پدر و پسر کی رعایت ظاہر۔

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ رندی اور خرابی ہمارا گناہ ہے لیکن ایک عاشق نے کہا کہ تو ہی ہم کو اس طرح رکھتا ہے۔

اپنی گناہگاری اور ذمہ داری کا اعتراف بھی کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا ہے کہ خدا جس حال میں کسی کو چاہتا ہے رکھتا ہے

(۶) ترجمہ۔ جامِ جم کا جوہر کسی اور جہان کی کان سے ہے۔ اور تو کوزہ گروں کی مٹی سے امیدیں رکھتا ہے۔

یعنے تجھے شرابِ انگور سے بہتری کی امید ہے جو کوزہ گروں کے کوزوں میں ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ شراب جس سے بہتری کی امید ہونی چاہیئے وہ اور ہی صراحیوں میں ہوتی ہے۔ یا یہ کہ تجھے زہدِ خشک سے بہبودی کی امید ہے۔ حالانکہ حقیقی بہبودی شرابِ معرفت میں ہے

(۷) ترجمہ۔ اس تمنا میں جو تجھے سیمبر معشوقوں سے ہے۔ تجھے سیم و زر کا کیسہ بالکل خالی کرنا پڑے گا۔

(۸) ترجمہ۔ اے وہ شخص جو دلقِ ریائی میں ذوقِ حضور کا طالب ہے۔ حیران ہوں کہ تو اندھوں سے سیری کی امید رکھتا ہے۔

مشہور ہے کہ اندھوں کی آتشِ حرص بہت تیز ہوتی ہے اور وہ کبھی سیر نہیں ہوتے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح اندھوں سے سیری کی امید فضول ہے۔ اسی طرح زہدِ ریائی کے ساتھ ذوقِ حضور ناممکن ہے۔ اگر سیر۔ بفتح پڑھیں تو سیر سے مجازاً مراد دیکھنا۔ نظارہ کرنا۔

(۹) ترجمہ۔ اے چشم و چراغ! جب باغِ نظر میں تو بمنزلہ نرگس کے ہے تو مجھ دلخستہ کے ساتھ سرگرانی کی کیا وجہ ہے۔

سرگران مخمور کو بھی کہتے ہیں لہذا نرگس اور سرگراں کی رعایت ظاہر۔

(۱۰) ترجمہ۔ دل اور دین ہاتھ سے گئے لیکن میں سچی بات نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سوختہ دل کو تو ہی اس حالت میں رکھتا ہے۔

یعنے سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے تُو بیدل و دین کی حالت میں رکھنا چاہتا ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ جب سے صبا نے پھول اور بلبل کے سامنے تیرے حسن کا ورق پڑھا ہے۔ اس وقت سے تونے اُن سب کو شیفتہ اور منتظر بنایا ہے۔

یعنے جب سے گل و بلبل کو تیرے حسن کی خبر ہوئی ہے دونوں تجھ پر عاشق ہو گئے ہیں۔

(۱۲) ترجمہ۔ جب اہل ہنر کے دل کے خون میں نقش و نگار کے لئے ہاتھ ڈالتا ہے تو مناسب یہی ہے کہ تو اپنے بازو کو نہ چھپائے۔

تاکہ مشتاق تیرے بازو کو دیکھ سکیں۔

(۱۳) ترجمہ۔ اے حافظ سلامتی کے دن کو ملامت سے نہ گذار۔ تجھے گذرنے والے جہان سے کیا امید ہو سکتی ہے۔

یعنے دُنیا چند روزہ ہے۔ وقت کو غنیمت جان اور اپنی سلامتی کے لئے کچھ کرلے۔

غزل (۴۶)

زاں مے صاف کرو پختہ شود سر خامے	۱	گرچہ ماہ رمضان ست بیاور جامے
روزہا رفت کہ دست من مسکین نگرفت	۲	ساق شمشاد قدی ساعد سیم اندامے
روزہ ہر چند کہ مہمان عزیز ست دلا	۳	رفتنش موہبتی داں شدنش انعامے
مرغ زیرک بدر صومعہ اکنوں نپرد	۴	کہ نہادہ است بہر مجلس وعظی دامے
گلہ از زاہد بدخو چہ کنم رسم اینست	۵	کہ چو صبحے بدمد در پیش افتد شامے
یار من چوں بخرامد بتماشای چمن	۶	برسانش زمن ای پیک صبا پیغامے
کو حریفے کہ شب و روز مے صاف کشد	۷	بود آیا کہ کند یاد ز درد آشامے

(۸)	حافظا گر ندہد داد دلت خسرو عہد کام دشوار بدست آوری از خود کامے	(۸)

(۱) ترجمہ۔ اگرچہ ماہِ رمضان ہے لیکن اس شرابِ صاف سے مجھے ایک پیالہ لادے جس سے ہر ایک خام طبع آدمی پختہ مغز ہو جاتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ مدت ہوئی کہ مجھ مسکین کے ہاتھ نے کسی شمشاد قد کی پنڈلی اور کسی سیم اندام کے بازو کو نہیں پکڑا۔

(۳) ترجمہ۔ اے دل روزہ گرچہ ایک عزیز مہمان ہے۔ لیکن اس کے جانے کو مہربانی سمجھ اور اس کے گذرنے کو نعمت۔

(۴) ترجمہ۔ دانا پرندہ عبادت گاہ کے دروازہ پر اب نہیں اُڑیگا۔ کیونکہ واعظ کی ہر ایک مجلس میں جال پھیلا ہوا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ دانا آدمی کو مجلسِ وعظ کے نزدیک بھی نہیں جانا چاہیئے۔ کیونکہ واعظ نے اس مجلس میں دامِ تزویر پھیلایا ہوا ہے۔ آجکل تو عموماً مجلسِ وعظ ایک دامِ تزویر ہوتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ مَیں بدخو زاہد کی کیا شکایت کروں۔ رسم ہی یہی ہے کہ جب صبح ہوتی ہے تو اس کے پیچھے شام بھی لگی ہوتی ہے۔

اپنے آپ کو صبح سے اور زاہد کو شام سے تشبیہ دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر زاہد ہمارے درپئے آزار ہے تو کچھ شکایت نہیں۔ ہر صبح کے پیچھے شام لگی ہو اور دُنیا کی رسم ہی اسی طرح ہے۔

(۶) ترجمہ۔ جب میرا یار باغ کی سیر کے لئے نکلے۔ تو اے قاصدِ صبا میرا پیغام اسے پہنچا۔

(۷) ترجمہ۔ وہ حریف کہاں ہے جو شب و روز شرابِ صاف پیتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوگا۔ کہ وہ (مجھ) دردآشام کو یاد کرے۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ اگر بادشاہِ وقت تیرے دل کی داد نہیں دیگا۔ تو کسی خود کام (معشوق) سے تیرا مشکل مدعا حاصل ہو جائے گا۔

یعنے اگر بادشاہ تیری دادرسی نہیں کریگا۔ تو معشوق تیری مرادیں پوری کریگا۔

غزل (۴۷)

زدلبرم که رساند نوازش قلمی	۱	کجاست پیک صبا گو بیا بکن کرمی
دلم گرفت ز سالوس وطبل زیر گلیم	۲	خوش آدمی که بمیخانه بر کنم علمی
حدیث چون وچرا درد سر دهد ساقی	۳	پیاله گیر وبیاسا بعمر خویش دمی
طبیب راه نشین سر عشق نشناسد	۴	برو بدست کن ای مرده دل مسیح دمی
قیاس کردم وتدبیر عقل در ره عشق	۵	چو شبنمیست که در بحر میکشد رقمی
بیا که وقت شناسان دو کون بفروشند	۶	بیک پیالهٔ صافی وصحبت صنمی
دوام عیش وتنعم نه شیوهٔ عشق ست	۷	اگر معاشر مائی بنوش جام غمی
نمیکنم گله لیک ابر رحمت دوست	۸	بکشت زار جگر خستگان ندادنمی
بیا که خرقهٔ من گرچه وقف میکده هاست	۹	زمال وقف نه بینی بنام من درمی
چرا بیک نی قندش نمیخرند آن را	۱۰	که کرد صد شکر افشانی از نی قلمی

(۱۱) سزای قدر تو شاها بدست حافظ چیست (۱۱)
بجز نیاز شبی یا دعای صبحدمی

(۱) ترجمہ۔ کون ہے جو معشوق کا ایک خط میرے پاس لائے۔ قاصدِ صبا کہاں ہے اسے کہو کہ آ اور مہربانی کر۔
نوازشِ قلم سے مراد خط۔ تحریر۔

(۲) ترجمہ۔ میرا دل مکر اور گدڑی کے نیچے کے طبل سے ملول ہوگیا ہے۔ وہ وقت اچھا ہوگا کہ میں شراب خانہ میں علم بلند کروں گا۔
طبل زیر گلیم۔ گدڑی کے نیچے طبل پوشیدہ رکھنا۔ محاورہ ہے۔ ایک نہایت ہی مشہور چیز کو پوشیدہ کرنے کی کوشش کرنا۔ یہاں مراد ریا۔

(۳) ترجمہ۔ اے ساقی چون وچرا کی باتیں دردِ سر کا موجب ہیں۔ پیالہ لے اور عمر بھر میں ایک دم تو

آرام کر۔

یعنے چون وچرا کو چھوڑ۔ شراب پی اور آرام کر۔

(۴) ترجمہ۔ راہ نشین طبیب عشق کے بھید نہیں جانتا۔ اے مردہ دل! جا اور کسی عیسےٰ نفس کو ڈھونڈ۔

(۵) ترجمہ۔ مینے غور کیا تو معلوم ہوُا کہ راہ عشق میں عقل کی تدبیر ایسی ہے جس طرح شبنم کا قطرہ سمندر میں نقش بنائے۔

عشق وعقل کے لئے دیکھو (ت ۲/۴ د ۵/۲ د ۱۵/۲ ال ۵/۸ ر ۱/۲ س ۴/۹ ص ۱/۵ ل ۵/۸ ن ۱/۳ ہ ۵/۳ ی ۴/۲)

(۶) ترجمہ۔ آ کہ وقت شناس لوگ شرابِ صاف کے ایک پیالے اور معشوق کی صحبت کے بدلے دونوں جہان دے دیتے ہیں۔

بیا سے مراد آ اور شراب پی۔

(۷) ترجمہ۔ دائمی عیش وتنعم عشق کا شیوہ نہیں ہے۔ اگر تو ہمارا ہمنشیں ہے تو غم کا پیالہ بھی پی۔

(۸) ترجمہ۔ میں شکایت تو نہیں کرتا لیکن معشوق کے ابرِ رحمت نے رہم (خستہ جگر لوگوں کی کھیتی کو ایک قطرہ پانی بھی نہ دیا۔

(۹) ترجمہ۔ آ کہ اگرچہ میرا خرقہ شراب خانے میں وقف پڑا ہے۔ لیکن مالِ وقف سے میرے نام تو ایک درم بھی نہیں دیکھے گا۔

مطلب یہ ہے کہ میں ہر چند شراب خوار ہوں لیکن زاہدوں کی طرح مالِ وقف کو تو اپنے مصرف میں نہیں لاتا۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو (ت ۴/۳۲)

(۱۰) ترجمہ۔ اس شخص کو ایک نیشکر کے بدلے بھی کیوں نہیں خریدتے۔ جس کے قلم کی نے اس قدر شکر افشانی کی ہے۔

یعنے مجھ جیسے شیریں کلام شاعر کی قدر کیوں نہیں کرتے۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے بادشاہ تیری قدر کے لائق حافظ کے پاس کیا ہے۔ سوائے رات کی نیاز اور صبح کی دُعا کے۔

یعنے میں صرف دُعا کر سکتا ہوں اور کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو تیرے شایانِ شان ہو۔

غزل (۴۸)

۱	زہی خوش رقم کہ بر گل رخسار میکشی	خط بر صحیفۂ گل و گلزار میکشی
۲	اشک حرم نشین نہانخانۂ مرا	زانسوی ہفت پردہ ببازار میکشی
۳	ہر دم بیاد آن لب میگون و چشم مست	از خلوتم بخانۂ خمار میکشی
۴	گفتی سر تو بستۂ فتراک ما شود	سہل ست اگر تو زحمت این بار میکشی
۵	با چشم و ابروی تو چہ تدبیر دل کنم	وہ زین کمان کہ بر سر بیمار میکشی
۶	باز آ کہ چشم بد ز رخت دور میکنم	ای تازہ گل کہ دامن ازین خار میکشی
۷	کال روی چو باد صبا را ببوی زلف	ہر دم بقید سلسلہ در کار میکشی

(۸) حافظ دگر چہ می طلبی از نعیم دہر (۸)
می میچشی و طرۂ دلدار میکشی

(۱) ترجمہ - اس خوبصورت نقش و نگاری جو تو گل رخسار پر بناتا ہے۔ گل و گلزار کی کتاب پر تو خط کھینچ دیتا ہے۔

خط کشیدن یعنے کسی تحریر کو غلط اور باطل قرار دینے کے لئے اس پر خط کھینچنا۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے گل رخسار کے مقابلہ میں گل و گلزار کی کچھ حقیقت نہیں۔

(۲) ترجمہ میرے نہاں خانہ کے حرم نشین آنسو کو سات پردوں میں سے نکالکر تو بازار میں لاتا ہے۔

ہفت پردہ یا ہفت پردۂ چشم (۱) ملتحمہ (۲) قرینہ (۳) عنبیہ (۴) عنکبوتیہ (۵) شبکیہ (۶) مشیمیہ (۷) صلبیہ۔ آنکھ کے ان سات پردوں میں تین رطوبتیں بھی ہیں (۱) بیضیہ (۲) جلیدیہ (۳) زجاجیہ۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ تو مجھے بازاروں میں رلاتا ہے۔

(۳) ترجمہ - اس لب میگوں اور چشم مست کی یاد میں تو مجھے ہر وقت خلوت سے خانۂ خمار میں لیجاتا ہے۔

(۴) ترجمہ - تو نے کہا ہے کہ تیرا سر ہماری فتراک سے باندھے جانے کے لائق ہے۔ یہ بات میرے لئے تو آسان ہے۔ بشرطیکہ تو اس بوجھ کو گوارا کرے۔

دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کا جواب ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تیری آنکھ اور ابرو کے ہوتے میں دل کی کیا تدبیر کروں۔ اس کمان پر آفرین جو تو بیمار کے سر پر کھینچتا ہے۔

بیمار سے مراد عاشقِ بیمار یا چشمِ بیمار۔

(۶) ترجمہ۔ واپس آکر میں تیرے چہرے سے چشمِ بد کو دور کروں۔ اے تازہ پھول! کہ تو اس کانٹے سے دامن بچاتا ہے۔

این خار سے مراد عاشق۔ یعنے تو مجھ سے دامن بچاتا ہے۔ آکر میں تیری بلائیں لوں۔

(۷) ترجمہ۔ بادِ صبا جیسے تجربہ کار مسافر کو زلف کی خوشبو سے تو ہر وقت زنجیر میں گرفتار کرتا ہے۔

کامل رو۔ تجربہ کار مسافر۔ تیز چلنے والا آدمی۔ بادِ صبا کی کامل روی ظاہر۔

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ تو زمانے کی نعمتوں سے اور کیا مانگتا ہے۔ تو شراب پیتا ہے اور معشوق کی زلف تیرے ہاتھ میں ہے۔

یعنے مے و معشوق کی موجودگی میں اور کسی نعمت کی کیا ضرورت ہے۔

غزل (۴۹)

ساقیا سایۂ ابرست و بہار و لبِ جوی	۱	من نگویم چہ کن ار اہلِ دلی خود تو بگوی
بوی یکرنگی ازین قوم نمی آید خیز	۲	دلقِ آلودۂ صوفی بمےِ ناب بشوی
سفلہ طبع ست جہان بر کرمش تکیہ مکن	۳	ای جہاندیدہ ثباتِ قدم از سفلہ مجوی
گوش بگشای کہ بلبل بفغان میگوید	۴	خواجہ تقصیر مفرما گلِ توفیق ببوی
یک نصیحت کنمت بشنو و صد گنج ببر	۵	از درِ عیش در آ و بہ رہِ عیب مپوی
شکر ایزد کہ دگر بار رسیدی بہار	۶	بیخ نیکی بنشان و رہِ توفیق بجوی
روی جانان طلبی آئینہ را قابل ساز	۷	ورنہ ہرگز گل و نسرین ندمد ز آہن و روی
پیشتر زانکہ شوی خاک در میکدہ ہا	۸	یک دو روزی بسر اندر رہِ میخانہ بپوی

(۹)	گفتے از حافظ ما بوی ریا می آید آفرین بر نفست باد کہ خوش بردی بوی	(۹)

(۱) ترجمہ۔ ساقی ابر کا سایہ ہے بہار ہے اور لبِ جو ہے۔ میں نہیں کہتا کہ تو کیا کر تو خود اہلِ دل ہے خود کہہ۔

یعنے اس وقت شراب کی ضرورت ہے اور تو خود جانتا ہے۔ مجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔

(۲) ترجمہ۔ اس قوم سے یکرنگی کی بُو نہیں آتی اٹھ۔ اور صوفی کی آلودہ گدڑی کو شرابِ صاف سے دھو دے۔

(۳) ترجمہ۔ جہان کمینہ ہے اس کی مہربانی پر بھروسہ نہ کر اے جہاندیدہ! کمینوں سے ثابت قدمی نہ ڈھونڈ۔

(۴) ترجمہ۔ کان کھول کر بلبل چلا کر کہہ رہی ہے کہ اے صاحب! غفلت نہ کر اور گُلِ توفیق کی خوشبو سونگھ۔

(۵) ترجمہ۔ میں تجھے ایک نصیحت کرتا ہوں سُن اور سو خزانے حاصل کر۔ عیش کے رستہ سے آ اور عیب کے رستہ پر نہ چل۔

یعنے یہ نصیحت سو خزانوں کے برابر ہے کہ عیش کر اور عیب کی راہ نہ چل۔

(۶) ترجمہ۔ خدا کا شکر ہے کہ تجھے دوبارہ بہار حاصل ہوئی۔ نیکی کا بیج بو اور توفیق کا رستہ ڈھونڈ۔

(۷) ترجمہ۔ معشوق کا چہرہ دیکھنا چاہتا ہے۔ تو آئینہ کو قابل بنا۔ ورنہ پھول اور نسرین لوہے اور کانسی پر پیدا نہیں ہوتے۔

یعنے جس طرح لوہے اور کانسی پر پھول کا پیدا ہونا ناممکن ہے اسی طرح نا اہل شخص کا فیضیاب ہونا محال ہے پہلے آئینۂ دل کو صاف کر۔ پھر معشوق کا دیدار نصیب ہوگا۔ دیکھو شعر ت $\frac{۲۵}{۴}$ -

فیضِ منعم با تنک ظرفاں چہ سازد چوں حباب — کاسہ اش خالیست گرہم صحبت دریا شود

(۸) ترجمہ۔ پیشتر اس کے کہ تو شراب خانوں کے دروازہ کی خاک ہو جائے۔ ایک دو دن تو شراب خانہ کی راہ میں سر کے بل چل۔

(۹) ترجمہ۔ تو نے کہا ہے کہ ہمارے حافظ سے ریا کی بو آتی ہے۔ تیرے نفس پر آفرین کہ تو نے خوب بو کو پہچانا۔

نفس۔ سانس۔ مجازاً مشام یا قوت شامہ۔

غزل (۵۰)

ساقی بیاکہ شد قدح لالہ پر زمی	۱	طامات تابچند وخرافات تابکی
بگذر زکبر وناز کہ دیدہ است روزگار	۲	چین قبائے قیصر وطرف کلاہ کی
ہشیار شوکہ مرغ سحر گشت مست ہاں	۳	بیدار شوکہ خواب عدم درپی ست ہی
خوش نازکانہ می چمی ای شاخ نوبہار	۴	کاشفتگے مبادت زآشوب باددی
برمہر چرخ وعشوۂ او اعتماد نیست	۵	ای وای برکسی کہ شد ایمن زمکروی
فرداشراب کوثر وحوراز برای ماست	۶	وامروز نیز دلبر مہ روی وجام می
بادصبا زعہد صبئے یاد مے دہد	۷	جان داروی کہ غم ببرد دردہ ای بُنی
حشمت مبیں وسلطنت گل کہ گسترید	۸	فراش باد ہر ورقے را بزیر پی
دردہ بیاد حاتم طی جام یک منی	۹	تانامۂ سیاہ بخیلاں کنیم طی
زاں می کہ داد رنگ طبیعی بارغواں	۱۰	بیروں فگند لطف مزاج از رخش بخوی
بشنو کہ مطربان چمن راست کردہ اند	۱۱	آہنگ چنگ و بربط وطنبور ونای و نی
مسند بباغ برکہ بخدمت چو بندگان	۱۲	استادہ است سرو کمر بستہ است نی
اشیای روزگار بمی ساز در گرو	۱۳	کز مرد راہ باز نماندہ است ہیچ شی

(۱۴) حافظ حدیث سحر فریب خوشت رسید (۱۴)
تاحد چین وشام و باقصای روم وری

(۱) ترجمہ۔ اے ساقی آ کہ لالہ کا پیالہ شراب سے بھر گیا۔ لاف وگزاف کب تک اور یہ خرافات کب تک۔
یعنے موسم بہار ہے آ اور شراب دے۔ زہد کی لافیں اور یہ بیہودہ باتیں کب تک ہونگی۔
(۲) ترجمہ۔ کبر اور ناز کو چھوڑ کہ زمانے نے قبائے قیصر کے شکن اور کیخسرو کی ٹوپی کے گوشہ کو دیکھا ہے۔
یعنے دنیا میں کئی قیصر و کیخسرو گذر چکے ہیں۔ جن کا اب صرف نام ہی نام باقی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ ہوشیار ہو جا کہ بلبل مست ہوئی۔ خبردار! بیدار رہو کہ خوابِ عدم پیچھے آنے والی ہے۔ افسوس!
ہوشیار اور مست۔ بیدار اور خواب کا مقابلہ ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ اے شاخِ نوبہار! تو بہت نزاکت سے خراماں ہو۔ خدا کرے بادِ خزاں کے آشوب سے تجھے پریشانی نہ ہو۔

(۵) ترجمہ۔ آسمان کی محبت اور اس کے عشوہ پر بھروسہ نہیں۔ اس شخص پر افسوس ہے جو اس کے مکر سے بے فکر ہو گیا۔

(۶) ترجمہ۔ کل شرابِ کوثر اور حور بھی ہمارے لئے ہے اور آج مہوش معشوق اور شراب کا پیالہ بھی ہمارے حصہ میں ہے۔
فردا سے مراد فردائے قیامت۔

(۷) ترجمہ۔ بادِ صبا لڑکپن کا زمانہ یاد دلاتی ہے اے لڑکے ایسا جان پرور دارو جو غم دور کرے۔ دے۔
جان داروے داروے جان پرور۔ یہاں مراد شراب سے ہے۔

(۸) ترجمہ۔ پھول کی سلطنت اور حشمت دیکھ کر ہوا کے فراش نے ہر ایک پتے کو پاؤں کے نیچے بچھا دیا۔
ہوا سے پھول کی پنکھڑیوں کا زمین پر گر کر فرش بنانا ظاہر۔ موسم بہار اور سلطنتِ گل کی ناپائداری کا بیان ہے۔

(۹) ترجمہ۔ حاتم طائی کی یاد میں شراب کا یک منی پیالہ دے تاکہ بخیلوں کے نامہ سیاہ کو طے کریں۔
طے اور طے میں صنعت تجنیس۔ جامِ یکمنی بمعنے رطلِ گراں۔ بڑا پیالہ (بہارِ عجم)

(۱۰) ترجمہ۔ وہ شراب جس نے ارغواں کو رنگِ طبیعی دیا۔ لطفِ مزاج نے اسے اس کے چہرہ سے پسینہ بنا کر باہر نکالا۔
ارغوان سے مراد معشوق کا سُرخ چہرہ۔ مطلب یہ ہے کہ شراب پی کر اس کا سُرخ چہرہ زیادہ سُرخ ہو گیا اور آخر کار لطافتِ مزاج کی وجہ سے شراب پسینہ کے قطرے بن کر باہر نکل آئی۔

(۱۱) ترجمہ۔ سُن کہ باغ کے مطربوں نے چنگ و بربط۔ طنبورا اور نائی و نے کی آواز کو درست کیا ہے۔
مطربانِ چمن سے مراد مرغانِ چمن بھی ہو سکتی ہے جو خوش الحانی سے نغمہ سرائی کرتے ہیں۔

(۱۲) ترجمہ۔ مسند کو باغ میں لے جا کہ خدمت کے لئے غلاموں کی طرح سرو کھڑا ہے۔ اور نے کمر بستہ ہے۔

نے زبانش) کا کمر بستہ یعنے گرہ در گرہ ہونا ظاہر۔

(۱۳) ترجمہ۔ زمانہ کی چیزوں کو رہن شراب کر دے۔ کیونکہ مرد راہ پیچھے کچھ چھوڑ نہیں جاتا۔

مرد راہ۔ مسافر۔ سالک۔

(۱۴) ترجمہ۔ اے حافظ تیرا سحر فریب اچھا کلام۔ چین و شام کی سرحد تک اور روم و رے کی ولایت تک پہنچ گیا۔

غزل (۵۱)

سحر با باد میگفتم حدیث آرزومندی	۱	خطاب آمد که واثق شو بالطاف خداوندی
قلم را آن زبان نبود که سر عشق گوید باز	۲	ورای حد تقریر است شرح آرزومندی
دل اندر زلف لیلی بند و کار عشق مجنون کن	۳	که عاشق را زیان دارد مقالات خردمندی
الا ای یوسف مصری که کردت سلطنت مغرور	۴	پدر را باز پرس آخر کجا شد مهر فرزندی
بسحر غمزهٔ فتان دوا بخشی و درد انگیز	۵	بپیچین زلفِ مشک افشان لاای دلبندی
جهان پیر رعنا را مروت در جبلت نیست	۶	ز مهر او چه میخواهی در و همت چه می بندی
همای چون تو عالیقدر و مهر استخوان تا کی	۷	دریغ این سایهٔ دولت که بر نا اهل افگندی
درین بازار اگر سودست با درویش خرسندست	۸	خدایا منعمم گردان بدرویشی و خرسندی
دعای صبح و شام تو کلید گنج مقصودست	۹	بایں راہ و روش میرو که با دلدار پیوندی

(۱۰) ز شعر حافظ شیراز میگویند و میرقصند (۱۰)
سیه چشمان کشمیری و ترکان سمرقندی

(۱) ترجمہ۔ میں صبح کے وقت ہوا سے آرزو مندی کا ذکر کرتا تھا۔ ارشاد ہوا کہ خدا تعالیٰ کی مہربانیوں پر تکیہ رکھ۔

خطاب آمد سے مراد یہ ہے کہ عالم بالا سے ارشاد ہوا۔

(۲) ترجمہ۔ قلم کی زبان میں تو اتنی طاقت نہیں کہ عشق کا بھید بیان کرے۔ آرزو مندی کا بیان حد تقریر سے باہر ہے۔

(۳) ترجمہ۔ دل کو لیلیٰ کی زُلف میں باندھ اور کاروبارِ عشق میں مجنوں کی طرح مشغول ہو کیونکہ دانائی کی باتیں عاشق کے لیئے نقصان دہ ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ عشق میں جنوں چاہیئے نہ کہ عقل۔ دیکھو ف ۸۰/۲ د ۴/۱ ل ۳۰/۵ ر ۲/۱
س ۶۰/۲ ص ۹۰/۵ ل ۳۰/۵ ن ۵۰/۳ ہ ۵/۱ ی ۱۰/۳ ی ۱۰/۲ ی ۱۰/۵ الف ۱/۱۔

بلکہ عشق دانش ما نہایت از جنوں باشد   درین اندیشہ جز دیوانہ را عاقل نمی دانم۔ (نعمت خاں عالی)

(۴) ترجمہ۔ ہاں اے یوسفِ مصری کہ تجھے سلطنت نے مغرور کر دیا۔ باپ کا حال بھی پوچھ آخر محبت فرزندی کہاں گئی۔

اس شعر میں عاشقانہ اور ناصحانہ دونوں انداز پائے جاتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ فتنہ انگیز غمزہ کے جادو سے تو دوا بخش بھی ہے اور درد انگیز بھی۔ زلفِ معنبر کے شکن سے تو دلارام بھی ہے اور دلبند بھی۔

مطلب یہ ہے کہ تیرے غمزہ میں درد بھی ہے اور دوا بھی اور تیری زُلف میں آرام بھی ہے اور قید بھی۔

(۶) ترجمہ۔ بوڑھے رعنا جہان کی فطرت میں مروّت نہیں ہے۔ اس کی محبت سے تو کیا اُمید رکھتا ہے اور اس سے دل کیا لگاتا ہے۔

جہان کو بوڑھا رعنا کہا ہے۔ بوڑھا وجہ عمر کے اور رعنا بوجہ انقلاب پسندی کے۔

ہے انقلاب چرخِ کہن سال کو پسند   ہو کھیل جیسے پشت دوتا زال کو پسند۔

(۷) ترجمہ۔ تجھ جیسے عالیقدر ہما کو ہڈیوں کی محبت کب تک ہوگی افسوس ہے کہ تو اس سایۂ دولت کو نااہلوں پر ڈالتا ہے۔

مشہور ہے کہ ہما صرف ہڈیاں کھاتا ہے۔ دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کے مضمون کی تصریح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تو کب تک نااہل اغیار پر مہربان رہے گا۔

(۸) ترجمہ۔ بازارِ دُنیا میں اگر فائدہ ہے تو صرف خوش دل درویش کو ہے اے خدا مجھے درویشی اور خوشدلی کی دولت سے امیر بنا۔

درویشی اور اطمینانِ قلب کو سب سے بڑی دولت کہا ہے اور اس دولت کے حصول کی دُعا کی ہے۔ سچ بھی یہی ہے کہ حقیقی دولت صرف درویشوں کو نصیب ہوتی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ تیری صبح وشام کی دُعا مقصود کے خزانہ کی کنجی ہے۔ اسی راہ اور روش پر چل تاکہ تو معشوق سے مل جائے۔

حاصل کلام یہ کہ گوہر مقصود صرف دعا سے حاصل ہوتا ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ کشمیر کے سیاہ چشم اور سمرقند کے حسین۔ حافظِ شیراز کے شعر پڑھتے ہیں اور رقص کرتے ہیں۔ اپنے کلام کی ہردلعزیزی بیان کی ہے۔ اور جو کچھ کہا ہے۔ سچ کہا ہے۔

غزل (۵۲)

۱ سحرگہ رہروی در سرزمینی
ہمی گفت این معما با قرینی

۲ کہ ای صوفی شراب آنگہ بود صاف
کہ در شیشہ بماند اربعینی

۳ گر انگشت سلیمانی نباشد
چہ خاصیت دہد نقش نگینی

۴ خدا زان خرقہ بیزارست صد بار
کہ صد بت باشدش در آستینی

۵ درونہا تیرہ شد باشد کہ از غیب
چراغی برکند خلوت نشینی

۶ مروت گرچہ نامی بی نشانست
نیازی عرضہ کن بر نازنینی

۷ ثوابت باشد ای دارای خرمن
اگر رحمی کنی بر خوشہ چینی

۸ نمی بینم نشاط و عیش در کس
نہ درمان دلی نہ درد دینی

۹ اگرچہ رسم خوبان تندخوییست
چہ باشد گر بسازی با غمینی

۱۰ در میخانہ بکشا تا بہ پرسیم
مآل حال خود از پیش بینی

۱۱ نہ ہمت را امید سربلندیست
نہ دعوت را کلید آہنینی

(۱۲) نہ حافظ را حضور درس قرآن
نہ دانشمند را علم الیقینی (۱۲)

مطلع کے سوا باقی تمام غزل اسی راہرو کا مقولہ ہے۔ جس کا ذکر مطلع میں ہے۔

(۱) ترجمہ۔ صبح کے وقت ایک سرزمین میں ایک رہرو۔ اپنے ہمراہی سے یہ معما بیان کرتا تھا۔

(۲) ترجمہ۔ کہ اے صوفی شراب صرف اسی وقت صاف ہوتی ہے جب کہ چالیس روز شیشہ میں رہے۔

اربعین سے مراد چالیس روز (چلہ) یا چالیس سال۔ ظاہر ہے کہ پُرانی شراب زیادہ تیز ہوتی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ معرفتِ الہٰی، مدتوں کی ریاضت اور چلہ کھینچنے سے نصیب ہوتی ہے۔ آسان بات نہیں
حضرت رُسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی نبوت چالیس برس کی عمر میں ملی۔

(۳) ترجمہ۔ اگر سلیمان کی اُنگلی نہ ہو۔ تو ایک نگین کا نقش کیا فائدہ دے سکتا ہے۔
حضرت سلیمانؑ کی انگشتری مشہور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اُس انگشتری سے فائدہ صرف حضرت سلیمان علیہ السّلام جیسے شخص کو ہو سکتا تھا۔ چنانچہ دیو کے ہاتھ میں وہ انگشتری کچھ دنوں سے زیادہ نہ رہی۔
حاصل کلام یہ ہے کہ فیضیاب ہونے کے لئے قابلیت چاہیئے۔ اسم اعظم شیطان کو بھی یاد ہے مگر کیا کر سکتا ہے۔ انگشت سے مراد انگشتری بھی ہو سکتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ خدا ایسے خرقہ سے سو بار بیزار ہے کہ جس کی ایک آستین میں سو بُت ہوں۔
مطلب یہ ہے کہ خدا زہدانِ ریا کار سے بیزار ہے۔

(۵) ترجمہ۔ دل سیاہ ہو گئے ہیں خدا کرے کہ غیب سے کوئی خلوت نشین چراغ روشن کرے۔
یعنے لوگوں کے دل تاریک ہوتے جاتے ہیں۔ خدا کرے کہ امدادِ غیبی سے کوئی ایسا شخص پیدا ہو جائے۔ جو دلوں کو نورِ ایمان سے روشن کرے۔ ایسے شخص کی خواجہ صاحب کے زمانہ کی نسبت آجکل زیادہ ضرورت ہے

(۶) ترجمہ۔ مروت کا اگرچہ نام ہی نام ہے اور کچھ نشان نہیں۔ تاہم کسی نازنین کے سامنے جاکر نیاز عرض کر۔
مطلب یہ ہے کہ ہر چند دُنیا سے مروت معدوم ہو چکی ہے۔ اور اِس اسم کا مسمّی کہیں نظر نہیں آتا۔ تاہم کسی نازنین کے سامنے نیاز ظاہر کر شاید مروت کرے۔

(۷) ترجمہ۔ اے خرمن کے مالک! اگر تو کسی خوشہ چین پر رحم کرے گا۔ تو تجھے ثواب ہوگا۔

(۸) ترجمہ۔ مَیں کسی شخص میں نشاط اور عیش نہیں دیکھتا۔ نہ کہیں دل کا درمان ہی اور نہ دین کا درد۔

(۹) ترجمہ۔ اگرچہ حسینوں کی رسم تند خوئی ہے۔ کیا ہو جائیگا اگر تو ایک غمگین کیساتھ مہربانی کرے۔
یعنے مَیں مانتا ہوں کہ حسینوں کا کام جور و جفا ہے۔ لیکن اگر ایک غمگین کے ساتھ تو مہر و وفا سے پیش آیا تو تیرا کیا نقصان ہو جائیگا۔

(۱۰) ترجمہ۔ شراب خانہ کا دروازہ کھول تاکہ مَیں کسی پیش بیں سے انجام کار کا پتہ پوچھوں۔
حاصل کلام یہ کہ شراب خانہ میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو زمانہ آئیندہ کے متعلق پیشین گوئی کر سکتے ہیں

دروازہ کھول کہ میں اندر جاکر کسی ایسے شخص سے مآلِ کار کا حال پوچھوں۔

(۱۱) ترجمہ۔ نہ تو ہمت کو سر بلندی کی امید رہی ہے اور نہ دعا کے پاس لوہے کی کنجی ہے۔

یعنے اس زمانہ میں ہمت سے بھی عظمت نصیب ہونی مشکل ہے۔ اور دعا کے پاس بھی گنجِ مقصود کی کنجی نہیں۔ یعنے دعا سے بھی حصولِ مراد محال ہے۔

(۱۲) ترجمہ۔ نہ تو حافظ کو درسِ قرآن میں حضورِ دل حاصل ہے اور نہ ہی کسی دانشمند کو علم یقینی نصیب ہے۔

علم الیقین۔ یقین کی تین قسمیں ہیں (۱) علم الیقین۔ یہ صرف جان لینا کسی امر کا ہے۔ بہ ماہیت و کیفیت مثلاً یقین اس امر کا کہ زہر قاتل ہے۔ یا خدا ایک ہے (۲) عین الیقین۔ آنکھوں سے دیکھ لینا اس امر کا۔ مثلاً کسی کو زہر کھاکر مرجاتے دیکھ لینا یا مشاہدہ ذات حاصل ہونا (۳) حق الیقین۔ خود تجربہ کرنا یا محو ہونا اس امر میں مثلاً زہر کھاکر خود مرجانا یا فنا فی اللہ ہو جانا۔

مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں حافظ جیسوں کو بھی درس قرآن میں حضورِ دل حاصل نہیں ہے اور بڑے بڑے عارفوں کو بھی علم الیقین کی دولت نصیب نہیں۔

غزل (۵۳)

۱	سحرم ہاتف میخانہ بدولت خواہی	گفت باز آی کہ دیرینہ این درگاہی
۲	ہمچو جم جرعہ می کش کہ ز سر ملکوت	پرتو جام جہان بین دہدت آگاہی
۳	بر در میکدہ ای سالک راہ	بادب باش گر از سر خدا آگاہی
۴	بر در میکدہ رندان قلندر باشند	کہ ستانند و دہند افسر شاہنشاہی
۵	خشت زیر سر و بر تارک ہفت اختر پای	دست قدرت نگر و منصب صاحب جاہی
۶	اگرت سلطنت فقر ببخشند ای دل	کمترین ملک تو از ماہ بود تا ماہی
۷	قطع این مرحلہ بی ہمرہی خضر مکن	ظلمات ست بترس از خطر گمراہی
۸	سر ما و در میخانہ کہ طرف بامش	بہ فلک بر شدہ دیوار بدین کوتاہی

تو در فقر ندانی زدن از دست مده	۹	مسندِ خواجگی و مجلسِ توران شاہی
ای سکندر بنشین و غمِ بیہودہ مخور	۱۰	کہ نہ بخشند ترا آبِ حیات از شاہی

(۱۱)	حافظ خام طمع شرمی ازین قصہ بدار عملت چیست کہ مزدش دو جہاں میخواہی	(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ صبح کے وقت شراب خانہ کے ہاتف نے خیرخواہی سے مجھے کہا کہ تو اس درگاہ کا قدیمی تعلقدار ہے واپس آجا۔

(۲) ترجمہ۔ جمشید کی طرح شراب کا گھونٹ پی تاکہ جام جہاں بین کا پرتو تجھ کو عالمِ قدس کے اسرار سے آگاہ کرے۔

یہ شعر ہاتف میخانہ کا مقولہ ہے۔ جس کا ذکر شعر (۱) میں ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اے سالکِ راہ! اگر خدا کے بھید سے واقف ہے تو میخانہ کے دروازہ کے گداگروں کے ساتھ ادب سے پیش آ۔

(۴) ترجمہ۔ میخانہ کے دروازہ پر ایسے قلندر رند ہوتے ہیں کہ بادشاہی تاج لیتے ہیں اور دیتے ہیں۔ یعنے سلطنت کا دینا اور واپس لینا اُن کے اختیار میں ہے۔ اِن خدا رسیدہ بزرگوں کی طرف اشارہ ہے۔ جن کے ایک اشارے سے سلطنتیں بن اور بگڑ جاتی ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ اُن کے سر کے نیچے اینٹ ہے اور پاؤں سات ستاروں کی چوٹی پر ہے۔ اُن کا دستِ قدرت اور اُن کی عالی جاہی دیکھ۔

اِس شعر میں اُن رندانِ قلندر کی تعریف ہے۔ جن کا ذکر گذشتہ شعر میں ہوا۔ خشت زیر سر سے مراد یہ ہے کہ دُنیاوی اسباب سے اُن کے پاس کچھ چیز نہیں۔ اینٹ کے بغیر تکیہ بھی نصیب نہیں۔

(۶) ترجمہ۔ اے دل اگر تجھے فقر کی بادشاہی عطا کر دیں۔ تو ماہ سے ماہی تک تیرا ایک چھوٹا سا ملک ہوگا۔ یعنے فقر کی سلطنت اتنی وسیع ہے کہ تحت الثریٰ سے لیکر آسمان تک کا تمام ملک اِن کی سلطنت کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے

(۷) ترجمہ۔ اس مرحلہ کو خضر کی ہمراہی کے بغیر طے نہ کر۔ کیونکہ چاروں طرف اندھیرا ہے۔ گمراہی سے ڈر۔ مطلب یہ ہے کہ منازلِ عشق میں رہنما کی سخت ضرورت ہے۔ ورنہ اس ظلمات میں گمراہی کا ڈر ہے۔ خضر اور ظلمات کی رعایت ظاہر۔ دیکھو شعر ۳/۴ -

(۸) ترجمہ۔ ہمارا سر ہے اور شراب خانہ کا دروازہ۔ کہ اس کے محل کی دیوار باوجود کوتاہی کے آسمان تک پہنچتی ہے۔

شرابخانہ کی عظمت اور رفعت کا ذکر ہے۔ فرماتے ہیں کہ مَیں درِ میخانہ سے کبھی سر نہیں اُٹھاؤں گا۔

(۹) ترجمہ۔ فقر کا دروازہ تو تُو کھٹکھٹا نہیں سکتا (اس لئے) توران شاہ کی مجلس اور مسندِ خواجگی کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

توران شاہ کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اوّل صفحہ ۱۸ سوانحعمری۔

(۱۰) ترجمہ۔ اے سکندر (صبر کرکے) بیٹھ اور بیہودہ غم نہ کھا۔ کیونکہ بادشاہی کی بدولت تجھے آبِ حیات نہیں مِل سکتا۔

یعنے آبِ حیات بادشاہی کے زور سے نہیں مِلتا۔ صبر کرکے بیٹھ۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے خام طمع حافظ! اس بات سے شرم کر۔ تیرا سرمایہ عمل کیا ہے کہ اُس کے عوض تو دونوجہان مانگتا ہے۔

اپنی کم بضاعتی کا اعتراف ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارا سرمایۂ اعمال اتنی قلیل ہے کہ ہم کسی بات کے مستحق نہیں۔ ذوقِ عمل کی تعلیم ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بغیر سعی کے کچھ نہیں ملتا۔

غزل (۵۴)

سلام اللہ ما کر اللیالی	۱	علی ملک المکارم والمعالی
علی وادی الاراک ومن علیہا	۲	ودار باللوی فوق الرمالی
دعاگوی غریبان جہانم	۳	وادعو بالتواتر والتوالی
منال ای دل کہ در زنجیر زلفش	۴	ہمہ جمعیت است آشفتہ حالی
اموت صابراً یا لیت شعری	۵	متی نطق البشیر عن الوصالی
فحبک راحتی فی کل حین	۶	وذکرک مونسی فی کل حالی
سویدای دل من تا قیامت	۷	مبادا ز سوز و سودای تو خالی
کجا یابم وصال چون تو شاہی	۸	من بدنام رندلا اُبالی

	زخطت صد جمالِ دیگر افزود	۹	کہ عمرت باد صد سال ہلالی	✓
	بر آن نقاش قدرت آفریں باد	۱۰	کہ گرد مہ کشد خط ہلالی	
	بہر منزل کہ رو آرد خدایا	۱۱	نگہدارش بحفظ لایزالی	
	تو بیبایدکہ باشی ورنہ سہل ست	۱۲	زیاں مایہ جانی و مالی	

(۱۳)	خدا داند کہ حافظ را غرض چیست وعلم اللہ حسبی من سوالی	(۱۳)

(۱) ترجمہ ۔ جب تک رات کے بعد رات آئے ۔ صاحب کرم اور صاحب مرتبہ بادشاہ پر سلام ہو ظاہر ہے کہ قیامت تک ایک رات کے بعد دوسری رات آنے کا سلسلہ قائم رہے گا۔

مطلب یہ ہے کہ قیامت تک بادشاہ پر سلامتی ہو۔

(۲) ترجمہ ۔ وادیٔ اراک پر اور جو اس میں ہے اور لوے کے مکان پر جو ریت پر واقع ہے۔

یعنے وادیٔ اراک پر اور لوے کے مکان پر اور جو اس میں ہے اس پر سلام ہو۔ اراک ایک درخت کا نام ہے۔ لوے ایک موضع کا ہے ۔ وادیٔ اراک اور لوی سے مراد مقام محبوب ہے۔

(۳) ترجمہ ۔ میں جہان کے مسافروں کا دعاگو ہوں اور پے در پے دعا کرتا ہوں۔

چونکہ معشوق بھی سفر میں ہے۔ لہذا تمام مسافروں کے لئے دعا کرتے ہیں۔

(۴) ترجمہ ۔ اے دل نہ رو کہ اس کی زلف کی زنجیر میں یہ تمام پریشان حالی بمنزلہ جمعیت خاطر کے ہے

یعنے زلف محبوب میں اسیر ہو کر جو پریشانی حاصل ہوتی ہے وہ عین جمعیتِ خاطر ہے اس پر شاکر اور راضی رہنا چاہیئے۔

(۵) ترجمہ ۔ میں صبر میں مرا جاتا ہوں کاشکے مجھے معلوم ہوتا کہ خوشخبری دینے والا وصال کی خوشخبری کب دیتا ہے۔

(۶) ترجمہ ۔ تیری محبت ہر وقت میرے لئے راحت ہے اور تیرا ذکر ہر حال میں میرا مونس (وغمگسار) ہے۔

(۷) ترجمہ ۔ خدا کرے کہ میرے دل کا سویدا قیامت تک تیرے عشق اور سوز سے خالی نہ ہو۔

(۸) ترجمہ ۔ میں بدنام اور لاابالی رند تجھ جیسے بادشاہ کا وصال کب حاصل کر سکتا ہوں۔

لااُبالی ۔ صیغہ مضارع واحد متکلم ہے۔ اس کے لغوی معنے یہ ہیں کہ میں پرواہ نہیں رکھتا ہوں

مجھے خوف نہیں ہے۔ مجازاً بیباک اور لاپرواہ آدمی سے مراد ہے۔

(۹) ترجمہ۔ خطِ سبز سے تیرا جمال سوگنا اور زیادہ ہوگیا ہے۔ خدا کرے کہ تیری عمر سو شمسی سال ہو۔

(۱۰) ترجمہ۔ قدرت کے اُس نقاش پر سو آفرین ہو۔ جو چاند کے گرد خطِ ہلالی بناتا ہے۔

مہ سے مراد معشوق کا چہرہ اور خطِ ہلالی سے مراد خطِ سبز جو ہلال کا ہم شکل ہوتا ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے خدا جس جگہ بھی وہ جائے اپنی لازوال حفاظت سے اُسے محفوظ رکھ۔

(۱۲) ترجمہ۔ چاہیئے کہ تو ساتھ ہو ورنہ جان اور مال کا زیان تو معمولی بات ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ خدا جانتا ہے کہ حافظ کا مُدعا کیا ہے اور خدا کا علم کافی ہے مجھے سوال (کی ضرورت نہیں)

چو کارساز زحاجات آگہی دارد　　برائے چیست دعا و چہ سود حرفِ سوال

غزل (۵۵)

سلامی چو بوی خوش آشنائی	۱	بداں مردم دیدۂ روشنائی
درودی چو نور دل پارسایاں	۲	بداں شمع خلوتگہ پارسائی
نمی بینم از ہمدماں ہیچ برجا	۳	دلم خون شد از غصہ ساقی کجائی
زکوی مغاں رُو بگرداں کہ آں جا	۴	فروشند مفتاح مشکل کشائی
عروس جہاں گرچہ در حد حُسن ست	۵	زحد می برد شیوۂ بی وفائی
می صوفی افگن کجا می فروشند	۶	کہ در تابم از دست زہد ریائی
رفیقاں چناں عہد صحبت شکستند	۷	کہ گوئی نبود ست خود آشنائی
دل خستہ من گرش ہمتی ہست	۸	نخواہد ز سنگیں دلاں مومیائی
مرا گر تو بگذاری اے نفس طامع	۹	بسے پادشاہی کنم در گدائی
بیاموزمت کیمیائی سعادت	۱۰	ز ہمصحبت بد جدا ای جدائی

(۱۱)　مکن حافظ از جور گردوں شکایت
چہ دانی تو اے بندہ کار خدائی　(۱۱)

(۱) ترجمہ۔ آشنائی کی خوشبو جیسا سلام اس دیدۂ بینا کی پتلی پر۔

یعنے میرے معشوق پر جو میری آنکھوں کی پتلی ہے۔ محبّت سے بھرا ہوا سلام۔

(۲) ترجمہ۔ پارسا لوگوں کے دل کے نور جیسا درود اس خلوت گاہِ پارسائی کے شمع پر۔

یعنے معشوق پر نورانی درود۔

(۳)۔ مَیں اپنے ہمدموں میں سے کسی کو بھی اپنی جگہ پر نہیں دیکھتا۔ میرا دل رنج وغم سے خون ہوگیا اے ساقی تو کہاں ہے۔

یعنے اے ساقی آ اور شراب دے تاکہ میرا غم دور ہو۔

(۴) ترجمہ۔ مغوں کے کوچہ سے منہ نہ پھیر کیونکہ اس جگہ مشکل کشائی کی کنجی بیچتے ہیں۔

شراب کو مشکل کشائی کی کنجی کہاں ہے۔

(۵) ترجمہ۔ جہان کی عروس اگرچہ انتہا درجہ کی حسین ہے۔ لیکن بیوفائی کا شیوہ اس میں حد سے زیادہ ہے۔

(۶) ترجمہ۔ صوفیوں کو مست کرنے والی شراب کہاں بیچتے ہیں۔ کیونکہ میں زہد ریائی کے ہاتھ سے تکلیف میں ہوں۔

یعنے صوفی افگن شراب چاہیئے۔ جو زہد ریائی سے چھڑائے۔

(۷) ترجمہ۔ رفیقوں نے عہدِ صحبت کو اس طرح توڑ ڈالا۔ گویا کبھی آشنائی تھی ہی نہیں۔

یوں وفا اُٹھ گئی زمانے سے گویا اس جہاں میں تھی ہی نہیں

(۸) ترجمہ۔ میرے زخمی دل میں اگر ذرا بھر بھی ہمت ہوئی۔ تو سنگدلوں سے مومیائی نہیں مانگے گا۔

حاصل کلام یہ کہ اگر ذرا بھر بھی ہمت ہو تو دوسروں سے مدد طلب کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اے حریص نفس! اگر تو مجھے چھوڑ دے تو مَیں گدائی میں بھی خوب بادشاہی کروں۔

(۱۰) ترجمہ۔ میں تجھے سعادت مندی کا گر سکھاتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے) کہ بُرے ہمنشین سے دور رہنا چاہیئے۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے حافظ زمانے کے ظلم سے شکایت نہ کر اے بندے تجھے خدائی کاموں کا کیا علم ہے۔

یعنے خدا جو کچھ کرتا ہے اپنے بندوں کے فائدے کے لئے کرتا ہے۔ اس لئے ہر حال میں شاکر رہنا چاہیئے۔

غزل (۵۶)

۱ سلیمی منذ حلت بالعراق — الاقی فی ہواہا ما الاقی

۲ الا ای ساربان محمل دوست — الی رکبانکم طال اشتیاقی

۳ بسازای مطرب خوشخوان خوشگوی — بشعر پارسی صوتِ عراقی

۴ بیا ساقی بدہ رطلِ گرانم — سقاک اللہ من کاسٍ دہاقی

۵ جوانی باز مے آرد بیادم — صدای چنگ و نغشا نوش ساقی

۶ مے باقی بدہ تا بر فشانم — بیاراں مست و خوشدل عمر باقی

۷ درونم خون شد از نادیدن دوست — الا تعسا لایام الفراقی

۸ دمی با نیک خواہان متفق باش — غنیمت دان امورِ اتفاقی

۹ میسحائی مجرد را طراز و — کہ با خورشید ساز دہم وثاقی

۱۰ عروس بس خوشی اے دختر رز — ولے گہ گہ سزا وار طلاقی

۱۱ ربیع العمر فی مرعی حماکم — حماک اللہ یا عہد التلاقی

۱۲ خرد در زندہ رود انداز و می نوش — بگلبانگ جواناں عراقی

۱۳ نہانی الشیب من کل العذارے — سوی تقبیل خدو اعتناقی

۱۴ وصال دوستاں چوں روزی ماست — بگو واعظ سخنہای فراقی

(۱۵) مضی فرص الوصال و ما شعرنا — بگو حافظ غزلہای فراقی (۱۵)

(۱) ترجمہ - میرا معشوق جب سے عراق میں جاکر اُترا ہے - مَیں اس کی آرزو میں جو کچھ دیکھتا ہوں دیکھتا ہوں - یعنے ہجر میں جو حالت میری ہے مجھے ہی معلوم ہے -

لفظ عراق کے قؔ کی کسرہ کو اشباع سے پڑھیں گے اور عراقی کہیں گے - اس غزل میں

اور اس سے اگلی غزل میں عربی اشعار کے قافیہ کا اخیر حرف اشباع کسرہ سے پڑھا جاتا ہے۔
ورنہ یؔ درحقیقت املا میں نہیں۔

(۲) ترجمہ۔ اے محمل محبوب کے ساربان! تمہارے سواروں کے ساتھ میری بہت محبت ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اے خوشخوان اور خوشگو مطرب۔ فارسی اشعار کو عراقی آواز میں ادا کر۔

عراق مقاماتِ موسیقی میں ایک مقام کا نام۔ جسے بوقتِ چاشت گاتے ہیں۔ چونکہ محبوب عراق میں ہے اس لئے صوتِ عراقی کہا۔

(۴) ترجمہ۔ اے ساقی آ اور مجھے بڑا پیالہ دے۔ خدا تجھے کوزہ ہائے پُر شراب سے سیراب کرے۔
یعنے تجھے شراب طہور پلائے۔

کاساً دھاقا۔ قرآنی الفاظ ہیں۔ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ہ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ہ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ہ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ط یعنے متقیوں کے لئے کامیابی۔ باغ۔ انگور کے درخت ہم عمر دوشیزہ عورتیں اور شراب سے پُر پیالے ہونگے۔ (النبا)۔

(۵) ترجمہ۔ چنگ کی آواز اور ساقی کی نوشانوش مجھے ایک جوان (یا جوانی) کی یاد دلاتی ہے۔

(۶) ترجمہ۔ باقی شراب (یا درد) مجھے دے تاکہ مست اور خوش دل دوستوں پر باقی زندگی قربان کر دوں۔

(۷) ترجمہ۔ دوست کو نہ دیکھنے سے میرا دل خون ہوگیا۔ ہجر کے دنوں پر ہلاکت آئے۔

(۸) ترجمہ۔ کوئی دم خیرخواہوں کے ساتھ مل بیٹھ۔ اور ان اتفاقی باتوں کو غنیمت جان۔
یعنے خیرخواہوں کی صحبت اتفاقیہ حاصل ہوتی ہے اسے غنیمت جان۔ اتفاق اور متفق کی رعایت ظاہر۔

(۹) ترجمہ۔ صرف مجرد مسیحا کے لئے یہ بات زیبا ہے کہ خورشید کے ساتھ ہم خانہ ہو۔
حضرت عیسےٰ علیہ السلام تمام عمر مجرد رہے۔ اس لئے اُن کو اللہ تعالےٰ نے خورشید کے ساتھ فلکِ چہارم پر جگہ دی۔ مطلب یہ ہے کہ آزادی اور تجرد سے انسان مراتب بالا پر پہنچ سکتا ہے۔

چو عیسےٰ گر توانی خفت بے جفت ۔۔۔ مدہ نقدِ تجرد راز کف مفت

(۱۰) ترجمہ۔ اے دخترِ رز (شراب) تو بہت حسین عروس ہے لیکن کبھی کبھی تو طلاق کے لائق بھی ہوتی ہے۔
یعنے مستی بہت اچھی چیز ہے لیکن کبھی کبھی مستی چھوڑ کر ہوش میں بھی آنا چاہیئے۔

(۱۱) ترجمہ۔ میری عمر کی بہار تیری محفوظ چراگاہ میں ہے۔ اے وصال کے زمانے خدا تیری مدد کرے۔

(۱۲) ترجمہ۔ عقل کو زندہ رود میں ڈال دے اور شراب پی۔ عراقی جوانوں کی آواز کے ساتھ۔

زندہ رود۔ اصفہان کے تلے ایک ندی بہتی ہے جس کا پانی بہت صاف اور شیریں ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ بڑھاپے نے تمام گلرخوں سے منع کر دیا۔ سوائے رخسار کے بوسہ اور گلے لگانے کے۔

(۱۴) ترجمہ۔ جب دوستوں کا وصال ہمارے نصیب میں ہے، تو اے واعظ تو فراق کی باتیں کہے جا۔

یعنے تیری اِن باتوں سے ہمارا کچھ نقصان نہیں۔

(۱۵) ترجمہ۔ وصال کا زمانہ گذر گیا اور ہمیں خبر بھی نہ ہوئی۔ اے حافظ فراق کی غزلیں کہہ۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد　　روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

غزل (۵۷)

سبت سلمیٰ بصدغیہا فوادی	۱	وروحی کل یوم بی ینادی
خدارا بر من بیدل ببخشای	۲	واوصلنی علی رغم الاعادی
امن انکرتنی عن حب سلمیٰ	۳	غریق العشق فی بحر الودادی
نگارا در غم سودائے عشقت	۴	توکلنا علی رب العبادی

(۵) دل حافظ شد اندر چین زلفت
بہ لیل مظلم واللہ ہادی (۵)

(۱) ترجمہ۔ سلمیٰ نے اپنی دو زلفوں میں میرے دل کو گرفتار کر لیا اور میری روح ہر روز مجھے پکارتی ہے۔

سلمےٰ۔ عرب کی ایک مشہور معشوقہ کا نام۔ مجازاً ہر معشوق کے لئے بولتے ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ خدا کے لئے مجھ بیدل پر بخشش کر اور دشمنوں کی خلافِ منشا مجھے دولتِ وصال عطا کر۔

(۳) ترجمہ۔ تو مجھے سلمیٰ کی محبت سے روکتا ہے اور میں اُس کی محبت کے سمندر میں غریقِ عشق ہوں۔

(۴) ترجمہ۔ اے معشوق! تیرے عشق کے سودا کے غم میں ہم نے بندوں کے پروردگار پر توکل کیا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ حافظ کا دل تیری زلف کے خم میں اسیر ہو گیا۔ اِس اندھیری رات میں خدا میرا رہنما ہے۔

زُلف کو شبِ تاریک سے تشبیہ دی ہے۔

غزل (۵۸)

سینہ مالامال درد است اے دریغا مرہمے	۱	دل ز تنہائی بجان آمد خدا را ہمدمے
خیز تا خاطر بداں ترکِ سمرقندی دہیم	۲	کز نسیمش بوی زُلف حوریاں آید ہمے
چشمِ آسایش کہ دارد زیں سپہر گرم رو	۳	ساقیا جامے بیاور تا بیاسایم دمے
زیرکی را گفتم ایں احوال خود خندید و گفت	۴	صعب کاری بوالعجب دردی پریشاں عالمے
سوختم در چاہِ صبر از بہرِ آں شمعِ چگل	۵	شاہِ ترکاں غافل ست از حالِ ما کو رستمے
در طریقِ عشقبازی امن و آسایش خطاست	۶	ریش باد آں دل کہ با دردِ تو جوید مرہمے
اہلِ کام و ناز را در کوی رنداں راہ نیست	۷	رہروی باید جہانسوزی نہ خامی بیغمے
آدمِ خاکی دریں عالم نمے آید بدست	۸	عالمے دیگر بباید ساخت از نو آدمے

(۹) گریۂ حافظ چہ ساز د پیشِ استغنای دوست
کاندریں طوفاں نماند ہفت دریا شبنمے (۹)

(۱) ترجمہ۔ سینہ درد سے مالامال ہے افسوس کہ مرہم ہوتی۔ دل ہجر میں تنگ آگیا ہے خدا کیلئے کوئی ہمدم ملے۔

(۲) ترجمہ۔ اُٹھ کہ اس ترکِ سمرقندی کو دل دیدیں۔ کہ اُس کی نسیم سے حوروں کی زُلف کی خوشبو آتی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اِس تیز رفتار آسمان سے کون آرام کی اُمید رکھ سکتا ہے اے ساقی ایک پیالہ لا تاکہ میں تھوڑی دیر آرام کروں۔

یعنے جامِ مے پیئے بغیر آسمان کے نیچے آرام کی اُمید بے فایدہ ہے۔

(۴) ترجمہ۔ میں نے ایک خردمند کو اپنا یہ حال بتایا۔ وہ ہنسا اور کہا کہ یہ سخت کام ہے۔ عجیب درد ہے۔ اور پریشان عالم ہے۔

یعنے دردِ عشق کو کوئی عقلمند نہیں سمجھ سکتا۔

(۵) ترجمہ۔ مَیں اس شمعِ چگل کے لئے چاہِ صبر میں جل گیا۔ ترکوں کا بادشاہ ہمارے حال سے غافل ہے۔ رستم کہاں ہے۔

چگل۔ ترکستان کا ایک حسن خیز شہر ہے۔ اِس شعر میں واقعۂ چاہ بیژن کی طرف اشارہ ہے۔ کیخسرو کے عہد میں بیژن نامی ایک پہلوان شکار کرتا ہوا افراسیاب کے ملک میں جا پہنچا۔ افراسیاب کی بیٹی منیژہ پر عاشق ہوگیا۔ افراسیاب نے اُسے سیاہ چاہ میں قید کردیا۔ رستم کو خبر ہوئی۔ افراسیاب کے ملک پر حملہ کیا اور بیژن کو کنوئیں سے نکالا۔

(۶) ترجمہ۔ عشقبازی کے طریقہ میں امن و آسائش (کی اُمید کرنا) غلطی ہے۔ خدا کرے وہ دل ہمیشہ زخمی رہے جو تیرے درد کی مرہم ڈھونڈھے۔

یعنے دردِ عشق کا علاج نہیں کرنا چاہیئے بلکہ درد برداشت کرنا چاہیئے۔ دیکھو شعر د ۸۹/۵۔

(۷) ترجمہ۔ اہلِ غرض اور اہلِ ناز رندوں کے کوچہ میں نہیں جا سکتے۔ سالک کو جہاں سوز ہونا چاہیئے نہ کہ ایک خام طبع اور بے غم آدمی۔

مطلب یہ ہے کہ منازلِ عشق کے مسافر کو جہاں سوز اور پختہ مغز ہونا چاہیئے۔ تاکہ ہر طرح کی مصیبتوں اور مشکلوں کو مردانہ وار برداشت کر سکے۔ ناز پرورده۔ خام طبع۔ بے غم اور مطلب پرست آدمی اس راستہ پر نہیں چل سکتا۔

(۸) ترجمہ۔ اِس جہان میں آدمِ خاکی کہیں نہیں ملتا۔ ایک اور جہان ایک نئے آدم سے آباد کرنا چاہیئے۔

مطلب یہ ہے کہ موجودہ زمانے اور موجودہ دُنیا میں تو کوئی آدمی نظر نہیں آتا۔ البتہ اگر خدا ایک نیا آدم پیدا کر کے ایک نئی دُنیا آباد کرے تو شاید وہاں آدمی ملیں گے۔ حاصل کلام یہ کہ انسانِ کامل آج کل کوئی نظر نہیں آتا۔

خدا تو ملتا ہے انسان ہی نہیں ملتا   یہ چیز وہ ہے کہ دیکھی کہیں کہیں مَیں نے   (اقبال)

(۹) ترجمہ۔ معشوق کی بے پرواہی کے سامنے حافظ کی گریہ وزاری کیا کرے کیونکہ اس طوفان میں سات سمندر ایک قطرہ نظر آتے ہیں۔

معشوق کے استغنا کو ایک طوفان کہا ہے۔

غزل (۵۹)

لبش می بوسم و در میکشم مے	۱	بہ آب زندگانی بردہ ام پی
نہ رازش میتوانم گفت باکس	۲	نہ کس رامی توانم دید باوے
گل از خلوت بباغ آورد مسند	۳	بساط زہد را چون غنچہ کن طے
بدہ جام می و از جم مکن یاد	۴	کہ میداند کہ جم کی بود و کی کے
بزن بر چنگ چنگ اے ماہ مطرب	۵	رگش بخراش تا بخروشم از وے
چو چشمش مست را مخمور مگذار	۶	بیاد لعلش ای ساقی بدہ مے
بخواید جان ازان قالب جدائی	۷	کہ باشد خون جانش در رگ و پے
لبش میبوسم و خون میخورد جام	۸	رخش می بینم و گل میکند خوے
چو مرغ باغ میگوید کہ ہو ہو	۹	مدہ از دست جام بادہ ہی ہے
چو مجنوں در پئے دیدار لیلےٰ	۱۰	بیا یار گشتن ای دل گرد ہے
تو با سلطان گل خوش باش و می نوش	۱۱	غنیمت دان خلاص بہمن از دے

(۱۲) زبانت در کش ای حافظ زمانے
حدیث بے زبان را بشنو از نے

(۱) ترجمہ - میں اس کے لب کو چومتا ہوں اور شراب پیتا ہوں - میں نے آب حیات کا پتہ لگایا ہے۔
معشوق کے لب لعل اور شراب کو ہی آب حیات کہا ہے۔

(۲) ترجمہ - نہ تو میں اس کا راز کسی کو بتا سکتا ہوں۔ نہ غیر کو اس کے پاس دیکھ سکتا ہوں۔
یعنے میں اغیار کا اس کے پاس بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔

(۳) ترجمہ - پھول خلوت سے مسند کو باغ میں اٹھا لایا - تو بھی غنچہ کی طرح زہد کی بساط کو لپیٹ دے۔
مطلب یہ ہے کہ پھول جب تک غنچہ تھا - گویا خلوت میں تھا - اب خلوت کو چھوڑ کر باغ

یں آیا ہے یعنی شگفتہ ہوا ہے۔ تو بھی گوشۂ زہد کو چھوڑ کر باغ میں آ۔ اور دستِ قدرت کی گلکاریاں دیکھ۔

بامداداں کہ تفاوت نکند لیل و نہار		خوش بود دامنِ صحرا و تماشائے بہار	
صوفی از صومعہ گو خیمہ بزن در گلزار		وقت آں نیست کہ در خانہ نشینی بیکار	(سعدی)

(۴) ترجمہ۔ شراب کا پیالہ دے اور جمشید کو یاد نہ کر۔ کون جانتا ہے کہ جمشید کب تھا، اور کیخسرو کب۔

(۵) ترجمہ۔ اے باہوش مطرب چنگ پر ہاتھ مار۔ اس کی تاروں کو چھیڑ تاکہ میں اس سے جوش میں آؤں۔

(۶) ترجمہ۔ اس کی آنکھ کی طرح مستوں کو حالتِ خمار میں نہ چھوڑ۔ اس کے لبِ لعل کی یاد میں اے ساقی شراب دے۔

(۷) ترجمہ۔ جان اس جسم سے جدا ہونا نہیں چاہتی۔ جس کے رگ و ریشہ میں پیالہ کا خون (یعنی شراب) ہو۔

مطلب یہ ہے کہ جس جسم میں شراب سرایت کر گئی ہو۔ جان اس جسم سے جدا ہونا نہیں چاہتی۔

حاصل کلام یہ کہ شراب بمنزلہ آبِ حیات کے ہے۔ جس نے پی لی۔ حیاتِ ابدی حاصل کر لی۔

(۸) ترجمہ۔ میں اس کے لب کو چومتا ہوں اور پیالہ (رشک سے) خون پیتا ہے۔ میں اس کے چہرہ کو دیکھتا ہوں اور پھول حسد سے پسینہ پسینہ ہو گیا ہے۔

یعنے جامِ مے کو رشک ہے کہ میں بھی لبِ معشوق کو چوموں اور اس رشک میں خون پیتا ہے (چونکہ پیالہ میں شرابِ سُرخ ہوتی ہے اس لئے خون میخورد کہا ہے) اور پھُول کو یہ حسد ہے کہ معشوق کا چہرہ اس سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے اور لوگ پھُول کو نہیں دیکھتے۔ معشوق کے چہرہ کو دیکھتے ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ جب باغ کا پرندہ ہوہو کہہ رہا ہے۔ تو خبردار شراب کا پیالہ ہاتھ سے نہ چھوڑ۔

ہے ہے۔ یعنے خبردار ایسا نہ کرنا۔ تم ایسا کرو گے تو افسوس ہو گا۔ مطلب یہ ہے کہ موسمِ بہار ہے اور بلبلیں چہچہا رہی ہے۔ ایسے موسم میں ترکِ شراب بڑی غلطی ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ مجنوں کی طرح لیلی کے دیدار کے لیئے ہر قبیلہ کے گرد پھرنا چاہیئے۔

حے۔ عرب کے ایک قبیلہ کا نام ہے لیلی اسی قبیلہ سے تھی۔ یہ لفظ مطلق یعنے قبیلہ بھی استعمال ہوتا ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ سُلطانِ گل کے ساتھ خوشی سے رہ اور شراب پی۔ اور موسمِ خزاں سے بہار کی خلاصی کو غنیمت جان۔

(۱۲) ترجمہ۔ اے حافظ تھوڑی دیر کے لئے چپ ہو جا۔ اور نے سے بغیر زبان کی باتیں سن

خواجہ صاحب تو اپنی گفتنی بیان کر کے نے کی طرف متوجہ ہوئے ہیں مولانائے روم نے بسم اللہ۔

ہی نے سے کی ہے اور اپنی عظیم الشان مثنوی کو اس شعر سے شروع کیا ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت میکند   از جدائی ہا شکایت میکند

غزل (۶۰)

شہریست پر ظریفاں از ہر طرف نگارے	۱	یاراں صلای عشقست اگر میکنید کارے
چشم فلک نادیده زین خوبتر حریفے	۲	در دام کس نیفتد زین خوبتر شکارے
ای روی خوبت از گل صد بار نازنینی	۳	یارب کہ رہ نیابد بر دامن تو خارے
چشمے کہ دیدہ باشد جسمی ز جاں مرکب	۴	بر دامنش مبادا زیں خاکدان غبارے
چوں من شکستہ را از پیش خود چہ رانی	۵	کم غایت تمنا بوسی ست یا کنارے
می بی غش ست بشتاب وقت خوش ست دریاب	۶	سال دگر کہ دارد امید نوبہارے
چوں این گرہ کشایم وین راز وانمایم	۷	دردی و صعب دردی کاری و سخت کارے

(۸) ہر تار موی حافظ در دست ترک شوخیست
مشکل توان نشستن در این چنیں دیارے (۸)

(۱) ترجمہ۔ ظریفوں سے بھرا ہوا شہر ہے اور ہر طرف ایک معشوق موجود ہے۔ اے یارو صلائے عشق ہے اگر کچھ کرنا ہے (تو کرلو)

یعنے صلائے عام ہے۔

(۲) ترجمہ۔ آسمان کی آنکھ نے اس سے زیادہ خوبصورت کوئی حریف نہیں دیکھا۔ کسی کے جال میں اس سے زیادہ اچھا شکار نہیں پھنستا۔

یعنے ایسا حسین معشوق اور کہیں نہیں۔

(۳) ترجمہ سلے کہ تیرا چہرہ پھول سے زیادہ نازنین ہے۔ خدا کرے کہ تیرے دامن میں کوئی کانٹا نہ الجھے۔

(۴)۔ جان سے بنا ہوا جسم کس کی آنکھ نے دیکھا ہے؟ خدا کرے اس کے دامن پر اس خاکدان سے غبار نہ پڑے

مطلب یہ ہے کہ میرے معشوق کا جسم عین جان سے مرکب ہے۔خاکدانِ دنیا کا غبار خدا کرے۔
اُس کے دامن پر نہ پڑے۔وہ جان کی طرح لطیف اور پاک ہے خدا کرے مکدر نہ ہو۔

جان سودہ اند وبیختہ در چشمۂ حیات زاں پس خمیر مایہ لعلت سرشتہ اند

(۵) ترجمہ۔مجھ جیسے شکستہ حال کو تو اپنے سامنے سے کیا ہانکتا ہے۔کیونکہ میری سب سے بڑی تمنا صرف بوس و کنار ہے۔

یعنے مَیں اور کچھ نہیں مانگتا۔کم۔کہ مرا کا مخفف ہے۔اکثر استعمال ہوتا ہے۔مثلاً

طرفہ مے بود کہ ساقی سپرد کم زفنا بردوبہ باقی سپرد (خسرو)

(۶) ترجمہ۔شراب صاف ہے جلدی کر۔اچھا وقت ہے غنیمت جان۔دوسرے سال بہار کی کس کو اُمید ہے۔

یعنے زندگی کا بھروسہ نہیں۔خدا جانے آئندہ بہار تک کون ہوگا کون نہیں ہوگا۔اس وقت کو غنیمت جان۔

(۷) ترجمہ۔میں یہ گرہ کس طرح کھولوں اور یہ راز کس طرح بیان کروں یہ درد ایک سخت درد ہے اور یہ کام ایک سخت کام ہے۔

درد کی گرہ سے اور کار کی راز سے نسبت ہے۔

(۸) ترجمہ۔حافظ کا ایک ایک بال ایک شوخ معشوق کے ہاتھ میں ہے۔ایسی ولایت میں رہنا بہت مشکل ہے۔

غزل (۱۰)

صبا تو نکہت آن زلف مشکبو داری	۱	بیادگار بمانے کہ بوے او داری
دلم کہ گوہر اسرار حسن و عشق درو ست	۲	تواں بدست تو دادن گرش نکو داری
دراں شمائل مطبوع ہیچ نتواں گفت	۳	جز ایں قدر کہ رقیباں تند خو داری
نواے بلبلت اے گل کجا پسند افتد	۴	کہ گوش ہوش بمرغان ہرزہ گو داری

ز جرعه تو سرم مست گشت نوشت باد	۵	خود از کدام خم است اینکه در سبو داری
قبای حسن فروشی ترا برازید و بس	۶	که همچو گل همه آیین رنگ و بو داری
زمانه گر همه مشک ختن دهد بر باد	۷	فدای تو که خط و خال مشکبو داری
دم از ممالک خوبی چو آفتاب زدن	۸	ترا رسد که غلامان ماهرو داری
بسرکشی خودای سرو جویبار مناز	۹	که گر باو رسی از شرم سر فرو داری
دعاش گفتم و خندان بزیر لب میگفت	۱۰	که کیستی تو و با ما چه گفتگو داری

(۱۱) ز کنج مدرسه حافظ مجوی گوهر عشق (۱۱)
قدم برون نه اگر میل جستجو داری

(۱) ترجمہ۔ اے صبا تو اس مشکین زُلف کی خوشبو رکھتی ہے۔ تو یادگار رہیگی کہ تجھ میں اُس کی خوشبو ہے یعنے تیری یادگار ہمیشہ رہیگی۔ تیرا نام ہمیشہ رہے گا۔

(۲) ترجمہ۔ میرا دل جس میں حُسن کے اسرار کا گوہر ہے تیرے ہاتھ میں دیا جا سکتا ہے بشرطیکہ تو اُسے اچھی طرح رکھے۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے دلپذیر اخلاق کے متعلق اور کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ تیرے دربان تند خو ہیں۔ دیکھو شعر الف ۱۲/۱۲ ف ۴۸/۱۴ ۔

(۴) ترجمہ۔ اے پھول بلبل کی آواز تجھے کب پسند آئیگی۔ جبکہ تیرا گوش ہوش بیہودہ گو پرندوں کی طرف ہے۔ یعنے اے معشوق جب تک تو اغیار کی بیہودہ باتیں سنتا رہے گا۔ ہماری باتوں کی طرف تو کب متوجہ ہو سکتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تیرا ایک گھونٹ سے میرا سر مست ہو گیا۔ تجھے نوش جان ہو۔ یہ شراب جو تیری سبو میں ہے کس خم کی ہے یعنے تیری شراب کس قسم کی ہے کہ ایک گھونٹ میں میں مست ہو گیا۔ تجھے یہ شراب نوش جاں ہو۔

(۶) ترجمہ۔ اظہارِ حُسن کا لباس صرف تجھ ہی کو زیبا ہے۔ کیونکہ پھول کی طرح تو تمام تر رنگ و بو کا طریقہ رکھتا ہے۔ یعنی تیرا حُسن پھول کے رنگ و بو کی طرح اپنا اظہار خود کرتا ہے۔ تیرے سوا اور کسی کو اظہارِ حُسن زیبا نہیں

(۷) ترجمہ۔ زمانہ اگر تمام مشکِ ختن کو ضائع کر دے۔ تو میں قربان! تیرے خط و خال مشک کی طرح

خوشبودار ہیں۔

یعنے اگر دُنیا سے مشک ختن معدوم ہو جائے۔ تو بھی کچھ نقصان نہیں۔ جب کہ تیرے خط و خال میں مشک کی کافی خوشبو موجود ہے۔

(۸) ترجمہ۔ خورشید کی طرح ممالکِ حسن کا دم مارنا تیرے لئے زیبا ہے۔ کیونکہ تو ماہرو غلام رکھتا ہے اجرام فلکی میں خورشید بادشاہی کا دعوی کرتا ہے کیونکہ کئی ستارے اور چاند اس کے حاشیہ نشین ہیں۔ اسی طرح میرا معشوق بھی ملکِ حسن کی بادشاہی کا دعوی کرسکتا ہے۔ کیونکہ کئی ماہرو معشوق اس کے غلام ہیں۔

(۹) ترجمہ۔ اے سروِ جویبار اپنی سرکشی پر نازاں نہ ہو۔ کیونکہ اگر تو اس کے پاس جائے تو شرم سے سر نیچا کرلے۔ اس کے پاس یعنی میرے معشوق کے پاس۔ سرو اور قد یار کے لئے دیکھو ۲/۴

(۱۰) ترجمہ۔ میں نے اس کو دعا دی اور اس نے زیرلب ہنسکر کہا۔ کہ تو کون ہے اور ہمیں کیا کہتا ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ حافظ مدرسہ کے گوشہ سے گوہر عشق نہ ڈھونڈ۔ اگر تجھے جستجو کی خواہش ہے تو (مدرسہ سے) قدم باہر رکھ۔

یعنی مدرسہ سے باہر نکل کر جستجو کر۔ مدرسہ میں اسرارِ عشق کا کچھ پتہ نہیں ملے گا۔ دیکھو شعر ۲۴/۳

غزل (۶۲)

صبح ست ژالہ میچکد از ابر بہمنے	۱	برگ صبوح ساز و بزن جام یکمنے
در بحر مائی و منے افتادہ ام بیار	۲	می تا خلاص بخشدم از مائی و منے
خون پیالہ خور کہ حلال ست خون او	۳	در کار یار کوش کہ کاریست کردنے
گر صبحدم خمار ترا درد سر دہد	۴	پیشانی خمار ہماں بہ کہ بشکنی
ساقی بہوش باش کہ غم درکمین ماست	۵	مطرب نگاہدار ہمیں رہ کہ میزنی
می دہ کہ سر بگوش من آورد چنگ و گفت	۶	خوش باش و پند بشنو ازیں پیر منحنی
ساقی بہ بی نیازی یزداں کہ می بیار	۷	تا بشنوی ز صوت مغنی ہو الغنی

(۸)	حافظ نہال قد تو در جویبار چشم خون خورد و بر نشاند و تو خواہی کہ بر کنی	(۸)

(۱) ترجمہ۔ صبح کا وقت ہے اور ابرِ بہاری سے بوندیں گر رہی ہیں۔ شرابِ صبح کا سامان کر اور بڑا پیالہ پی۔

جام یک منی یعنے رطل گران۔ (بہار عجم)

(۲) ترجمہ۔ میں خودی کے سمندر میں غریق ہوں۔ شراب لا تاکہ وہ مجھے خودی سے خلاصی دے۔

اصطلاحِ تصوف میں اُسی چیز کا نام شراب ہے۔ جو خودی اور خیالات من و مائی سے آدمی کو رہائی بخشے۔

بخود یک لحظہ بودن صد خطر در آستین دارد   خدا اجرے دہاد آنرا کہ بے ما میکند مارا

(۳) ترجمہ۔ پیالہ کا خون پی کیونکہ اُس کا خون حلال ہے۔ معشوق کے کام میں کوشش کر یہ کام کرنے کے لائق ہے

کارِ یار سے مراد کاروبارِ عشق۔ خون پیالہ سے مراد شراب۔

(۴) ترجمہ۔ اگر صبح کے وقت خمار تجھے دردِ سر دے۔ تو بہتر یہی ہے کہ تو خمار کا سر توڑے۔

یعنے اور شراب پی کر خمار کو دور کرے۔

(۵) ترجمہ۔ ای ساقی خبردار ہو کہ غم ہماری گھات میں ہے اے مطرب یہی سرود جو تُو گا رہا ہے گائے جا۔

رہ زدن۔ سرود گانا۔ نغمہ سرائی کرنا۔ ساقی سے طلب شراب کی ہے اور مطرب سے درخواست ہے کہ نغمہ سرائی کو جاری رکھے۔

(۶) ترجمہ۔ شراب دے کیونکہ چنگ نے میری کانوں کے نزدیک سر لاکر کہا کہ خوش رہ اور اس خمیدہ قد بوڑھے کی نصیحت سن۔

ظاہر ہے کہ چنگ کا سرا مطرب کے کان کے نزدیک ہوتا ہے۔ لہذا "سر بگوش من آورد" کہا۔ پیر منحنی سے بھی مراد چنگ بوجہ خمیدہ قامت ہونیکے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ چنگ نے مجھے مے نوشی اور خوش باشی کی نصیحت کی۔

(۷) ترجمہ۔ ای ساقی خدا کی بے نیازی کے طفیل شراب لا۔ تاکہ تو مطرب کی آواز سے ہو الغنی سُنے۔

بے نیازی اور غنی کی رعایت ظاہر۔ غنی اور مغنی میں صنعت تجنیس ہے۔

(۸) ترجمہ۔ حافظ نے تیرے قد کے درخت کو آنکھوں کی نہر پر خون پی کر لگایا۔ اور تو چاہتا ہے کہ اُسے اکھیڑے۔

سرو قد اور جویبار کی رعایت ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ مینے خونِ جگر پی پی کر اور آنسوؤں کی نہریں بہا بہا کر تیرے سرو قد کا نقشہ آنکھوں میں جمایا ہے اور تو مجھ سے جدا ہونا چاہتا ہے۔

غزل (۹۳)

۱ طفیل ہستی عشقند آدمی و پری — ارادتے بنما تا سعادتے ببری

۲ چو مستعد نظر نیستی وصال مجوے — کہ جام جم ندہد سود وقت بی بصری

۳ می صبوح و شکر خواب صبحدم تا چند — بعذر نیم شبے کوش و نالۂ سحری

۴ بوئ زلف و رخت می روند و می آیند — صبا بغالیہ سائی و گل بجلوہ گری

۵ بکوش خواجہ و از عشق بی نصیب مباش — کہ بندہ نخرد کس بعیب بے ہنری

۶ بیا و سلطنت از ما بخر بمایۂ حسن — ازین معاملہ غافل مشو کہ حیف خوری

۷ دعای گوشہ نشینان بلا بگرداند — چرا بگوشۂ چشمے بما نمے نگری

۸ مرا ازین ظلمات آنکہ رہنمائی کرد — دعائ نیم شبے بود و گریۂ سحری

۹ ز ہجر و وصل تو در حیرتم چہ چارہ کنم — نہ در برابر چشمے نہ غائب از نظری

۱۰ طریق عشق طریقے عجب خطرناک ست — نعوذ باللہ اگر رہ بمامنے نبری

۱۱ ہزار جان گرامی بسوخت زین غیرت — کہ ہر صباح و مسا شمع مجلس دگری

۱۲ چو ہر خبر کہ شنیدم رہی بحیرت داشت — ازین سپس من و ساقی و وضع بے خبری

(۱۳) بمین ہمت حافظ امید ہست کہ باز — ارى اسامر ليلاى ليلة القمرى (۱۳)

(۱) ترجمہ۔ آدمی اور پری عشق کی ہستی کے طفیل ہیں۔ ارادت ظاہر کرتا کہ تو سعادت حاصل کرے۔

پہلا مصرعہ "کنت کنزاً مخفیاً الخ" کی تفسیر ہے۔ تشریح کے لئے دیکھو شعر الف ۱/۱

(۲) ترجمہ۔ جب کہ تجھ میں نظر کی استعداد نہیں تو وصال نہ ڈھونڈ۔ کیونکہ نابینائی کی حالت میں جام جہان نما سے کچھ فائدہ نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جب تیری آنکھوں میں بینائی ہی نہیں تو جام جہان نما سے تجھ پر دنیا کے حالات

کس طرح روشن ہوں گے یعنی اندھا دور بین یا خورد بین سے کیا دیکھے گا۔ اسی طرح اگر تجھ میں استعداد اور قابلیت نہیں تو عشق سے تجھے کیا حاصل ہوگا۔

(۳) ترجمہ۔ شراب صبح اور صبح کی میٹھی نیند کب تک؟ آدھی رات کے استغفار اور نالۂ سحر کی کوشش کر۔ یعنی شب بیداری اور سحر خیزی کی کوشش کر۔ رات بھر اپنے گناہوں سے توبہ استغفار کر۔ عبادت الہٰی میں مشغول ہو اور بارگاہِ الہٰی میں صبح کے وقت دستِ دُعا اٹھا۔ صبح کی میٹھی نیند اور صبح کی شراب سے کیا حاصل ہوگا۔؟

(۴) ترجمہ۔ صبا تیری زُلف کی خوشبو سے خوشبو حاصل کرنے کے لئے اور پھول تیرے چہرہ کا دیدار کرنے کے لئے آتے جاتے ہیں۔

زُلف و رخ۔ صبا و گُل اور غالیہ سائی جلوہ گری میں زُلف و نشر مرتب ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے خواجہ کوشش کر اور عشق سے بے نصیب نہ رہ۔ کیونکہ کوئی شخص بے ہنری کے عیب والے غلام کو نہیں خریدتا۔

بے ہُنر غلام کو کوئی نہیں خریدتا۔ اسی طرح جس شخص میں ہنر عشق نہ ہو بارگاہِ سلطانِ عشق میں اس کی کچھ قدر و قیمت نہیں۔

(۶) ترجمہ۔ آ اور حسن کے سرمایہ سے ہم سے سلطنت خرید اس سودے سے غافل نہ ہو ورنہ افسوس کریگا۔ دیکھو شعر (د ۱۵)

(۷) ترجمہ۔ گوشہ نشینوں کی دُعا بلائیں دور کرتی ہے۔ تو پھر تُو ایک گوشہ چشم سے ہماری طرف کیوں نہیں دیکھتا۔

گوشہ اور گوشہ کی رعایت ظاہر۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری طرف نظر کر اور ہم گوشہ نشینوں کی دُعا لے۔

(۸) ترجمہ۔ جس چیز نے دُنیا کی تاریکی میں میری رہنمائی کی۔ وہ نصف شب کی دُعا تھی اور صبح کا رونا۔

خواجہ صاحب شب بیدار اور سحر خیز تھے۔ رات کا بہت سا حصہ عبادت اور دُعائیں گذارتے تھے۔ خواجہ صاحب کی زندگی نہایت پاک تھی اور یہ سب اسی دُعائے سحری کا نتیجہ ہے۔

(۹) ترجمہ۔ میں تیرے ہجر اور وصل سے حیرت میں ہوں۔ کیا علاج کروں۔ کیونکہ نہ تو تُو آنکھوں کے سامنے ہے اور نہ نظر سے غائب ہے۔

محبوبِ حقیقی کی یہی کیفیت ہے۔ نہ سامنے ہے نہ غائب۔

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہو　　صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اسی مضمون پر فرماتے ہیں۔

دوست نیز دیکتر از من بہ من است　　وین عجب ترکہ من از وے دورم

چہ کنم باکہ تواں گفت کہ او　　درکنارِ من و من مہجورم

(۱۰) ترجمہ۔ عشق کا رستہ عجیب خطرناک رستہ ہے۔ اگر تو کسی جائے امن پر نہ پہنچے تو خدا کی پناہ۔

یعنے اگر سالک منزلِ مقصود پر پہنچ جائے تو فھو المراد۔ ورنہ یہ رستہ ایسا خطرناک ہے کہ الامان!

(۱۱) ترجمہ۔ اس غیرت میں کئی ہزار عزیز جانیں جل گئیں۔ کہ ہر صبح و شام تو ایک نئی مجلس کی شمع بنتا ہے۔

معشوق کے ہرجای ہونے کی شکایت ہے۔

(۱۲) ترجمہ۔ جب یہ حالت ہے کہ جو خبر میں سنتا ہوں اس کا نتیجہ حیرت ہے۔ تو اس کے بعد میں ہونگا اور ساقی اور مستی کا طریقہ۔

یعنے عقل تو ہر مرحلہ پر مقامِ حیرت میں لیجاتی ہے۔ اس لئے اب مستی اختیار کرتا ہوں۔

(۱۳) ترجمہ۔ حافظ کی دعا کی برکت سے امید ہے کہ اب میں دیکھونگا کہ اپنی لیلی سے چاندنی رات میں قصے بیان کرتا ہوں گا۔

سمر۔ شب۔ افسانہ شب۔ چاندنی۔ مجلس افسانہ گویاں وغیرہ۔

غزل (۶۴)

عمر بگذشت بہ بیحاصلی و بوالہوسی	۱	ای پسر جام میم دہ کہ بہ پیری برسی
چہ شکرہاست دریں دہر کہ قانع شد انار	۲	شاہبازانِ طریقت بہ شکارِ مگسی
بال بکشا و صفیر از شجرِ طوبی زن	۳	حیف باشد چو تو مرغیکہ اسیرِ قفسی
کارواں رفت و تو در راہ کمینگاہ بخواب	۴	وہ کہ بس بیخبر از غلغل بانگِ جرسی
دوش در خیل غلامانِ درش میرفتم	۵	گفت کای بیکس و بیچارہ تو بارِ چہ کسی
تا چو مجمر نفسے دامن جانان گیرم	۶	دل بر آتش بنہادم زپئی خوش نفسی
لمع البرق من الطور و آنست بہ	۷	فلعلّی لک آتی بشہاب قبسی

ہر کہ مشہور جہان گشتہ بہ مشکیں نفسی	۸	بادل خون شدہ چون نافہ خوشش باید بود
(۹)	چند پویہ بہوای تو ز ہر سو حافظ یسر اللہ طریقاً بک یا ملتمسی	(۹)

(۱) ترجمہ۔ تمام عمر بے حاصلی اور بوالہوسی میں گذر گئی۔ اے لڑکے مجھے شراب کا پیالہ دے۔ خدا تجھے بڑھاپے تک پہنچائے۔

یعنے تیری عمر دراز ہو۔ بوالہوس یعنے ابوالہوس۔ حریص۔ میر عبدالواسع ہانسوی لکھتے ہیں کہ یہ ترکیب غلط ہے۔ کیونکہ ہوس لفظ عربی نہیں بلکہ فارسی ہے۔ لیکن چونکہ غلط العام ہے اکثر استعمال ہوتا ہے۔ لیکن مولف غیاث اللغات کی رائے میں ترکیب صحیح ہے۔ کیونکہ ہوس بفتحتین لفظ عربی ہے

(۲) ترجمہ۔ اس زمانہ میں کیا شیرینی ہے کہ شاہبازانِ طریقت مکھی کے شکار پر قانع ہو گئے ہیں۔

یعنے معلوم نہیں کہ دُنیا میں کیا دھرا ہے کہ حضرتِ انسان باوجود قدسی الاصل ہونے کے اس خاکدان کی رہائش پر قانع ہے۔

(۳) ترجمہ۔ پر کھول اور شجر طوبیٰ پر جا کر آواز دے۔ تجھ جیسے پرندے پر افسوس ہے کہ تو جال میں اسیر پڑا ہے

قفس سے مراد قفس عنصری یا دُنیا۔ مطلب یہ ہے کہ انسانِ عالم قدس کا رہنے والا ہے۔ افسوس ہے کہ اس جال میں اسیر پڑا ہے۔ اسے چاہیئے کہ ایک ہی پرواز میں اس قفس کو چھوڑ کر شجر طوبیٰ پر جا کر ٹھہرے دیکھو شعرت ۵ ۱/۱ م ۲/۲ م ۲/۸ م ۱۷/۴ م ۲۸/۴ م ۹۹/۳ ردیف ن غزل ۲۱ سالم۔

(۴) ترجمہ۔ کاروان چلا گیا اور تو کمینگاہ کی راہ میں سویا پڑا ہے۔ افسوس کہ تو بانگ جرس کی آواز سے اس قدر غافل ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کاروان بہت دُور نکل گیا ہے اور ایسے خطرناک رستہ میں جہاں ہر جگہ دشمن گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ تو خواب غفلت میں مست سو رہا ہے۔ افسوس کہ بانگِ جرس نے بھی تجھے بیدار نہ کیا۔ موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی حالت کا صحیح نقشہ ہے۔ ہمسایہ قومیں راہِ ترقی میں منزلوں آگے نکل گئی ہیں۔ ہم ہیں کہ خوابِ غفلت میں ایسے مست پڑے ہیں گویا منزلِ مقصود پر پہنچ گئے ہیں۔ افسوس!!!

مولانا حالی مرحوم نے اسی مضمون پر کہا ہے۔

وہ قومیں جو سب راہیں طے کر چکی ہیں
ذخیرے ہر ایک جنس کے بھر چکی ہیں
ہر ایک بوجھ بار اپنے سر دھر چکی ہیں
ہوئیں تب ہیں زندہ کہ جب مر چکی ہیں

اسی طرح راہِ طلب میں ہیں پویا
بہت دور ابھی اُن کو جانا ہے گویا

کسی وقت جی بھر کے سوتے نہیں وہ
کبھی سیر محنت سے ہوتے نہیں وہ
بضاعت کو اپنی ڈبوتے نہیں وہ
کوئی لمحہ بیکار کھوتے نہیں وہ

نہ چلنے سے تھکتے نہ اُکتاتے ہیں وہ
بہت بڑھ گئے اور بڑھے جاتے ہیں وہ

مگر ہم کہ اب تک جہاں تھے وہیں ہیں
جمادات کی طرح بارِ زمین ہیں
جہاں میں ہیں ایسے کہ گویا نہیں ہیں
زمانے سے کچھ ایسے فارغ نشیں ہیں

کہ گویا ضروری تھا جو کام کرنا
وہ سب کر چکے ایک باقی ہے مرنا

(۵) ترجمہ۔ کل میں اس کے دروازے کے غلاموں کے گروہ میں جاتا تھا۔ اُس نے کہا کہ اے بیکس بیچارہ! تو کس کا یار ہے۔؟
گویا وہ مجھے جانتا ہی نہیں۔

(۶) ترجمہ۔ تاکہ مجمر کی طرح تھوڑی دیر کے لئے معشوق کا دامن پکڑ وں۔ خوش نفسی کے لئے مینے دل کو آگ پر رکھ دیا ہے۔

مجمر میں عود یا حرمل ڈال کر خوشبو یا دفع نظر بد کے لئے جلاتے ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ مجمر کو دامن کے پیچھے رکھ لیتے ہیں۔ تاکہ خوشبو تمام کپڑوں میں سرایت کر جائے۔

خواجہ صاحب بھی اپنے دل کو آگ پر اس لئے رکھتے ہیں کہ خوشبو پیدا ہونے پر معشوق اسے اپنے دامن کے پیچھے لے جائے۔ حاصل کلام یہ کہ میں آتشِ عشق میں جل رہا ہوں شاید

کہ وصالِ محبوب نصیب ہو۔

(۷) ترجمہ۔ طور سے بجلی چمکی اور میں نے اسے دیکھا (اس سے انس پیدا کیا) شاید کہ میں تیرے لئے نیم سوختہ انگارا لے آؤں۔

اس شعر میں واقعہ طور کی طرف اشارہ ہے۔ اور الفاظ بھی آیتِ قرآنی سے لئے گئے ہیں۔ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ (طٰہٰ) یعنے جب موسےٰ علیہ السّلام نے آگ دیکھی اپنی زوجہ کو کہا کہ ٹھیرو۔ میں نے آگ دیکھی ہے امید ہے کہ اس آگ سے میں تمہارے لئے شعلہ لاؤں۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے نورِ ہدایت دیکھا ہے۔ شاید تجھے بھی فایدہ پہنچا سکوں۔ یا یہ کہ مشاہدہ محبوب کا پر تو دیکھا ہے شاید تجھے بھی اس نور سے حصہ دے سکوں۔

(۸) ترجمہ۔ خون شدہ دل کے باوجود نافہ کی طرح اس شخص کو خوش رہنا چاہیئے۔ جو مشکیں نفسی میں مشہورِ جہاں ہو گیا ہو۔

نافہ باوجود ہمہ تن خون ہونے کے چونکہ خوشبودار ہے۔ اس لئے خوش ہے۔ اسی طرح جو شخص دُنیا میں اپنی مشکیں نفسی یا خوش اخلاقی کے لئے مشہور ہو جائے۔ اسے ہر چند مصیبتوں کا سامنا ہو لیکن ہمیشہ اُسے خوش و خورم رہنا چاہیئے۔

(۹) ترجمہ۔ حافظ تیری آرزو میں ہر طرف کب تک دوڑے۔ اے میرے مطلوب خدا تیری راہ آسان کرے۔

یعنے میری رسائی تجھ تک آسان ہو جائے۔

غزل (۶۵)

کتبت قصہ شوقے ومدمعی باکی	۱	بیا کہ بی تو بجان آمدم زغمناکی
بسا کہ گفتہ ام از شوق باد و دیدہ خویش	۲	ایا منازل سلمے واین سلماکی
عجیب واقعہ ولبس غریب حادثہ الیست	۳	انا اضطربت قتیلاً وقاتلی شاکی

که همچو قطره که بر برگ گل چکد پاکی	۴	کرا رسد که کند عیب دامن پاکت
چو کلک صنع رقم زد ز آبی و خاکی	۵	زخاک پای تو داد آبروی لاله و گل
وهات شمسه کرم مطیب زاکی	۶	صبا عبیر فشاں گشت ساقیا برخیز
اری مآثر محیائے من محیاکی	۷	اثر نماند زمن بی شمائلت آری
کہ زاد راهروان چستی ست و چالاکی	۸	دع التکاسل تغنم فقد جری مثل
چنیں بار یع جمالی زآبے وخاکی	۹	بآبروی گل وخاک پای سرو کہ نیست

(۱۰)	زوصف حسن تو حافظ چگونہ لاف زند کہ چوں صفات الٰہی ورای ادراکی	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ مَیں نے شوق کا قِصہ لکھا اور میری آنکھیں اشک افشاں ہیں۔ آ کہ تیرے بغیر مَیں غم کی وجہ سے جان سے تنگ آگیا ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ مَیں نے اپنی دو آنکھوں کو اکثر شوق میں لکھا ہے کہ اے منازل سلمیٰ! تمہاری سلمیٰ کہاں ہے۔

اپنی آنکھوں کو منازلِ سلمیٰ کہا ہے۔ یعنے منازلِ معشوق۔ چونکہ آنکھوں میں معشوق کی تصویر ہوتی ہے اس لئے منازلِ معشوق کہا۔ مطلب یہ ہے کہ مَیں شوق میں اکثر اپنی آنکھوں کو کہتا ہوں کہ اے منازلِ سلمیٰ! تمہاری سلمیٰ کہاں ہے۔

(۳) ترجمہ۔ یہ عجیب واقعہ اور نہایت ہی عجیب وغریب بات ہے۔ کہ مَیں تو حالتِ مقتولی میں مضطرب ہوں اور قاتل ابھی شاکی ہے۔

یعنے میں بسمل تڑپ رہا ہوں اور قاتل کو اب بھی شکایت باقی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ کس کی طاقت ہے کہ تیرے پاک دامن کی عیب جوئی کرے کیونکہ تو اس قطرہ کی طرح جو برگ گل پر گرتا ہے۔ پاک ہے

بارش کا قطرہ خود پاک اور پھر اگر پھول کی پنکھڑی پر گرے تو پاکیزہ تر۔ اس لئے اس کی پاکیزگی میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ خواجہ صاحب نے اپنے معشوق کو اس قطرہ سے تشبیہ دی ہے جو برگِ گل پر گرے۔

(۵) ترجمہ۔ تیری خاکِ پا سے لالہ وگل کو آبرو دی۔ جب قدرت کے قلم نے آبی وخاکی تصویریں بنائیں۔

یعنے صانع قدرت نے جب دُنیا کو پیدا کیا تو لالہ وگل کو تیری خاک پا سے آبرو بخشی۔

(۶) ترجمہ۔ بادِ صبا خوشبو پھیلا رہی ہے۔ اے ساقی اُٹھ اور پاک و صاف انگوری شراب لا۔

شمس۔ سے مراد شراب (شراب کو مجازاً شمس و آفتاب کہا جاتا ہے)

کرم۔ انگور۔ رز۔

(۷) ترجمہ۔ تیری صورت کے بغیر میرا نام ونشان باقی نہیں رہا ہاں میں تیری صورت شکل سے اپنی زندگی کے آثار دیکھتا ہوں۔

(۸) ترجمہ۔ کاہلی کو چھوڑ اور وقت کو غنیمت جان یہ مثل مشہور ہے کہ مسافر کا زادِ راہ چستی اور چالاکی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سالک کو چست و چالاک ہونا چاہیئے۔ کاہلی اور سستی مسافر کے لئے خطرناک ہے۔

(۹) ترجمہ۔ پھُول کی آبرو اور سرو کی خاکِ پا کی قسم ہے کہ آبی و خاکی مخلوقات میں ایسا نادر حسن والا اور کوئی نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ انسانوں میں تجھ جیسا بے نظیر حسین اور کوئی شخص نہیں۔

آبروی و خاک اور آبی و خاکی کی رعایت ظاہر۔

(۱۰) ترجمہ۔ حافظ تیرے حسن کی تعریف کی لاف کس طرح مارے۔ کیونکہ تو صفاتِ الٰہی کی طرح فہم و ادراک کی حد سے باہر ہے۔

یعنے تیرے حُسن کی پُوری پُوری تعریف مجھ سے نہیں ہو سکتی۔ تو فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔

غزل (۶۶)

گفتند خلائق کہ توئی یوسف ثانی	۱	چون نیک بدیدم بحقیقت بہ ازانی
در عشق توام شہرہ چو فرہاد و عجب نیست	۲	ای خسرو خوبان کہ تو شیرین زمانی
تشبیہ دہانت نتوان کرد بہ غنچہ	۳	ہرگز نبود غنچہ بایں تنگ دہانی
صد بار بگفتی کہ دہم زان دہنت کام	۴	چون سوسن آزاد چرا جملہ زبانی
گفتی کہ دہم کامت و جانت بستانم	۵	ترسم ندہی کامم و جانم بستانی
چشم تو خدنگ از سپر جان گذرانید	۶	بیمار کہ دیدہ است بایں سخت کمانی
چون اشک بین از پیش از دیدۂ مردم	۷	آن را کہ دمی از نظر خویش برانی
گر سرو بماند از قد و رفتار تو بر پای	۸	بخرام کہ از سرو گذشتی بروانی
در راہ تو عاشق چو قلم کرد ز سر پای	۹	چون نامہ چرا یک دمش از لطف نخوانی

(۱۰)	از پیش مران حافظ غمدیدۂ خود را کز عشق رخت داد دل و دین و جوانی	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ لوگوں نے کہا کہ تو یوسفِ ثانی ہے۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو حقیقت میں تو اُس سے بہتر ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تیرے عشق میں میں فرہاد کی طرح مشہور ہوگیا ہوں اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ اے حسینوں کے بادشاہ! تو زمانہ کا شیریں ہے۔

فرہاد۔ خسرو اور شیریں کی رعایت ظاہر۔

(۳) ترجمہ۔ تیرے دہن کو غنچہ سے تشبیہ نہیں دے سکتے۔ کیونکہ غنچہ ہرگز ایسا تنگ دہن نہیں ہوتا۔

(۴) ترجمہ۔ تو نے سو بار کہا ہے کہ میں اُس دہن سے تیری مراد پوری کرونگا۔ سوسن آزاد کی طرح تو کیوں ہمہ تن زبان ہے۔

سوسنِ آزاد کی پتیاں زبان کی ہمشکل ہوتی ہے گویا تمام پھول ہمہ تن زبان ہوتا ہے۔ معشوق کو ہمہ تن زبان اس لئے کہا ہے کہ وہ صرف وعدہ کرتا ہے اور پورا نہیں کرتا۔

(۵) ترجمہ۔ تو نے کہا ہے کہ میں تیری مراد پوری کرونگا اور تیری جان لے لونگا۔ مجھے ڈر ہے کہ تو مراد تو پوری نہیں کرے گا۔ البتہ میری جان لے لے گا۔

(۶) ترجمہ۔ تیری آنکھ نے تیر کو جان کی ڈھال سے پار کر دیا۔ کس شخص نے ایسا سخت کمان بیمار دیکھا ہے۔

دوسرے مصرعہ میں استفہام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ تیری آنکھ نے باوجود بیمار مشہور ہونے کے اس زور سے تیر مارا ہے کہ میری جان کے پار ہوگیا ہے کسی شخص نے نہیں دیکھا کہ کوئی بیمار تیرانداز ایسا سخت کمان ہو۔

(۷) ترجمہ۔ جس شخص کو تھوڑی دیر کے لئے تو اپنی نظر سے دور کر دے۔ اسے آنسوؤں کی طرح لوگوں کی آنکھوں سے گرا دیتا ہے۔

یعنے اُسے ذلیل اور خوار کر دیتا ہے۔ لوگوں کے نزدیک اس کی عزت و وقعت نہیں رہتی۔

(۸) ترجمہ۔ اگر سرو تیرے قد اور رفتار کے باوجود قائم ہے۔ تو خراماں ہو کہ چلنے میں تو سرو سے بڑھا ہوا ہے

یعنے سرو ہر چند تیرے قد کا مقابلہ کرے۔ لیکن تیرے خرامِ ناز کا مقابلہ کس طرح کر سکے گا؟

(۹) ترجمہ۔ تیری راہ میں عاشق نے قلم کی طرح سر سے پاؤں بنائے۔ خط کی طرح تھوڑی دیر کے لئے مہربانی سے اُسے کیوں نہیں بلاتا۔

قلم سر کے بل چلتا ہے۔ اور اس کی تحریر یعنے خط لوگ پڑھتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ عاشق تیری راہ میں سر کے بل چلتا ہے۔ تو بھی مہربانی کر کے اسے بلا۔ نخوآنی میں پڑھنا اور بلانا ہر دو معنوں کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ اپنے غم زدہ حافظ کو سامنے سے دور نہ کر۔ کیونکہ اس نے تیرے چہرہ کے عشق میں دل و دین اور جوانی کو غارت کر دیا ہے۔

غزل (۶۷)

که برد بنزد شاهان زمن گدا پیامی	۱	که بکوی میفروشان دو هزار جم بجامی
اگر این شراب خام ست اگر آن حریف پخته	۲	بهزار بار بهتر ز هزار پخته خامی
شده ام خراب و بدنام و هنوز امیدوارم	۳	که زبار خلاص یابم بدعای نیکنامی
تو که کیمیا فروشی نظری بقلب ما کن	۴	که بضاعتی نداریم و فگنده ایم دامی
بجا برم شکایت بکه گویم این حکایت	۵	که لبت حیات ما بود و نداشتی دوامی
عجب از وفای جانان که تفقدی نفرمود	۶	نه بنامه و پیامی نه بپرسش و سلامی
بروید پارسایان که نمانه پارسائی	۷	می ناب در کشیدیم و نماند ننگ و نامی
ز رهم میفگن ای شیخ تو بدانهای تسبیح	۸	که چو مرغ زیرک افتد نفتد بهیچ دامی
سر خدمت تو دارم بخرم بهیچ مفروش	۹	که چو بنده کمتر افتد بمبارکی غلامی

(۱۰)
بگشای تیر مژگان و بریز خون حافظ
که چنان کشنده را نکشد کس انتقامی
(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ بادشاہوں کے پاس مجھ فقیر کا یہ پیغام کون لے جائے کہ شراب فروشوں کے کوچہ میں دو ہزار جمشید ایک جام کی قیمت کے ہیں۔

یعنے بادشاہ اپنی سلطنت پر مغرور نہ ہوں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک ایک جام مے کئی ہزار سلطنتوں سے بہتر ہے

(۲) ترجمہ۔ اگر یہ شراب خام ہے اور وہ حریف پختہ ہے۔ تو ایسے ہزار پختہ حریفوں سے یہ شراب خام ہزار بار بہتر ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہم کو پختہ حریفوں کی ضرورت نہیں۔ ہمارے لئے شراب خام ہی کافی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ میں خراب اور بدنام ہوگیا ہوں لیکن ابھی تک امیدوار ہوں کہ کسی نیک نام کی دعا سے

بدی سے رہائی پاؤں۔

(۴) ترجمہ تو جو کیمیا فروش ہے ہمارے دل (یا کھوٹے سکے) پر نظر کر۔ کیونکہ ہمارے پاس سرمایہ نہیں ہے اور جال بچھایا ہے

مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس بضاعتِ اعمال بالکل نہیں تاہم رحمت کے اُمیدوار بیٹھے ہیں۔ ہمارے کھوٹے سکے کو اپنی کیمیاگری سے سونا بنا دے یعنے ہمارے سیاہ دل کو اپنی ہمت و برکت سے نورانی کردے۔

(۵) ترجمہ۔ مَیں یہ شکایت کہاں لے جاؤں اور یہ بات کس سے بیان کروں کہ تیرا لب ہمارے لئے بمنزلہ زندگی کے تھا لیکن تو ہمیشہ (ہمارے پاس) نہ رہا۔

(۶) ترجمہ۔ معشوق کی وفا پر حیران ہوں کہ اُس نے پرسشِ احوال نہ کی۔ نہ نامہ و پیام سے اور نہ پرسش و سلام سے۔

(۷) ترجمہ۔ اے پرہیزگار و جاؤ کہ پرہیزگاری نہیں رہی۔ ہم نے شرابِ صاف پی اور نام و ناموس نہ رہا۔

(۸) ترجمہ۔ اے شیخ تو مجھے تسبیح کے دانوں سے گمراہ نہ کر۔ کیونکہ جب دانا پرندہ نیچے آتا ہے تو کسی جال میں نہیں پھنستا۔

یا جو پرندہ دانا ہوتا ہے دام میں نہیں پھنستا۔ شیخ کی تسبیح کو دام اور اُس کے دانوں کو دانہ سے تشبیہ دی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ مجھے تیری خدمت کا شوق ہے مجھے خرید لے اور مفت نہ بیچ۔ کیونکہ مجھ جیسا مبارک غلام کم ملے گا۔

(۱۰) ترجمہ۔ مژگان کے تیر چھوڑ اور حافظ کا خون گرا۔ کیونکہ ایسے قاتل سے کوئی انتقام نہیں لیتا۔ بیشک تیرِ مژگان کے مقتول کی کوئی داد و فریاد نہیں سُنتا۔ اور نہ ایسے قاتل مستحقِ سپرد ہوتے ہیں۔

غزل (۶۸)

مخمور جامِ عشقم ساقی بدہ شرابے	۱	پرکن قدح کہ بی می مجلس ندارد آبے
عشق رخِ چو ماہش در پردہ راست نابد	۲	مطرب بزن نوائے ساقی بدہ شرابے

شد قامتم چو حلقه تا بعد ازیں رقیبت	۳	زیں در دگر نراند مارا بہیچ بابے	
چوں آفتاب رویش در دیدہ می نگنجد	۴	ای دل چہ سود داری در دیدۂ اضطرابے	
در انتظار رویت ما و امید واری	۵	وز عشوۂ لبانت ما و خیال و خوابے	
دست غرض میالای بر کاسۂ کہ دانی	۶	انجام کار نبود ازوی امید آبے	

(۷) حافظ چہ می نہی تو دل بر وصال جاناں
کی تشنہ سیر گردو از لمعۂ سرابے (۷)

(۱) ترجمہ۔ میں عشق کے جام کا مخمور ہوں۔ اے ساقی شراب دے۔ پیالہ پُر کر کیونکہ شراب کے بغیر مجلس میں رونق نہیں ہوتی۔

(۲) ترجمہ۔ اس کے چاند جیسے چہرہ کا عشق پردہ میں ٹھیک نہیں اے مطرب نغمہ سرائی کر اور اے ساقی شراب دے۔

(۳) ترجمہ۔ میرا قد حلقہ کی طرح (خمیدہ) ہوگیا ہے تاکہ اس کے بعد تیرا دربان اس دروازہ سے پھر کسی طرح دُور نہ کر سکے۔

یا کسی اور دروازہ کی طرف مجھے نہ ہانکے۔ در اور باب کی رعایت ظاہر۔ ظاہر ہے کہ حلقہ (یعنے حلقۂ در) ہمیشہ دروازہ سے لگا رہتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جب اس کے چہرہ کا آفتاب آنکھوں میں نہیں سماسکتا۔ تو اے دل! آنکھوں میں اضطراب سے کیا فائدہ؟

یعنی انتظار اور بیقراری سے کچھ حاصل نہیں۔

(۵) ترجمہ۔ تیرے چہرہ (کے دیدار) کے انتظار میں ہم ہیں اور امیدواری۔ اور تیرے لبوں کے عشوہ کا خواب و خیال ہے اور ہم۔

یعنے تیرے دیدار کی صرف امید ہی امید ہے اور تیرے عشوہ کا صرف خواب و خیال ہی ہے ورنہ حصولِ مراد تو مشکل ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ایسے کاسہ سے دستِ سوال کو آلودہ نہ کر۔ جس سے کہ آخر کار پانی ملنے کی امید نہ ہو۔

یعنے جس دروازہ سے فیض کی امید نہ ہو۔ وہاں دستِ سوال دراز کرنا بے فائدہ ہے

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ معشوق کے وصال پر تو کیا دل لگاتا ہے۔ شراب کی روشنی سے پیاسہ کبھی سیر نہیں ہوتا۔ سراب۔ خشک ریگستان میں چمکتی ہوئی ریت جو دُور سے پانی نظر آتی ہے مطلب یہ ہے کہ معشوق

کا وصال سراب کی طرح ہے۔ اس سے فیضیاب ہونا محال ہے۔

غزل (۶۹)

می خواہ وگل افشان کن از دہر چہ میجوئی	۱	این گفت سحر گہ گل بلبل تو چہ میگوئی
مسند بگلستان بر تا شاہد و ساقی را	۲	لب گیری و رخ بوسی می نوشی و گل بوئی
شمشاد خرامان کن آہنگ گلستان کن	۳	تا سرو بیاموزد از قد تو دلجوئی
تا غنچۂ خندانت دولت بکہ خواہد بود	۴	ای شاخ گل رعنا از بہر کہ می روئی
امروز کہ بازارت پُر جوش خریدارست	۵	دریاب و بنہ گنجی از مایۂ نیکوئی
آن طرہ کہ ہر مویش صد نافہ چین ارزد	۶	خوش بودی اگر بودی بوئیش ز خوشخوئی
چوں شمع نکو روئی در رہگذر باد ست	۷	طرف ہنری بربند از مایۂ نیکوئی

(۸) ہر مرغ بدستانی در گلشن شاہ آمد
بلبل بنوا سازی حافظ بدعاگوئی (۸)

(۱) ترجمہ۔ شراب لے اور گُل افشانی کر زمانہ سے کیا مانگتا ہے۔ یہ بات صبح کے وقت پھُول نے کہی۔ اے بلبُل تُو کیا کہتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ صبح کے وقت پھُول نے بلبل کو کہا کہ باتوں کو چھوڑ شراب لے اور گل افشانی کر۔ زمانہ سے کسی چیز کی اُمید نہ رکھ۔

(۲) ترجمہ۔ مسند کو باغ میں لیجا۔ تاکہ تو شاہد و ساقی کا لب پکڑے۔ چہرہ چومے۔ شراب پئے اور پھُول سونگھے۔

(۳) ترجمہ۔ قد کو خراماں کر اور باغ کا ارادہ کر۔ تاکہ سرو تیرے قد سے دلجوئی کا طریقہ سیکھے۔

(۴) ترجمہ۔ دیکھئے تیرا غنچۂ خندان (یعنی دہن) کس کے نصیب ہوگا۔ ای گلِ رعنا کی شاخ تو کس کے لئے اُگ رہی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ آج جب کہ تیرا بازار خریداروں کے جوش سے بھرا ہے۔ وقت کو غنیمت جان اور نیکی کے سرمایہ کا خزانہ جمع کرلے۔

اسی مضمون کو شیخ سعدی علیہ الرحمتہ ناصحانہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔

خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر	زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند
اے کہ دستت میرسد کارے بکن	پیش ازاں کز تو نیاید ہیچ کار

(۶) ترجمہ۔ وہ زلف جس کا ہر ایک بال چین کے سو نافوں کے برابر ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر اس میں خوش خلقی کی خوشبو بھی ہوتی۔

(۷) ترجمہ۔ شمع کی طرح خوبصورتی ہوا کی راہ میں ہے نیکی کے سرمایہ سے ہنر حاصل کر۔

یعنے جس طرح شمع جو ہوا کی راہ میں ہو۔ دیر تک نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح حسن اور خوبصورتی دیرپا نہیں۔ یہی وقت ہے نیکی کر لے۔

یہی دن ہیں دعا لے لو کسی کے قلبِ مضطر کی　　جوانی آ نہیں سکتی میری جاں پھر نئے سر سے

(۸) ترجمہ۔ ہر ایک پرندہ اپنی اپنی داستان لیکر بادشاہ کے گلشن میں آیا۔ بلبل نوا سازی کر رہی ہے اور حافظ دعا گوئی۔

مطلب یہ ہے کہ بلبل کی نوا سازی اور حافظ کی دعا گوئی اسی سلطانِ عشق کی بارگاہ میں ہے۔

غزل (۷۰)

نسیم صبح سعادت بداں نشاں کہ تو دانی	۱	گذر بسوی فلاں کن بداں زماں کہ تو دانی
تو پیک حضرت شاہی مراد و دیدہ براہ ست	۲	کرم نماؤ بفرما خبر چناں کہ تو دانی
بگو کہ جان ضعیفم ز دست رفت خدارا	۳	ز لعل روح فزایت ببخش زاں کہ تو دانی
من ایں دو حرف نوشتم چنانکہ غیر ندانست	۴	تو ہم ز روی کرامت چناں بخواں کہ تو دانی
خیال تیغ تو با من حدیث تشنہ و آب ست	۵	اسیر عشق چو کردی بکش چناں کہ تو دانی
امید در کمر زر کشت چگونہ نہ بندم	۶	دقیقہ الیست نگارا دراں میاں کہ تو دانی

(۷)	یکیست ترکی و تازی دریں معاملہ حافظ حدیث عشق بیان کن بہ ہر زباں کہ تو دانی	(۷)

خواجہ صاحب نے یہ غزل خواجو کی ایک غزل پر لکھی ہے۔ جس کے چند شعر یہ ہیں۔

ایا صبا خبرے کن مرا ازاں کہ تو دانی	بداں زمیں گذرے کن بداں زماں کہ تو دانی
چو مرغ درطیراں آئی وچوں باوج رسی	نزدل سازوراں آشیاں کہ تو دانی
چناں مرد کہ غبارے بدو رسد زگذارت	بداں طرف چو رسیدی چناں بداں کہ تو دانی

(۱) ترجمہ۔ اے صبح سعادت کی نسیم اس پتہ پر جو تجھے معلوم ہے۔ فلاں (معشوق) کے کوچہ میں جا لیے وقت میں جو تو جانتی ہے۔

(۲) ترجمہ۔ تو حضرتِ بادشاہ کی قاصد ہے اور میری دونو آنکھیں منتظر ہیں۔ مہربانی کر اور خبر پہنچا جیسی کہ تو جانتی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اُسے کہو کہ میری ضعیف جان ہاتھ سے جاتی ہے۔ خدا کے لئے اپنے رُوح افزا لبِ لعل سے وہ چیز دے جو تو جانتا ہے۔

یعنے بوسہ دے۔

(۴) ترجمہ۔ مَیں نے دو باتیں ایسی لکھی ہیں کہ اغیار انکو نہ سمجھ سکے۔ تو بھی مہربانی سے اُن کو اس طرح بیان کر جیسا تجھے معلوم ہے۔

یعنے تو بھی ان باتوں کو ایسا بیان کر کہ اغیار نہ سمجھ سکیں۔

(۵) ترجمہ۔ تیری تلوار کا خیال میرے لئے پیاسے اور پانی کا قصہ ہے۔ جب تو نے مجھے عشق میں اسیر کیا ہے۔ تو جس طرح جانتا ہے قتل کر۔

یعنے مجھے تیری تلوار کا ایسا شوق ہے جیسا پیاسے کو پانی کا۔ جب مجھے اسیرِ عشق کیا ہے تو قتل بھی کر۔

(۶) ترجمہ۔ تیرے زرتار کمر بند میں مَیں کس طرح اُمید نہ باندھوں۔ اے معشوق اس کے اندر ایک ایسا دقیقہ ہے جسے تو ہی جانتا ہے۔

دقیقہ سے مراد کمر۔ یعنی تیرے زرتار کمر بند کے اندر تیری کمر ہے۔ اس لیے مَیں نے اس پر اُمید لگائی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ اس معاملہ میں ترکی اور تازی زبانیں برابر ہیں۔ عشق کی باتیں جو زبان تو جانتا ہے اسی میں بیان کر۔

ہندیاں را اصطلاحِ ہند مدح سندیاں را اصطلاحِ سند مدح	(مولانا روم)

غزل (۷۱)

نو بہارست در آن کوش کہ خوشدل باشی ۱ کہ بسے گل بدمد باز و تو در گل باشی

چنگ در پردہ ہمی میدہدت پند ولے ۲ وعظت آنگاہ دہد سود کہ قابل باشی

من نگویم کہ چہ کن با کہ نشین و چہ بنوش ۳ کہ تو خود دانی اگر زیرک و عاقل باشی

در چمن ہر ورقی دفتر حالی دگرست ۴ حیف باشد کہ ز حال ہمہ غافل باشی

گرچہ راہیست پر از بیم ز ما تا بر دوست ۵ رفتن آسان بود ار واقف منزل باشی

نقد عمرت ببرد غصۂ دنیا بگزاف ۶ گر شب و روز دریں قصہ باطل باشی

(۷) حافظا گر مدد از بخت بلندت باشد
صید آن شاہد مطبوع شمائل باشی (۷)

(۱) ترجمہ۔ تازہ بہار ہے اس بات کی کوشش کر کہ تیرا دل خوش ہے کیونکہ بعد ازیں بھی بہت پھول نکلیں گے لیکن تو مٹی میں ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ زندگی چند روزہ ہے۔ موسم بہار کو غنیمت جان اور دل کو خوش رکھنے کی کوشش کر

(۲) ترجمہ۔ سارنگی در پردہ تجھے نصیحت دیتی ہے۔ لیکن نصیحت تجھے اسی وقت فائدہ دیگی کہ تجھ میں اس کے قبول کرنے کا مادہ ہو۔

پردہ اور چنگ کی رعایت ظاہر ہے

(۳) ترجمہ۔ میں نہیں کہتا کہ تو کیا کر کس کے ساتھ بیٹھ اور کیا پی۔ کیونکہ اگر تو دانا اور عقلمند ہوگا تو خود سمجھ لے گا۔

مطلب یہ ہے کہ معشوق کے ساتھ بیٹھ اور شراب پی۔

(۴) ترجمہ۔ باغ میں ہر ایک پتا ایک نئی کیفیت کا دفتر ہے۔ افسوس ہوگا۔ اگر تو ان تمام کے حالات سے غافل ہو۔

یعنے باغ میں ایک ایک پتا صحیفۂ قدرت کا ایک دفتر ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اور

صانع حقیقی کے حقائق و معارف پر غور کرنا چاہیئے۔

برگ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار — ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

(۵) ترجمہ۔ اگرچہ ہم سے لے کر معشوق تک رستہ خطرناک ہے لیکن اگر تو منزل کا واقف ہے تو چلنا آسان ہوگا

(۶) ترجمہ۔ دُنیا کا غم تیری عمر کے سرمایہ کو بیہودہ ضائع کر دیگا۔ اگر تو شب و روز اسی باطل قصہ میں مشغول رہے گا۔

یعنی اگر تو شب و روز غمِ دُنیا میں ہی رہے گا۔ تو یہ غم تیرے مایۂ حیات کو برباد کر دے گا۔

(۷) ترجمہ۔ اے حافظ اگر بختِ بلند نے تیری مدد کی۔ تو اِس پسندیدہ خصائل معشوق کا تو شکار ہو گا۔

غزل (۷۲)

نورِ خدا نمایدت آئینۂ مجرّدی	۱	از درِ ما درآ اگر طالب عشق سرمدی
بادہ بخور کہ دوزخ از نام گناہ ما برد	۲	آب بر آتشش زند معجزۂ محمدی
شعبدہ بازئی کنی ہر دم و نیست این روا	۳	قال رسولُ ربنا ما انا قط من ادی
از چہ بعمدی کشی تیغ جفا بکین من	۴	فلک نمے کنی مگر فے عہد محمدی
گر تو باین جمال و فرسوی چمن کنی گذر	۵	سوسن و سرو و گل بتو جملہ شوند مقتدی
نقش خودی ز لوح دل پاک کنی تو در زمان	۶	گر ببری بجان و دل راہ بکوی بیخودی

(۷) جان و دل تو حافظا بستۂ دام آرزوست
اے متعلق خجل دم مزن از مجرّدی (۷)

(۱) ترجمہ۔ مجرّدی کا آئینہ تجھ کو خدا کا نور دکھائے گا۔ اگر تو عشقِ ابدی کا طالب ہے تو ہماری روش اختیار کر۔

یعنے آزادی اور کم تعلقی کے ذریعہ سے تو خدا تک پہنچ سکتا ہے۔

سرمد۔ جس کی ابتدا انتہا نہ ہو۔ ازلی ابدی ۔ ہمیشہ ۔ خدائے تعالےٰ۔

(۲) ترجمہ ۔ شراب دے کیونکہ دوزخ ہمارے گناہوں کا نام لے گا ۔ تو معجزہ محمدیؐ اس کی آگ پر پانی ڈالے گا ۔

یعنے شراب دے اور دوزخ سے نہ ڈر ۔ حضرت رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت ہمارے گناہوں کی معافی کے لئے کافی ہے ۔

(۳) ترجمہ ۔ تو ہر وقت شعبدہ بازی کرتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے ۔ کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے کہ میں ہرگز دھوکا دینے والا (اور شعبدہ باز) نہیں ہوں ۔

(۴) ترجمہ ۔ دیدہ دانستہ تیغ جفا سے کینہ کے لئے کیوں کھینچتا ہے ۔ کیا تجھے "فی عمد ممددہ" کا خیال نہیں ۔

فِیْ عَمَدٍ مُمَدَّدَۃٍ ۔ قرآنی آیت ہے ۔ عذابِ دوزخ کے متعلق کلام پاک میں آیا ہے ۔ کہ انہا علیہم موصدۃ ہ فی عمدٍ ممددہ ۔ یعنے وہ آگ اُن پر مقرر ہے ۔ لمبے ستونوں میں ۔ مطلب یہ ہے کہ تو دیدہ دانستہ مجھ پر ظلم کرتا ہے ۔ کیا روزِ قیامت اور عذاب دوزخ کا تجھے خیال نہیں ۔ عمد ۔ یعنے بیماری عشق بھی آیا ہے ۔ اس صورت میں یہ مطلب ہوگا ۔ کہ کیا تجھے میری دیرینہ بیماریٔ عشق کا بھی خیال نہیں

(۵) ترجمہ ۔ اگر تو اس جمال اور کرّوفر سے باغ میں جائے ۔ تو سوسن ۔ سرو اور پھول تمام تیرے غلام ہو جائیں ۔

(۶) ترجمہ ۔ تو اس وقت خودی کا نقش لوحِ دل سے دور کرے گا ۔ جب کہ جان و دل کیساتھ تو خردمندی کے کوچہ میں جائے گا

یہ شعر پرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے ۔

(۷) ترجمہ ۔ اے حافظ تیری جان اور دل آرزو کے دام میں پھنسے ہیں ۔ اے تعلق پر فریفتہ ! آزادی کا دعویٰ نہ کر ۔

یعنے جان و دل تو دام آرزو میں گرفتار ہیں ۔ اور تو باوجود اس تعلق کے آزادی کا دعویٰ کرتا ہے ۔ شرم کر ۔

غزل (۳۷)

نوش کن جام شراب یکمنی	۱	تا بداں بیخ غم از دل برکنی
دل کشادہ دار چوں جام شراب	۲	سرگرفتہ چند چوں خم دنی
چون ز جام بیخودی رطلے کشی	۳	کم زنی از خویشتن لاف منی
دل بمی بربند تا مردانہ وار	۴	گردن سالوس و تقوی بشکنی
خاک ساں شو در قدم نہ ہمچو ابر	۵	جملہ رنگ آمیزے وتر دامنی

(۶) خیز جہدی کن چو حافظ تا مگر
خویش را در پای معشوق افگنی (۶)

(۱) ترجمہ۔ شراب کا بڑا پیالہ پی۔ تاکہ اس کے ذریعے غم کی جڑ کو دل سے اکھیڑ دے۔

(۲) ترجمہ۔ جام شراب کی طرح دل کو کشادہ رکھ۔ کمینہ خُم کی طرح کب تک سرگرفتہ رہے گا۔

جام کا کشادہ دل اور خُم کا سرگرفتہ ہونا ظاہر ہے۔

(۳) ترجمہ۔ جب بیخودی کے جام سے تو شراب پیئے گا۔ تو منی و مائی کی لاف نہیں مارے گا

(۴) ترجمہ۔ شراب سے دل لگا تاکہ مردوں کی طرح مکر و فریب اور تقویٰ کی گردن کو توڑ سکے۔

(۵) ترجمہ۔ قدموں کے نیچے خاک کی طرح ہو جا نہ یہ کہ بادل کی طرح تمام رنگ آمیزی اور تر دامنی ہو۔

بادل کرۂ ہوا میں مختلف رنگ پیدا کرتے ہیں۔ لیکن سوائے پانی کے بخارات کے اور کچھ نہیں ہوتا تر دامنی بمعنے گناہگاری۔ مطلب یہ ہے کہ خاکساری اختیار کرنی چاہیئے۔ یہ نہیں کہ ظاہر تو بہت خوبصورت ہو۔ لیکن باطن گناہوں سے پُر۔

(۶) ترجمہ۔ اُٹھ حافظ کی طرح کوشش کر تاکہ تو شاید اپنے آپ کو معشوق کے پاؤں تک پہنچا سکے۔

غزل (۸۷)

وقت را غنیمت دان آن قدر که بتوانی	۱	حاصل از حیات ای جان یکدم ست تا دانی
پیش زاہد از رندی دم مزن کہ نتوان گفت	۲	با طبیب نامحرم حال درد پنهانی
باد عای شبخیزان ای شکر دہان مستیز	۳	در پناه یک اسم ست خاتم سلیمانی
کام بخشی دوران عمر در عوض دارد	۴	جہد کن کہ از عشرت کام خویش بستانی
یوسف عزیزم رفت ای برادران رحمے	۵	کز غمش عجب دیدم حال پیر کنعانی
میروی و مژگانت خون خلق می ریزند	۶	تند میروی جانا ترسمت فرومانی
پند عاشقان بشنو در ره طرب باز آ	۷	کاین همہ نمی ارزد شغل عالم فانی
زاہد پشیمان را شوق بادہ در جانست	۸	عاقلا مکن کارے کاورد پشیمانی
خم شکن نمیداند این قدر که صوفی را	۹	جنس خانگی باشد ہمچو لعل رمانی
گر تو فارغی از من ای نگار سنگیں دل	۱۰	حال خود بخواہم گفت پیش آصف ثانی
باغبان چو من زینجا بگذرم حرامت باد	۱۱	گر بجای من سروی غیر دوست بنشانی
دل ز ناوک چشمت داشتم نگہ لیکن	۱۲	ابرو کماندارت می برد بہ آسانی

(۱۳) جمع کن با حسانی حافظ پریشاں را
ای شکنج گیسویت مجمع پریشانی (۱۳)

(۱) ترجمہ. جہاں تک ہو سکے وقت کو غنیمت جان ۔ اے جان زندگی کا حاصل اگر تو سمجھے تو ایک ہی دم ہے۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ صرف موجودہ دم پر ہی بھروسہ ہے ۔ ماضی و مستقبل خواب و خیال ہیں۔

گذشتہ خواب و آئندہ خیال است   غنیمت داں ہمیں دم را کہ حال است

(۲) ترجمہ۔ زاہد کے سامنے رندی کا دم نہ مار کیونکہ نامحرم طبیب کے سامنے پوشیدہ درد کا حال بیان نہیں کیا جا سکتا۔

(۳) ترجمہ:- اے شیریں دہن! شب بیداروں کی دعا سے نہ لڑ۔ خاتم سلیمانی صرف ایک اسم کی پناہ میں ہے۔

اسم سے مراد اسم اعظم۔ حضرت سلیمانؑ کی انگشتری میں اسم اعظم کندہ تھا اور اسی کی برکت سے وہ سلطنت کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ جب سلیمانؑ کی بادشاہی ایک اسم پر منحصر تھی۔ تو تیری سلطنتِ حسن ہماری رات کی دعاؤں کا کیا مقابلہ کر سکتی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ زمانہ کی مراد بخشی عمر کے عوض میں ہے۔ کوشش کر کہ عشرت سے تو اپنی مراد حاصل کرے۔

مطلب یہ ہے کہ جب تک زندگی کو خطرے میں نہ ڈالا جائے اور عمر کو برباد نہ کیا جائے۔ دنیا کی مرادیں تو حاصل ہو نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ جو وقت ہاتھ آئے عیش و عشرت میں گذر جائے۔

(۵) ترجمہ۔ میرا عزیز یوسف چلا گیا۔ اے بھائیو رحم کرو۔ کیونکہ اس کے غم میں میں نے پیر کنعان کو عجیب حالت میں دیکھا ہے۔

عزیز۔ (۱) پیارا۔ گرامی قدر (۲) زمانہ قدیم میں مصر کے بادشاہوں کا لقب۔ حضرت یوسفؑ خود بھی عزیز مصر رہے ہیں۔ لہذا یوسف اور عزیز میں صنعت ایہام ہے۔ یوسفؑ کے مقابلہ میں پیر کنعان سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام۔

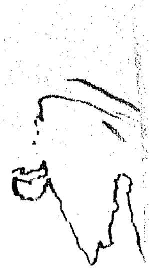
(۶) ترجمہ۔ تو جا رہا ہے اور تیری پلکیں خلقت کا خون بہا رہی ہیں۔ اے جانان! تو تیز جا رہا ہے مجھے ڈر ہے تو رہ جائے گا (تھک جائیگا)

(۷) ترجمہ۔ عاشقوں کی نصیحت سن اور عیش کی راہ اختیار کر۔ کیونکہ عالم فانی کا شغل کس قیمت کا ہے یعنے عالم فانی کے مشغلے کس کام کے ہیں۔ عیش و طرب میں وقت بسر کر۔

(۸) ترجمہ۔ زاہد پشیمان کے دل میں شراب کا شوق ہے۔ اے عقلمند وہ کام نہ کر جس کا نتیجہ پشیمانی ہو۔

مطلب یہ ہے کہ زاہد اپنے زہد پر اب پشیمان ہے۔ کیونکہ دل میں تو شراب کا شوق ہے اور ظاہری زہد کے لئے شراب نہیں پی سکتا۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ ع

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی



(۹) ترجمہ۔ خم توڑنے والے (محتسب) کو یہ بھی معلوم نہیں کہ صوفی کی خانگی جنس بھی شراب سرخ کے برابر ہے۔

مطلب یہ ہے کہ محتسب خم توڑ کر میخواروں کو تو شراب سے محروم کر سکے گا۔ لیکن اُسے معلوم نہیں کہ یہ صوفی لوگ یعنی زاہدانِ ظاہر دار بغیر شراب کے ہی مست ہیں۔ ان کے اپنے دل میں ہی بادۂ غرور کا نشہ ہے یا اُن کے گھر میں ہی ایسی چیزیں موجود ہیں۔ جو شراب کا حکم رکھتی ہیں۔ جنسِ خانگی سے مراد بادۂ پندار یا مالِ حرام جس پر زاہدوں کا تصرف ہے۔

	برون نے رود از خانقاہ یکی ہشیار		کہ پیشِ شحنہ بگوید کہ صوفیان مستند	(سعدی)
	محتسب در قفائے رندان است		غافل از صوفیانِ شاہد باز	(سعدی)

(۱۰) ترجمہ۔ اے سنگین دل معشوق اگر تجھے میرا خیال نہیں تو میں آصفِ ثانی کے پاس جا کر اپنا حال بیان کروں گا۔

آصفِ ثانی کے لئے دیکھو۔ لسان الغیب جلد اوّل صفحہ ۲۲ سوانح عمری مدح کی طرف گریز ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے باغبان جب میں یہاں سے چلا جاؤں تو تجھ پر حرام ہے کہ میری جگہ میرے معشوق کے بغیر اور کوئی سرو لگائے۔

(۱۲) ترجمہ۔ میں تیری آنکھوں کے تیر سے تو دل کو محفوظ رکھتا تھا لیکن تیرا کمان دار ابرو اُسے آسانی سے لے جاتا ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ پریشان حال حافظ کو مہربانی سے جمعیتِ خاطر دے۔ اے کہ تیری زلف کا پیچ پریشانی کا مجموعہ ہے۔

غزل (۷۵)

ہزار جہد بکردم کہ یار من باشی	۱	قرار بخش دل بیقرار من باشی
دمے بکلبۂ احزان عاشقاں آئے	۲	شبی انیس دلِ سوگوار من باشی
دراں چمن کہ بتاں دست عاشقاں گیرند	۳	گرت ز دست بر آید نگار من باشی
چراغ دیدہ شب زندہ دار من گردی	۴	انیس خاطر اُمید وار من باشی
چو خسروان ملاحت بہ بندگان نازند	۵	دراں میانہ خداوندگار من باشی

ازاں عقیق کہ خونین دلم زعشوۂ او	۶	اگر کنم گلۂ راز دار من باشی
شود غزالۂ خورشید صید لاغر من	۷	گر آہو چو تو یکدم شکار من باشی
سہ بوسہ کز دو لبت کردۂ وظیفۂ من	۸	اگر ادا نکنی وامدار من باشی
من این مراد نہ بینم بعمر خود کہ شبے	۹	بجائے اشک رواں در کنار من باشی

(۱۰)	من ارچہ حافظ شہرم جوی نمی ارزم مگر تو از کرم خویش یار من باشی	(۱۰)

(۱) ترجمہ۔ مَیں نے ہزار کوششیں کیں کہ تو میرا دوست بن جائے میرے بیقرار دل کا قرار بخشنے والا ہو جائے۔

(۲) ترجمہ۔ تھوڑی دیر کے لئے عاشقوں کے غمکدہ میں آئے۔ ایک رات کے لئے میرے غمگین دل کا غمخوار بنے۔

(۳) ترجمہ۔ اُس باغ میں جہاں کہ معشوق عاشقوں کی دستگیری کرتے ہیں۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو تُو میرا معشوق بنے

(۴) ترجمہ۔ تو میری رات کے وقت جاگنے والی آنکھ کا چراغ بنے۔ اور میرے امیدوار دل کا مونس ہو۔

(۵) ترجمہ۔ جس وقت حُسن کے بادشاہ غلاموں پر ناز کرینگے۔ اس وقت تو میرا آقا بنے۔

(۶) ترجمہ۔ اس عقیق (لب لعل) کی جس کے عشوہ سے میں خونین دل ہوں۔ اگر مَیں شکایت کروں تو تُو میرا راز دار بنے۔

یہاں تک تمام شعر شعر (۱) کے ماتحت ہیں۔

(۷) ترجمہ۔ خورشید کا ہرن میرا کمزور شکار بنے اگر تجھ جیسا آہو تھوڑی دیر کے لئے میرا شکار بن جائے

یعنے اگر تو میرے قابو میں ہو تو آفتاب بھی میرا مطیع ہو جائے۔

(۸) ترجمہ۔ اپنے دو لبوں سے جو تین بوسے تو نے میرا وظیفہ مقرر کیا ہے۔ اگر ادا نہیں کرے گا۔ تو میرا قرضدار رہے گا۔

یعنے تیرے لبوں کے بوسے میرا مقررہ وظیفہ ہے۔ اور یہ تجھ پر میرا قرض ہے اگر بوسے نہیں دے گا۔ تو میرا قرضدار رہے گا۔

(۹) ترجمہ۔ کیا مَیں تمام عمر یہ مراد نہیں دیکھوں گا؟ کہ ایک رات رواں آنسوؤں کی بجائے تو میرے پہلو میں ہو۔

یعنے ہر رات میں تیرے فراق میں روتا ہوں کیا ایک رات ایسی نہ آئیگی کہ میں تیرے وصال سے خوشحال ہوں۔

(۱۰) ترجمہ۔ میں اگرچہ شہر کا حافظ ہوں لیکن ایک جو کی قیمت کا نہیں جب تک کہ تو اپنی مہربانی سے میرا یار نہ بنے۔

غزل (۷۶)

۱	ہوا خواہِ توام جانان و میدانم کہ میدانی	کہ ہم نادیدہ میدانی و ہم ننوشتہ میخوانی
۲	ملامتگر چہ دریابد ز راز عاشق و معشوق	نہ بیند چشم نابینا خصوص اسرار پنہانی
۳	ملک در سجدۂ آدم زمین بوس تو نیت کرد	کہ در حسن تو چیزی یافت غیر از طور انسانی
۴	خم زلفت بنام ایزد کنون مجموعۂ دلہاست	مبادا این جمع را یارب غم از باد پریشانی
۵	بیفشان زلف و صوفی را بہ بازی و برقص آور	کہ از ہر رقعۂ دلقش ہزاران بت بیفشانی
۶	دریغا عیش شبگیری کہ در خواب سحر بگذشت	بدان قدر وصال ای دل کہ در ہجران فرو مانی
۷	ملول از ہمرہان بودن طریق کاروانی نیست	بکش دشواری منزل بیاد عہد آسانی
۸	کشاد کار مشتاقان در ان ابروی دلبندست	خدا را یک نفس با ما گرہ بکشا ز پیشانی
۹	چراغ افروز چشم ما نسیم زلف خوبانست	مبادا این جمع را یارب غم از باد پریشانی
۱۰	امید از بخت میدارم کہ بکشایم کمر بندت	بآن شرطیکہ خاطر را ازین مسکین نرنجانی

(۱۱) خیال چنبر زلفش فریبت میدہد حافظ
نگر تا حلقۂ اقبال ناممکن نجنبانی (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ اے معشوق میں تیرا ہوا خواہ ہوں اور میں جانتا ہوں کہ تجھے بھی یہ بات معلوم ہے۔ کیونکہ تو بغیر دیکھے جانتا ہے۔ اور بغیر لکھے کے پڑھتا ہے۔

یعنے جو چیز تو نے کبھی نہیں دیکھی اُسے بھی جانتا ہے اور جو بات کبھی ضبط تحریر میں نہیں آئی اُسے

بھی پڑھ سکتا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ ملامت کرنے والا عاشق و معشوق کے راز کو کب معلوم کر سکتا ہے۔ خصوصاً اندھے کی آنکھ پوشیدہ اسرار کو نہیں دیکھ سکتی۔

(۳) ترجمہ۔ فرشتوں نے آدم کا سجدہ کرتے وقت تیری خاکبوسی کی نیت کی تھی۔ کیونکہ انہوں نے تیرے حسن میں انسانی طریقہ سے بالاتر کوئی چیز دیکھی تھی۔

مطلب یہ ہے کہ جب فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ کیا تو حقیقت میں انہوں نے تیری خاکبوسی کی نیت کی تھی۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا تھا کہ آدمؑ کی اولاد میں ایک ایسا حسین شخص پیدا ہوگا۔ جس کا حسن طورِ انسانی سے بالاتر ہے۔ غالباً اس شعر میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔

(۴) ترجمہ۔ نامِ خدا! تیری زلف کا خم اب کئی دلوں کا مجموعہ ہے۔ اے خدا اس مجموعہ کو بارِ پریشانی کا غم نہ ہو۔

بنام ایزد تحسین کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ زلف کو پریشان کر اور صوفی کو رقص و بازی میں لا۔ تاکہ اس کی گدڑی کے ہر ایک ٹکڑے سے تو ہزاروں بت گرا دے۔

مطلب یہ ہے کہ زاہدِ ظاہر دار اگرچہ خرقہ پوش ہے۔ مگر اس کے خرقہ کے نیچے کئی بت پوشیدہ ہیں اور خرقہ اس نے صرف گناہوں کو پوشیدہ رکھنے کے لئے پہنا ہے۔ ذرا اپنی زلف کو پریشان کر تا کہ صوفی بھی رقص میں آجائے اور اس کی حقیقت ظاہر ہو جائے

(۶) ترجمہ۔ رات کی اس عیش پر افسوس جو خوابِ سحر میں گذری۔ اے دل وصال کی قدر کو جان ورنہ ہجر میں خستہ حال ہو جائے گا۔

مطلب یہ ہے کہ شب وصال سو کر نہیں گذارنی چاہیئے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔

(۷) ترجمہ۔ ہمراہوں سے ملول ہونا تجربہ کاری کا طریقہ نہیں ہے۔ منزل کی دشواری کو آسانی کے وقت کی یاد میں برداشت کر۔

مطلب یہ ہے کہ منزلِ مقصود کی خوشی میں درمیانی منازل کی دشواریوں کو مردانہ برداشت

کرنا چاہیئے۔ اور رفیقانِ راہ سے آزردہ خاطر نہیں ہونا چاہیئے۔

(۸) ترجمہ۔ مشتاقوں کی کشائیش کا راس آبروئے دلبند میں ہے خدا کے لئے تھوڑی دیر کے واسطے ہمارے ساتھ کشادہ پیشانی سے پیش آ۔

(۹) ترجمہ۔ معشوقوں کی زلف کی نسیم ہماری آنکھوں کی روشنی ہے۔ اے خدا اِس قوم کو بادِ پریشانی کا غم نہ ہو۔

چراغ افروز۔ روشن کرنے والا۔ روشنی۔ اِس قوم سے مراد خوبان۔ معشوق۔

(۱۰) ترجمہ۔ مجھے اپنے بخت سے اُمید ہے کہ کبھی تیرے کمربند کو کھولونگا۔ بشرطیکہ تو اِس مسکین سے آزردہ خاطر نہ ہو۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے حافظ اُس کی زُلف کے حلقہ کا خیال تجھے فریب دیتا ہے۔ دیکھ تاکہ تو ناممکن اقبال کے حلقہ کو نہ ہلائے۔

نگر۔ دیکھ! خبردار! ہوشیار! **حلقہ جنبانی** یعنے دروازہ کھٹکھٹانا کسی سوال یا درخواست کے لئے کسی کے پاس جانا۔ مطلب یہ ہے کہ زلفِ محبوب کا حلقہ صرف تجھے دھوکا دے رہا ہے۔ یہ دولت ہاتھ آنے والی نہیں۔ اِس لئے اِس کے واسطے کوشش کرنا لاحاصل ہے۔ دوسرا مصرعہ انوری کا ہے۔

نگرا حلقۂ اقبالِ ناممکن نہ جنبانی بروجانِ پدر تن در مشیت دہ کہ دیر افتد		سلیما ابلہا لا بلکہ مجرد ما و مسکینا زیاجوج تمنا رخنہ در سد دل و شینا	(انوری)

غزل (۷۷)

احمد اللہ علی معدلۃ السلطانی	۱	احمد شیخ اویس حسن ایلخانی
خان بن خان شہنشاہ شہنشاہ نژاد	۲	آنکہ می زیبد اگر جان جہانش خوانی
دیدہ نادیدہ باقبال تو ایمان آورد	۳	مرحبا ای بہمہ لطف خدا ارزانی
برشکن طرۂ ترکانہ کہ در کاکل تست	۴	بخشش و کوشش قاآنی و چنگزخانی
ماہ اگر بے تو برآید بدو نیمش بزنند	۵	دولت احمدی و معجزۂ سلطانی

جلوۂ حسن تو دل می برد از شاہ و گدا	۶	چشم بد دور کہ ہم جانی وہم جانانی	
گرچہ دوریم بیاد تو قدح می نوشیم	۷	بعد منزل نبود در سفر روحانی	
از گل فارسیم غنچۂ عیشے نہ شگفت	۸	حبذا دجلۂ بغداد و مئ روحانی	

(۹) ای نسیم سحری خاک رہ یار بیار
تا کند حافظ ازاں دیدۂ جان نورانی (۹)

یہ غزل تمام تر مدحیہ ہے۔ سلطان احمد بن اویس کے لئے دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۱ و ۲۲

سوانح عمری شعر ۱۱ و ۴۴

(۱) ترجمہ۔ میں سلطان احمد شیخ اویس حسن ایلخانی کی معدلت گستری پر خدا کی تعریف کرتا ہوں۔

(۲) ترجمہ۔ وہ خان ابن خان اور شہنشاہ ابن شہنشاہ ہی۔ اگر تو اُسے جہان کی جان کہے تو بجا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ آنکھ دیکھنے کے بغیر تیرے اقبال پر ایمان لائی۔ آفرین! کہ تو خدا کی تمام مہربانیوں کے لائق ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اپنے ترکی طرہ کو خم دے کیونکہ تیری زلف میں قاآنی بخشش اور چنگیز خانی بہادری ہے۔

قاآن بادشاہ جو بہت عادل سخی اور عقلمند ہو۔ چنگیز خان کے بیٹے کا نام بھی ہے۔ مجازاً ہر ایک جلیل القدر بادشاہ کو کہتے ہیں۔ ترکستان کے بادشاہوں کا لقب بھی ہے۔

چنگیز خاں۔ ترکستان کے ایک مشہور عظیم الشان بہادر بادشاہ کا نام ہے۔ جس کی پیدائش ۵۴۹ھ میں واقع ہوئی۔ ہلاکو خان جس نے بغداد وغیرہ بہت سے شہروں کو تباہ اور برباد کیا تھا۔ اسی کا پوتا تھا۔ بعدہٗ اس کی اولاد مسلمان ہو گئی۔

(۵) ترجمہ۔ چاند اگر تیری مرضی کے بغیر نکلے تو اس کو دولتِ احمدی اور معجزۂ سلطانی دو ٹکڑے کر دیگی۔

شق القمر حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک مشہور معجزہ ہے اسی کی طرف اشارہ ہے۔

(۶) ترجمہ۔ تیرے حسن کا جلوہ شاہ و گدا کا دل لے جاتا ہے۔ چشم بد دور! کہ تو جان بھی ہے اور جاناں بھی۔

(۷) ترجمہ۔ اگرچہ ہم دور ہیں لیکن تیری یاد میں شراب پیتے ہیں۔ روحانی سفر میں منزل کی دوری نہیں ہوتی۔
مطلب یہ ہے کہ جب دل نزدیک ہوں تو بعدِ مسافت کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

(۸) ترجمہ۔ فارس کے پھول سے میرے عیش کا غنچہ شگفتہ نہ ہوا۔ دجلۂ بغداد اور شراب روحانی پر آفرین

گُل کی بجائے گِل بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اور غالباً زیادہ موزون ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ فارس میں تو مجھے عیش نصیب نہ ہوا شاید بغداد سے کشائشِ کار ہو جائے۔

(۹) ترجمہ۔ اے نسیم سحر یار کے رستہ کی خاک لا۔ تاکہ حافظ اپنی جان کی آنکھ کو اُس سے نورانی کرے۔

غزل (۷۸)

۱	زکوی یار می آید نسیم باد نوروزی	ازین باد ار مدد خواہی چراغ دل برافروزی
۲	چو گل گر خردہ داری خدا را صرف عشرت کن	کہ قارون را غلطہا داد سودای زراندوزی
۳	سخن در پردہ میگویم چو گل از پردہ بیرون آی	کہ بیش از پنج روزی نیست حکم میر نوروزی
۴	نمی دارم چو جان صافی و صوفی میکند عیبش	خدایا ہیچ عاقل را مبادا بخت بد روزی
۵	طریق کام جستن چیست ترک کام خود گفتن	کلاہ سروری آنست گر این ترک بردوزی
۶	جدا شد یار شیرینت کنون تنہا نشین ای شمع	کہ حکم آسمان اینست اگر سازی اگر سوزی
۷	بعجب علم نتوان شد ز اسباب طرب محروم	بیا زاہد کہ جاہل را ز بادہ میرسد روزی
۸	ندانم نوحہ قمری بطرف جویباران چیست	مگر او نیز ہمچون من غمی دارد شبا روزی

(۹) بہ بستان رو کہ از بلبل طریق عشق گیری یاد
بمجلس آی کز حافظ سخن گفتن بیاموزی (۹)

(۱) ترجمہ۔ معشوق کے کوچہ سے بادِ نوروزی کی خوشبو آتی ہے۔ اگر تو اس ہوا سے مدد مانگے گا تو دل کے چراغ کو روشن کر دے گا۔

(۲) ترجمہ۔ پھول کی طرح اگر تیرے پاس کچھ نقد ہے تو اُس کو عشرت میں خرچ کر دے کیونکہ زراندوزی کے سودانے قارون کو غلطی میں ڈالا۔

خوردہ۔ ہر شے کا ریزہ۔ نقد۔ پھول کے اندر ایک زرد مادہ ہوتا ہے جسے زرِ گل کہتے ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ مَیں پردہ میں بات کہتا ہوں۔ پھول کی طرح پردہ سے باہر نکل آ۔ کیونکہ میرِ نوروز کا حکم پانچ دن

سے زیادہ نہیں ہوتا۔

پھول کا غنچہ کی حالت سے نکل کر شگفتہ ہو جانا گویا اُس کا پردہ سے باہر آنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بہار چند روزہ ہے۔ زندگی کا بھی بھروسہ نہیں۔ یہ وقت ہے عیش و عشرت کر لے۔ بعض دیوانوں میں مہر نوروزی کی بجائے مہر نوروزی ہے۔

(۴) ترجمہ۔ میری شراب جان سے بھی زیادہ صاف ہے۔ اور صوفی اُس کی عیب جوئی کرتا ہے۔ اے خدا کسی عقلمند کے حصہ میں بدنصیبی نہ ہو۔

(۵) ترجمہ۔ حصولِ مراد کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنی خواہش کو ترک کر دے۔ سرداری کی ٹوپی یہی ہے۔ اگر تو یہ ٹوپی سی لے۔

ترک بفتح بمعنے کلاہ۔ ٹوپی۔

بمطلب میرسالک چو بگذشت از سر مطلب   عبث خود را زہر اندیشہ در رنج و تعب دارم (نعمت خاں عالی)

(۶) ترجمہ۔ تیرا یار شیریں تجھ سے جدا ہو گیا۔ اے شمع! اب اکیلی بیٹھ۔ کیونکہ آسمان کا حکم یہی ہے خواہ تو جلے، خواہ تحمل کرے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان خواہ تحمل اور برداشت کرے خواہ نالہ و فریاد۔ آسمانی حکم میں تغیر نہیں ہو سکتا۔

چو نتواں بر افلاک دست آختن   ضروریست باگردشش ساختن۔ (سعدی)

(۷) ترجمہ۔ علم کے غرور پر اسبابِ طرب سے محروم نہیں ہو سکتے اے زاہد آکہ جاہل کو زیادہ روزی پہنچتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ علم کے غرور پر اسبابِ طرب سے محروم نہیں ہونا چاہیئے

(۸) ترجمہ۔ میں نہیں جانتا کہ قمری کس لئے نہر کے کنارے فریاد کر رہی ہے۔ شاید وہ بھی میری طرح رات دن غم میں ہوتی ہے

(۹) ترجمہ۔ باغ میں جا تاکہ تو بلبل سے عشق کا طریقہ سیکھے اور مجلس میں آ تاکہ تو حافظ سے شعر کہنے سیکھے۔

غزل (۷۹)

بچشم مہر اگر با من مہم را یک نظر بودے	۱	از آن سیمین بدن کامم بخوبی ہیچو زر بودے

زشوق افشانمی ہر دم سری در پای جانانم	۲	دریغا گر متاع من نہ ازاین مختصر بودے
اگر برقع برافگندی ازاں روی چو مہ روزے	۳	مدام از نرگس مستش جہاں پُر شور و شر بودے
ہمش مہر آمدی بر من نہ مہر آں شاہ خوباں را	۴	گر از درد دلِ زارم یکی روزش خبر بودے
بوصلش گر مرا روزی ز ہجراں فرصتی بودے	۵	مبارک ساعتی بودی چہ خوش بودی اگر بودے

(۶) نگفتی کس بشیرینی چو حافظ شعر در عالم
اگر طوطی طبعش را ز لعل او شکر بودے (۶)

یہ غزل اکثر پُرانے قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔

(۱) ترجمہ۔ اگر میرا ماہرو معشوق محبت کی آنکھ سے مجھ پر ایک نظر ڈالتا۔ تو اس میں یہ کہ میرا مدعا سونے کی طرح بخوبی حاصل ہو جاتا۔

(۲) ترجمہ۔ میں ہر دم شوق سے ایک نیا سر معشوق کے پاؤں پر قربان کرتا۔ افسوس اگر میرا سرمایہ اس سے زیادہ مختصر نہ ہوتا۔

(۳) ترجمہ۔ اگر اس چاند جیسے چہرہ سے ایک دن پردہ اُٹھاتا۔ تو اُس کی مست آنکھ سے جہان ہمیشہ شور و شر سے پُر رہتا۔

(۴) ترجمہ۔ اس حسینوں کے بادشاہ کو محبت سے مجھ پر رحم آتا۔ اگر وہ میرے دل زار کے درد سے کسی دن آگاہ ہوتا۔

(۵) ترجمہ۔ اُس کے وصل سے اگر ایک دن مجھے ہجر سے فراغت ملتی۔ تو وہ ساعت کیسی مبارک ہوتی۔ کیا اچھا ہوتا اگر ایسا ہی ہوتا۔

(۶) ترجمہ۔ کوئی شخص دُنیا میں حافظ کے برابر شیریں شعر نہ کہہ سکتا۔ اگر اُس کی طوطیٔ طبیعت کو معشوق کے لب لعل سے شکر ملتی۔

تمام شد دیوان غزلیات

حافظ علیہ الرحمۃ

متفرقات

اِس حصہ میں ترکیب بند۔ ترجیع بند۔ ساقی نامے۔ مثنویاں۔ قطعات۔ مخمس۔ رباعیات اور قصائد ہیں۔ ان میں سے باستثنائے معدودے چند مشتبہ الاصل ہیں۔ اور بعض یقیناً الحاقی ہیں۔ ہمارا ارادہ بھی صرف دیوانِ حافظؔ کی شرح لکھنے کا تھا۔ مگر چونکہ یہ متفرقات بھی دیوان حافظ کے ہر ایک مطبوعہ نسخہ کے ساتھ درج ہوتے ہیں۔ اس لئے بغرضِ تکمیل ان کو بھی کتاب میں جگہ دینا ناموزوں نہ ہوگا۔ یہ متفرقات تشریح طلب نہیں۔ بعض حصوں کا ترجمہ کر دیا گیا ہے اور بعض مقامات پر صرف نوٹوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔

ترکیب بند

بند (۱)

شاہی کہ پناہ ملک و دین ست	۱	در خورد ہزار آفرین ست
نوبادۂ خاندان ملک ست	۲	گلدستۂ بوستان دین ست
ہم نسل شہنشہ زمان ست	۳	ہم نقد خلیفۂ زمین ست
آثار و دلائل سعادت	۴	تابندہ چو نورش از جبین ست
در ملک جہان بفر شاہی	۵	انصاف او کوکب یقین ست
در خاتم قدر او نہفتہ	۶	فیروزۂ چرخ چون نگین ست
تیغش بمیان کفر و اسلام	۷	سدیست ولیک آہنین ست

(۸)	کلک از کف دست او در بار شمشیر بیازوش سزاوار	(۸)

(۱) وہ بادشاہ جو ملک و دین کی پناہ اور ہزار آفرین کے لائق ہے (۲) شاہی خاندان کا تازہ میوہ اور باغ دین کا گلدستہ ہے (۳) شہنشاہِ زمان کا ہم نسل اور خلیفۂ زمین کا ہم نقد ہے۔ (۴) سعادت کی نشانیاں اور دلیلیں اس کی پیشانی سے نور کی طرح روشن ہیں (۵) ملکِ جہاں میں بادشاہی کرّو فر سے اس کا انصاف یقین کا ستارہ ہے (۶) اس کی طاقت کی انگشتری میں آسمان کا فیروزہ نگینہ کی طرح پوشیدہ ہے۔ (۷) اس کی تلوار کفر و اسلام کے درمیان ایک دیوار ہے جو لوہے کی ہے۔ (۸) قلم اس کے کفِ دست سے موتی برساتا ہے اور تلوار اس کے بازو کے لائق ہے۔

بند (۲)

ای سایۂ رحمت الٰهی	۱	وی غنچۂ باغ بادشاهی
هرگز بشمائل تو سروی	۲	نارسته ز بوستان شاهی
هم چرخ جمال را تو مهری	۳	هم برج جلال را تو ماهی
درخواسته از خدای بیچون	۴	بخت تو بدعای صبحگاهی
بر نام تو مهر کرده گردون	۵	منشور اوامر و نواهی
بر سلطنت تو بی تکلف	۶	تمکین تو میدهد گواهی
نام تو یقین که می برآرد	۷	آوازه ز ماه تا بماهی
(۸)	گردوں که لطیفه ها برآرد دُرّی چو تو در صدف ندارد	(۸)

(۱) اے خدا کی رحمت کے سائے اور اے باغِ بادشاہی کے غنچے (۲) تیری صورت کا کوئی سرو ہرگز باغِ بادشاہی میں پیدا نہیں ہوا (۳) تو حسن کے آسمان کا آفتاب بھی ہے اور جلال کے برج کا چاند بھی۔ (۴)۔ (یہ سب کچھ) خدائے بیچوں سے تیرے بخت نے دعائے صبح کے ذریعے حاصل کیا ہے (۵) آسمان نے اوامر و نواہی کے فرمان کی مہر تیرے نام پر لگائی ہے یعنے امر و نہی تیرے اختیار میں ہے۔ (۶) تیری تمکنت تیری بادشاہی پر بے تکلف گواہی دیتی ہے (۷)۔ تیرے نام کا آوازہ یقیناً ماہ سے ماہی تک ہے (۸) آسمان جو کتنی عجیب چیزیں پیدا کرتا ہے۔ تجھ جیسا کوئی موتی صدف میں نہیں رکھتا۔

بند (۳)

ای خلعت ملک بر تو زیبا	۱	وی غرۂ دولت از تو غرا
ای آمده نو عروس دولت	۲	بر شکل و شمائل تو شیدا
انوار شکوہ و شہریاری	۳	از روے مبارکت ہویدا
بر قامت حشمت تو کوتاہ	۴	این اطلس نیلگون والا
بگذشت صداے صیت عدلت	۵	از سقف نہم رواق خضرا
بر شادی مجلس تو خورشید	۶	ہر لحظہ کشیدہ جام صہبا
تا روی مبارک تو بیند	۷	نرگس ہمہ دیدہ گشت عمدا
از بہر قبولیت از این گوشش	۸	لولوی خوشاب گشتہ لالا

(۹) در قصر تو چرخ آستانی
کیوان بہ در تو پاسبانی (۹)

(۱) اے کہ بادشاہی کی خلعت تجھ پر زیبا ہے۔ اے کہ دولت کی روشنی تجھ سے روشن ہے۔ (۲) اے کہ دولت کی نئی دلہن تیری شکل و صورت پر عاشق ہے (۳) رُعب اور بادشاہی کے نور تیرے مبارک چہرہ سے ظاہر ہیں (۴) تیری حشمت کے قد پر نیلگون بلند اطلس کوتاہ ہے (یعنے آسمان بھی تیری حشمت کی برابری نہیں کر سکتا (۵) تیری انصاف کی شہرت کا آوازہ نویں سبز آسمان کی چھت سے اوپر نکل گیا (۶) تیری مجلس کی خوشی میں آفتاب ہر وقت جام شراب پیتا ہے (۷) تاکہ تیرے مبارک چہرہ کو دیکھے۔ نرگس عمداً ہمہ تن آنکھ بن گئی ہے (۸) اس کان کی قبولیت حاصل کرنے کے لئے آبدار موتی روشن بنا ہے (۹) آسمان تیرے محل کا ایک آستان ہے۔ اور کیوان ستارہ تیرے دروازہ کا پاسبان ہے۔

بند (۴)

تا بار خداے باد یارت	۱	جز عیش مباد ہیچ کارت
ہر آرزوے کہ در دل آید	۲	ایام نہادہ در کنارت
توفیق رفیق در بہینت	۳	تائید نایم در بسیارت
نصرت کہ مباد از تو خالی	۴	در رزم میمنہ دستیارت

آراسته چون بهشت گیتی ۵ از کوشش تیغ آبدارت
تا چرخ بپاست دور دورت ۶ تا دہر بجاست کار کارت
جاوید بعون جاہ و عزت ۷ بادا ہمہ چیز برقرارت
آسودہ چو حافظ اند خلقان ۸ در سایۂ بخت کامگارت

کارت ہمہ حفظ ملک و دین باد
تا باد ہمیشہ اینچنین باد

(۱) اے کہ خدا تیرا مددگار ہو۔ عیش کے سوا تیرا کچھ کام نہ ہو (۲) جو آرزو تیرے دل میں ہو زمانہ اُسے تیری بغل میں لائے (۳) توفیق تیری دائیں طرف کی رفیق اور تائید تیری بائیں طرف کی ندیم ہو۔ (۴) فتح جو تجھ سے کبھی علیحدہ نہ ہو میدان میں تیرا کمینہ ہتھیار ہو۔ (۵) تیری آبدار تلوار کی کوشش سے جہاں بہشت کی طرح آراستہ ہے (۶) جب تک آسمان قایم ہے تیرا دور دورہ رہے جب تک زمانہ موجود ہے تیرا مُدعا پُورا ہوتا جائے (۷) ہمیشہ جاہ و عزت کی مدد سے تمام چیزیں تیرے حسب مراد ہوں۔ (۸) حافظ کی طرح تیرے کامیاب بخت کے سائے میں لوگ آسودہ ہیں (۹) تیرا کام تمامتر ملک و دین کی حفاظت ہو۔ جب تک ہو ہمیشہ ایسا ہی ہو۔

بند (۵)

ماہی چو تو آسمان ندارد ۱ سروی چو تو بوستان ندارد
بارُوی تو آفتاب دیدم ۲ نیک ست ولیکن آن ندارد
از حسن تو چون کنم عبارت ۳ کز ہیچ صفت نشان ندارد
حیران شدہ ام کہ ہیچ وصفی ۴ درخورد درخت بیان ندارد
مرغیکہ سوی تو کرد پرواز ۵ دیگر سر آشیان ندارد
ہر دل کہ ز جان نداشت دوست ۶ میدان بیقین کہ جان ندارد
از بہر دلم کدام تیر ست ۷ کابروی تو در کمان ندارد
چشمت نظری بما نینداخت ۸ مست ست و سر جہان ندارد
منظور شہنشہ است و از ناز ۹ پروای شکستگان ندارد

(۱۰)	سلطان زمانہ ناصر الدین شہ معتصم بعز و تمکین	(۱۰)

(۱) آسمان پر تجھ جیسا کوئی چاند نہیں۔ باغ میں تجھ جیسا کوئی سرو نہیں (۲) تیرے چہرہ کے مقابلہ میں میں نے سورج کو دیکھا۔ اچھا ہے۔ لیکن اس میں آن نہیں ہے (۳) تیرے حسن کو میں کس طرح بیان کروں۔ کسی صفت میں اس کا مثیل موجود نہیں ہے (۴) میں حیران ہوں کہ کوئی تعریف تیرے چہرے کے لائق بیان نہیں ہوسکتی۔ (۵) جو پرندہ تیری طرف اڑ کر آیا۔ دوبارہ آشیاں کا خیال نہیں کرتا۔ (۶) جو دل تجھے جان سے عزیز نہیں رکھتا۔ یقیناً سمجھ لے کہ اس میں جان نہیں ہے (۷) میرے دل کے لئے ایسا کون سا تیر ہے جو تیرے ابرو کی کمان میں نہیں ہے (۸) تیری آنکھ نے ہماری طرف نظر نہ کی وہ مست ہے اور جہان کا خیال نہیں رکھتی (۹) (تیری آنکھ) بادشاہ کی منظور نظر ہے اور شکستہ دلوں کی پرواہ نہیں کرتی۔ (۱۰) زمانہ کا بادشاہ ناصر الدین۔ عزت اور تمکین کے ساتھ مستحکم ہے۔

بند (۶)

ساقی اگرت ہوای ما ہی	۱	جز بادہ میار پیش ما شی
سجادہ و خرقہ در خرابات	۲	بفروش و بیار جرعۂ می
گرزندہ دلی شنو زمستان	۳	در گلشن جان صدای یا حی
با درد درآ بجوے درمان	۴	کونین بگر زعشق لاشی
اسرار دل ست درۂ عشق	۵	بہتر ز ہزار حاتم طی
سلطان صفت آن بت پریوش	۶	می آمد و خلق شہر از پی
مردم نگراں بروی خوبش	۷	وز شرم روان ز عارضش خوی
حافظ زغم تو چند نالد	۸	آخر دل من شکستہ تا کی

(۹)	با درد و غم تو یار باشم وز عیش جہاں کنار باشم	(۹)

(۱) اے ساقی اگر تجھ کو ہم سے محبت ہے تو شراب کے بغیر ہمارے سامنے کچھ نہ لا ہے۔ لفظ ہے بمعنی ہست فارسی اور اردو میں مشترک ہی چنانچہ ہیم۔ ہید وہی بمعنے ہستیم۔ ہستید وہستی اسی سے

ماخوذ ہیں - ہے اند یا ہیند، بمعنے ہستند

گفت یارب کہ ترا خاصان ہے اند — کہ مبارک دعوت و فرخ پے اند (مولانا روم)

(۲) سجادہ اور خرقہ کو میخانہ میں بیچکر شراب کا گھونٹ لا۔ (۳) اگر تو زندہ دل ہے تو مستوں سے جہاں کے باغ میں باجے کی آواز سن (۴) درد لے کر علاج کی امید میں آ۔ عشق سے دونوں جہانوں کو ناچیز سمجھ (۵) عشق کی راہ میں دل کے اسرار ہزار حاتم طے سے بہتر ہیں۔ (۶) وہ پرپوش بت بادشاہ کی طرح آتا تھا اور شہر کے لوگ اس کے پیچھے تھے۔ (۷) لوگ اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھتے تھے۔ اور اس کے چہرہ پر شرم سے پسینہ آرہا تھا۔ (۸) حافظ تیرے غم میں کب تک روتا رہے گا۔ آخر میرا دل کب تک شکستہ رہے گا۔ (۹) میں تیرے درد اور غم کا دوست بنوں اور جہاں کی عیش سے علیحدہ ہو جاؤں۔

ترجیع بند

بند (۱)

ای دادہ بباد دوستداری	۱	این بود وفا و عہد یاری
آخر دل ریش دردمندم	۲	تا چند بدست غم سپاری
از زلف تو حاصلی ندیدم	۳	جز شیفتگی و بی قراری
ای جان عزیز بر ضعیفان	۴	تا چند کنی جفا و خواری
ہر چند کہ سوختی بجورم	۵	کردم من خستہ سازگاری
گفتم مگر از سر ترحم	۶	دست از ستم و جفا بداری
چون نیست امید آنکہ روزی	۷	بر عاشق خستہ رحمت آری

(۸) آن بہ کہ صبر رخ نتابم
باشد کہ مراد دل بیابم (۸)

(۱) اے کہ تو نے دوستی کو برباد کردیا کیا وفا اور دوستی کا عہد اسی کو کہتے ہیں (۲) آخر کب تک میرے دردمند زخمی دل کو تو غم کے ہاتھ میں رکھے گا۔ (۳) تیری زُلف سے مجھے شیفتگی اور بے قراری کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ (۴) اے جانِ عزیز! کب تک کمزوروں پر ظلم اور خواری کرے گا (۵) ہرچند تو نے مجھے ظلم سے جلایا۔ میں خستہ دل اس کو برداشت کرتا رہا۔ (۶) میں نے خیال کیا کہ شاید از راہ ترحم تو جور و جفا سے ہاتھ اُٹھا لے گا (۷) جب یہ اُمید باقی نہیں رہی کہ تو کسی دن عاشق خستہ حال پر رحم کرے گا۔ (۸) تو بہتر یہی ہے کہ میں صبر سے منہ نہ پھیروں شاید کہ اس طرح دل کی مراد حاصل ہو۔

بند (۲)

وردہ دو سہ جام عاشقانہ	۱	ای ساقی ازاں می شبانہ	
از دست مدہ می مغانہ	۲	تا در سرِ من ز عقل باقیست	
مرغانِ چمن ز آشیانہ	۳	برداشتہ اند صوت داؤد	
مگذار ز کف دف و چغانہ	۴	ای مطرب ما تو نیز یک دم	
چوں عود بسوز دل ترانہ	۵	برگوی بیادِ وصلِ جاناں	
تا چند خوری غمِ زمانہ	۶	می نوش تو حافظا بشادی	
در سینہ ہمی کشد زبانہ	۷	دیریست کہ آتشِ غمِ دل	
دریای فراق را کرانہ	۸	چوں نیست ہیچگونہ پیدا	

(۹)	آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم باشد کہ مرادِ دل بیابم	(۹)

(۱) اے ساقی رات کی شراب سے دو تین عاشقانہ جام دے (۲) جب تک میرے سر میں عقل باقی ہے ہاتھ سے شرابِ مغانہ نہ چھوڑ (۳) بلبلوں نے آشیانوں سے لحنِ داؤدی سے آواز بلند کی (۴) اے ہمارے مطرب تو بھی دف اور چغانہ کو ہاتھ سے ایک دم کے لئے بھی نہ چھوڑ۔ (۵) وصالِ معشوق کی یاد میں عود کی طرح سوزِ دل سے ترانہ کہہ۔ (۶) اے حافظ تو خوشی سے شراب پی کب تک زمانہ کا غم کھائے گا۔ (۷) مدتوں سے غمِ دل کی آگ سینہ

میں شعلہ زن ہے (۸) جب کسی طرح بھی دریائے فراق کا کنارہ ظاہر نہیں ہوتا (۹) تو بہتر یہی ہے۔ کہ صبر کو نہ چھوڑوں شاید کہ اسی طرح دل کی مراد پوری ہو

بند (۳)

در سختی عشق اگر بمیرم	۱	من دل ز غم تو بر نگیرم
بیشک دل ماہ و خور بگیرد	۲	گر سوی فلک رسد نفیرم
پیوستہ کمان ابروانش	۳	از غمزہ ہمے زند بہ تیرم
نتوان بقلم نوشت شوقش	۴	گر پیر فلک شود دبیرم
پیر غم عشقم ارچہ طفلم	۵	طفل غم عشقم ارچہ پیرم
دارم سر آنکہ ہمچو سعدی	۶	بنشینم و صبر پیش گیرم
چوں کرد زمانۂ ستمگار	۷	دور از تو بہ بند غم اسیرم

(۸) آن بہ کہ ز صبر رخ نتابم
باشد کہ مراد دل بیابم (۸)

(۱) اگر عشق کی سختی سے میں مر بھی جاؤں لیکن تیرے غم سے دل نہیں ہٹاؤں گا (۲) اگر میری فریاد آسمان پر پہنچے تو یقیناً چاند اور سورج کا دل منقبض ہو جائے گا۔ (۳) اس کے ابروؤں کی کمان ہمیشہ غمزہ سے مجھے تیر مارتی ہے (۴) اگر پیر فلک بھی میرا منشی بن جائے تو بھی اس کے عشق کا قصہ قلم سے نہیں لکھ سکے گا۔ (۵) میں غم عشق کا بوڑھا ہوں اگرچہ لڑکا ہوں۔ میں غم عشق کا لڑکا ہوں اگرچہ بوڑھا ہوں (۶) میرا خیال ہے کہ سعدی کی طرح بیٹھ جاؤں اور صبر اختیار کروں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ایک مشہور ترجیع بند ہے۔ جس کے ہر ایک بند کا مقطع یہ ہے۔

بنشینم و صبر پیش گیرم   دنبالۂ کار خویش گیرم

(۷) جب ظالم زمانہ نے تجھ سے دور کر کے مجھے بند غم میں گرفتار کیا ہے۔ (۸) تو بہتر یہی ہے کہ میں صبر کو ترک نہ کروں شاید کہ اس طریقہ سے دل کی مراد مل جائے۔

بند (۴)

ای غیرت لعبتان طناز	۱	برقع ز رخ چو مه برانداز	
تا من ز سر جهان بکلی	۲	برخیزم و توبه بشکنم باز	
ای دوست ز رهگذار دیده	۳	شد فاش میان مردمان راز	
تا خود چه بود مرا سرانجام	۴	در عشق چو هجر کرد آغاز	
سرمایهٔ عمر داد بر باد	۵	هر کو بغم تو گشت انباز	
در آتش عشق و مجمرِ غم	۶	می سوزد لا چو عود و می ساز	
حالی چو نمی دهد مرا دست	۷	بوسیدنِ پای آن سرافراز	

(۸)	آن به که ز صبر رُخ نتابم باشد که مرادِ دل بیابم	(۸)

(۱) اے غیرتِ بتانِ نازنین! چاند کی طرح چہرہ سے برقع اُٹھا (۲) تاکہ میں جہان کو بالکل ترک کردوں اور دوبارہ توبہ توڑ دوں (۳) اے دوست! آنکھوں کی راہ سے لوگوں میں راز فاش ہوگیا۔ (۴) دیکھئے میرا انجام کیا ہوتا ہے۔ جب عشق میں ہجر کا آغاز ہوگیا ہے (۵) جو شخص تیرے غم میں شریک ہوا اس نے عمر کے سرمایہ کو برباد کردیا۔ (۶) عشق کی آگ اور غم کی انگیٹھی میں اے دل عود کی طرح جل اور موافقت پیدا کر (۷) اب چونکہ اس بلند قد معشوق کے پاؤں کا بوسہ مجھے نصیب نہیں ہوتا۔ (۸) تو بہتر یہی ہے کہ میں صبر سے منہ نہ پھیروں، شاید کہ اس طرح دل کی مراد پاؤں۔

بند (۵)

ای سرو سمنبر گل اندام	۱	از عارض تو خجل مہ شام	
باز آی کہ ہجر جانگدازت	۲	برد از دل من قرار و آرام	
از دانۂ خال و دام زلفت	۳	مرغ دلِ من فتادہ در دام	
چون کام نہ شد بسعی حاصل	۴	فارغ شدہ ام بہجر ناکام	
ماییم و غم فراق حالی	۵	تا خود بکجا رسد سرانجام	

جز محنت و درد و گو نیا نیست	۶	دور از تو نصیب من با یام
مقصود وجود حافظا چیست	۷	جز صحبت یار و بادہ و جام
حالی چو نمے شود مہیا	۸	کام دلم از تو اے دلآرام
(۹)	آن بہ کہ ز صبر رخ نتابم باشد کہ مراد دل بیابم	(۹)

(۱) اے گل اندام سیمین بدن سرو۔ شام کا چاند تیرے چہرہ سے شرمندہ ہے (۲) واپس آجا۔ کہ تیرا جان گداز ہجر میرے دل سے صبر و آرام لے گیا (۳) تیرے خال کے دانے اور زلف کے جال سے میرا مرغِ دل جال میں پھنس گیا ہے۔ (۴) جب مراد کوشش سے حاصل نہ ہوئی تو ناچار میں ہجر پر صبر کر کے بیٹھ گیا (۵) اس وقت تو ہم ہیں اور غم ہجر۔ دیکھئے انجام کیا ہوتا ہے۔ (۶) نصیب اعدا! گویا دُنیا میں میری قسمت میں سوائے غم اور درد کے کچھ نہیں (۷) اے حافظ! صحبت یار اور بادہ و جام کے سوا زندگی کا مدعا ہی کیا ہے؟ (۸) اے دلارام! اس وقت جب تجھ سے میرے دل کی مراد پوری نہیں ہو سکتی (۹) تو بہتر یہی ہے کہ میں صبر سے منہ نہ پھیروں شاید اسی میں دل کی مراد حاصل ہو جائے۔

بند (۹)

ای راحتِ جان بیقرارم	۱	امید دل امیدوارم
شادم بغمت کہ در ہمہ حال	۲	سوزِ غمِ تست سازگارم
تا رفتہ از کنارم ای دوست	۳	یکبارہ ز عیش بر کنارم
در آرزوی وصال جانے	۴	عمری بفراق میگذارم
امشب بگذشت خواہد از دوش	۵	طوفان سرشک اشکبارم
تا مرگ نگیرم گریبان	۶	من دست ز دامنت ندارم
چون ہیچ نشد بسعی حاصل	۷	کام دلِ خستۂ فگارم
(۸)	آن بہ کہ ز صبر رُخ نتابم باشد کہ مراد دل بیابم	(۸)

(۱) اے میری بیقرار جان کی راحت اور میرے امیدوار دل کی امید! (۲) میں تیرے غم میں خوش ہوں کیونکہ ہر حال میں تیرے غم کا سوز میرا ساز گار ہے (۳) اے دوست جب سے تو میرے پاس سے گیا ہے میں عیش سے قطعاً علیحدہ ہوگیا ہوں (۴) معشوق کے وصال کی آرزو میں۔ میں فراق میں عمر گذار رہا ہوں۔ (۵) آج رات میرے اشکبار آنسوؤں کا سیلاب کندھوں سے بھی گذر جائیگا۔ دوش اور شب کی رعایت ظاہر (۶) جب تک موت میرے گریبان کو نہیں پکڑتی۔ میں تیرے دامن سے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ (۷) جب میرے زخمی اور خستہ دل کی مراد کوشش سے حاصل نہ ہوئی (۸) تو بہتر یہی ہے کہ میں صبر کو ہاتھ سے نہ دوں۔ شاید کہ اس طرح دل کی مراد پوری ہو۔

بند (۷)

ای زخمِ غمِ تو مرہمِ دل	۱	عشقِ تو انیس و محرمِ دل
زلفِ تو کمندِ گردنِ جان	۲	لعلِ تو نگینِ خاتمِ دل
ابروی تو بود شحنۂ جان	۳	چون چشمِ تو گشت حاکمِ دل
او در دلِ ما و ما در آتش	۴	ما را غمِ اوست نی غمِ دل
نزدیک شد آنکہ من بدورے	۵	گیرم کمِ خویش یا کمِ دل
حافظ چہ شود اگر بیابی	۶	نورے ز حضورِ عالمِ دل
چون ملکِ وصال او نگردد	۷	آسان آسان مسلمِ دل

(۸)

آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم
باشد کہ مرادِ دل بیابم

(۸)

(۱) اے کہ تیرے غم کا زخم دل کے لئے مرہم ہے۔ تیرا عشق دل کا مونس اور محرم ہے (۲) تیری زلف جان کی گردن کے لئے کمند ہے اور تیرا لب لعل دل کی انگشتری کے لئے بمنزلہ نگین کے ہے۔ (۳) جب تیری آنکھ دل کی حاکم بنی تو تیرے ابرو جان کے کوتوال بن گئے۔ (۴) وہ ہمارے دل میں ہے اور ہم آگ میں۔ ہم کو اس کا غم ہے نہ کہ اپنے دل کا

(۵) عنقریب ہی میں ہجر کی وجہ سے۔ یا تو اپنے آپ کو تباہ کروں گا۔ یا دل کو ضائع کردوں گا۔ کم بمعنے نفی۔ عدم۔ معدوم مثلاً ؎

مارا نبود ہیچ غمے غیرِ غم عشق
گیریم کمِ خویش و نگیریم کمِ عشق (قدسی)

(۶) اے حافظ کیا اچھا ہو اگر تجھے حضورِ عالمِ دل سے نور حاصل ہوجائے۔ (۷) جب کہ اس کے وصل کا ملک آسانی سے دل کے سپرد نہیں ہوسکتا (۸) تو بہتر یہی ہے کہ میں صبر اختیار کروں۔ شاید صبر سے ہی دل کی مراد حاصل ہوجائے۔

ساقی نامہ[۱]

فتنہ دارد دگر روزگار	۱	من و مستی و فتنۂ چشم یار
ہمی مانم از دور گردون شگفت	۲	ولی نیست در وی مجال گرفت
فریب جہاں قصۂ روشن ست	۳	ببین تا چہ زاید شب آبستن ست
دلا در جہاں دل منہ زینہار	۴	کہ کس بر سرِ پل نگیرد قرار
ہماں مرحلہ است ایں بیابان دور	۵	کہ گم شد درو لشکرِ سلم و تور
ہماں منزل ست اینجہان خراب	۶	کہ دیدہ است ایوان افراسیاب
کجا رای پیرانِ لشکر کشش	۷	کجا شیدۂ ترک خنجر کشش
نہ تنہا شد ایوان و کاخش بباد	۸	کہ خاکش ندارد کسے ہم بیاد
چہ خوش گفت جمشید با تاج و گنج	۹	کہ یک جو نیرزد سرای سپنج
مغنی کجائی بگلبانگ رود	۱۰	بیاد آور آن خسروانی سرود
بمستان نوید سرودے فرست	۱۱	بیاران رفتہ درودے فرست
مغنی بزن چنگ بر ارغنون	۱۲	ببر از دلم فکر دنیاے دون

(۱) زمانہ کو پھر فتنہ انگیزی کا خیال ہے پس میں ہوں اور مستی اور چشمِ یار کا فتنہ (۲) میں دورِ گردوں سے حیران رہ جاتا ہوں۔ لیکن اس میں گرفت کی مجال نہیں (۳) جہان کا فریب ایک ظاہر بات ہے۔ دیکھئے رات حاملہ ہے کیا ظہور میں آتا ہے (۴) اے دل خبردار دنیا سے دل نہ لگا کیونکہ کوئی آدمی پل پر مقیم نہیں ہوتا (۵) یہ طویل بیابان وہی مرحلہ ہے۔ جس میں سلم و تور کے لشکر گم ہوگئے سلم و تور فریدوں کے بیٹوں کے نام (۶) یہ ویران جہان وہی منزل ہے۔ جس نے افراسیاب کے محل کو دیکھا ہے (۷) اس کے لشکر کش پیران کی رائے کہاں ہے اس کا خنجر کش ترک شیدہ کہاں ہے پیران نام وزیر افراسیاب شیدہ نام پسرِ افراسیاب (۸) صرف اس کا ایوان اور محل ہی برباد نہیں ہوا بلکہ اس کی قبر کا نشان بھی کسی کو معلوم نہیں (۹) صاحبِ تاج و گنج جمشید نے کیا اچھا کہا کہ یہ سرائے سپنج یعنے دنیا ایک جو کی قیمت کی بھی نہیں (۱۰) اے مطرب تو کہاں ہے رود کی آواز سے وہ شاہی سرود یاد دلا (۱۱) مستوں کو سرود کی خوشخبری بھیج اور مرے ہوئے دوستوں کو درود بھیج (۱۲) اے مطرب ارغنون بجا اور دُنیاے دوں کا فکر میرے دل سے دور کر۔

مگر خاطرم یابد آسایشے	۱۳	کہ نبود زغم یاد آلایشے
مغنی بزن خسروانے سرود	۱۴	بگو با حریفان بآواز رود
کہ از آسمان مژدۂ فرصت است	۱۵	مرا بر عدو عاقبت نصرت است
مغنی نوای طرب ساز کن	۱۶	بقول غزل قصہ آغاز کن
کہ بارِ غمم بر زمین دوخت پائے	۱۷	بضربِ اصولم بر آور زجائے
مغنی ازیں پردہ نقشے بر آر	۱۸	ببیں تا چہ گفت از حرم پردہ دار
چناں برکش آہنگ ایں داوری	۱۹	کہ ناہید چنگے برقص آوری
مغنے دف وچنگ را ساز دہ	۲۰	بیاران خوش نغمہ آواز دہ
رہی زن کہ صوفی بحالت رود	۲۱	بمستیِ وصلش حوالت رود
مغنی بیا یا منت جنگ نیست	۲۲	کفی بر دفی زن گرت چنگ نیست
شنیدم کہ چون غم رسا نار گزند	۲۳	خروشیدن دف بود سودمند
مغنی کجائے کہ وقتِ گل ست	۲۴	زبلبل چمنہا پر از غلغل ست

(۱۳) شاید کہ میرے دل کو ایسا آرام نصیب ہو جسکے ساتھ غم کی آمیزش ہو (۱۴) اے مطرب بادشاہی سرود شروع کر اور رود کی آواز سے حریفوں کو کہہ (۱۵) کہ آسمان سے مہلت کی خوشخبری آئی ہی اور مجھے آخر کار دشمن پر فتح ہوگی (۱۶) اے مطرب کوئی خوشی کی نوا چھیڑ اور غزل کی طرز میں قصہ شروع کر (۱۷) کیونکہ غم کے بوجھ نے میرے پاؤں کو زمین میں گاڑ دیا ہے اُصولِ موسیقی کی ضرب سے مجھے جگہ سے اُٹھا (۱۸) اے مطرب اس پردہ سے کوئی نقش پیدا کر۔ دیکھ کہ حرم سے پردہ دار نے کیا کہا ہے۔ (۱۹) ساز و سرود کی ایسی طرز شروع کر کہ ناہید چنگی کو بھی تو رقص میں لا دے (۲۰) اے مطرب دف اور چنگ کو بجا اور خوش آواز یاروں کو آواز دے (۲۱) ایسا سرود گا کہ صوفی حالت وجد میں آجائے اور وصل کی مستی میں آجائے (۲۲) اے مطرب آمیری تیری لڑائی تو نہیں ہے اگر چنگ نہیں تو دف ہی بجا (۲۳) میں نے سُنا ہے کہ جب غم تکلیف پہنچائے تو دف کی آواز فائدہ دیتی ہے (۲۴) اے مطرب تو کہاں ہے کہ بہار کا موسم ہے اور بلبلوں کی آواز سے باغ گونج رہے ہیں۔

ہماں بہ کہ خونم بجوش آوری	۲۵	دمِ چنگ را در خروش آوری
مغنی بیا عود را ساز کن	۲۶	نو آئین نوائے نو آغاز کن
بیک نغمہ دردِ مرا چارہ ساز	۲۷	دلم نیز چوں خرقہ صد پارہ ساز
مغنی کجائے کہ لطفے کنے	۲۸	زمے آتشے در دلم افگنے
بروں آری از فکر خود یکدمم	۲۹	بہم برزنے کار و بار غمم
مغنی کجائے نوائے بزن	۳۰	بیکتائے او دو تائے بزن
چو خواہد شدن عالم از ما تہی	۳۱	گدائے بسے بہ ز شاہنشہی
مغنی بگو قول و پرواز ساز	۳۲	کہ بیچارگاں را توئی چارہ ساز
تو بنمائے راہِ عراقم بزود	۳۳	کہ بخشایم از دیدہ صد زندہ رود
مغنی بیا بشنو و کاربند	۳۴	ز قولِ من این پند دانا پسند
چو غم لشکر آرد بیارا صفے	۳۵	ز چنگ و رباب و ز نای و دفے
مغنی تو سترِ مرا محرمے	۳۶	زمانی بہ نے زن دمِ ہمدمے

(۲۵) یہی بہتر ہے کہ تو میرے خون کو جوش میں لائے اور چنگ کو خروش میں (۲۶) اے مطرب آ

اور عود کو بجا اور نئی طرز کی نئی نوا شروع کر۔ (۲۷) ایک نغمہ سے میرے درد کا علاج کر اور خرقہ کی طرح میرے دل کو بھی سو ٹکڑے کر دے۔ (۲۸) اے مطرب تو کہاں ہے کہ مہربانی کرے اور شراب سے میرے دل میں آگ لگا دے۔ (۲۹) مجھے تفکرات سے ایک دم کے لئے آزاد کرے اور غم کے کاروبار کو درہم برہم کر دے (۳۰) اے مطرب تو کہاں ہے کوئی نوا بجا۔ خدا کی یکتائی پر دو گیت سنا (۳۱) جب ہم نے جہان کو چھوڑ جانا ہے تو بادشاہی سے گدائی بہت اچھی ہے (۳۲) اے مطرب کوئی گیت سُنا اور ساز بجا کیونکہ بیچاروں کا چارہ ساز تو ہی ہے۔ (۳۳) تو مجھے عراق کی راہ جلدی دکھا تاکہ میں آنکھوں سے سوز تارہ رود نکالوں۔ عراق سرود کے ایک پردہ کا نام بھی ہے۔ زندہ رود اصفہان کی ایک نہر کا نام (۳۴) اے مطرب آ اور مجھ سے ایک دانا پسند نصیحت سُن اور اُس پر عمل کر (۳۵) جب غم لشکر کشی کرے تو تو بھی چنگ و رباب اور دف و نے کی صف کو آراستہ کر (۳۶) اے مطرب تو میرے بھید سے واقف ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے نے سے ہمامی کا دم مار۔

بمی دہ دکن در دولت گر غنیمت	۳۷	دمی پیش دانا بہ از عالمیست
مغنی کجائی بزن بربطے	۳۸	بیا ساقیا پُر کن از می بطے
کہ با ہم نشینیم و عیشے کنیم	۳۹	دمی خوش برآریم و طیشے کنیم
مغنی ز اشعار من یک غزل	۴۰	باہنگ چنگ آر اندر عمل
کہ تا وجد را کار سازی کنم	۴۱	برقص آیم و خرقہ بازی کنم
باقبال دارای دیہیم و تخت	۴۲	بہین میوۂ خسروانی درخت
کہ تمکین اورنگ شاہی ازوست	۴۳	تن آسانی مرغ و ماہی ازوست
فروغ دل و دیدۂ مقبلاں	۴۴	ولے نعمت جملہ صاحبدلاں
جہاں دار و دین پرور و تاجور	۴۵	کہ و تخت جم گشت بازیب و فر
چگونہ دہم شرح آثار او	۴۶	کہ عقل ست حیران در اطوار او
چو قاروی از حمدِ ما جست بنش	۴۷	سر اندازم از عجز و تشویر پیش
برآرم باخلاص دست دعا	۴۸	کنم روے در حضرتِ کبریا

(۴۷) اگر تیرے دل میں غم ہے تو شراب سے دور کر دانا کے نزدیک ایک دم جہاں سے بہتر ہے (۴۸) اے مطرب تو کہاں ہے بربط بجا اور لے ساقی آ اور شراب سے صراحی بھر دے (۴۹) کہ اکٹھے بیٹھ کر عیش کریں کچھ وقت خوشی سے گذاریں اور جوش ظاہر کریں۔ (۵۰) اے مطرب میرے اشعار سے ایک غزل چنگ کی آواز کے ساتھ گا (۵۱) تاکہ وجد کو عمل میں لائیں۔ رقص کریں۔ اور خرقہ بازی کریں۔ خرقہ بازی خرقہ کو اچھالنا (۵۲) تاج و تخت کے مالک کے اقبال کی قسم۔ جو بادشاہی درخت کا بہترین میوہ ہی (۵۳) بادشاہی تخت کی تمکین اس سے ہے مرغ و ماہی کا آرام اسی کی بدولت ہے (۵۴) مقبلوں کی دل و دیدہ کی روشنی۔ تمام صاحب دلوں کا ولی نعمت (۵۵) جہان کا مالک دین پرور اور تاجور ہے جس سے کہ جمشید کے تخت کو رونق ہوئی (۵۶) اس کے اخلاق کی شرح میں کس طرح کروں کیونکہ اس کے اطوار میں عقل حیران ہے (۵۷) جب اس کا مرتبہ تعریف کی حد سے باہر ہے تو پھر میں عجز و تشویر کی وجہ سے سر نیچا کر دیتا ہوں۔ (۵۸) میں اخلاص سے دستِ دعا اٹھاتا ہوں۔ اور حضرت کبریا میں عرض کرتا ہوں۔

۴۹ کہ یارب بآلاء و نعمائے تو — باسرار اسمائے حسنائے تو

۵۰ بحق کلامت کہ آمد قدیم — بحق رسولؐ و بخلق عظیم

۵۱ کہ شاہ جہاں باد فیروز بخت — باقبال ہموارہ با تاج و تخت

۵۲ زمین تا بود مظہر عدل و جور — فلک تا بود مرتع جدی و ثور

۵۳ خدیو جہاں شاہ منصور باد — غبارِ غم از خاطرش دور باد

۵۴ بحمد اللہ اے خسروِ جم نگین — شجاعے بمیدانِ دنیا و دین

۵۵ بمنصوریت در جہاں رفت نام — کہ منصور باشے بر اعدا مدام

۵۶ فریدوں شکوہی در ایوانِ بزم — تہمتن نبردے بمیدان رزم

۵۷ فلک را گہر در صدف چوں تو نیست — فریدون و جم را خلف چوں تو نیست

۵۸ نہ تنہا خراجت دہند از فرنگ — کہ مہراج باجت فرستد ز زنگ

۵۹ اگر ترک و ہند است و گر روم و چین — چو جم جملہ دارے بزیرِ نگین

۶۰ ہمائیست چترت ہمایوں نظر — کہ دارد بسیطِ زمین زیر پر

(۴۹) کہ اے خدا اپنے انعاموں اور نعمتوں کے طفیل اور اپنے اسمائے حسنےٰ کے اسرار کی طفیل (۵۰) اپنے کلام کی طفیل جو قدیم ہے اور اپنے رُسول اور اس کے خلقِ عظیم کے طفیل (۵۱) جہان کے بادشاہ کو فتحمند رکھیو اور تاج و تخت کے ساتھ اس کا اقبال ہمیشہ رہے (۵۲) جب تک زمین ظلم اور انصاف کا مظہر رہے اور جب تک، آسمان برج جدی و ثور کا میدان رہے (۵۳) تب تک منصور بادشاہ جہاں کا بادشاہ رہے اور اُس کے دل سے غم کا غبار دور رہے (۵۴) اے سلیمان کی نگین والے بادشاہ اور اے دنیا اور دین کے میدان کے بہادر۔ خدا کا شکر ہے (۵۵) کہ تیرا نام جہان میں منصور مشہور ہوا تاکہ تو دشمنوں پر ہمیشہ فتحمند ہو (۵۶) تو ایوانِ بزم میں فریدوں کی شان و شوکت رکھتا ہے۔ اور میدان جنگ میں رستم سا جنگجو ہے۔ (۵۷) آسمان کی سیپ میں تجھ جیسا اور کوئی موتی نہیں اور فریدوں اور جمشید کا تجھ جیسا اور کوئی جانشیں نہیں (۵۸) نہ صرف اہل فرنگ تجھ کو خراج دیتے ہیں، بلکہ زنگ سے زنگ کا بادشاہ تجھے خراج بھیجتا ہے مہراج ہندوستان اور زنگ کے بادشاہوں کا لقب (۵۹) ترکستان ہو یا ہندوستان۔ روم ہو یا چین سلیمانؑ کی طرح تمام تیرے زیرنگین ہیں (۶۰) تیرا مبارک نظر تاج ایسا ہما ہے کہ تمام روئے زمین اس کے پر کے نیچے ہے۔

بجای سکندر بمان سالہا	۶۱	بدانا دلے کشف کن حالہا
چو دریای وصفت ندارد کنار	۶۲	نثارا کنم بر دعا اختصار
ز نظم نظامی کہ چرخ کہن	۶۳	ندارد چو او ہیچ زیبا سخن
بیارم بہ تضمین سہ بیت متین	۶۴	کہ نزد خرد بہ ز دُرِ ثمین
ازان بیشتر کاوری در ضمیر	۶۵	ولایت ستان باش و آفاق گیر
زبان تا زمان از سپہر بلند	۶۶	بفتح دگر باش فیروزمند

(۶۷)	ازاں می کہ جان را بود ہوش یاو مرا شربت و شاہ را نوش باد	(۶۷)

بیا ساقی آں آب آتش خواص	۶۸	بمن دہ کہ تا یابم از غم خلاص
فریدوں صفت کاویانے علم	۶۹	برافرازم از پشتئے جام جم
بیا ساقی این نکتہ بشنو ز نی	۷۰	کہ یک جرعہ مے بہ ز دیہیم کے

دم از سیر این دیر دیرینہ زن	۷۱	صلائی بشاہان پیشینہ زن
بیا ساقی آن کیمیای فتوح	۷۲	کہ با گنج قارون دہد عمر نوح

(۶۱) سکندر کی بجائے تو مدتوں تک زندہ رہ۔ اور اپنے دانا دل سے حالات کو مکشوف کر (۶۲) چونکہ تیری تعریف کا دریا ناپیدا کنار ہے اس لئے میں مدح کو دعا پر ختم کرتا ہوں (۶۳) نظامی کی نظم سے کہ چرخ کہن کے نیچے اور کوئی ایسا زیبا سخن شاعر نہیں (۶۴) تضمین کے طور پر تین عمدہ شعر لاتا ہوں۔ کہ عقل کے نزدیک وہ قیمتی موتیوں سے بھی زیادہ قیمتی ہیں (۶۵) جتنی تیری خواہش ہے اس سے بھی زیادہ تو ولایت ستان اور آفاق گیر بنے (۶۶) ابدالاباد تک بلند آسمان سے تازہ بتازہ فتوحات تجھے فتح مند بنائیں (۶۷) وہ شراب جس سے جہان کو ہوش آئے میرے لئے شربت اور تیرے لئے شہد بنے۔ شعر (۶۵-۶۶-۶۷) نظامی کے ہیں۔ دیکھو سکندر نامہ (خاتمہ کتاب بر مدح ممدوح) (۶۸) اے ساقی آ اور وہ آگ کی خاصیت والا پانی (شراب) مجھے دے تاکہ میں غم سے رہائی پاؤں (۶۹) فریدوں کی طرح کا دریائی جھنڈا جام جم کی امداد سے بلند کروں (۷۰) اے ساقی آ اور یہ نکتہ تجھ سے سن کہ ایک گھونٹ شراب کیخسرو کے تاج سے بہتر ہے (۷۱) اس پرانی دیر (دنیا) کی سیر کا دم مار اور گذشتہ بادشاہوں پر آواز لگا (۷۲) اے ساقی آ اور وہ کیمیائے فتوح جو قارون کا خزانہ اور نوح کی عمر بخشتی ہے۔

بدہ تا بروئیت کشایند باز	۷۳	در کامرانی و عمر دراز
بیا ساقی آن ارغوانی قدح	۷۴	کہ یابد ز فیضش دل و جان فرح
بمن دہ کہ از غم خلاصم دہد	۷۵	نشان رہ بزم خاصم دہد
بیا ساقی آن می کہ جان پرورست	۷۶	دل خستہ را ہمچو جان درخورست
بدہ کز جہان خیمہ بیرون زنم	۷۷	سراپردہ بالای گردون زنم
بیا ساقی آن مے کہ حال آورد	۷۸	کرامت فزاید کمال آورد
بمن دہ کہ بس بیدل افتادہ ام	۷۹	وزین ہر دو بی حاصل افتادہ ام
بیا ساقی آن آب اندیشہ سوز	۸۰	کہ گر شیر نوشد شود بیشہ سوز

بدہ تا روم بر فلک شیر گیر	۸۱	بہم بر زنم دام این گرگ پیر
بیا ساقی آن بکر مستور مست	۸۲	کہ اندر خرابات دارد نشست
(۸۳)	بمن دہ کہ بدنام خواہم شدن مرید مے و جام خواہم شدن	(۸۳)

(۷۳) مجھے عطا کرتا کہ تیرے چہرہ پر کامرانی اور عمر دراز کا دروازہ کھول دیں (۷۴) اے ساقی آ اور وہ ارغوانی پیالہ کہ جس کے فیض سے جاں اور دل کو فرحت ہوتی ہے۔ (۷۵) مجھے عطا کرتا کہ میں غم سے رہائی پاؤں اور وہ مجھے بزم خاص کی راہ کا پتہ بتائے (۷۶) اے ساقی وہ شراب جو جان پرور ہے اور زخمی دل کے لئے جان کی طرح ضروری ہے (۷۷) مجھے عطا کرتا کہ میں جہاں سے اپنا خیمہ اکھیڑ لے جاؤں اور آسمان کے اوپر جاکر خیمہ لگاؤں (۷۸) اے ساقی آ اور وہ شراب جو حال لاتی ہے کرامت بڑھاتی ہے اور کمال پیدا کرتی ہے (۷۹) مجھے عطا کر کہ میں بہت بیدل پڑا ہوں اور ان دونو چیزوں (کرامت اور کمال) سے محروم بیٹھا ہوں (۸۰) اے ساقی آ اور وہ شراب جو فکر کو جلاتی ہے جیسے اگر شیر پی لے تو جنگل کو جلا دے (۸۱) مجھے عطا کرتا کہ آسمان پر میں شیر گیر ہو کر جاؤں اور اس بوڑھے بھیڑیئے (آسمان) کے جال کو درہم برہم کر دوں (۸۲) اے ساقی آ اور وہ مستور اور مست کنواری جو کہ شراب خانہ کے اندر بیٹھی ہے (۸۳) مجھے عطا کر کہ میں بدنام ہو جاؤں گا اور شراب و جام کا مرید بن جاؤں گا۔

شراب کو اس لئے بکرِ مستور اور مست کہا ہے کہ شراب میں مستی بھی ہوتی ہے۔ اور وہ خم یا صراحی میں مستور بھی ہوتی ہے۔

ساقی نامہ (۲)

بیا ساقی آن می کہ حورِ بہشت	۱	عبیر ملایک دران می سرشت
بدہ تا بخوری بر آتش کنم	۲	دماغِ خرد را دمی خوش کنم

(۱) عبیر۔ ایک خوشبودار سفوف جو صندل گلاب مشک اور زعفران سے بنتا ہے۔

(۲) بخور۔ خوشبو۔ عود۔ لوبان وغیرہ۔

مسئلہ یعنی کیمیاے فتوح عطا کر دیکھو شعر ۱۵۴

بیا ساقی آن مے کہ تیزی کند	۳	بباغِ دلم مشک بیزی کند
بدہ تا بنوشم بیاد کسے	۴	کہ ہست از غمش در دلم خون بسے
بیا ساقی از مے ندارم گزیر	۵	ببیک جام باقی مرادست گیر
کہ از دور گردون بجان آمدم	۶	روان سوے دیر مغان آمدم
بیا ساقی از کنج دیرِ مغان	۷	مشو دور کانجاست گنج روان
ورت شیخ گوید مرو سوی دیر	۸	جوابش چہ گوئی بگو شب بخیر
بیا ساقی آن جام صافی صفت	۹	کہ بر دل کشاید درِ معرفت
بدہ تا صفاے درون آردم	۱۰	دمی از کدورت برون آردم
بیا ساقی آن آتشِ تابناک	۱۱	کہ زردشت میجویدش زیر خاک
بمن دہ کہ در کیش رندانِ مست	۱۲	چہ دنیا پرست وچہ آتش پرست
بیا ساقی اکنون کہ شد چون بہشت	۱۳	زروی تو این بزم عنبر سرشت
خذ الجام لاتخش فیہ الجناح	۱۴	کہ در باغ جنت بود می مباح
بیا ساقی آن جام یاقوت وش	۱۵	کہ بر دل کشاید درِ وقت خوش
بدہ وین نصیحت زمن گوش کن	۱۶	جہان جملہ ہیچ ست مے نوش کن
بیا ساقی از بیوفائی عمر	۱۷	ببین وزمی کن گدائی عمر

(۷) گنج رواں۔ گنج قاروں کا نام ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ زمین میں نیچے کی طرف حرکت کرتا رہتا ہے۔
(۸) شب بخیر۔ رات کو رخصت ہوتے وقت شب بخیر کہتے ہیں انگریزی میں (گُڈ نائٹ) اس کا ترجمہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شراب سے منع کرنے والے کو کہو کہ خدا حافظ! آپ تشریف لیجائیے۔ (۱۱) زردشت۔ مذہب آتش پرستی کا بانی منوچہر کی نسل سے تھا اور حکیم فیثاغورث کا شاگرد تھا۔ ژند اسی کی کتاب ہے۔ آتشِ تابناک سے مراد شراب۔ زیر خاک یعنے قبر میں۔ (۱۴) پہلے عربی مصرعہ کا ترجمہ یہ ہے کہ پیالہ لے اور اس میں گناہ کا خوف نہ کر۔ گذشتہ شعر اور یہ شعر قطعہ بند ہیں مطلب یہ ہے کہ باغ بہشت میں شراب جائز ہے۔ پس چونکہ تیری موجودگی سے بزمِ عشرت بہشت بن گئی ہے۔ اس لئے یہاں شراب پینے میں گناہ نہیں۔

۱۸ کہ می عمر باقی بیفزایدت ❊ دری ہر دم از غیب بگشایدت
۱۹ بیا ساقی از می طلب کام دل ❊ کہ بی مے ندارم من آرام دل
۲۰ گر از ہجر جان تن صبوری کند ❊ دل از می تواند کہ دوری کند
۲۱ بیا ساقی این چہ باشی کہ دہر ❊ بر آنست کِت خون بریزد بقہر
۲۲ درین خونفشان عرصۂ رستخیز ❊ تو خون صراحے بساغر بریز
۲۳ بیا ساقی از من مکن سرکشی ❊ کہ از خاکی آخر نہ از آتشی
۲۴ قدح پر کن از می کہ می خوش بود ❊ خصوصاً کہ صافی و بیغش بود
۲۵ بیا ساقی آن راح ریحان نسیم ❊ بمن دہ کہ نہ زر بماند نہ سیم
۲۶ زری را کہ بیشک تلف در پیست ❊ بمے دہ کہ درمان دلہا میست
۲۷ بیا ساقی آن بادۂ لعل صاف ❊ بدہ تا کی این شید و تزویر و لاف
۲۸ ز تسبیح و خرقہ ملولم مدام ❊ بمے رہن کن ہر دو را والسلام
۲۹ بیا ساقی آن بادہ روح بخش ❊ بدہ تا نشینم بر پشت رخش
۳۰ تہمتن صفت رو بمیدان کنم ❊ بکام دل آہنگ جولان کنم
۳۱ بیا ساقی از من برو پیش شاہ ❊ بگویش ز من کای شہِ جم کلاہ
۳۲ دل بینوایان مسکین بجوے ❊ پس انگاہ جام جہان بین بجوے
۳۳ بیا ساقی آن می کزان جام جم ❊ زند لاف بینائے اندر عدم
۳۴ بمن دہ کہ باشم بتائید جام ❊ چو جم آگہ از سر عالم تمام

(۲۱) کِت مخفف ہے کہ "ترا" کا (۲۵) راح ریحان نسیم۔ خوشبودار شراب (۲۶) مطلب یہ ہے کہ سیم و زر تلف ہونے والی چیزیں ہیں۔ ان کے بدلے شراب لے کیونکہ شراب دل کی دوا ہے (۲۹) رخش۔ سرخ و سفید رنگ۔ چونکہ رستم کے گھوڑے کا بھی رنگ تھا۔ اس لئے رستم کے گھوڑے کا نام رخش تھا۔ مجازاً ہر گھوڑے کو کہتے ہیں (۳۳ و ۳۴) مطلب یہ ہے کہ جام جم ملک عدم میں بھی بینائی کا دعویٰ رکھتا ہے اور یہ ساری بینائی اُسے شراب سے حاصل ہوئی ہے مجھے بھی شراب عطا کر تاکہ میں بھی اسرارِ عالم سے آگاہ ہو جاؤں۔

بیا ساقی آن جام پرکن زمے	۳۵	کہ گویم ترا حال کسرے وکے
بمستے توان در اسرار سفت	۳۶	کہ در بیخودی راز نتوان نہفت
بیا ساقی آن می کہ حکمش زجام	۳۷	بکیخسرو و جم فرستد پیام
بدہ تا بگویم باآواز نے	۳۸	کہ جمشید کی بود وکاؤس کے
بیا ساقی آن می کہ شاہے دہد	۳۹	بپاکے او دل گواہے دہد
بمن دہ کہ تا گردم از عیب پاک	۴۰	خرامم بعشرت بہ تیرہ مغاک
بیا ساقی آن جام چون مہر و ماہ	۴۱	بدہ تا زنم بر فلک بارگاہ
چو شد باغ روحانیان مسکنم	۴۲	درینجا چرا تختہ بند تنم
بیا ساقی آن جام چون سلسبیل	۴۳	کہ دل را بفردوس باشد دلیل
بدستم دہ و روی دولت ببین	۴۴	خرابم کن و گنج حکمت ببین
بیا ساقی از بادہائے کہن	۴۵	زجام پیاپے مرامست کن
چو مستم کنی از مے بی غشت	۴۶	بمستی بگویم سرودِ خوشت
اگر ہمچو جم جام گیری بدست	۴۷	بہ بینی دران آئینہ ہرچہ ہست
بمستے درِ پارسائے زنے	۴۸	دم خسروے در گدائے زنے
کہ حافظ چو مستانہ سازد سرود	۴۹	زچرخش دہد زہرہ آواز رود
تباشیر صبح از طبقہای نور	۵۰	بگوش آیدم ہردم از لفظ حور
بیا تا خرد را قلم در کشیم	۵۱	زمستی بعالم علم در کشیم
زجام دما دم دمے دم زنیم	۵۲	زمی آب بر آتشِ غم زنیم
یک امروز با یکدگر مے خوریم	۵۳	چو فرصت نباشد دگر کے خوریم
کہ آنہا کہ بزمِ طرب ساختند	۵۴	ببزم طرب ہم نپرداختند
ازین دامگہ دیر بادی مغاک	۵۵	برفتند و بردند حسرت بخاک

(۴۰) یعنی شراب دے تا کہ گناہوں سے پاک ہوکر مروں (۵۰) تباشیر صبح بمعنے اولِ صبح صبح کی روشنی۔ ابتدائے صبح کی روشنی ہر ایک چیز کا شروع۔

باین تخت فیروزه فیروزکیست	۵۶	ز ایام عمر آنکه بهروزکیست
دریغا جوانی که برباد شد	۵۷	خنک آنکه از عالم آزاد شد
بده ساقیا می که تا دم زنیم	۵۸	قلم بر سر هر دو عالم زنیم
سبک باش و رطل گرانم بده	۵۹	وگر فاش نتوان نهانم بده
که این چرخ و این انجم آبنوس	۶۰	بسی یاد دارد چو بهرام و طوس
بسی کوزدی کوس بر پشت پیل	۶۱	زدندش بناکام طبل رحیل
جز این مرکز هفت پرگار نیست	۶۲	جز این هفت پرگار پرکار نیست
تو در خانهٔ ششدری ششدری	۶۳	که او مانده تا بنگری بگذری
بر ایوان شش طاق خضرا نشین	۶۴	بمنزل گه جان نشیمن گزین
بده ساقی آن آب آتش نشان	۶۵	ازان پیش کز ما نیابی نشان
که در آتش ست این دل روشنم	۶۶	همانا که آبی بر آتش زنم
که فیروز فرخ منوچهر چهر	۶۷	شنیدم که در عهد بوزرجمهر
نوشته است بر جام نوشیروان	۶۸	که بفزای از جام نوشین روان
اگر پور زالی وگر پیر زال	۶۹	بدستان نمانی شوی پایمال
زمین بشنو ای پیر آموزگار	۷۰	مکن تکیه بر گردش روزگار
که این منزل درد و جای غم ست	۷۱	درین وا مگه شادمانی کم ست
بده ساقی آن لعل یاقوت رنگ	۷۲	که بر واز رخ لعل و یاقوت رنگ
روان در ده آن می چو آب روان	۷۳	نه آب روان کافتاب عیان

(۵۷) خنک - خوش (۶۰) آبنوس - ایک سیاہ لکڑی کا نام ہے - ستارے چونکہ رات کے وقت نکلتے ہیں اس لئے انجم آبنوس کہا ہے - طوس نام پسر نوذر (۶۲) پرکار عیار - چالاک (۶۳) خانہ ششدر - دنیا - ششدر سے مراد شش جہات - ششدر سے مراد حیران (۶۸) نوشیں گوارا خوشگوار - روان - جان (۶۹) پورِ زال - یعنی زال کا بیٹا مراد رستم پیر زال - بڑھیا - دستاں (۱) رستم کے باپ کا نام (۲) مکر و حیلہ (۷۳) رواں - جلد -

شهانی که اینجا نشستند شاد	۷۴	برفتند و از کس نکردند یاد
کدام ست جام جم و جم کجاست	۷۵	سلیمان کجا رفت و حاتم کجاست
که میداند از فیلسوفانِ حی	۷۶	که جمشید کی بود و کاوس کی
چو سوی عدم گام برداشتند	۷۷	درین بقعه جز نام نگذاشتند
چه بندی دل اندر سپنجی سرای	۷۸	که چون بگذری باز مانی بجای
دران بستنِ دل ز دیوانگیست	۷۹	به او آشنائی ز بیگانگیست
درین دار ششدر نیابی تو کام	۸۰	مجال مجال و مقام مقام
بروطی کن این هفت طومار را	۸۱	قلم درکش این هفت پرگار را
بده ساقی آن آب آتش خواص	۸۲	کزان بلکه یابم ز آتش خلاص
بدین سقف نه پایهٔ شش رواق	۸۳	توان زد بیک جام می چارطاق
درین ده گروهی سیاوش وشند	۸۴	که پیرانِ ده را بآتش کشند
اگر عاقلی خیز و دیوانه شو	۸۵	مریز آب خود خاک میخانه شو
دم از دل زنی دُرد دَرد کش	۸۶	دمِ گرم خواهی دمِ سرد کش
پی کاروانان هشیار زن	۸۷	ره دردنوشان خمار زن
مشو قید این دیر خاکی مغاک	۸۸	که ناگه دهد هم بباد ت چو خاک
بده ساقی آن جوهرِ روح را	۸۹	دوای دلِ ریش مجروح را
که دوران چو جام از کف جام ربود	۹۰	اگر عالمی باشدش زان چه سود
چو بنیاد عمرست ناپایدار	۹۱	بنقد این نفس را غنیمت شمار
کسی را که دستت رسد دستگیر	۹۲	که فردا همان باشدت دستگیر
شه دادگستر که ناگه بمرد	۹۳	نگر ای برادر که با خود چه برد
تو نیز آنچه کاری همان بدروی	۹۴	چنان کامدی باز بیرون روی
رهائی نیابد کس از شیب خاک	۹۵	که بر خاک نشست از روی خاک

(۸۳) چارطاق ــ خیمهٔ چهار گوشه۔

۹۶	باین حقه سبز چندین مناز	که هم مهره بازست و هم حقه باز
۹۷	بده ساقی آن آب افسرده را	بیا زنده ساز این دلِ مرده را
۹۸	که هر پاره خشتے که بر منظریست	سر کیقبادے و اسکندریست
۹۹	هر آن گل که در بوستانی بود	مهِ عارضِ دلستانی بود
۱۰۰	هر آن شاخ سروی که در گلشنی ست	قد دلبری زلف سیمین تنی ست
۱۰۱	شنیدم که شوریدهٔ می پرست	بمیخانه مے گفت و جامی بدست
۱۰۲	که یابد ازین کرسیِ زرنشان	باین سفره بیرون ز دونان دونان
۱۰۳	بجز خون شاهان درین طشت نیست	بجز خاکِ خوبان درین دشت نیست
۱۰۴	که هر کس درین دور گردون بود	ز گردون درونش پر از خون بود
۱۰۵	بده ساقی آن تلخ شیرین گوار	که شیرین بود باده از دست یار
۱۰۶	که دارا که دارائے آفاق بود	بدارا زندگی درجهان طاق بود
۱۰۷	چو زین دار ششدر برون برد رخت	نبودش بجز گور و تابوت تخت
۱۰۸	اگر هوشمندی بیا باده نوش	چو نوشی دمے باده آئی بهوش
۱۰۹	که این طغرلِ آبنوسی قفس	نیفتد ازین دانه در دام کس
۱۱۰	درِ خاک روبانِ میخانه کوب	رهِ میفروشانِ میخانه روب
۱۱۱	مگر آب آتش خواصت دهند	بمستے ز هستے خلاصت دهند
۱۱۲	بجامی برون آورندت ز خویش	بوحدت رسی پرده افتد ز پیش
۱۱۳	که حافظ چو در عالمِ جان رسید	چو از خود برون شد بجانان رسید
۱۱۴	من ارز آنکه گردم بمستے هلاک	بآئین مستان بریدم بخاک
۱۱۵	بتابوتے از چوب تاکم کنید	براه خرابات خاکم کنید
۱۱۶	بآب خرابات غسلم دهید	پس آنگاه بر دوش مستم نهید

(۱۰۹) طغرل۔ شکاری پرنده مثلاً باز۔ عقاب طغرل آبنوسی قفس سے مراد دنیا۔

(۱۱۵) چوب تاک۔ یعنے انگور کی لکڑی۔

۱۱۷ مریزید بر گور من جز شراب — میارید در ماتمم جز رباب

۱۱۸ ولیکن بشرطیکه در مرگ من — ننالد بجز مطرب و چنگ زن

(۱۱۹) تو خود حافظا سر ز مستی متاب
که سلطان نخواهد خراج از خراب (۱۱۹)

مثنوی

۱ الا اے آہوے وحشے کجائی — مرا با تست بسیار آشنائی

۲ دو تنہا و دو سرگردان بیکس — دوراه انار رکمین ازپیش وازپس

۳ بیا تا حال یکدیگر بدانیم — مراد ہم بجوئیم ار توانیم

۴ که می بینم درین دشت مشوش — چراگاہے ندارم خرم وخوش

۵ که خواہد شد بگوئید ای حبیبان — رفیقِ بیکسان یارِ غریبان

۶ مگر خضرِ مبارک پے در آید — زیمن ہمتش این رہ سر آید

۷ مگر وقت عطا پروردن آمد — که فالم لاتذرنی فرداً آمد

۸ که روزی رہروے در سرزمینے — ہمیگفت این معما با قرینے

۹ که ای سالک چه درانبانه داری — بیا دامے بنه گر دانه داری

۱۰ جوابش داد و گفتا دانه دارم — ولے سیمرغ می باید شکارم

۱۱ بگفتا چون بدست آری نشانش — که از خود بی نشان ست آشیانش

۱۲ چو آن سرو روانِ کاردانی — ز ملک دیده میکن پاسبانی

(۲) دو تنہا اور دو سرگرداں سے مراد ایک آہو اور دوسرا خود شاعر (۷) لاتذرنی فرداً یعنے مجھے اکیلا نہ چھوڑ۔ قرآنی آیت کا ایک حصہ ہے۔

مده جام می و پای گل از دست	۱۳	ولی غافل مشو از چرخ بدمست
لب سرچشمه و بر طرف جوئے	۱۴	نم اشکے و با خود گفتگوئے
بیاد رفتگان و دوستداران	۱۵	توافق کن تو با ابرِ بهاران
چو نالان آیدت ابر روان پیش	۱۶	مدد بخشش ز آب دیدهٔ خویش
بکرد آن همدم دیرین مدارا	۱۷	مسلمانان مسلمانان خدارا
چنان بیرحم زد تیغ جدائی	۱۸	که گوئی خود نبوده است آشنائی
برفت و طبع خوشباشم حزین کرد	۱۹	برادر با برادر کے چنین کرد
مگر خضرِ مبارک پے تواند	۲۰	که این تنها بآن تنها رساند
نیاز من چه وزن آرد بدین ساز	۲۱	که خورشیدِ غنی شد کیسه پرداز
تو گوهر بین و از خرمهره بگذر	۲۲	ز طرزے کان نگردد شهره بگذر
چو من ماهی کلک آرم بتحریر	۲۳	تو از نون والقلم می پرس تفسیر
مقامات نصیحت گو همین ست	۲۴	که حکم انداز هجران در کمین ست
روان را با خرد در هم سرشتند	۲۵	وزان تخمی که حاصل بود کشتند
بیاور نگهتے زان طیب امید	۲۶	مشامِ جان معطر ساز جاوید
که این نافه ز چین جیب حور ست	۲۷	نه زان آهو که از مردم نفور ست
درین وادی زبانگ چنگ بشنو	۲۸	که صد من خون مظلومان بیکجو
پر جبریل را اینجا بسوزند	۲۹	بدامن کودکان آتش فروزند
سخن گفتن کرا یارا ست اینجا	۳۰	تعالی الله چه استغناست اینجا

(۳۱) برو حافظ درین معرض مزن دم
سخن کوتاه کن والله اعلم (۳۱)

(۲۱) کیسه پرداز- خالی کیسه- (۲۳) نون وقلم- ایک قرآنی سورۃ کا ابتدا ہے-

فی المقطعات

قطعہ (۱)

گر کساں قدر می بدانندی	۱	شب نخفتند و رز نشانندی
تا کہار رز چوب عود کنند	۲	پاسبانان باد ننشانندی
پای ہر خوشہ کنیزک ترک	۳	بنشانندی مگس برانندی

(۱) رز - انگور (۲) یعنے انگور کے گرد عود کی باڑ بناتے (۳) یعنے ہر گوشہ انگور کے نیچے ایک ترک کنیزک کو مگس رانی کے لئے بٹھاتے۔

قطعہ (۲)

خسروا دادگرا شیر دلا بحر کفا	۱	ای کمال تو بانواع ہنر ارزانی
ہمہ آفاق گرفت و ہمہ اطراف کشاد	۲	صیت مسعودی و آوازۂ شہ سلطانی
گفتہ باشد مگرت ملہم غیب احوالم	۳	اینکہ شد روز منیرم چو شب ظلمانی
در دو سال آنچہ بیندوختم از شاہ و وزیر	۴	ہمہ بربود بیکدم فلک چوگانی
دوش در خواب چنان دید خیالم کہ سحر	۵	گذر افتاد بر اصطبل شہم پنہانی
بستہ بر آخور او استر من جو میخورد	۶	توبرہ افشاند بمن گفت مرا میدانی
ہیچ تعبیر نمیدانمش این خواب کہ چیست	۷	تو بفرمائے کہ در فہم نداری ثانی

اس قطعہ میں اپنی تنگدستی کا اظہار اور وظیفہ کی درخواست ہے۔

ایضاً (۳)

پادشاہا لشکر توفیق ہمراہ تواند	۱	خیز گر بر عزم تسخیر جہان رہ میکنی
با چنین جاہ و جلال از پیشگاہ سلطنت	۲	آگہی و خدمت دلہای آگہ میکنی
با فریب این خصم زنگار گون نیلفام	۳	کار بر وفق مراد صبغۃ اللہ میکنی
آنکہ دہ با ہفت و نیم آورد پس سعدی نکرد	۴	فرصتت بادا کہ ہفت و نیم را دہ میکنی

(۳) صبغۃ اللہ ۔ قرآنی لفظ ہیں ۔ یعنے خدا کا رنگ مراد دین محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم (۴) شعر کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص دس کو ساڑھے سات بنائے وہ روبہ تنزل ہے برخلاف اس کے اے ممدوح تو ساڑھے سات کو دس بتاتا ہے یعنی روبہ ترقی ہے ۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ خواجہ صاحب کے ممدوح پر دشمن حملہ آور ہوا ۔ خواجہ صاحب کو نورِ باطن سے معلوم ہوگیا کہ میرا ممدوح فتح مند ہوگا یہ قطعہ اس خوشخبری میں لکھا ۔ بعض کی رائے ہے کہ ہفت و نیم سے کم وزن سکہ تیار کرنا مراد ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ تیرا دشمن جو کم وزن سکہ تیار کرتا ہے آخر کار نقصان میں رہے گا اور تو کامیاب ہوگا ۔ واللہ اعلم ۔

ایضاً (۴)

سال و فال و مال و حال و اصل و نسل و بخت و تخت	۱	بادت اندر سر دو گیتی برقرار و بر دوام
سال خرم فال نیکو مال وافر حال خوش	۲	اصل ثابت نسل باقی تخت عالی بخت رام

سال و فال وغیرہ میں لف و نشر مرتب ہے ۔

ایضاً (۵)

شاہا مشرے زبہشتم رسیدہ است	۱	رضوان سرِ رو حور وش و سلسبیل موی
خوش لفظ و پاک معنی و موزون و دلفریب	۲	صاحب جمال و نازک و خوب و لطیفہ گوی
گفتم دریں سراچہ ز بہر چہ آمدی	۳	گفتا ز بہر مجلس شاہِ غریب جوی
اکنوں ز صحبتِ من مفلس بجاں رسید	۴	نزدیک خویش خوانش و کامِ دلش بجوی

اس قطعہ بند میں بھی اپنی مفلسی کا ذکر اور صلہ کا تقاضا ہے ۔

در شکایت قاضی و حاکم گوید (۶)

آن کیست تا بحضرتِ سلطان ادا کند	۱	کز جور چرخ گم شتر و گم بہا پدید
زنہار نشستہ بر سرِ سجادۂ قضا	۲	حیزے کہ ذکر مرتبۂ سروری رسید
آن رند گفت چشم و چراغ جہان منم	۳	آن حیز گفت ہیچو منی در جہان کہ دید

ای آصفِ زمانہ زبہرِ خدا بگوی	۴	با آن شہے کہ دولت او باد برمزید
شاہا روا مدار کہ مفعول من یراد	۵	گردد بروزگار تو فعال مایرید

(۱) دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ جور فلک سے اہل کمال گوشہ نشین ہوگئے ہیں اور بے ہنر عروج پر ہیں (۲) حیز - مخنث - امرد - (۵) مفعول من یراد - ہر کسی کا مفعول مراد حیز - مخنث - امرد - مفعول بمعنے مشہور - فعال مایرید - اپنے حسب منشا کرنے والا - خودمختار مطلق العنان - شعر کا مطلب یہ ہے کہ ایک حیز کو اس قدر با اختیار بنانا جایز نہیں -

ایضاً فی الشکایت (۷)

دل مبند ای جان من بر وعدۂ شاہ و وزیر	۱	کس نمیداند کہ کارش از کجا خواہد کشاد
رو توکل کن نمیدانی کہ نوکِ کلکِ من	۲	نقش ہر صورت کہ زو زنگی دگر بیرون فتاد
شاہ ہرموزم ندید و بی سخن صد لطف کرد	۳	شاہ یزدم دید و مدحش گفتم و ہیچم نداد
کار شاہان اینچنین باشد تو ای حافظ مرنج	۴	داورِ روزی رساں توفیق نصرتشان دہاد

(۳) ہرموز ہرمز - ایک شہر کا نام - ایک بادشاہ کا نام - یزد ایک شہر کا نام - مطلب یہ ہے کہ ایک بادشاہ نے مجھے دیکھنے کے بغیر صلہ و انعام بخشا - اور دوسرے کی مدح بھی کی لیکن کچھ نہ ملا -

ایضاً (۸)

گفتند شعر من زبنفشہ شکر رباست	۱	زاں غیرت طبرزد کعب الغزال شد
باد او ہانش تلخ کہ عیب نبات گفت	۲	خاکش بسر کہ منکر آب زلال شد
آنکس کہ کور زاد ز مادر بعمر خویش	۳	کی مشتری دلبر صاحب جمال شد

(۱) طبرزد - مصری - شکر - کعب الغزال ایک قسم کا شکر پارہ - بتاسہ - اس قطعہ میں اپنے کلام کی مدح اور نا قدر شناسوں کی ہجو ہے

در تقاضای وظیفہ فرماید (۹)

بہ سمع خواجہ رساں ای رفیق وقت شناس	۱	بخلوتے کہ دراں اجنبی صبا باشد
لطیفہ بمیان آر و خوش بخندانش	۲	بنکتہ کہ دلش را دراں رضا باشد
پس انگہی ز کرم آں قدر بپرس ز لطف	۳	کہ گر وظیفہ تقاضا کنم روا باشد

اس قطعہ میں بھی وظیفہ کے لئے ایک لطیف تقاضا کیا ہے۔

فی الشکایۃ (۱۰)

زدانش مطلقاً بے بہرہ باش۔	۱	کہ از دنیا بشادے بہر جوید
بود از شرب شادی صائم الدہر	۲	کہ جلاب طرب از دہر جوید
کسے چوں نوشدارو جوید از دہر	۳	گدا ہیں نوشدارو زہر جوید

(۲) صائم الدہر۔ ہمیشہ کا روزہ دار۔ مطلب یہ ہے کہ دُنیا سے خوشی طلب کرنے والا آدمی ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ (۳) مطلب یہ ہے کہ زمانہ سے نوشدارو ڈھونڈھنے والا نوشدارو نہیں بلکہ زہر ڈھونڈھتا ہے۔

ایضاً (۱۱)

بلبل اندر نالہ و گل خندہ خوش میزند	۱	چوں نسوزد دل کہ دلبر در روی آتش میزند
تا خوشیہا دیدہ ام زاں زاہد پشمینہ پوش	۲	من غلام مطربم کابریشم خوش میزند
زاہدا از تیر مژگانش حذر کردن چہ سود	۳	زخم پنہاں چوں بابروی کمانکش میزند

(۲) ابریشم۔ تارہائے ساز۔ ابریشم اور پشمینہ کا مقابلہ لطیف ہے

ایضاً (۱۲)

روح القدس آں سروش فرخ	۱	از قبۂ طارم زبرجد
میگفت سحر گہاں کہ یارب	۲	در دولت و حشمت مخلد
بر مسند خسروی بماناد	۳	منصور مظفر محمد

(۱) طارم زبرجد۔ سے مراد آسمان (۲) مخلد دائمی۔

ایضاً (۱۳)

تو نیک و بد خود، ہم از خود بپرس	۱	چرا دیگرے بایدت محتسب
ز بد دور باش و بہ نیکی بکوش	۲	مکن عمر ضائع بلہو و لعب
چو دانی کہ روزی دہندت خاست	۳	مدار از طمع قلب را منقلب

ومن یتق اللہ یجعل لہ	۴	ویرزقہ من حیث لایحتسب

(۴) ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب قرآنی آیت ہے مطلب یہ ہے کہ خدا پر تقویٰ رکھنے والوں کو خدا خود خزانہ غیب سے روزی دیتا ہے۔

ایضاً (۱۴)

بگوش ہوش شبے منہی ندا در داد	۱	زحضرت احدے لا الٰہ الا اللہ
کہ ای عزیز کسے راکہ خوار یست نصیب	۲	یقین بدان کہ نیابد بزور منصب و جاہ
بآب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد	۳	گلیم بخت کسے راکہ بافتند سیاہ

(۱) منہی۔ بضم میم و سکون نون و کسر ہا خبر دہندہ۔ خبر دینے والا۔ ہاتف۔

ایضاً (۱۵)

آن حبۂ خضرا خور کہ روی سکروحی	۱	ہر کو بخورد یک جو بر سیخ زند سیمرغ
آن درہ کہ اعضا را در ولولہ اندازد	۲	یک ذرہ و صد مستی یکجبہ و صد سیمرغ

(۱) حبۂ خضرا سبز دانہ مراد انگور۔ مطلب یہ ہے کہ انگور کا ایک دانہ کھانیوالا اس قدر سکروح ہو جاتا ہے۔ کہ سیمرغ کو شکار کر کے کباب کرتا ہے (۲) درہ بضم و تشدید را۔ مروارید مراد انگور۔ شراب۔

در نکوہش بد قولان گوید (۱۶)

سگ بران آدمی شرف دارد	۱	کہ دل مردماں بیازارد
این سخن را حقیقتے باید	۲	تا معانے بدل فرود آید
آدمے با تو دست در مطعوم	۳	سگ نے بیرون آستاں محروم
حیف باشد کہ سگ وفادارد	۴	و آدمی دشمنی روا دارد

(۳) مطعوم۔ کھانا۔ خوراک۔

فی الشکایت (۱۷)

صاحبم دوش بادہ نفرستاد	۱	آن خطا این خطاب می ارزد
لعل و یاقوت جام او گوئی	۲	ملک مالک رقاب می ارزد

قطعہ پیش او فرستادم	۳	کہ بصد خم شراب مے ارزد	

اس قطعہ میں بھی شراب یعنی وظیفہ کا تقاضا ہے (۱) خطا سے مراد شراب نہ بھیجنے کا قصور خطاب سے مراد خطاب ذیل یعنے اسی قطعہ کے شعر نمبر (۲) و نمبر (۳) (۲) دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ میرے مخاطب کے جام کی شراب مملکت کی قیمت کی ہے (۳) اور میرا یہ قطعہ شراب کے سو خم کے برابر قیمتی ہے۔

ایضاً (۱۸)

ای باد صبا اگر توانی	۱	از راہ وفا و مہربانی	
از من خبرے بیر بیارم	۲	کاں سوختۂ تو در نہانی	
می مرد ز اشتیاق و میگفت	۳	ای بی تو حرام زندگانی	

قاصدِ صبا کے ذریعے اپنے اشتیاق کا حال معشوق پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔

ایضاً (۹)

شراب لعل مروق بجام گفت کہ من	۱	چہار گوہرم اندر چہار جامے مدام
زمردم بر تاک و عقیق در شیشہ	۲	سہیل در خمم و آفتاب اندر جام
مرا حرام کہ گوید کہ وقت خوردن من	۳	حلال زادہ بروں آید از نتاج حرام

(۱) مروق صاف کیا ہوا۔ (۳) نتاج۔ نطفہ۔ بچہ۔ شراب کہتی ہے کہ مجھے حرام کہنا جائز نہیں۔ کیونکہ میرے پینے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کی اصلی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے اور منافقت اور ریا زایل ہو جاتے ہیں۔ یعنے شراب پی کر نیک آدمی نیک اور برا آدمی برا معلوم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ہوشیاری کی حالت میں اکثر برے آدمی بھی اچھے نظر آتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ شراب پینے سے حرام زادہ اور حلال زادہ کی تمیز ہو جاتی ہے

در شکایت فرماید (۲۰)

ای معرا اصل عالی جوہرت از حقد و حرص	۱	وی مبرا ذات میموں اخترت از زرق و ریو
از بزرگی کی روا باشد کہ تشریفات را	۲	از فرشتہ باز گیرد و انگہی بخشد بدیو

(۱) حقد۔ کینہ۔ زرق وریو۔ مکروفریب۔ ریاکاری۔ قطعہ کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز فرشتہ کے لائق ہو شیطان کے حوالہ نہیں کرنی چاہئے۔ حاصل کلام یہ کہ اہل ہنر اور بے ہنر میں تمیز لازم ہے۔

مطایبہ (۲۱)

سرای مدرسہ وبحث علم وطاق ورواق

چہ سود چوں دل دانا وچشم بینا ہست	۱	
سرای قاضی یزد ارچہ منبع فضل ست	۲	خلاف نیست کہ علم نظر درانجا ہست

(۲) علم نظر۔ یعنی علم مناظرہ۔ منطق وغیرہ یہاں غالباً نظر بازی کی طرف بھی اشارہ ہے۔

فی الوعظ (۲۲)

ای کہ از روزگار مے طلبی

فرح وعیش وخرمی وطرب	۱	
فکر مال ومنال وحشمت وجاہ	۲	ہمہ بگذار ساغری بطلب

(۲) ساغر سے مراد ساغر شراب۔

فی التاریخ (۲۳)

بروز کاف والف از جمادی الاول	۱	بسال ذال ودگر نون جاعل الاطلاق
خدایگان سلاطین مشرق ومغرب	۲	خدیو کشور لطف وکرم باستحقاق
سپہر حلم وحیا آفتاب جاہ وجلال	۳	جمال دینی ودین شاہ شیخ ابواسحاق
گذاشت عرصۂ میدان خود بہ تیغ عدم	۴	نہاد بر دل احباب خویش داغ فراق

حروف کے عدد شمار کرکے تاریخ نکالنے کو جمل کہتے ہیں۔ تعداد حروف حسب ذیل ہے:۔
ا ۱ ب ۲ ج ۳ د ۴ ہ ۵ و ۶ ز ۷ ح ۸ ط ۹ ی ۱۰ ک ۲۰ ل ۳۰ م ۴۰ ن ۵۰ س ۶۰ ع ۷۰ ف ۸۰ ص ۹۰ ق ۱۰۰ ر ۲۰۰ ش ۳۰۰ ت ۴۰۰ ث ۵۰۰ خ ۶۰۰ ذ ۷۰۰ ض ۸۰۰ ظ ۹۰۰ غ ۱۰۰۰۔ (۱) کاف = ۲۰۔ الف = ۱ یعنی بتاریخ بست ویکم جمادی الاول۔ ذال = ۷۰۰ ن = ۵۰ یعنی ۷۵۰ھ۔ خواجہ صاحب غزل گو شاعر تھے۔ تاریخ نویسی سے انہیں کیا کام۔ دیکھو کیا عامیانہ تاریخیں ہیں۔

ایضاً (۲۴)

بروز شنبہ سادس زماہ ذی حجہ	۱	بسال ہفصد وہشتاد از جہاں ناگاہ
زشاہراہ سعادت بباغ رضواں رفت	۲	وزیر کامل ابونصر خواجہ فتح اللہ

(۲) خواجہ فتح اللہ وزیر کی تاریخ وفات ہے۔

ایضاً (۲۵)

آصف عہد زمان جان جہان توران شاہ	۱	کہ درین مزرعہ جز دانۂ خیرات نکشت
ناف ہفتہ بُد و از ماہ صفر کاف و الف	۲	کہ بگلشن شد و این خانہ پدر رود بہشت
آنکہ میلش سوی حق بینی و حق گوئی بود	۳	سال تاریخ وفاتش طلب از میل بہشت

(۲) ناف ہفتہ۔ روز سہ شنبہ۔ کاف و الف یعنے بست و یکم میل بہشت یعنی ۷۸۷ھ بحساب جمل۔

ایضاً (۲۶)

سرور اہل غنا شمع جمیع انجمن	۱	صاحب صاحبقران حاجی قوام الدین حسن
ہفصد و پنجاہ و چار از ہجرت خیر البشر	۲	مہر را جوزا مکان و ماہ را خوشہ وطن
سادس ماہ ربیع الاول اندر نیمروز	۳	روز آدینہ بحکم کردگار ذو المنن
مرغ روحش کان ہمای آسمان قدر بود	۴	شد سوی دار بہشت آزاد از دار محن

(۲) دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ آفتاب برج جوزا میں اور ماہتاب برج سنبلہ میں تھا۔

ایضاً (۲۷)

مجد دین سرور سلطان قضا اسمٰعیل	۱	کہ زدی کلک زبان آورش از شرع نطق
ناف ہفتہ بد و از ماہ رجب نیمے روز	۲	کہ برون رفت ازین منزل بی ضبط و نسق
کنف رحمت حق منزل او دان و انگہ	۳	سال تاریخ وفاتش طلب از رحمت حق

(۲) ناف ہفتہ۔ روز سہ شنبہ۔ منزل بے ضبط و نسق یعنی دنیا (۳) کنف بفتحین۔ جانب۔ کنارہ۔ پناہ۔ رحمت حق۔ یعنی ۷۵۶ھ بحساب جمل۔

ایضاً (۲۸)

رحمان لایموت چو آن پادشاہ را		دید آنچنان کزو عمل خیر لایفوت
جانش غریق رحمت حق کرد تا کند		تاریخ این معاملہ رحمن لایموت

(۱) عمل خیر لایفوت یعنے خیر جاری کبھی بند نہ ہونے والی نیکی۔ رحمن لایموت یعنی ۷۸۶ھ بحساب جمل۔

فی التاریخ (۲۹)

عظم قوام دولت و دیں آنکہ بر درش	۱	از بہر خاکبوس نمودی فلک سجود
با آن وجود آن عظمت زیر خاک رفت	۲	در نصف ماہ ذی القعدہ از عرصۂ وجود
تا کس امید جود ندارد ز کس دگر	۳	آمد حروف سال وفاتش امید جُود

(۱) قوام سے مراد قوام الدین (۳۱) امید جُود سے صرف ۶۸ سنہ نکلتا ہے ممکن ہے۔ صدی کا عدد محذوف رکھا ہے

ایضاً (۳۰)

بُلبُل و سرو و سمن یاسمن و لالہ و گل	۱	ہست تاریخ وفات شہ سنبل کاکل
خسرو روی زمین شاہ زمان بو اسحق	۲	کہ بعہ طلعت او ناز و خندد بر گل
جمعہ بست و یکم ماہ جمادی الاولے	۳	در پسین بود کہ پیوستہ شد از جزو بکل

(۱) پہلے مصرعہ سے ۷۵۸ھ نکلتا ہے۔

تاریخ وفات قاضی بہاء الدین رو گردان (۳۱)

بہاء الحق والدین طاب مثواہ	۱	امام سنت و شیخ جماعت
چو میرفت از جہاں ایں بیت میخواند	۲	بر اہل فضل و ارباب براعت
بطاعت قرب ایزد میتواں یافت	۳	قدم در نہ گرت ہست استطاعت
بدیں دستور تاریخ وفاتش	۴	بدوں شد از حروف قرب طاعت

(۱) طاب مثواہ اس کی آرامگاہ خوشبودار ہو۔ قرب طاعت ۷۸۲ھ

ایضاً (۳۲)

آں میوۂ بہشتی کامد بدست اے جان	۱	در دل چرا نکشتی از کف چرا بہشتی
تاریخ ایں حکایت گر از تو باز پرسند	۲	برجملہ اش فرو خوان از میوۂ بہشتی

(۱) بہشتی۔ تو نے چھوڑ دیا۔

(۲) میوۂ بہشتی۔ ۷۷۸ھ۔

ایضاً (۳۳)

برادر خواجه طالب طاب مثواه	۱	امام سُنّت و بعد از مماتش
بسوی روضهٔ رضوان روان شد	۲	پس از پنجاه و نه سال از حیاتش
خلیل عادلش پیوسته بر خوان	۳	وزانجا فهم کن سال وفاتش

(۳) خلیل عادلش ۷۷۵ھ

ایضاً (۳۴)

صباح جمعه بُد و سادس ربیع اوّل	۱	که گشت فرقت آں مه بگشتنم عاجل
بسال هفتصد و شصت و چار از هجرت	۲	چو آب حل بشدم ایں دقیقهٔ مشکل
دریغ و درد و تاسف کجا دهد سودے	۳	کنوں که عمر بیازیچه رفت و بیحاصل

کہا جاتا ہے کہ اپنی بیوی کی وفات کی تاریخ لکھی ہے۔

فی المصیبت (۳۵)

ولا دیدی که آں فرزانه فرزند	۱	چه دید اندر خم ایں طاق نیلین
بجای لوح سیمین در کنارش	۲	فلک بر سر نهادش لوح سنگین

اپنے لڑکے کی وفات پر قطعہ لکھا ہے۔

فی الحکمت (۳۶)

مدتی در طلب مال جهاں کردم سعی	۱	تا بآخر خبرم شد که ز نفعش ضرر ست
عوض هر چه فلک و او بمن باز ستد	۲	نکند فائده فریاد جوانی چه سر ست
عمر ضائع شد و از مال زیانے دارد	۳	اندهِ عمر کنوں از همه غمها بتر ست
بعد ازیں یک نفس از عمر بملک دو جهاں	۴	نفروشم که بچشم دو جهاں مختصر ست
گنجها یافته ام در دل ویران ز هنر	۵	گرچه بحر لیست ضمیرم که سراسر هنر ست
بعد ازیں هرچه سد از بد و نیک اے حافظ	۶	غم مخور شاد بزی زانکه جهاں درگذر ست

حیاتِ دُنیا اور مال و متاع کا دلدادہ نہیں ہونا چاہئے۔ تمام قطعہ اسی مضمون پر ہے -

فی النصیحت (۳۷)

هر که آمد در جهان پُر ز شور	۱	عاقبت میبایدش رفتن بگور
در رهِ عقبیٰ است دنیا چون پلی	۲	بے بقا جائی و ویران منزلی
دل منه بر این پل پر ترس و بیم	۳	برگ رہ ساز و مشو اینجا مقیم
نزد اہل معنی این کاخ سپنج	۴	ہست چون ویرانهٔ خالی ز گنج
دُور باش از دوستی مال و جاه	۵	زانکه مالت مار و جاهت هست چاه
من گرفتم خود توئے بهرام گور	۶	خواهی اُفتاد آخر اندر دام گور
گر نه کوری گورے بین گفتمت	۷	یک زمان بیکار منشین گفتمت
هیچ کس را نیست زین منزل گذر	۸	از گدا و شاه از برنا و پیر
اے که بر ما بگذری دامن کشان	۹	از سر اخلاص الحمدے بخوان

(۴) کاخ سپنج سے مراد دُنیا (۷) یعنے اگر اندھا نہیں ہے تو قبر کو دیکھ یعنے قبر کا خیال رکھ -

فی النصیحت (۳۸)

فساد چرخ نه بینیم و نشنویم هنوز	۱	که چشمها همه کور است و گوشها همه کر
بسا کسان که مه و مهر باشدش بالین	۲	بعاقبت ز گل و خاک باشدش بستر
چه فائده ز زره با کشاد تیر قضا	۳	چه منفعت ز سپر با نفاق تیغ قدر
اگر ز آهن و فولاد سوده حصن کنی	۴	حواله چون برسد زود اجل بکوبد در
بروشنی خوش و عیش و نوش غره مشو	۵	که ظلمت از پئ نور است و زهر زیر شکر
دریکه بر تو کشایند از هوا مکشائے	۶	رہے که بر تو نمایند از هوس مسپر
براه تو همه چاه است سر نهاده مرو	۷	بجام تو همه زهر است ناچشیده مخور
عیار چرخ بگیر و نهاد دور نگر	۸	بساط حرص بچین و لباس آز بدر

(۸) بدر بپھاڑ دے۔ یعنے حرص و ہوا کو چھوڑ دے۔

فی التعزیہ (۳۹)

دل منه بر دُنیا و اسباب او	۱	زانکه از وے کس وفاداری ندید
کس عسل بی نیش ازیں دُکان نخورد	۲	کس رطب بے خار ازیں بستان نچید
ہر کہ ایامے چراغے بر فروخت	۳	چُوں تمام افروخت بادش در دمید
بے تکلف ہر کہ دل بر وے نہاد	۴	چُوں بدیدم خصم خود مے پرورید
شاہ غازی خسرو گیتی ستاں	۵	آنکہ از شمشیر او خوں مے چکید
گہ بیک حملہ سپاہی مے شکست	۶	گہ بہوئے قلب گوہی مے درید
سروراں را بیگنہ مے کرد حبس	۷	گردناں را بے سخن سر مے برید
از نہیبش پنجہ می افگند شیر	۸	در بیابان نام او چوں مے شنید
عاقبت شیراز و تبریز و عراق	۹	چوں مسخر کرد وقتش در رسید
آنکہ روشن بد جہاں بینش باو	۱۰	میل در چشم جہاں بینش کشید

(۳) در دمید۔ بجھا دیا۔ (۷) گردناں پہلوانان (۱۰) یعنے وہ کہ جس سے اس کی آنکھ روشن تھی اس نے اس کی آنکھ میں سلائی پھیر دی۔ حاصل کلام یہ کہ اس کے بیٹے نے اس کی آنکھ میں سلائی پھروا دی۔

فی المدح (۴۰)

بعہد سلطنت شاہ شیخ ابو اسحاق	۱	بہ پنج شخص عجب ملک فارس بود آباد
نخست پادشہی ہمچو او ولایت بخش	۲	کہ جان خویش بپرورد و داد عیش بداد
دگر مربی اسلام شیخ مجد الدین	۳	کہ قاضئی بہ ازاں آسمان ندارد یاد
دگر شہنشہ دانش عضد کہ در تصنیف	۴	بنای ہمت او کارہائے بستہ کشاد
دگر بقیۂ ابدال شیخ امین الدین	۵	بنائے کار موافق بنام شاہ نہاد

دگر قویم چو حاجی قوام دریا دل	۶	که نام نیک ببرد از جهان ببخشش و داد
نظیر خویش نه بگذاشتند و بگذشتند	۷	خدائے عزّ و جل جمله را بیامرزاد

(۴) عضد بفتح اول و ضم ثانی بمعنے بازو۔ عَضُد۔ عُضُد۔ عَضْد۔ عُضْد فروعی تلفظات ہیں۔

فی المطایبه (۴۱)

رحیم منک خمار بود روزے چند	۱	بدان دلیل که القاص لا یحب القاص
بہ بخت خون صراحی ولی بکشتن او	۲	زمانه نیزه در آمد که الجروح قصاص

(۱) القاص لا یحب القاص۔ بود ہم پیشہ باہم پیشہ دشمن۔

مخمس

در عشق تو اے صنم چنانم	۱	که هستی خویش در گمانم
هر چند که زار و ناتوانم		گر دست دہد ہزار جانم
در پائے مبارکت فشانم		
کو بخت که از سر نیازی	۲	در حضرت چون تو دلنوازی
معروض کنم نهفته رازی		هیهات که چون تو شاهبازی
تشریف دہد در آشیانم		
اے بسته کمر ز دور و نزدیک	۳	برخون تمام ترک و تاجیک
در مسکن اخلص الممالیک		گر خانه محقرست و تاریک
در دیدهٔ روشنت نشانم		

(۱) دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اپنی ہستی پر بھی شک ہے (۲) تشریف دہد یعنی مجھے اپنی جناب میں جانے دے (۳) تاجیک۔ تاجک۔ عربی النسل لوگ جو عجم میں رہتے ہیں اور سوداگری پیشہ ہیں مجازاً مراد سوداگر۔ اخلص الممالیک۔ نہایت مخلص غلام۔ یعنے شاعر خود۔

ہر چند ستمگری ترا خوست گیرم کہ دلت ز آہن و روست	۴	کم کن تو جفا کہ این نہ نیکوست آخر بسرم گذر کن اے دوست
	انگار کہ خاک آستانم	
گفتم کہ چو گشتیم بزاری بر دل رقمم وفا نگاری	۵	زاں پس رہ مرحمت سپاری تو خود سر وصل ما نداری
	من عادت بخت خویش دانم	
من از تو بجز وفا نجوئیم الا رہ بندگی نپوئیم	۶	بیروں ز گل وفا نبوئیم اسرار تو پیش کس نگوئیم
	اوصاف تو پیش کس نخوانم	
گر غمزۂ تو زند بہ تیرم یک دم نبود ز تو گزیرم	۷	گر ترک فلک کند اسیرم من ترک وصال خود نگیرم
	الا بفراق جسم و جانم	
گیرم نہ رہ وفا کشودیم نہ بود ہر انچہ مے نمودیم	۸	نہ مہر بہ مہرے فزودیم آخر نہ من و تو دوست بودیم
	عہد تو شکست و من ہمانم	
گر سر ببرے بہ تیغ تیزم ور زر انکہ کنند ریزہ ریزم	۹	از کوے وفات بر نخیزم من مہرۂ مہر تو نریزم
	الا کہ بریزد استخوانم	
آنانکہ نشان عہد جویند خاک من زار چوں ببویند	۱۰	جز راہ مزار من نپویند گر نام تو بر سرم بگویند
	فریاد برآید از روانم	

(۴) رو مختلف دھاتوں کا مجموعہ جو نہایت مضبوط دھات بن جاتا ہے ۔ (۷) فراق جسم جان یعنے موت ۔

گر بگذردم بہ پیش خیلی جز تو نہ کنم بغیر میلی	۱۱	ہر یک بصفا بہ از سہیلی مجنوں نیم ار بہای لیلی
	ملک عرب و عجم ستانم	
گشتم صنما در آرزویت ہر چند نمی رسم بکویت	۱۲	آشفتہ و تیرہ دل چو مویت شب نیست کہ از فراق رویت
	زاری بفلک نمی رسانم	
اے وصل تو اصل شادمانی باحافظ خود بگو عیانی	۱۳	دائم بمراد دل بمانی ہر حکم کہ بر سرم برانی
	سہل است ز خویشتن مرانم	

(۱۱) مجنوں نیم الخ مطلب یہ ہے کہ میں معشوق کے عوض تمام دنیا کی سلطنت بھی نہیں لیتا۔

(۱۳) ہر حکم الخ مطلب یہ ہے کہ تو جو حکم کرے منظور ہے لیکن مجھے اپنے پاس سے دُور نہ کرے۔

فی الرباعیات

جز نقش تو در نظر نیاید مارا خوش آمدہ خواب جملہ را در دیدہ	۱	جز کوے تو رہگذر نیاید مارا حقا کہ بچشم در نیاید مارا

رباعیہ

برگیر شراب طرب انگیز و بیا مشنو سخن خصم کہ بنشین و مرو	۲	پنہاں ز رقیب سفلہ بستیز و بیا بشنو ز من اے نگار و برخیز و بیا

(۲) دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ دشمن تو تجھے اپنے پاس سے اُٹھنے نہیں دیتا اس کی بات نہ سُن اُٹھ اور میرے پاس آجا۔

رباعیہ

۳
روزیکہ فلک از تو بریدہ است مرا — کس بالب پرخندہ ندیدہ است مرا
چنداں غم ہجران تو بردل دارم — من دانم و آنکہ آفریدہ است مرا

رباعیہ

۴
شاہا چو ترا بدانش و علم و سخا — آں مردنیم کہ می ستائم بسزا
بدخواہ چہ کینہ کرد ناگہ کہ ازاں — امروز نکرد خاطرت یاد مرا

رباعیہ

۵
با دوست نشین و بادہ و جام طلب — بوس از لب آں سرو گل اندام طلب
مجروح چو راحت جراحت طلبد — تو از سر زخم نیش حجام طلب

رباعیہ

۶
گفتم کہ مگر باتفاق اصحاب — در موسم گل ترک کنم بادۂ ناب
بُلبل زچمن نعرہ زناں داد جواب — کائے بیخبر از فصل گل و ترک شراب

رباعیہ

۷
اے قبلۂ ہر کہ مقبل آمد کویت — روئے دل جملہ بختیاراں سویت
امروز کسے کز تو بگرداند رو — فردا بکدام دیدہ بیند رویت

رباعیہ

۸
اے سایۂ آفتاب زُلف سیہت — شب پوش مہ دو ہفتہ طرف کلہت
اے شام علمدار خط مشکینت — وے صبح جنیبت کش رخ چو مہت

(۴) چوتھے مصرعہ کا یہ مطلب ہے کہ مَیں جانتا ہوں اور میرا خدا (۷) پہلے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ تیرا کوچہ تمام مقبل لوگوں کا قبلہ ہے۔

(۸) اے کہ تیری زُلف سیاہ آفتاب پر سایہ ڈالنے والی ہے اور تیرے کلاہ کا گوشہ چودھویں رات کے چاند کو سیاہ پوش بناتا ہے۔ اے کہ شام تیرے خط سبز کی علم بردار ہے۔ اور صبح تیرے چاند جیسے چہرہ کی جنیبت کش ہے۔ جنیبت کوتل گھوڑا ؎

رباعیہ

امروز کہ روز فرقت احباب ست	۹	نہ وقت نشاط و عیش با اصحاب ست
هشیار ازاں نیم کہ می نیست مرا		می هست ولے حریف می نایاب ست

رباعیہ

آں ترک پری چہرہ کہ قصد جاں داشت	۱۰	مانند پری چہرۂ من پنہاں داشت
گفتم دہن تنگ تو گوئی ہیچ ست		گفتا کہ ازیں ہیچ طمع نتواں داشت

رباعیہ

باآنکہ دلم در غم عشقت خوں ست	۱۱	حسن تو از ادراک خرد بیروں ست
در زلف تو بیچارہ غریبست دلم		یارب کہ دراں شام غریبم چوں ست

رباعیہ

تو بدر ی و خورشید ترا بندہ شدہ ست	۱۲	تابندۂ تو شدہ ست تابندہ شدہ ست
زاں روی کہ از شعاع روی مہ تو		خورشید منیر و ماہ تابندہ شدہ ست

رباعیہ

تا مرغ دلم فتادہ در دام غمت	۱۳	بر گردن دل شدہ ست صمصام غمت
از شربت جام دہر بیزار شدم		تا خون جگر میخورم از جام غمت

رباعیہ

چوں چنگ سر زلف تو ام در چنگ ست	۱۴	ہر لحظہ دلم را بہ لبت آہنگ ست
شد پستہ تنگ تو دلم را روزے		یارب کہ دل خستہ چہ روزی تنگ ست

(۹) دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں اس لئے ہوشیار نہیں ہوں کہ میرے پاس شراب نہیں شراب تو ہے لیکن کوئی ہم پیالہ نہیں ہے (۱۲) دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ جب سے تیرا غلام ہوا ہے۔ روشن ہوگیا ہے۔ تابندہ اور تابندہ کی صنعت ظاہر۔ (۱۳) صمصام شمشیر (۱۴) چنگ ساز۔ چنگ پنجہ۔ روزی رزق۔ پستہ سے مراد دہن۔ دہن تنگ اور روزی تنگ کی رعایت ظاہر۔

رباعیہ

۱۵
در کوے تو بیچانہ تراز ما کس نیست
در سلسلۂ طناب آویختہ ام
نزدیک تو بیگانہ تراز ما کس نیست
زاں روی کہ دیوانہ تراز ما کس نیست

رباعیہ

۱۶
در شوخی و دلبری بتِ من طاق ست
پستہ دہن و لالہ رخ و سیمین تن
بیچارہ دلم بوصلِ او مشتاق ست
شیریں سخن و ظریف و سیمین ساق ست

رباعیہ

۱۷
می نوش کہ عمرِ جاودانی اینست
ہنگام گل و لالہ و یاراں سرمست
خاصیتِ روزگار فانی اینست
خوش باش دمی کہ زندگانی اینست

رباعیہ

۱۸
ای روی تو در لطافتِ آئینۂ روح
در دیدہ کشم و لے زخارِ مژہ ام
خواہم کہ قدمہائے خیالت بصبوح
ترسم کہ شود پاے خیالت مجروح

رباعیہ

۱۹
اول بوفا جام وصالم درداد
با آب دو دیدہ پر از آتش دل
چوں مست شدم دام جفا را سرداد
خاک رہ او شدم بباد م درداد

رباعیہ

۲۰
اے گل ز برہ ہمنفسے مے آید
پیوستہ ازاں روی کنم ہمدمیش
شادی بدلم از و بسے مے آید
کز بوے ویم بوے کسی مے آید

(۱۵) سلسلۂ طناب سے مراد زنجیر زلفِ معشوق (۱۷) یہ رباعی رباعیات عمر خیام میں بھی موجود ہے (۱۸) معشوق کی تصویر کو آنکھوں میں رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن ڈر ہے کہ کہیں خار مژگان سے اس تصویر کے قدم مجروح نہ ہو جائیں۔

رباعیہ

۲۱
بردار دل از مادر دہراے فرزند
ای قلب بدانی این چنین نقادے
با نصف اخیر شوہرش درپیوند
چون حافظ اگر شوی بہ ویش خرسند

رباعیہ

۲۲
با یار کسی دست در آغوش نکرد
بی زربت شوخ دیدہ ہرگز سخنم
تا ترک زر و سیم و دل و ہوش نکرد
با آنکہ چو گوہر ست در گوش نکرد

رباعیہ

۲۳
با مردم نیک بد نمے باید بود
مفتون معاش خود نمے باید شد
در بادیہ دیو و دو نمے باید بود
مغرور بعقل خود نمے باید بود

رباعیہ

۲۴
با می بکنار جوی مے باید بود
چون عمر گرانمایہ مادہ روز ست
وز غصہ کنارہ جوی مے باید بود
خندان لب و تازہ روی مے باید بود

رباعیہ

۲۵
تا حکم قضائے آسمانی باشد
گر جام مئی ز دست تو نوش کنم
کارِ تو ہمیشہ شادمانی باشد
سرمایۂ عمرِ جاودانی باشد

رباعیہ

۲۶
چون غنچۂ گل قرابہ پرداز شود
خرم دل آن کسی کہ مانند حباب
نرگس بہوای مے قدح ساز شود
ہم بر در میخانہ سرافراز شود

(۲۱) مادر دہر۔ دُنیا۔ شوہر سے مراد دین۔ دین کا نصف اول شرع ہے اور نصف دوم معرفت (۲۴) یہ رباعی بھی عمر خیام کی ہے۔ (۲۶) قرابہ پرداز شود۔ یعنے جب غنچہ کھل کر پھول بن جائے۔ قرابہ۔ شیشہ شراب و صراحی۔

رباعیہ

۲۷
جان در خم زلف یار جائی طلبید
جان پیشکش ابروِ جاناں کردم
وز بند بلا گرہ کشائی طلبید
چون حاجب او نعل بہائی طلبید

رباعیہ

۲۸
خطت بسر اپردۂ مہ میگردد
ما را خجل و دروغ زن میگفتی
باز از تکبرت تتبہ میگردد
پیداست کہ روی کہ سیہ میگردد

رباعیہ

۲۹
خوبان جہان صید تواں کرد بزر
نرگس کہ کلہدار جہان ست ببیں
خوش خوش برایشان بتواں خورد بزر
کاں نیز چگونہ سر برآورد بزر

رباعیہ

۳۰
راہ طلب تو خار غمہا دارد
دانی تو کہ روشناس عقل ست آن کو
کو راہ روے کہ ایں قدمہا دارد
بر چہرۂ جاں چراغ غمہا دارد

رباعیہ

۳۱
روزی کہ فراق از تو دورم سازد
گر چشم بروے دگرے باز کنم
در ہجر رخ تو ناصبورم سازد
حق نمک حسن تو کورم سازد

رباعیہ

۳۲
زاں بادہ دیرینۂ دہقان پرورد
مستم کن و بیخبر ز احوال جہاں
دردہ کہ بساط عمر طے خواہم کرد
تا سر جہاں بگویمت ای سرِ مرد

رباعیہ

۳۳
شیرین دہناں عہد بپایان نبرند
معشوق چو بر مراد ورائے تو بود
صاحب نظران ز عاشقی جان نبرند
نام تو میان عشق باز ان نبرند

(۲۷) نعل بہا وہ روپیہ جو دشمن کے لشکر کو اس غرض سے دیا جائے کہ وہ ملک پر حملہ آوری سے باز آجائے (۲۸) معشوق کے سبزۂ خط کا آغاز ہے۔ جسے روسیاہی سے تعبیر کرتے ہیں۔ معشوق پر سخت طعنہ زنی کی ہے۔
(۳۲) سرِ مرد - دانا اور پسندیدہ آدمی۔

رباعیہ

۴۴
گویند کسانیکہ زمے پرہیزند
زانسان کہ بمیرند چنان برخیزند
ما باے ومعشوق ازینیم مدام
تا بو کہ زخاک ما چنان انگیزند

رباعیہ

۴۵
من بندۂ آن کسم کہ شوقے دارد
بر گردن خود ز عشق طوقے دارد
تو لذت عشق وعاشقی کے دانے
این بادہ کسے خورد کہ ذوقے دارد

رباعیہ

۴۶
نہ دولت دنیا بستم می ارزد
نہ لذت ہستی بہ الم مے ارزد
نہ ہفت ہزار سال شادی جہاں
با محنت پنجروز غم مے ارزد

رباعیہ

۴۷
وقت ست کہ مستان بطرب برخیزند
واندر مے ومعشوق در رباب آویزند
یک چند نقاص عمر فانی شدہ را
در جام وقدح خون صراحی ریزند

رباعیہ

۴۸
ہجرت کہ بجان من درویش آمد
گوئے نمکے بر جگر ریش آمد
می ترسیدم کز تو شوم روزی دور
دیدی کہ ہمان روز بدم پیش آمد

رباعیہ

۴۹
ہم خاطر تو بر من غمناک افتد
کز مہر ضیا بر خس وخاشاک افتد
گر خاک رہت شوم مزن برمن بانگ
حیف ست کہ آواز تو بر خاک افتد

رباعیہ

ہر دوست کہ دم زد ز وفا دشمن شد
ہر راہرو ے کہ بود تر دامن شد
گویند شب آبستن غیب ست بروز
چون مرد ندید از کہ آبستن شد

(۴۷) نقاص عوض ہیں۔ بطور تلافی مافات (۵۰) مشہور ہے کہ رات واقعات کی حاملہ ہے
حیران ہوں کہ مرد تو دنیا میں کوئی نظر نہیں آتا۔ حاملہ کیسے ہوئی۔

رباعیه

۴۱
یا کار بکام دل مجروح شود — یا مرغ دلم برفلک روح شود
امید من آنست بدرگاه خدا — کابواب سعادت همه مفتوح شود

رباعیه

۴۲
یاری چو نکرده بخت شوریده چه سود — شادی چو ندید این دل غمدیده چه سود
آن مردم دیده بود کز دیده برفت — چون مردم دیده نیست در دیده چه سود

رباعیه

۴۳
ایام شباب است شراب اولی تر — هر غمزده مست و خراب اولی تر
عالم همه سر بسر خرابست و خراب — در جای خراب هم خراب اولی تر

رباعیه

۴۴
سیلاب گرفت گرد ویرانهٔ عمر — آغاز پری نهاد پیمانهٔ عمر
بیدار شو ای خواجه که خوش خوش بکشد — حمال زمانه رخت از خانهٔ عمر

رباعیه

۴۵
در سنبلش آویختم از روی نیاز — گفتم من سودازده را چاره بساز
گفتا که لبم بگیر و زلفم بگذار — در عیش خوش آویز نه در عمر دراز

رباعیه

۴۶
دوش از غم تو دمی نخفتم تا روز — یاقوت بنوک مژه سفتم تا روز
دردت که بکس نمی توانم گفتن — هم با دل خویشتن بگفتم تا روز

(۴۳) یہ رباعی بھی عمر خیام کی معلوم ہوتی ہے (۴۴) دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ پیمانۂ عمر لبریز ہونے کو ہے (۴۵) لب کو عیش خوش سے اور زلف کو عمر دراز سے تشبیہ دی ہے مطلب یہ ہے کہ عمر طویل کی خواہش فضول ہے۔ یہ خواہش کرنی چاہیئے کہ جتنی عمر ہو خوشی سے گزرے (۴۶) دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ میں رات بھر روتا رہا۔

رباعیه

۴۷
مردی ز کننده در خیبر پرس
اسرار کرم ز خواجه قنبر پرس
گر تشنهٔ فیض رحمتی ای حافظ
سرچشمهٔ آن ز ساقی کوثر پرس

رباعیه

۴۸
ای دوست دل از جفای دشمن درکش
با روی نکو شراب روشن درکش
با روی نکو گوی گریبان بکشای
وز نا اہلان تمام دامن درکش

رباعیه

۴۹
چشم تو که سحر بابل ست استادش
حقا که فسونها نرود از یادش
آن زلف که کرد حلقه در گوش جمال
آویزه ز در نظم حافظ بادش

رباعیه

۵۰
بنگر چمن جمال فرخنده گل
گه گریهٔ ابر بین و گه خندهٔ گل
سرو ارچه بآزادی خود می نازد
از راستیی که داشت شد بندهٔ گل

رباعیه

۵۱
چون جامه ز تن برکشد آن مشکین خال
حقا که نظیر خود ندارد بمثال
در سینه دلش ز نازکی بتوان دید
مانندهٔ سنگریزه در آب زلال

رباعیه

۵۲
ہرگز نکنی یاد من ای شمع چگل
نزد من اگرچه ہست کاری مشکل
دردی که من از غم تو دارم در دل
دل داند و من دانم و من دانم و دل

رباعیه

۵۳
از یار وفا که دید تا من بینم
راحت ز جفا که دید تا من بینم
تو عمر منی و بیوفائی چه کنم
از عمر وفا که دید تا من بینم

(۴۷) کننده در خیبر سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ قنبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک غلام تھا۔ (۴۸) یہ رباعی بھی عمر خیام کی ہے۔

رباعیه

آن بہ کہ ز جام بادہ دل شاد کنیم	۵۴	وز آرزو گذشتہ کم یاد کنیم
وین عاریتے روان زندانی ما		یک لحظہ ز بند عقل آزاد کنیم

رباعیه

آواز پر مرغ طرب مے شنوم	۵۵	یا نفحۂ گلزار ادب مے شنوم
یا باد حدیثے زلبش میگوید		القصہ حکایتی عجب مے شنوم

رباعیه

در ہجر تو من ز شمع افزوں گریم	۵۶	مانند صراحے اشک گلگوں گریم
چوں ساغر بادہ ام کہ از دلتنگی		چوں نالۂ چنگ بشنوم خوں گریم

رباعیه

جاناں چو شبے با تو بروز آوردم	۵۷	گر بے تو دمے بر آورم نامردم
از مرگ نترسم پس ازیں کآب حیات		از چشمۂ نوش آبدارت خوردم

رباعیه

در آرزوئے بوس و کنارت مردم	۵۸	در حسرت لعل آبدارت مُردم
قصہ چہ کنم دراز کوتاہ کنم		باز آ باز آ کز انتظارت مردم

رباعیه

من ترک تو ای نگار آسان ندہم	۵۹	تا پیش زمرد خطت جان ندہم
یاقوت لبت کہ قوت جانست مرا		آن را بدو صد ہزار مرجان ندہم

رباعیه

من حاصل عمر خود ندارم جز غم	۶۰	در عشق تو یار خود ندارم جز غم
یک ہمدم و ہمراز ندارم نفسے		یک مونس و غمخوار ندارم جز غم

(۵۴) یہ رباعی بھی عمر خیام کی ہے۔

رباعیه

۶۱
ای باد بگو ز راه دلداری من
آن را که نباشد غمی از زاری من
تو خفته بمهد عیش شبهای دراز
آیا داری خبر ز بیداری من

رباعیه

۶۲
تا کی بود این جور و جفا کردن تو
بیهوده همه خلائق آزردن تو
تیغ ست بدست اہل دل خون آلود
گر بر تو رسد خون تو بر گردن تو

رباعیه

۶۳
گویند که فردوس برین خواهد بود
فردا می ناب و حور عین خواهد بود
گر ما می و معشوقه گزیدیم چه باک
چون عاقبت کار چنین خواهد بود

رباعیه

۶۴
با آنکه نهد مهر قسمه از صد تمکین
بر خاک جناب تو شب و روز جبین
از دست دل و دیده بتنگم منشان
در آتش انتظار و فارغ منشین

رباعیه

۶۵
چون باده زغم چه بایدت جوشیدن
با لشکر غم چه بایدت کوشیدن
سبز ست سرت باده ازان دور مدار
می بر سر سبزه خوش بود نوشیدن

رباعیه

۶۶
ای شرم زده غنچه مستور از تو
حیران و خجل نرگس مخمور از تو
گل با تو برابری کجا آرد کرد
کو نور ز مه دارد و مه نور از تو

رباعیه

۶۷
ای رای تو صحرای امل پیمودن
تا چند بر آفتاب گل اندودن
گر در دهن شیر شوی بهر طمع
آخر نه شکار گور خواهی بودن

(۶۳) یہ رباعی بھی رباعیات عمر خیام میں موجود ہے۔

رباعیه

۶۸
چشمت که فریب و رنگ مے بارد از و
بس زود ملول گشتی از همنفسان
زنهار که تیغ جنگ مے بارد از و
آه از دل تو که سنگ مے بارد از و

رباعیه

۶۹
آن باز طرب شکار در دستم نه
آن زلف چو زنجیر که پیچید بر خود
آن ساغر چون نگار در دستم نه
دیوانه شدم بیار و در دستم نه

رباعیه

۷۰
ای کاش که بخت سازگاری کردی
از دست جوانیم چو بر بود عنان
یا چرخ زمانه بازیاری کردی
پیری چو رکاب پایداری کردی

رباعیه

۷۱
با شاهد شوخ و شنگ و با بربط و نے
چوں گرم شود ز باده مارا رگ و پے
کنجی و کبابے و یکے شیشهٔ مے
منت نبرم بیک جو از حاتم طے

رباعیه

۷۲
قسام بهشت و دوزخ و عقده کشائے
تا کی بود این گرگ ربائی از خاک
مارا بگذار که در آئیم ز پائے
سر پنجهٔ دشمن افگن ای شیر خدائے

رباعیه

۷۳
گل را دیدم نشسته بر تخت شهی
من طفلم و بیگنه مرا می سوزند
گفتا بشنو راستی ار مرد رهی
ای وای بتو که پیرے و پر گنهی

(۶۹) یہ رباعی بھی عمر خیام کی ہے (۷۱) شنگ چور۔ رہزن۔ مجازاً معشوق شوخ وظریف۔

(۷۲) قسام بہشت ودوزخ۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یا بزد شیعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

رباعیه

گل گفت اگر دستگهی داشتمی	۷۴	بگریختمی اگر رهی داشتمی
با بیگنهی مرا چنین می سوزند		ای وای بمن گر گنهی داشتمی

رباعیه

اگر همچو من افتاده این دام شوی	۷۵	ای بس که خراب باده و جام شوی
ما عاشق و رند و مست عالم سوزیم		با ما منشین و گرنه بدنام شوی

رباعیه

حافظ ورق سخن در آئی طی کن	۷۶	وین خامهٔ تند و تیز ریائی پی کن
خاموش نشین که وقت خاموشی تست		دم درکش و جام باده را پر می کن

قصائد

قصیده

مقدری(۱) که ز آثار صنع کرد اظهار	۱	سپهر و مهر و مه و سال و ماه لیل و نهار
مدار سیر کواکب بامر کن فیکون	۲	قرار داد برین طاق گنبد دوار
ز هفت کوکب سیاره و دوازده برج	۳	کنند سیر مخالف کواکب سیار
نه آسمان ز ملائک بامر حق مشغول	۴	بسجده درگه تسبیح و ذکر و استغفار
چهار عنصر از و مختلف پدید آورد	۵	مدار آتش و آب و غبار و خاک بخار
قرار داد ببالای خاک و باد آتش	۶	گرفته کوه زمین درمیان آب قرار
بدوستی نبی و ولی اساس نهاد	۷	جهان و هر چه در و هست خالق جبار

(۱) مقدر۔ صانع قدرت۔ خدائے تعالٰے۔

اگر نه ذات نبی و ولی بدی مقصود	۸	جهان بکتم عدم رفتی هیچ اول بار
نوشته بر در فردوس کاتبان قضا	۹	نبی رسول و ولی عهد حیدر کرار
امام جنی و انسی علی بود که علی	۱۰	ز کل خلق فزون ست از صغار و کبار
ز نام اوست معلق سما و کرسی و عرش	۱۱	ز ذات اوست مطبق زمین بدین هنجار
علی امام و علی امین و علی ایمان	۱۲	علی امین و علی سرور و علی سردار
علی علیم و علی عالم و علی اعلم	۱۳	علی حکیم و علی حاکم و علی گفتار
علی نصیر و علی ناصر و علی منصور	۱۴	علی مظفر و غالب علی سر و سردار
علی عزیز و علی عزت و علی افضل	۱۵	علی لطیف و علی انور و علی انوار
علی ست فتح فتوح و علی ست اے فتوح	۱۶	علی ست فاضل و افضل علی سر و سردار
علی سلیم و علی سالم و علی مسلم	۱۷	علی قسیم قصور و علی ست قاسم نار
علی صفی و علی صافی و علی صوفی	۱۸	علی وفی و علی صفدر و علی سردار
علی نعیم و علی ناعم و علی منعم	۱۹	علی بود اسد الله قاتل کفار
علی ز بعد محمد ز هر چه هست به است	۲۰	اگر تو مومن پاکی نظر دریغ مدار
بحق نور محمد با آدم و به خلیل	۲۱	بحق شیث و شعیب و به هود کم آزار
بحق یوسف و یعقوب و یحیی و لقمان	۲۲	بحق نوح نجی در میان دریا بار
بحق عزت توریت حرمت انجیل	۲۳	بحق جمع زبور و بحق روز شمار
بحق دانش اسحق و شوق اسمعیل	۲۴	که در رضای خدا کرد جان خویش نثار
بحق یوشع و الیاس و لوط و اسکندر	۲۵	بحق نغمه داؤد و صوت خوش گفتار
بحق مهر سلیمان و زهد ابراهیم	۲۶	بحق عیسی و موسی و یونس غمخوار
بحق قوت جبریل و صور اسرافیل	۲۷	بحق قابض ارواح در یمین و یسار
بحق حامل عرش و بقرب میکائیل	۲۸	بحق چار کتاب ستوده جبار
بحق جمله قرآن به صحف ابراهیم	۲۹	بحق جمله مردان واقف اسرار
بحق سوز فقیران بیکنه در بند	۳۰	بحق زاری رنجور بیکس و بی یار

بحق چهرهٔ زرد فقیر سرگردان	۳۱	بحق درد اسیران خانمان بیزار
بحق ضرب جوانان راه دین با کفر	۳۲	بحق زاری پیران خوار و زار و نزار
بحق دین محمد بخون پاک حسین	۳۳	بحق مردم نیک مهاجر و انصار
که نیست دین هدی را بقول پاک رسول	۳۴	امام غیر علی بعد احمد مختار
ز بعد او حسن است و حسین محبت او	۳۵	مجوی جهل برین کار مومن دیندار
بجهل غافل مستغرقی بغفلهٔ هی	۳۶	در رنگ می‌شناسی سفیدی از زنگار
بجهد و سعی من خسته دل چه سود ترا	۳۷	مگر ز خواب جهالت همی شوی بیدار
بجهل بیشتر و بیش آنچنان هستم	۳۸	که کس مباد چنان کامدم در اول بار
سپاس منت و عزت خدای را که نمود	۳۹	ره نجات و شدم از حیات برخوردار
بگاه هفصد و هفتاد بد که در شیراز	۴۰	تمام گشت بیک روز جمع این اشعار
بدشمنان منشین حافظا تو لاکن	۴۱	نجات خویش طلب کن بجان هشت چهار
حرام زاده و بدفعل و شوم و بی بنیاد	۴۲	بمدح شاه جهان کی کجا کند اقرار

(۴۳) متابعت بمنافق چو میکنی بگذر
زیاده گفتن ناش هزار استغفار (۴۳)

قصیده (۲)

جوزا سحر نهاد حمائل برابرم	۱	یعنی غلام شاهم و سوگند میخورم

(۱) جوزا - (۱) برج جوزا جسکی شکل یہ ہے کہ دو برہنہ لڑکے پشت بر پشت کھڑے ہیں (۲) آسمان کی صور جنوبی سے ایک شکل کا نام جسکی صورت یہ ہے کہ ایک مرد دو کرسیوں پر کھڑا ہے اور ایک تلوار حمائل کی ہوتی ہے۔ دائیں ہاتھ سے ایک عصا سر کے اوپر کھڑا کیا ہوا اور بائیں ہاتھ کو آستین میں ڈالا ہوا ہے یہاں اشارہ اسی جوزا کی طرف ہے نہ کہ برج جوزا کی طرف۔

ساقی بیا که از مدد بخت کارساز	۲	کامی که خواستم ز خدا شد میسرم
جامی بده که باز بشادی روی شاه	۳	پیرانه سر هوای جوانیست بر سرم
راهم مزن بوصف زلال خضر که من	۴	از جام شاه جرعه کش حوض کوثرم
شاها من ار بعرش رسانم سریر فضل	۵	مملوک آن جنابم و مسکین این درم
من جرعه نوش بزم تو بودم هزار سال	۶	کی ترک آبخور کند این طبع خوگرم
گر باورت نمیشود از بنده این حدیث	۷	از گفتهٔ کمال حدیثے بیاورم
گر برکنم دل از تو و بردارم از تو مهر	۸	آن مهر بر که افگنم آن دل کجا برم
منصور بن محمد غازیست حرز من	۹	وز این خجسته نام بر اعدا مظفرم
عهد الست من همه با مهر شاه بود	۱۰	در شاهراه عمر ازین عهد نگذرم
گردون چو کرد نظم ثریا بنام شاه	۱۱	من خود چرا چنین نکنم از که کمترم
شاهین صفت چو طعمه چشیدم ز دست شاه	۱۲	کی باشد التفات بصید کبوترم
ای شاه شیر گیر چه کم گردد ار شود	۱۳	در سایهٔ تو ملک فراغت میسرم
بال و پری ندارم و این طرفه تر که نیست	۱۴	غیر از هوای منزل سیمرغ در سرم
بر گلشنی اگر بگذشتم چو باد صبح	۱۵	نی عشق سرو بود و نه شوق صنوبرم
بوی تو می شنیدم و بر یاد روی تو	۱۶	دادند ساقیان طرب یک دو ساغرم
مستی بآب یکدو قدح وضع بنده نیست	۱۷	من سالخورده پیر خرابات پرورم
با سیر اختر و فلکم داوری بسیست	۱۸	انصاف شاه باد درین قصه داورم
شکر خدا که باز درین اوج بارگاه	۱۹	طاوس عرش می شنود صیت شهپرم
نامم ز کارخانهٔ عشاق محو باد	۲۰	گر جز محبت تو بود شغل دیگرم
شبل الاسد بصید دلم حمله کرد و من	۲۱	گر لاغرم و لیک شکار غضنفرم
ای عاشقان روی تو از ذره بیشتر	۲۲	من کی رسم بوصل تو کز ذره کمترم
بنما بمن که منکر حسن رخ تو کیست	۲۳	تا دیده اش بگزلک غیرت بر آورم

(۲۱) شبل الاسد بچہ شیر درندہ۔ غضنفر۔ شیر۔ (۲۳) گزلک۔ چھری۔ کارد۔

مقصود ازین معامله بازار تیز تست	۲۴	نه جلوه میفروشم ونه عشوه میخرم
برمن فتاده سایهٔ خورشید سلطنت	۲۵	اکنون فراغت ست زخورشید خاورم
شعرم بیمن مدح که صد ملک دلکشاد	۲۶	گوئی که تیغ تست زبان سخنورم

(۲۷) حافظ زجان محب رسول ست وآل او
بر این سخن گواست خداوند اکبرم (۲۷)

قصیده (۳)

شد عرصهٔ زمین چو بساط ارم جوان	۱	از پرتو سعادت شاه جهانیان
خاقان شرق وغرب که درغرب وشرق اوست	۲	صاحبقران وخسرو شاه خدایگان
خورشید ملک پرور وسلطان دادگر	۳	دارای عدل گستر کسری کی نشان
سلطان نشان عرصهٔ اقلیم سلطنت	۴	بالانشین مسند ایوان لامکان
اعظم جلال دولت ودین آنکه رفعتش	۵	دارد همیشه توسن ایام زیر ران
دارای دهر شاه شجاع آفتاب ملک	۶	خاقان کامگار وشهنشاه نوجوان
ماهی که شد زطلعتش افروخته زمین	۷	شاهی که شد زهمتش افراخته زمان
سیمرغ وهم را نبود قوت عروج	۸	آنجا که باز همت او سازد آشیان
گر در خیال چرخ فتد عکس تیغ او	۹	از یکدگر جدا شود اجزای آسمان
حکمش روان چو باد در اطراف بحر وبر	۱۰	مهرش روان چو روح در اعضای انس وجان
ای صورت تو ملک جمال وجمال ملک	۱۱	وی طلعت تو جان جهان وجهان جان
تخت تو رشک مسند جمشید وکیقباد	۱۲	تاج تو عین افسر دارا و داوران
تو آفتاب ملکی و هرجا که میروی	۱۳	چون سایه از قفای تو دولت بود روان
ارکان نپرورد چو تو دادور بهیچ قرن	۱۴	گردون نیاورد چو تو اختر بصد قران

بی طلعت تو جان نگراید بکالبد	۱۵	بی نعمت تو مغز نه بندد در استخوان
هر دانشی که در دل دفتر نیامده است	۱۶	دارد چو آب خامهٔ تو بر سر زبان
دست ترا با بر که آرد شبیه کرد	۱۷	چون بدره بدره این دهد و قطره قطره آن
با پایهٔ جلال تو افلاک پایمال	۱۸	وز بحر جود دست تو در دهر داستان
علم از تو با کرامت و عقل از تو با فروغ	۱۹	شرع از تو در حمایت و دین از تو در امان
بر چرخ علم ماهی و بر فرق هنر تاج	۲۰	در چشم فضل نوری و در چشم ملک جان
ای خسرو رفیع جناب و منیع قدر	۲۱	وی داور عدیم مثال و عظیم شان
ای آفتاب ملک که در جنب همتت	۲۲	چون ذرهٔ حقیر بود گنج شایگان
گردون برای خیمهٔ خورشید فلکهات	۲۳	از کوه ابر ساخته تا زیر سایبان
این اطلس منقش نه توی زرنگار	۲۴	چتر بلند بر سر خرگاه خویش دان
بودی درون گلشن و از پردلان تو	۲۵	در هند بود غلغل و در زنگ بد فغان
در دست روم خیمه زدی تا غریو کوس	۲۶	در دشت سند رفت و بیابان سیستان
تا قصر زد تاختی و لرزه او فتاد	۲۷	در قصرهای قیصر و در خانهای خان
آن کیست کو بملک کند با تو همسری	۲۸	از مصر تا بروم و ز چین تا بقیروان
تو شاکری ز خالق و خلق از تو شاکرند	۲۹	تو شادمان بدولت و ملک از تو شادمان
اینک بطرف گلشن و بستان همیروی	۳۰	با بندگان سمند سعادت بزیر ران
ای ملهمی که در صف کروبیان قدس	۳۱	فیضی رسد بخاطر پاکت زمان زمان
داده فلک عنان ارادت بدست تو	۳۲	یعنی که من کیم بمراد خودم رسان
خصمت کجاست در ته پای خودت فگن	۳۳	یار تو کیست بر سر و چشمش نشان

(۳۴)
هم کام من بخدمت تو گشته منتظم
هم نام من بمدحت تو گشته جاودان
(۳۴)

(۱۷) یعنی بادل کو تیرے دست سخا سے کیا نسبت تیرا ہاتھ تھیلیاں بھر بھر کر دیتا ہے اور بادل قطرہ قطرہ دیتا ہے۔

قصیده (۴)

سپیده دم که صبا بوی بوستان گیرد	۱	چمن ز لطف هوا نکته بر جنان گیرد
هوا ز نکهت گل در چمن تتق بندد	۲	افق ز رنگ شفق رنگ گلستان گیرد
هوای چنگ بدانسان زند صلای صبوح	۳	که پیر صومعه راه در مغان گیرد
شه سپهر چو زرین سپر کشد بر سر	۴	به تیغ صبح و عمود افق جهان گیرد
بر غم زاغ سیه شاهباز زرین بال	۵	درین مقرنس زنگاری آشیان گیرد
ببزمگاه چمن رو که خوش تماشائیست	۶	چو لاله کاسه زرین ارغوان گیرد
چو شهسوار فلک بنگر و بجام صبوح	۷	که خور بشعشعهٔ خود خسرو خاوران گیرد
صبا نگر که دما دم چو رند شاهد باز	۸	گهی لب گل و گه زلف ضیمران گیرد
ز اتحاد هیولی و اختیار صور	۹	خرد ز هر گل نقش رخ بتان گیرد
من اندر آن که دم کیست آن مبارک دم	۱۰	که وقت صبح درین تیره خاکدان گیرد
چه حالتست که گل در چمن نماید روی	۱۱	چه آتش ست که در مرغ صبح خوان گیرد
چه پرتوست که نور چراغ صبح دهد	۱۲	چه شعله است که در ماه آسمان گیرد
ضمیر دل نگشایم بکس مرا آن به	۱۳	که روزگار غیورست و ناگهان گیرد
چو شمع هر که بافشای راز شد مشغول	۱۴	بلبش زمانه چو مقراض در میان گیرد
کجاست ساقی مه روی من که از سر مهر	۱۵	چو چشم مست خودش ساغر گران گیرد
پیامی آورد از یار و از پیش جامی	۱۶	بشادی رخ آن ماه مهربان گیرد
نوای نغمهٔ نی را چو بر کشد مطرب	۱۷	گهی عراق زند گاه اصفهان گیرد

(۱) یعنی باغ ہوا کی لطافت کی وجہ سے رشک جناں بنا ہوا ہے (۲) تتق - بضمتین سراپردہ۔
(۵) مقرنس زنگاری آسمان سے مراد ہے (۷) شعشعہ روشنی (۸) ضیمران - ریحان نازبو۔
(۱۷) عراق - اصفہان - نام پردہ ہائے موسیقی۔

۱۸	چرا بصد غم و حسرت سپهر دائره شکل	مرا چو نقطهٔ پرکار درمیان گیرد
19	فرشتهٔ بحقیقت سروش عالم غیب	که روضهٔ کرمش نکته بر جنان گیرد
۲۰	سکندری که مقیم حریم او چون خضر	ز فیض خاک درش عمر جاودان گیرد
۲۱	جمال چهرهٔ اسلام شیخ ابو اسحٰق	که ملک در قدمش زیب بوستان گیرد
۲۲	گهی که بر فلک سروری عروج کند	نخست پایهٔ خود فرق فرقدان گیرد
۲۳	چراغ دیدهٔ محمود آنکه دشمن را	ز برق تیغ وی آتش بدودمان گیرد
۲۴	باوج ماه رسد موج خون چو تیغ کشد	به تیغ چرخ بر و حمله چون کمان گیرد
۲۵	عروس خاوری از شرع رای انور شاه	بجای خود بود ار راه قیروان گیرد
۲۶	ایا عظیم وقاری که هر که بندهٔ تست	ز رفع قدر کمر بند توامان گیرد
۲۷	رسد ز چرخ عطارد هزار تهنیت	چو فکرتت صفت امر کن فکان گیرد
۲۸	مدام در پی طفل است در وجود عدوت	سماک رامح ازان روز و شب عنان گیرد
۲۹	فلک چو جلوه کنان بنگرد سمند ترا	کمینه پایگهش اوج کهکشان گیرد
۳۰	ملامتی چو کشیدی سعادتی دهدت	که مشتری نسق کار خود ازان گیرد
۳۱	ز امتحان تو آیا مرا غرض آنست	که از صفای ریاضت دلت نشان گیرد
۳۲	وگرنه پایهٔ مصحف ازان بلندترست	که روزگار بران حرف امتحان گیرد
۳۳	ز عمر برخورد آنکس که در همه صفتی	نخست بنگرد آنگه طریق آن گیرد
۳۴	مذاق جانش ز تلخی غم شود ایمن	کسیکه شکر شکر تو در دهان گیرد
۳۵	چه جای جنگ پسندی بجام یار ز دوست	چو وقت کار بود تیغ جانستان گیرد
۳۶	ز لطف غیب بسنجی رخ امید متاب	که مغز نغز مقام اندر استخوان گیرد
۳۷	شکر کمال حلاوت پس از ریاضت یافت	نخست در شکن تنگ ازان گران گیرد

(۲۸) طفل یا طفل شب سے مراد چاند۔ سماک نام ستارہ۔ چاند کی منزلوں سے چودھویں منزل سماک دو ہیں۔ ایک سماک اعزل جسکے نزدیک دوسرا ستارہ نہیں ہے اور دوسرا سماک رامح جسکے نزدیک ایک اور ستارہ ہے جس کو سماک کا نیزہ کہتے ہیں۔ رامح بمعنے نیزہ دار۔

دران مقام که سیلِ حوادث از چپ و راست	۳۸	چنان رسد که امان از میان کران گیرد
چه غم بود بهمه حال کوه ثابت را	۳۹	که حمله های چنان قلزمی جهان گیرد
اگرچه خصم تو گستاخ میرود حالی	۴۰	تو شاد باش که گستاخیش عنان گیرد
که هرچه ورحق این خاندان دولت کرد	۴۱	جزاش برزن و فرزند و خانمان گیرد
خیال شاهی اگر نیست در سرِ حافظ	۴۲	چرا به تیغ زبان عرصهٔ زمان گیرد
زمان عمر تو پاینده باد کین دولت	۴۳	عطیه ایست که در کار انس و جان گیرد

قصیده (۵)

خیرِ مقدم مرحبا ای طائرِ میمون قدم	۱	شادمان کردی مرا نازم ترا سر تا قدم
میکنم در هجر تو انجام آغازِ نیاز	۲	زانکه شرحِ آرزومندی نیاید در قلم
تا بدانی تو که هجران خونِ عاشق میخورد	۳	نالهٔ شبگیر در کار ست وآهِ صبحدم
صحبت عشاق بدنامت کند زاهد برو	۴	خوش نگه کن باده در جام ست و مجلس متهم
گرچنین در حلقه پیچِ زلف افعی بند یار	۵	مهره نتوان برد آسان ای دل افسونی بدم
گر حریم کعبه خواهی وان جمالِ بی نقاب	۶	لاله و گل دان همه خارِ بیابانِ حرم
آن گذشت ای دل که خواری دید از دستِ رقیب	۷	یار باز آمد بحمد الله عزیز و محترم
ساقیا می ده که رندیهای حافظ سهو کرد	۸	نوکِ کلکِ خواجه بر منشور حافظ زد رقم
خواجه توران شاه عادل دل جلال ملک و دین	۹	بدرِ آفاق علی عون الوریٰ غوث الامم
صورتِ جاه و جلال و مقصدِ فضل و کمال	۱۰	منظرِ انوار رحمت مبصرِ حسن شیم
کان مردی و مروت معدنِ صدق و صفا	۱۱	جوهرِ عدل و سیاست عنصرِ لطف و کرم
رافع اوضاعِ بدعت ناصرِ اعلام دین	۱۲	ماحیِ آثارِ طغیان قاطعِ ظلم و ستم

(۹) بدرِ آفاق الخ بلند آفاق کا چاند۔ خلقت کا مددگار اور امتوں کا غوث۔

(۱۲) ماحی۔ محو کرنے والا۔

آستانت موضع دولت اکنونست و بس	۱۳	دار دایِن قصرِ معلّی نقش تاریخ قدم
بخت بیدارت چو می آمد بصحرای وجود	۱۴	خفته بد گردون هنوز اندر شبستانِ عدم
قلب بدخواهان شکست اقبال پابرجای تو	۱۵	هر کرا دل نشکند فیروز گردد لاجرم
هان نه پنداری که تنها میزنی بر قلب خصم	۱۶	همت اربابِ دلِ باتست اربابِ کرم
شرح احوال تو الحق بوالعجائب دفتریست	۱۷	بندۀ یارب کی تواند کرد شکرِ این ندم
تا ابد مهجور بود از خاک بوس درگهت	۱۸	در دو نوش درد بودم با ندیمان ندم
با شما اخلاص هر یک حاجت تقریر نیست	۱۹	علم آصف دیده باشد سالها در جام جم

(۲۰)	تا جهان باشد به نیکی در جهانت باد نام این دعا بر انس و جان گشت از دل و جان فرض هم	(۲۰)

تمّت بالخیر

محمد شریف کاتب امین آباد

دیوان میر درد - مشمولہ امتحان آنرز اِن اُردو
پنجاب یونیورسٹی - قیمت ۶ر

قصائد ذوق - مشمولہ امتحان آنرز اِن اُردو
پنجاب یونیورسٹی - قیمت ۶ر

مقالات - ۵۲ مضامین فارسی ان میں سے اکثر
امتحان میں آچکے ہیں - قیمت .. .. .. عہر

عروض سیفی - عروض پر بہترین کتاب مشمولہ
امتحان منشی ۴ر

بحر العروض - اُردو پر بہترین کتاب مشمولہ
امتحان پرافیشنسی اِن اُردو - قیمت .. ۶ر

المامون - مامون الرشید کے حالات زندگی عہر

الفاروق - سوانح عمری حضرت عمرؓ .. عہر

غزلیات نظیری مشمولہ امتحان منشی فاضل عہ ر

رُباعیات ابو سعید ابوالخیر " " " ۸ر

ترجمہ رُباعیات ابو سعید ابوالخیر " " " ۶ر

مخزن اسرار نظامی " " " ۱۰ر

ترجمہ مقامات حمیدی " " " عہر

رائق البلاغت " " " ۱۲ر

تاریخ وصّاف " " " عاہر

ابو الفضل دفتر اول و سوم " " " عہر

عقد لآلی شرح اخلاق جلالی قیمت عہ ر

ترجمہ غزلیات نظیری از جناب محمد عنایت اللہ
صاحب پروفیسر گارڈن کالج - قیمت .. ؎ ر

ترجمہ ابو الفضل دفتر اول از منشی وجاہت حسین صاحب
ایم - اے - منشی فاضل - قیمت .. .. عہ ر

ترجمہ ابو الفضل دفتر سوم از جناب مولینا سید
اولاد حسین صاحب شاداں بلگرامی - قیمت عہر

یادگار غالب - غالب کی زندگی کے حالات اور
اس کے کلام پر محققانہ ریویو از مولینا حالی قیمت ؎ ر

شعر العجم حصہ اول از مولینا شبلی مرحوم
مروزی سے نظامی تک - قیمت .. ؎

شعر العجم حصہ دوم - شعرائے متوسطین خواجہ
فریدالدین عطار سے حافظ و ابن یمین تک - قیمت عہر

شعر العجم حصہ سوم - تذکرہ شعرائے قدیم قیمت عہر

" حصہ چہارم - فارسی شاعری پر ریویو " عہر

" حصہ پنجم - فارسی غزل اور قصیدہ پر ریویو عا

خلاصہ شعر العجم ع۱ ۶ر ع۲ ۶ر ع۳ ۶ر ع۴ ۴ر

" " الایجاز ۵ قیمت .. ۲ر

عود ہندی از حضرت غالب مرحوم قیمت ۱۲ر

ترجمہ رسائل طغرا - قیمت .. عاہر

انتخاب مخزن حصہ اول - رسالہ مخزن کی پہلی
نو جلدوں کا انتخاب - قیمت .. .. عہ ر

انتخاب مخزن حصہ دوم - رسالہ مخزن کی دوسری
نو جلدوں کا انتخاب - قیمت .. .. عہر

انتخاب مخزن حصہ سوم - مجموعہ مضامین شیخ عبدالقادر صاحب
بی - اے جو وقتاً فوقتاً مخزن میں نکلتے رہے - قیمت عاہر

اطلاع

جلد اوّل قیمت عہ ۱۴؍ جلد دوم قیمت عہ؍ } علاوہ محصول ڈاک
جلد سوم قیمت عہ؍ جلد چہارم قیمت عہ؍

ملنے کا پتہ

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

130
5
650

3
130
12
1560
650
2210
1299
3509